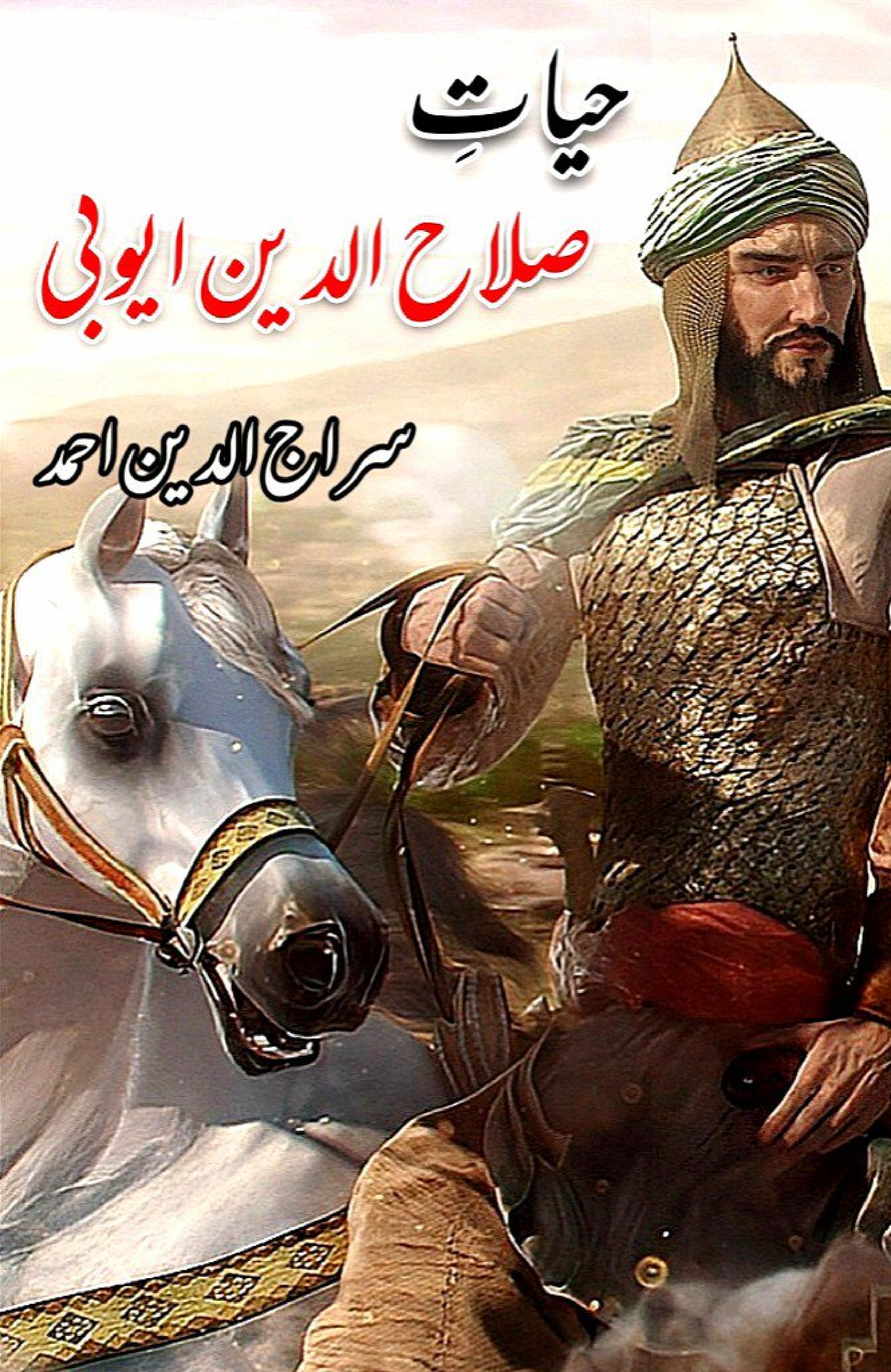
حیاتِ
صلاح الدین ایوبی

سراج الدین احمد



حیاتِ صلاح الدّین

مع

مختصر تواریخ جنگ ہائے صلیبی

یعنی

ملک الناصر سلطان صلاحُ الدین اعظم فاتح بیت المقدس کی سوانح عمری
جس کے ساتھ دیباچہ میں جنگ ہائے صلیبی کی ایک مختصر مگر دلچسپ اور ضروری
تواریخ شامل ہے

مؤلفہ

خاکسار سراج الدین احمد اڈیٹر چودھویں صدی - مؤلف سیرۃ الفاروق -
تعلیم - تہذیب - فضیلت - فصاحت وغیرہ وغیرہ

سنہ ۱۳۱۵ ھجری مطابق ۱۸۹۷ء

منشی محمد بلال و کرم بخش پروپرائیٹرز بلالی پریس کی فرمایش سے
مطبع بلالی ساڈھورہ ضلع انبالہ مین چھپی

دیباچہ

صلیبی لڑائیوں کے زمانہ کو بعض عیسائی مؤرخوں نے گیارھویں صدی عیسوی کے اختتام سے لیکر سولھویں صدی عیسوی کے اختتام تک شمار کیا ہے۔ اور عثمانی ترکوں نے جو لڑائیاں یورپ پر حملہ کرنے میں عیسائیوں سے کی ہیں اُنکو بھی صلیبی لڑائیوں میں داخل کر لیا ہے۔ اسکی وجہ صرف یہ معلوم ہوتی ہے کہ عثمانی ترک چونکہ اُس زمانہ میں ایک فاتح اور حملہ آور نہایت غالب قوم تھی اور ممالک یورپ کو کچھ عرصہ کے واسطے اُنہوں نے بیچین اور بدحواس کر دیا تھا۔ اور ترکونکے مقابلہ کرنے کی تاب جب بعض ممالک یورپ نہیں لا سکتے تھے تو اپنے ہم قوموں سے ایک پُرجوش امداد حاصل کرنے کے واسطے صلیبی لڑائی کا نام ہی ان کے پاس ایک چلتا ہُوا اور مؤثر جادو تھا۔ اس وجہ سے ترکونکی لڑائیوں کو بعض مؤرخوں نے صلیبی لڑائیاں کہدیا ہے۔ ورنہ درحقیقت صلیبی لڑائیاں صرف اُن لڑائیوں کا نام ہو سکتا ہے جو شام میں بیت المقدس حاصل کرنے کے واسطے کی گئیں۔ اسی طرح اُن تین ہزار سات سو لڑائیونکو بھی جو ہسپانیہ میں عیسائیوں اور مسلمانونکے درمیان کئی صدیوں تک ہوئیں اور آخرکار مسلمانوں کے اس ملک سے قطعی اخراج پر ختم ہو گئیں صلیبی لڑائیاں کہنا روا نہیں ہے ◆

عیسائیوں میں یا یورپ میں جسطرح کروسیڈ یعنی صلیبی لڑائیوں کے نام سے مختلف مواقع پر فائدہ اُٹھانے کی کوشش کیگئی ہے۔ اسی طرح مسلمانوں میں بعض یا اکثر اوقات جہاد کے نام کو اسکے غلط استعمال سے بدنام کیا گیا ہے اور اس سے مخالفین مذہب اسلام کو اعتراض کرنے کا موقع دیا گیا ہے۔ کروسیڈ یا جنگ صلیبی مذہب عیسوی کی تو کوئی اصطلاح نہیں ہے حضرت مسیح کا اپنے دشمنوں پر حملہ کرنیکا تو کیا ذکر اُنہوں نے خود صلیب پر کھینچے جانے کے خلاف بھی کوشش نہیں کی۔ مگر انکی اُمت نے اس صلیب کو حضرت مسیح کے تحمل اور اپنی جان کو دشمنونکی حوالہ کر دینے اور ظلم و

اور جفا کاروں کا ظلم سہ لینے اور خدا کے راہ میں قربان ہوجانے کی ایک علامت تھی غیر مذہب کے لوگوں پر حملہ کرنے اور خونریزی کا ایک نشان بنا کر بدنام کر دیا۔ لیکن پوپوں اور پادریوں نے جو جاد و شروع شروع میں اس نام میں بھر دیا تھا۔ وہ یورپ میں تہذیب اور شائستگی کی ترقی ہونے اور پوپ کی قوت کے ٹوٹ جانے کے ساتھ رفتہ رفتہ مفقود ہو گیا جہاں صلیب کے نام پر پادریوں کی وعظ گوئی سے لکھوکھا عیسائی ہتھیار اُٹھا کر اپنے گھروں اور وطنوں کو خیرباد کہکر اپنی باؤں اور بہنوں اور بیبیوں اور بچوں کی محبت اور اُلفت کو قطع کر کے نامعلوم مصیبتوں کا مقابلہ کرنے کے واسطے چلدیتے تھے۔ وہاں پچھلے زمانہ میں ایک شخص بھی اس فریاد اور ربکا کی پروا نہیں کرتا تھا۔ جو پادری اسی منحوس نام کے واسطے سے کرتے تھے۔ تہذیب اور شائستگی کی ترقی نے۔ اہل یورپ خود مقر ہیں کہ خود غرض پادریوں کی اس دھوکہ کی ٹٹی کو اُٹھا دیا! اور ان لڑائیوں کی جو اصل حقیقت تھی وہ سب کی سمجھ میں آ گئی زمانہ ایسے عیسائیوں سے خالی نہیں ہو سکتا جنکو اسلام اور مسلمانوں سے بالطبع نفرت ہو۔ مگر ایسے مجنونوں کی تعداد اس قدر کم ہو گئی ہے کہ ان کا وجود عدم کے برابر ہے ✣

تہذیب اور شائستگی کی ترقی نے جہاں کروسیڈ کی حقیقت بیان کر دی ہے ہاں جہاد کی اصلیت کو بھی دنیا کے سامنے پیش کر دیا ہے ہندوستان کے مُسلمان علما نے جن میں سر سید احمد خان صاحب بہادر اور مولوی چراغ علی صاحب کو حق امتیاز حاصل ہے اس امر کو نہایت تحقیق اور تشریح سے بیان کر دیا ہے کہ جہاد کے معنی اس سے زیادہ کچھ نہیں ہیں کہ مُسلمان اپنے دشمنوں سے جنگ کریں لیکن صرف اُس حالت میں جبکہ انکے دشمن ان پر حملہ آور ہوں۔ انسے بدعہدی کریں انکو اور انکے بال بچوں کو قتل کریں اور انکی مذہبی آزادی کے رخنہ انداز ہوں غرض جہاد کے معنی صرف defensive ڈیفینسو لڑائیاں ہیں۔ کوئی offensive افینسو لڑائی منشا اور معنی جہاد میں داخل نہیں ہیں۔ اگر بعض اوقات مُسلمان سلاطین نے اس بے ضرر اور سادہ لفظ سے اپنے ذاتی اغراض کے واسطے کوئی فائدہ اُٹھایا ہے اور اس لفظ کے منشاء کا غلط استعمال کیا ہے یا بعض جاہل مُسلمان کرتے ہیں تو یہ لفظ یا مذہب کا کوئی قصور نہیں ہے۔ بلکہ بعض اشخاص کی خود غرضیوں یا جہالت کا قصور ہے۔ سوا ان لڑائیوں کے جو بدو اسلام میں یا کسی دوسرے وقت میں مسلمانوں نے دشمنوں کی حملوں سے

اپنی جانوں اور مالوں اور بال بچوں اور مذہب کو بچانے یا امن کے قائم کرنے کی غرض سے کی ہیں کوئی لڑائی جہاد نہیں ہے۔ تمام ملکی لڑائیاں ہیں جو ہر ایک قوم جسکو طاقت اور غلبہ نصیب ہو جاتا ہے کرتی ہے اور ہمیشہ کرتی رہیگی۔ مگر انکو مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ انکی وجہ سے مذہب پر کوئی حرف نہیں آ سکتا۔ تہذیب اور شائستگی اور ترقی تعلیم اور جہالت کی بیخکنی ہو جانے پر تمام دنیا کو عین اصل حقیقت معلوم ہو گی جو اب ہوتی جا رہی ہے۔ پس صلیبی لڑائیونکا زمانہ گیارھویں صدی کے اختتام (۱۰۹۶ء) سے لیکر تیرھویں صدی کے اختتام (۱۲۹۱ء) تک قرار دیا جا سکتا ہے اور یہ دو سو برس کی لڑائیاں عیسائیوں اور مسلمانوں دونوں کی تاریخ میں اُس زمانہ کے سب سے زیادہ ممتاز واقعات ہیں اور دونو قومونکی تاریخ کا ایک نہایت ضروری اور اہم حصہ ہیں اور اس قابل ہے کہ اسلامی تاریخ کی غرض سے اسکی تفصیلی اور مشرح حالات پر ضخیم کتابیں جیسی یورپ کی زبانوں میں موجود ہیں ہماری زبانوں میں بھی لکھی جائیں۔ مگر قوم کی علمی بدشوقی اور ناقدردانی پُرجوش اور پُرہمت ہاتھوں سے بھی قلم کو گرا دیتی ہے۔ صلیبی لڑائیاں جو یورپ کی آیندہ ترقیوں اور ایشیائی اقوام خصوصاً مسلمانوں کے قومی تنزل کا ایک نیا زمانہ شروع کرتے ہیں۔ اس سے قطع نظر کرکے عیسائیوں اور مسلمانونکی قومی خصوصیات۔ انکی عادات۔ انکی خصائل۔ انکی طبائع۔ انکی شجاعت۔ رحم۔ انصاف خصائص انسانیت اور ہر ایک عیب و وصف کا بالمقابل موازنہ کرنے کے واسطے صلیبی لڑائیوں کی تاریخ ایک آئینہ ہے۔ اور اس غرض کے واسطے اس سے بہتر کوئی زمانہ دونو قومونکی تاریخ میں ایسا نہیں ملسکتا۔ جبکہ یہ دونو قومیں ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو کھڑی ہوئی ایک آئینہ میں نظر آ رہی ہیں ◆

یہ کتاب جنگہائے صلیبی کی کوئی تاریخ ہونے کا دعوٰے نہیں کر سکتی۔ کیونکہ درحقیقت یہ صرف سلطان صلاح الدین اعظم فاتح بیت المقدس کی لائف ہے لیکن صلاح الدین کے حالات قابل فہم بنانے کے واسطے جو مختصر حالات جنگ ہائے صلیبی کے لکھے گئے ہیں۔ وہ بھی ناظرین کے سامنے ایک حد تک اِن دونو قوموں کی قومی خصوصیات اور کریکٹر کی ایک دلچسپ تصویر پیش کرنے میں ناکامیاب نہ ہونگے۔ اور سلطان صلاح الدین کی پُرعظمت اور کامیاب زندگی کے حالات بجائے خود تمام صلیبی لڑائیونکی تاریخ کی جان ہیں۔ جبکہ تمام

یورپ ایک ہی دفعہ ایشیا کی اس عجیب قسمت والی سرزمین شام پر ٹوٹ پڑا تھا۔ مگر اس باہمت مرد خدا کی ناموری اور عظمت کا خراج ادا کر کے واپس چلے جانے کی بغیر جو ان سب کے مقابلہ کیواسطے ایک آہنی دیوار کی طرح کھڑا ہوا تھا اور کچھ حاصل نہ ہوا ٭

میری اس کتاب کا ماخذ کروسیڈ کی مشرقی اور مغربی مورخ ہیں۔ جہاں ان میں سے ایک فریق کو بھی آپس میں اتفاق بہت کم ہوتا ہے۔ وہاں دونو کو باہم متفق کرنا اور بھی زیادہ مشکل ہے۔ اور صرف کثرت روایات پر یا قرائن و احتمالات سے ہی فیصلہ کیا جا سکتا ہے ہماری زبانوں میں کروسیڈ یعنی صلیبی لڑائیوں کی کوئی علیحدہ تاریخ لکھی ہوئی مجھ کو نہیں ملی لیکن ان لڑائیوں کے سب سے بڑے نامور ہیرو یعنی سلطان صلاح الدین کی نسبت اسقدر کتابیں موجود ہیں کہ کسی اور کے حالات میں بہت کم ہونگی صلاح الدین کا زمانہ ادب اور تاریخ اور مسلمانوں کی ترقیات کی اعتبار سے بجائے خود ایک بے نظیر اور سب سے نامور اور مشہور مؤرخوں کا اپنا زمانہ ہے۔ یورپین زبانوں میں فرانسیسی مؤرخ مچاڈ کی تاریخ کروسیڈ سے بہتر کوئی کتاب مشکل سے لکھی گئی ہوگی مسلمان مؤرخوں کی سادگی اور صداقت اُن کا ایک ممتاز اور مؤثر کیرکٹر اور ان میں اور عیسائی مورخین میں جو فرق ہے وہ بھی اس کتاب کے صفحوں سے معلوم ہوگا ٭

مجھ کو اب اسکے سوائے کچھ نہیں کہنا ہے۔ کہ ایسی کتابوں کو بہتر لکھنے کیواسطے ہماری قوم میں درحقیقت قابل بزرگ موجود ہیں لیکن وہ نہیں لکھتے۔ اور جب وہ نہیں لکھتے تو میری رائے میں جب تک وہ بہتر کتابیں نہ لکھی جائیں ویسی کتابیں نہ لکھ سکنے والوں کو برا بھلا جیسا وہ لکھ سکتے ہیں۔ نہ لکھنے کیواسطے کوئی دلیل نہیں ہو سکتی ہے یورپ کی زبانوں میں ایک ایک مضمون پر ہزارہا تصانیف موجود ہیں اور وہ اُسی مضمون پر آیندہ لکھنے کیواسطے کوئی وجہ ممانعت نہیں ہیں ٭

خاکسار
سراج الدین احمد
ایڈیٹر۔ چودھویں صدی

راولپنڈی
یکم جون ۱۸۹۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صلیبی لڑائیاں

تمہید

کروسیڈ یعنی صلیبی لڑائیاں جو یوروشلیم یعنی بیت المقدس کی خاطر عیسائیوں اور مسلمانوں میں ہوئیں۔ خون اور خونریزی کی ایک عبرتناک داستان کے سوا کچھ نہیں ہیں۔ اور اگر یہ صحیح ہے کہ ایک عیسائی پادری نے ان لڑائیوں کے حالات کو خون ہی سے لکھا ہے تو کچھ بھی عجیب بات نہیں ہے۔ کیونکہ یہ خون کی کہانی خون ہی سے لکھے جانے کے لائق ہے۔ اور ایک شخص جب اپنے گرد و پیش ہر ایک چیز کے تحط میں سب سے سستی اور سب زیادہ افراط سے ملنے والی چیز انسان کے خون ہی کو پاتا ہے تو اُس کی یادداشت کو خود اسی سے کیوں نہ قلمبند کرے۔ مسٹر لبسن جو مچاڈ کی مشہور تاریخ جنگ ہائے صلیبی کا مترجم ہے اُن آدم کے بیٹوں کی تعداد جو صلیبی لڑائیوں کے نذر ہوئے اور لڑائیوں میں یا قحط اور وبا سے یا غرق ہونے یا کسی طرح سے مارے گئے ساٹھ لاکھ بیان کرتا ہے۔ اور یہ سب سے پہلی دفعہ نہ تھی کہ بیت المقدس کے واسطے اس قدر خون بہایا گیا ہو اور اتنی جانیں ضائع ہوئی ہوں اس سے پہلے بارہا غالباً اس سے بھی زیادہ خون بہ چکا تھا یہ سارا کرشمہ مذہب کا ہے۔ ہم عیسائی مذہب پر ان لڑائیوں کے واسطے کوئی الزام نہیں لگاتے ہیں اور نہ کوئی مذہبی بحث ہمارے منصب میں دخل ہے۔ کوئی مذہب انسان کی فطرت کو تبدیل نہیں کر سکتا۔ مگر جب ہم عیسائی مذہب کو حملہ آور لو اس خونریزی کا باعث دیکھتے ہیں تو ان چند الفاظ کے کہنے سے باز نہیں رہ سکتے۔ کہ عیسائی مذہب کی تعلیم انسان کی فطرت کے مطابق نہ تھی۔ تیری ایک گال پر کوئی طمانچہ مارے

تو دوسری گال بھی اُس کی طرف پھیر دے۔ یہ اور اِس قسم کی تمام دلآویز نصیحتیں لکھی ہوئی بہت خوبصورت معلوم ہوتی ہیں۔ اور ان کو پڑھنے سے بھی لُطف حاصل ہوتا ہے۔ لیکن جس وقت سے وہ کہی گئی ہیں آج تک ان پر عمل کرنے والا کوئی پیدا ہوا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب اثبات میں تو صرف اُس وقت مل سکے گا جب انسان انسان موجود اور اس کی فطرت فطرت موجود نہ رہے گی۔ مذہب فطرت کو تبدیل نہیں کرسکتا۔ مذہب اور فطرت انسانی کا خالق اگر ایک ہی ہے اور مذہب انسان کے واسطے ہے تو مذہب اور فطرت کو باہم مطابق ہونا چاہیئے۔ اور ایک مذہب کی صداقت کا یہی سب سے بڑا معیار ہے۔ اور مذہب صرف اسی صورت میں کارآمد اور انسان اور دنیا کے واسطے مفید ہوسکتا ہے۔ ورنہ خالی الفاظ خواہ ان کا نام مذہب رکھا جاوے اور خواہ بعد ازاں اُن کو تہذیب اور شائستگی کی تعلیم کا نتیجہ کہا جاوے انسان اور دنیا کے واسطے کچھ نفع بخش نہیں ہوسکتے ہیں۔ اگر ان کے قائلوں کے اقوال اور افعال میں مطابقت نہ ہو۔ آج کی مہذب اور شائستہ عیسائی دنیا کا انسانی ہمدردی کا دعوےٰ جس کی بنا پر وہ بعض اوقات صلیبی لڑائیوں اور ان کے بانیوں اور واعظوں سے نفرت ظاہر کرتے ہیں بہت ہی خوش آیند ہوتا۔ اگر ان کے افعال اس وقت بھی ان کے اقوال کے مطابق ہوتے۔ ورنہ مذہب کو اپنی ملکی مُدعا براری کا ذریعہ بنانا تو کروسیڈ کے بانیوں اور واعظوں کے افعال سے بھی بُرا ہے جن کی نسبت نفرت ظاہر کی جاتی ہے۔ بہرحال ہم دیکھتے ہیں کہ اس زمانہ کے مہذب اور شائستہ عیسائی بھی کم سے کم زبان سے صلیبی لڑائیاں برپا کرنے والوں کی نسبت بہت غصہ ظاہر کرتے ہیں لیکن پھر اس خیال سے کہ صلیبی لڑائیوں سے یورپ کو بہت بڑے فائدے حاصل ہوئے۔ اِن کا غصہ فرو ہو جاتا ہے۔ اور اِس تمام نقصان کو وہ اُن فوائد کا معاوضہ خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ رابسن بھی آخر کار اسی خیال سے کچھ تشفی حاصل کرتا ہے کہ ان ساٹھ لاکھ آدمیوں کی قربانی کے بدلے یہ عظیم الشان فوائد ہر ایک قسم کے حاصل ہوئے ہیں ✦

گبن اور میکالے تو صلیبی لڑائیوں کے بانیوں میں کوئی امر قابل ملامت نہیں پاتے ہیں۔ میکالے کی رائے ایک خالص مذہبی رائے ہونے کی وجہ سے تاریخی اعتبار کے پایہ سے گری ہوئی ہے۔ لیکن گبن یہ کہہ کر خاموش ہو رہتا ہے کہ یہ اُس زمانہ کے خیالات ہی کا نتیجہ تھا۔ مگر رابسن دونوں سے اختلاف کرتا ہے۔ اور گبن کے جواب میں کہتا ہے۔ کہ " ہم کو یقین ہے۔ کہ اکثر اس (محاذ) کی تاریخ پڑھنے والے اس نتیجہ پر پہنچینگے کہ پوپ اور دوسرے طامع۔ مکار اور حریص پادری صلیبی لڑائیوں کے اصلی محرک اور عموماً معاون تھے اور اس سے مطلق طور پر یہ غرض تھی کہ ان مذہبی خبط اور دیوانہ پن اور تعصب کی لڑائیوں سے عوام الناس کے دلوں پر قابو پائے ہیں یہ ممکن ہے

کہ پیٹر مونک[۱] نے پوپ کو یہ خیال دلایا ہو لیکن ایک عاجز درویش اس مقدس گھر (پوپ) کی منظوری کے بغیر کیا کر سکتا تھا اور جس گرمی سے پوپ نے اس تجویز کو اختیار اور اس پر عمل کیا اس سے ظاہر ہے کہ اسے وہ بہت بڑے فوائد حاصل کرنے کی توقع کرتا تھا۔ سب سے بڑے حریص سب سے بڑے ہوشیار اور سب سے بڑے بے اصول پوپ صلیبی لڑائیوں کے سب سے زیادہ محرک تھے۔ کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ پوپ انوسنٹ ثالث نے اپنے زمانہ کے اقتدار کا خیال کیا۔ جب اس نے سمن ڈی مانٹی فورٹ جیسے خونخوار کتوں کو یورپ کے مہذب عیسائی شہروں میں خون بہانے کو اور دنیا کے نہایت سرسبز اور شاداب میدانوں کو برباد کرنے پر آمادہ کیا (یہ ایک اور لڑائی کی طرف اشارہ ہے) +

"پہلا صلیبی جنگ اپنی عظمت کے باوجود اس قدر مصیبت خیز تھا کہ اگر سنٹ برنارڈ[۲] فوک اف نیولی اور پوپ انوسنٹ ثالث جیسے شخص نہ ہوتے تو کبھی کوئی دوسرا صلیبی جنگ نہ ہوا ہوتا۔ پوپ اور دوسرے مذہبی مجنون جو اس کام پر لگائے گئے تھے اس آگ کو جلتا رکھنے کے واسطے متواتر طور پر اس کو پھونکتے رہنے پر مجبور تھے۔ جو ایندھن اس میں ڈالی جاتی تھی وہ کس قسم کی تھی۔ متعصبوں کو وہ بہشت کا وعدہ دیتے تھے حریصوں اور لالچیوں کو ملک اور دولت کا۔ بدکاروں اور عیاشوں کو ان کے افعال کی آزادی کا مجرموں اور گنہگاروں کو معافی کا اور سب کو نجات کا۔" اس کے بعد راہبن سینٹ برنارڈ اور پوپ اور پادریوں کی نسبت نہایت درشت الفاظ استعمال کرتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ انہوں نے اپنی ذاتی اغراض اور فوائد کے واسطے لاکھوں مخلوق خدا کا خون بہایا اور اس کے بعد میکالے کے اقوال کی تردید کرتا ہے +

خود مچاڈ اپنی تاریخ جنگ ہائے صلیبی کے دیباچہ کو ان الفاظ سے شروع کرتا ہے کہ "ازمنہ متوسط کی تاریخ صلیبی لڑائیوں سے زیادہ مؤثر کوئی نظارہ نہیں پیش کرتی ہے۔ جس میں ہم ایشیا اور یورپ کی اقوام کو ایک دوسرے کے مقابلہ میں مسلح دیکھتے ہیں اور دو مذہبوں کو سبقت کے واسطے لڑنے اور دنیا کی سلطنت کے واسطے جھگڑتے دیکھتے ہیں۔ مسلمانوں سے کئی دفعہ دھکیاں کھا کر اور عرصہ تک ان کے حملوں کے واسطے کشادہ رہ کر مغرب آخرکار اُٹھ کھڑا ہوتا ہے اور ایک یونانی مؤرخ کے قول کے مطابق اپنے آپ کو جڑ سے اکھیڑ لیتا ہے۔ تاکہ ایشیا پر بے تحاشا گر پڑے۔ تمام قومیں اپنی رقابت کے خیالات اور اغراض کو چھوڑ دیتی ہیں۔ اور دنیا کے منہ پر صرف ایک اکیلا ملک فاتحین کے طمع کے لائق دیکھتے ہیں۔ ایک آدمی خیال کرے گا کہ تمام عالم میں سوائے یوروشلیم کے کوئی شہر موجود نہ تھا اور سوائے اس قطعہ زمین کے

---

[۱] اس شخص نے سب سے اول صلیبی لڑائیوں کی بنا رکھی اور پوپ سے کہا کہ عیسائی دنیا کو مسلمانوں سے جنگ کر کے بیت المقدس چھین لینے کا حکم دے۔ اور پوپ کی منظوری کے بعد جنگ کا وعظ کرنا شروع کیا +

[۲] یہ شخص دوسری صلیبی لڑائی کا بانی اور واعظ تھا +

جس پر یسوع مسیح کی قبر ہے کوئی آباد ٹکڑا زمین کا باقی نہیں تھا۔ تمام سڑکیں جو بیت المقدس کو جاتی ہیں خون سے بھری ہوئی نظر آتی ہیں اور سلطنتوں کی بربادیوں اور پھیلی ہوئی غارتگریوں کے سوائے اور کچھ نظر نہیں آتا"۔ اس کے بعد صلیبی لڑائیوں کا ایک مختصر خاکہ دکھا کر مچاڈ خود ہی سوال کرتا ہے کہ صلیبی لڑائیاں حق بجانب تھیں یا نہیں اور جواب دیتا ہے کہ "اس امر کی نسبت ہم کو کچھ جواب دینے کو نہیں ہے جب کروسیڈر (صلیبی لڑائیاں کرنے والے) یہ خیال کرتے تھے کہ مشرق میں مسلمانوں پر حملہ کرنے میں وہ خدا کے حکم کی تعمیل کر رہے ہیں تو مسلمانوں نے جنہوں نے عیسائیوں سے ایشیا کا ایک حصہ فتح کر لیا تھا۔ اور ہسپانیہ پر قابض ہو گئے تھے۔ اور قسطنطنیہ اور اٹلی کے ساحل اور مغرب کے بہت سے ممالک کو دھمکی دے رہے تھے اپنے دشمنوں کو ایک ناواجب جنگ کرنے کی کوئی ملامت نہیں کی اور اس بیفائدہ سوال کا فیصلہ قسمت اور فتح کے سپرد کیا"۔

مچاڈ کا یہ جواب درحقیقت بہت عجیب ہے کہ صلیبی لڑائیوں کو حق بجانب قرار دینے کے واسطے یہ عذر پیش کرتا ہے کہ مسلمانوں نے کوئی ملامت اپنے دشمنوں کو نہیں کی۔ ہم نہیں سمجھتے ملامت سے فاضل مورخ کی کیا مراد ہے۔ مقابلہ کے واسطے ہتھیار اٹھانے کو وہ ملامت نہیں خیال کرتا۔ اس کے خیال میں شاید ایک تحریری درخواست لکھ کر بھیجنی چاہئے تھی۔ اس کے بعد وہ بھی ان مصائب اور اس بربادی پر جو صلیبی لڑائیوں سے یورپ پر نازل ہوئی توجہ کرتا ہے۔ لیکن یہ خیال اس کے بھی آنسو پونچھ دیتا ہے کہ انہیں لڑائیوں کی وجہ سے یورپ کو آئندہ شائستگی اور اس کی سلطنتوں کو عظمت اور سرسبزی حاصل ہوئی۔

شام کی تاریخ کو اگر دنیا کی تاریخ کا خلاصہ کہا جاوے تو کچھ بھی بیجا نہ ہوگا۔ قدرت ہی نے اس ملک کو دنیا کی اقوام کا ملاقات گاہ بنایا ہے۔ یورپ اور ایشیا اور افریقہ کو ایک دوسرے سے علیحدہ رکھنے میں کامیاب ہونے کی بجائے اس کو دنیا کی غالب اقوام کا رزمگاہ بننا پڑا ہے۔ بابلی۔ حطبطین۔ مصری۔ شامی۔ ایرانی۔ یونانی اور اہل روما اور مسلمانوں میں سے بھی ہر ایک غالب قوم وہ عرب ہو یا ترک سب کے سب اپنی اپنی باری میں اس سرزمین کا مالک بننے کے واسطے لڑتے اور جھگڑتے نظر آتے ہیں۔ مذہب نے بھی اسی ملک کو سب سے زیادہ اپنے واسطے پسند کیا ہے اور اسی رحمت نے اس کی خاک کو جرمنیک انسان کے خون سے نہلا دیا ہے۔ لیکن یورپ کو اول و آخر ہر موقع پر اس کا شکرگذار ہونا چاہئے کہ جہاں ان کے روحانی مسیحا کا فیض اپنی سرزمین سے ان کو پہنچا ہے۔ وہاں وہ اپنی عظیم الشان تہذیب اور شائستگی کی برکت بھی اسی زمین سے لے کر گئے ہیں۔

حضرت مسیح کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد تین سو برس سے زیادہ عرصہ تک یوروشلیم سے عیسائیوں کو کوئی دلچسپی نہ تھی۔ عیسائی مورخ آرچر کے قول کے مطابق پہلے عیسائیوں کے نزدیک یہ شہر خدا کی رحمت اور محبت کی جگہ ہونے کی بجائے اُس کے غصہ اور غضب کا مقام ہونا چاہئے تھا۔ اور اُن کو وہ مسیح کے دوبارہ آنے کی جگہ ہونے کی بجائے بوت کا منظر معلوم ہوتا تھا۔ لیکن ۳۲۳ء عیسوی میں قسطنطین اعظم کے مذہب عیسوی اختیار کرنے پر (جو سب سے پہلا عیسائی بادشاہ تھا اور جس نے روم کو ترک کر کے بائیزنطیا کو دارالسلطنت بنایا جو آج تک اُس کے نام کی رعایت سے قسطنطنیہ کہلاتا ہے) یوروشلیم دنیا کے شہروں میں سر اُٹھانے لگا اور بہ قول مچاڈ کے وہ ایک تاریک غار ایک سنگ مرمر کا معبد بن گئی۔ جو قیمتی پتھروں سے مرصع اور عالیشان ستونوں سے آراستہ تھا۔ قسطنطین کی والدہ ملکہ سنٹ ہلینا نے قسطنطین سے بھی زیادہ سرگرمی اور دلچسپی یوروشلیم کی نسبت ظاہر کی۔ خود اس نے بڑی عمر میں یوروشلیم کا حج کیا۔ اور حضرت مسیح کے مدفن یعنی یوروشلیم اور اُس کی نواح میں تمام مشہور مذہبی مقامات پر اور جناب مسیح کے مولد ناصرہ پر بڑی بڑی عالیشان عمارتیں اور معابد تعمیر کرائے۔ مورخ آرچر کی رائے میں ان مقامات کے اصلی ہونے میں شبہ ہے۔ صرف مذہبی روایات سے قیاساً ان مقامات کا انتخاب کیا گیا ہے اور اپنے اس شبہ کے ثبوت میں وہ یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ حضرت مسیح کی اصلی صلیب کی بجائے ایک مصنوعی صلیب ایجاد کی گئی۔ اور یہ امر اُس کے نزدیک محقق ہے۔ اسی زمانہ سے حج مقدس کے سفر کی رسم کا نشان ملتا ہے جو اس وقت سے شروع ہو کر رفتہ رفتہ ترقی کرتی گئی یہاں تک کہ چوتھی صدی عیسوی کے خاتمہ پر یہاں تک بڑھ گئی تھی کہ یوروشلیم میں غریب مسافروں کی امداد کے واسطے خیرات جمع کرنے کی رسم پیدا کرنے کی ضرورت ہوئی اس کے بعد پادری اور دوسرے عیسائی یوروشلیم میں جا کر آباد ہونے لگ گئے اور مچاڈ کے قول کے مطابق روم کے نامی خاندانوں نے مسیح کی قبر پر جا کر پناہ لی اور جارڈن کے کناروں پر اُن کو وہ آرام اور عافیت نصیب ہوئی تھی جو باقی دنیا سے مفقود تھی۔ یہ حال کئی صدیوں تک رہا اور یوروشلیم بہت آباد ہو گیا لیکن ساتویں صدی کے آغاز میں خسرو ایران نے شام فلسطین اور مصر پر حملہ کیا اور یوروشلیم کو لوٹا مسیح کے گرجاؤں کی بے ادبی کی اور بہت سے عیسائی قیدیوں کے ساتھ صلیب بھی اُٹھا کر لے گیا۔ ہرقل شاہنشاہ روم دس برس تک بیفائدہ کوشش کرنے کے بعد آخر کار ایرانیوں کو شکست دینے میں کامیاب ہوا اور صلیب اُن کے قبضہ سے واپس لے آیا۔ بیت المقدس کے کوچوں میں وہ ننگے پاؤں چلتا ہوا کالوری کی چوٹی پر صلیب کی لکڑی اُٹھائے ہوئے پہنچا۔ اور اس کی اسی عظمت اور فتح مندی کے واسطے شاہان یورپ نے اس کو مبارکباد دی۔ لیکن بقول مچاڈ کے ایمانداروں کی یہ خوشی دیرپا نہ تھی کیونکہ ایشیا کے

ایک تاریک گوشہ سے ایک نیا مذہب پیدا ہو رہا تھا الخ۔ اس سے اس کی مراد عرب اور اسلام ہے۔
آرچر اور کنگسفورڈ بھی اپنی تاریخ کروسیڈ میں ہرقل کی ایرانیوں سے شکست اور پھر فتح کا ذکر کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ "لیکن اس وقت ایک نئی طاقت بڑھنی شروع ہو چکی تھی جو ایرانیوں اور اہل روما دونو کو مٹا دینے والی تھی۔ ہرقل ابھی اپنی قسمت اور اقبال کے معراج تک نہ پہنچا تھا کہ مکہ سے محمد صلعم کی ہجرت نے اسلامی دنیا کے واسطے ایک نئے سنہ کا نشان قائم کر دیا تھا۔ کسی زبان میں ایسے الفاظ نہیں مل سکتے جن سے اس نئی ملت کے معتقدین کے جوش اور سرگرمی کا ٹھیک ٹھیک بیان ہو سکے۔ حضرت محمد صلعم کو وفات پائے ابھی کچھ دن بھی نہیں گذرے تھے کہ اُن کے پیرووں نے شام اور مصر کو فتح کر لیا تھا۔ ایرانی شاہنشاہی کو گرا دیا تھا اور عربی سلطنت قائم کر لی تھی۔ ایک صدی کے اندر باوجود بیشمار اختلافات اور تفرقوں کے اِس نئے مذہب نے سندھ کے کناروں سے لے کر لائیر تک اپنا اثر پھیلا دیا۔ ۷۱۸ء میں ایک لمحہ کے واسطے یہ معلوم ہوتا تھا کہ اہل روما کی تہذیب اور عیسائی مذہب دونو باسفورس کے کناروں پر سے مر جائیں گے"۔
مجاڈ مسلمانوں کی ابتدائی فتوحات کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ "ایران اور شام کے مالک بن کر انہوں نے مصر پر بہت جلد قبضہ کر لیا۔ ان کی افواج کی فتح و نصرت کی موجیں افریقہ میں جا پہنچیں اور اپنے پیغمبر کا جھنڈا کارتھج کے کھنڈروں پر گاڑ دیا اور اُن کے ہتھیاروں کا خوف بحر ظلمات کے کناروں تک پہنچ گیا۔ ہندوستان سے آبنائے کیڈیز تک اور بحیرہ کاسپیین سے لے کر سمندر تک زبان۔ اطوار۔ مذہب ہر چیز تبدیل ہو گئی بُت پرستی۔ ماگی کی پرستش مٹا دی گئی۔ عیسائیت مشکل سے موجود تھی اور خود یورپ کو ایسی ہی بربادی کی دھمکی مل چکی تھی۔ قسطنطنیہ نے جو مغرب کی طاقت کا پشت و پناہ تھا۔ اپنی دیواروں کے نیچے مسلمانوں کی بیشمار فوجیں دیکھیں۔ بارہا اس کا خشکی اور سمندر کی طرف سے محاصرہ ہوا اور صرف یونانی آگ بلگیریا والوں کی امداد اور جہاز رانی میں مسلمانوں کی ناتجربہ کاری نے اس کو بچا لیا"۔ اس کے بعد وہ مسلمانوں کی فن جہاز رانی میں ترقی اور سمندر میں جزائر پر اور اٹلی پر غلبہ اور تمام اقوام کے ان سے مغلوب ہو جانے اور ہسپانیہ کو فتح کرنے کا ذکر کرتا ہے۔

غرض مسلمانوں کی ان ابتدائی عظیم الشان اور بے نظیر فتوحات میں جن کی طرف اشارہ کرنے کی غرض سے ہم نے غیر مذہب کے مورخین کے اقوال دانستہ نقل کئے ہیں۔ یوروشلیم بھی مسلمانوں نے فتح کر لیا تھا۔ مسلمانوں کی نظروں میں بھی وہ ایسا ہی بیت المقدس تھا جیسا کہ عیسائیوں کے نزدیک تھا۔ مسلمانوں کا پہلا قبلہ ہونے کے علاوہ رسول پاک کے معراج کا محل اور مسجد الاقصےٰ کا موقع ہونے نے اس کو مسلمانوں کے واسطے اور بھی عزیز اور قابل ادب بنا دیا تھا۔ اور ہجرت سے پندرھویں سال ہی میں (مطابق ۶۳۶ء)

مسلمانوں نے اس متبرک مقام کو اپنے قبضہ میں لا کر اپنی تمناؤں کو پورا کر لیا تھا۔ لیکن مسلمانوں کی فتح خسرِ ایران کی غارتگر فتح سے مختلف تھی حضرت عمرؓ کے مبارک خلافت کے عہد میں جب کہ مسلمانوں کی فتح وظفر کے جھنڈے ہر ایک سمت میں اُڑ رہے تھے۔ شام میں اس وقت سب سے بڑے نامی سپہ سالار رومیوں سے قسمت آزمائی کر رہے تھے۔ خالد۔ عمرو بن العاص۔ ابو عبیدہ بن الجراح۔ شرجیل۔ یزید۔ سب اس ملک میں تھے۔ اجنادین کی شکست نے رومیوں کی قسمت کا فیصلہ کر دیا۔ رومی جنرل ارطغوں نے یوروشلیم میں پناہ نہ دیکھی تو اس کو بے پناہ چھوڑ کر مصر کا راستہ لیا اور شہر بطریق کے سپرد کر دیا۔ اس نے سوائے اس کے کچھ چارہ نہ دیکھا کہ یوروشلیم مسلمانوں کے حوالہ کر دے۔ مگر ایک شرط پیش کی کہ خود خلیفہ آکر شہر پر قبضہ حاصل کریں۔ حضرت عمرؓ یہ پیغام پاکر بلا تامل بیت المقدس کو تشریف لے گئے۔ اور شرائط طے کر کے یوروشلیم میں داخل ہوئے۔ سر ولیم میور کے الفاظ یہ ہیں کہ "یوروشلیم میں پہنچ کر خلیفہ (عمرؓ) نے بطریق اور اہل شہر سے مہربانی و شفقت سے ملاقات کی۔ اور ان کو وہی حقوق عطا کئے جو ان شہروں کو دئیے تھے جن پر ان کی نہایت مہربانی اور عنایت تھی۔ باشندوں پر ایک بہت آسان (برائے نام) خراج (جزیہ) مقرر کیا۔ اور ان کے معابد اور گرجاؤں کو بالاستقلال ان کے قبضہ میں دیدیا" حضرت عمرؓ کے سفر بیت المقدس کی تمام دلچسپ اور حیرت انگیز روایات کے بیان کرنے کا یہ محل نہیں ہے[1]۔ عیسائیوں سے جس کمال انصاف اور عنایت کا برتاؤ کیا گیا ہے۔ اس کی یہ ایک مثال ہے کہ جب حضرت عمرؓ بیت المقدس کے متبرک مقامات کو دیکھ رہے تھے تو نماز کا وقت ہو گیا۔ بطریق نے وہیں جائے نماز بچھا دیا کہ نماز ادا کر لیں۔ لیکن حضرت عمرؓ نے انکار کیا اور کہا کہ اگر میں نے یہاں نماز پڑھی تو آئندہ مسلمان اس کی سند پکڑیں گے اور اس مسیح کے نام کے معبد کو گرا کر مسجد بنا ڈالیں گے۔ مسجد الاقصےٰ کے قریب ایک مقام پر حضرت عمرؓ نے نماز ادا کی۔ چنانچہ اس جگہ پر انہیں کے نام سے مسجد بنائی گئی۔ جو آخر کار اب تک قبۃ الصخرا کے پاس اُسی طرح موجود اور اسی مبارک نام سے مشہور ہے۔

یہ دوسری بات ہے کہ عیسائی مورخ غصہ اور تعصب سے آنکھیں بند کئے ہوئے مسلمانوں کو کافر مسیح کا دشمن یا اور ایسے ہی عجیب ناموں سے یاد کریں۔ لیکن مسلمانوں کے بیت المقدس پر سب سے اول قبضہ کے بعد جو آرام اور آسائش عیسائیوں کو نصیب ہوئی وہ مشکل سے کسی عہد میں ہوئی تھی۔ اسلامی اصول کی پیروی کرنے والوں کے ہاتھوں سے ان کو کبھی بھی کوئی خطرہ نہیں تھا۔ مگر یہ صحیح ہے کہ مسلمانوں میں عنان حکومت ہمیشہ ایسے ہاتھوں نہیں رہی ہے۔ بنی امیہ کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں

[1] سیرۃ الفاروق میں خاکسار مولف نے یہ حالات تفصیل سے بیان کئے ہیں۔

بھی جو امن اور آسائش ملک میں پھیلا ہؤا تھا۔ اس کی تصدیق خود مورخ آرچ عیسائی حاجیوں کی زبان سے بُہت تفصیل کے ساتھ کرتا ہے۔ میجاڈ صرف بنی امیہ کے آخری خلیفہ مروان ثانی کو عیسائیوں کے واسطے ظالم بیان کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ "جب اس کو مع اُس کے تمام خاندان کے دشمنوں نے مغلوب کرلیا تو عیسائی اور مسلمان دونو خدا کا شکر کرنے میں شریک ہوئے کہ اُس نے مشرق کو اس کے ظلم سے بچا لیا" +

عباسیہ کے پہلے خلفا میں سے بعض کے سلوک کو عیسائیوں کے ساتھ میجاڈ اچھا اور آزادانہ تسلیم کرتا ہے اور بعض کا نہیں۔ لیکن ہارون الرشید کے زمانہ خلافت کو عیسائیوں کے حق میں خدا کی رحمت ہونے کو تمام مورخ یکساں طور پر تسلیم کرتے ہیں اور یہ کہ عباسیہ کے اس سب سے بڑے خلیفہ کے زمانہ میں مصر کا تیج اور یوروشلیم ہا ایک ملک کے عیسائیوں کو کامل درجہ کی آزادی اور آسائش حاصل تھی بعض مؤرخین نے ہارون الرشید اور شارلیمین کے دوستانہ تعلقات کو یہاں تک بیان کیا ہے۔ کہ مشرق کے اس سب سے عظیم الشان خلیفہ نے مغرب کے اس نامور شاہنشاہ کو یوروشلیم یا یکہ یوروشلیم کی چابیاں سپرد کردی تھیں بہرحال اس سے عیسائیوں کو صد درجہ کی آزادی اور آرام حاصل ہونا ثابت ہوتا ہے اور مامون الرشید کا عہد بھی اس اعتبار سے اگر اس کے بزرگ باپ سے بڑھ نہ گیا ہو تو اس سے کچھ کم بھی نہیں تھا۔ ان عہدوں میں جن عیسائی مسافروں نے بیت المقدس کا حج کیا ہے۔ اُن کی شہادتیں اس امر کی تصدیق میں موجود ہیں کہ عیسائیوں کو شام میں ہر قسم کی آزادی اور آسودگی حاصل تھی۔ برنارڈ ایک عیسائی درویش جو نویں صدی عیسوی کے وسط میں یوروشلیم کے حج کے واسطے آیا ہے۔ اپنی چشم دید شہادت سے وہ تمام زمانہ کی پُرامن حالت اور بیت المقدس میں بیماروں کے واسطے ایک ہسپتال کا موجود ہونا بیان کرتا ہے جس سے بہت سے باغات اور انگوروں کے قطعات اور اراضی تھیں۔ ایسے ہی اس کے ساتھ ایک عمدہ کتب خانہ کی موجودگی بیان کرتا ہے جس سے عیسائی مسافر ہر وقت فائدہ اُٹھا سکتے تھے۔ ہارون اور مامون نے جو قدردانی اور عزت عیسائی علما کی کی اور جو بیش قرار تنخواہیں ان کی مقرر کیں اور جو سرسبزی اور دولتمندی بغداد کے عیسائی تجاروں اور اہل حرفہ کو حاصل تھیں وہ مشہور تاریخی واقعات ہیں +

میجاڈ شام میں عیسائیوں کی آسودگی اور آسائش کو بہت تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ "یونانی اور شامی عیسائی خاص شہر بغداد میں بھی آباد تھے۔ جہاں وہ تجارت میں مصروف رہتے تھے۔ اور فن طبابت کا پیشہ کرتے تھے اور دوسرے علوم و فنون کی تحصیل کرتے تھے۔ ان کو ان کے علم کے سبب سے بڑی معقول ملازمتیں مل گئیں اور بعض اوقات شہروں کی حکومت یا صوبوں کی گورنمنٹ ان کو مل جاتی تھی۔ عباسیہ کے ایک خلیفہ نے تسلیم کیا تھا کہ ایران کے انتظام اور اہتمام کے واسطے عیسائیوں سے بہتر

کوئی نہیں ہوسکتا ہے" +

عباسیہ کے پچھلے خلفا کی نسبت عیسائی مورخین بعضوں کے زمانہ کو اچھا اور بعضوں کو بُرا بیان کرتے ہیں اور ممکن ہے کہ مسلمانوں کی خانہ جنگیوں میں عیسائیوں کو بھی جو ملکی معاملات میں دخل پاتے ہوتے تھے مسلمانوں کے ساتھ تکالیف اور مصائب میں شریک ہنا پڑتا ہو۔ ملکی مفسدوں اور ہنگاموں میں جو خلافت کے ضعف کی حالت میں پیدا ہوتے رہتے تھے عیسائیوں کو مسلمانوں کے ساتھ اپنا حصہ لینا ضروری تھا۔ شام اور یروشلیم کی قسمت نے آخر کار ایک نیا پلٹا کھایا۔ اور بنی فاطمہ نے مصر میں اپنی علیحدہ خلافت قائم کر لینے میں کامیاب ہونے کے بعد شام اور یروشلیم پر قبضہ کر لیا۔ عیسائی مؤرخوں کی سب سے آخری شکایت بنی فاطمہ مصر کے خلیفہ حاکم کی نسبت ہے جس نے عیسائیوں پر نسبت ظلم کیا اور خونریزی کی۔ اور صرف یونانی عیسائیوں کو شام پر حملہ کرنے کے واسطے برافروختہ نہیں کیا۔ بلکہ تمام یورپ کے عیسائیوں کے ہتھیاروں کو شام میں اس عظیم اور مہیب خونریزی کے نظارے دکھانے کے واسطے مدعو کیا۔ بنی فاطمہ کے ہاتھ گویا یوروشلیم پر قبضہ رکھنے کے قابل ہی نہیں تھے۔ کیونکہ یورپ کے عیسائی لشکر نے پہلے جنگ صلیبی میں یوروشلیم کو انہیں کے ہاتھوں سے فتح کیا۔ اور اس کے بعد جب مسلمانوں نے عیسائیوں سے بیت المقدس کو واپس لیا ہے تو عباسیہ بغداد کے نام اور اثر کے ماتحت حاصل کیا ہے +

خلافت راشدہ کے زمانہ کی مبارک فتوحات جیسی حیرت انگیز ہیں۔ ویسا ہی اس کا اتنی جلدی خاتمہ ہو جانا نہایت افسوسناک ہے۔ بنی اُمیہ نے خلافت کو ہاتھ میں لے کر اس میں کچھ شک نہیں کہ اسلامی فتوحات میں ایک بے نظیر ترقی کی مثال قائم کی۔ قتیبہ نے چین کی حدود تک مُلک کو کھول ڈالا۔ اور تمام وسط ایشیا میں اسلامی جھنڈے گاڑ دئیے۔ اور محمد بن قاسم اپنی ظفرمند جماعت کے ساتھ سندھ کو فتح کرکے چیرتا ہوا ملتان پر چڑھ آیا۔ اور اس کو اسلامی مملکت میں شریک کر لیا۔ اگر ایک بدقسمت واقع اس کو روکنے اور اس کی بیوقت موت کا باعث نہ ہو گیا ہوتا۔ تو ہندوستان اُسی وقت سے مسلمانوں کا تھا۔ مغرب میں موسےٰ اور طارق نے افریقہ کو فتح کر لینے پر اکتفا نہ کرکے ہسپانیہ جیسے یورپ کے وسیع ملک کو بنی اُمیہ کی عظیم الشان خلافت میں داخل کر دیا۔ سچ یہ ہے کہ ولید کی بزرگیوں اور عظمتوں نے بنی اُمیہ کے دامن پر سے نسبت سے بدنما دھبے مٹا دئیے تھے۔ سر ولیم میور بہت کچھ انصاف سے کہتا ہے۔ کہ "تمام اسلامی خلفا میں ولید کے برابر نامور اور طاقتور کوئی خلیفہ نہیں گذرا ہے چین کی حدود اور سندھ کے کناروں سے لے کر بحر ظلمات تک اس کا لفظ قانون تھا" باایں ہمہ بنی اُمیہ کی خلافت کو گویا جوانی سے پہلے مر جانا پڑا اور تخت خلافت کے زیب و زینت کے واسطے بنی عباس کی باری آئی۔ ہارون اور مامون کی ترقیوں نے تمام دُنیا کی آنکھوں میں چکا چوندھ ڈال کر خود آسمان کو بھی اپنا حاسد اور رقیب بنا لیا۔ لیکن یہی ترقیات عباسیہ

کی خلافت کا معراج تھیں۔ اور اس سے آگے بڑھنا اس کو پھر نصیب نہ ہوا۔ مامون الرشید کے جانشین معتصم باللہ نے سب سے پہلی اور سب سے بڑی مہلک غلطی یہ کی کہ ترکوں کا دخل خلافت میں بڑھا دیا اور عربوں کو بیدل اور بدگمان کر دیا جو آخر کار خلافت کو اجنبیوں کے ہاتھوں میں چھوڑ کر عرب میں اپنی فتح ہی کے جوشوں اور حوصلوں کو ضبط کئے ہوئے یا نئے سرے سے بدویانہ زندگی بسر کرنے کے واسطے چلے گئے۔ اسی زہر نے بتدریج خلافت کے ضعف کے ساتھ اپنے اثر کو بڑھاتے ہوئے خلافت کو اپاہج کر دینے کے بعد اس کو مار ہی ڈالا۔ بغداد کی عربوں کی آبادی سے قطع تعلق کر کے ایک نئی بستی سامرہ میں سکونت اختیار کرنے سے معتصم نے اپنے آپ کو اور اپنی اور اپنے جانشینوں کی خلافت کو بالکل ترکوں ہی کے ہاتھ میں ڈال دیا۔ عربوں کی ناراضیوں نے اس کو کئی دفعہ اپنی غلطیوں سے آگاہ ہونے کا موقع دیا۔ مگر اس سے وہ صرف عربوں سے زیادہ دور اور ترکوں سے قریب ہوتا گیا۔ فتوح ممالک کی موجیں جو اپنے پچھلے زور میں کچھ دنوں تک اٹھتی رہیں آخر کار بند ہو گئیں۔ معتصم کے جانشین واثق باللہ نے اپنے چاروں طرف بغاوتیں اور ہنگامے دیکھے۔ جو فرو ہو کر بھی خلافت کے واسطے نقصان کا باعث ہوتے تھے۔ اس کے بعد خلافت میں سوائے شخصی برائیوں کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ بعض اوقات خلیفوں کے مختلف مذہبی خیالات تمام لوگوں کے واسطے وبال تھے اس سے مسلمان اور عیسائی اور یہود سب یکساں تکلیف اور زحمت اٹھاتے تھے۔ بعض اوقات ان کی عیاشی خلافت اور رعیت دونوں کی خانہ بربادی کا باعث ہوتی تھی۔ غرض زوالِ سلطنت اور طاقت کے بھی سامان مہیا تھے۔ اور خلافت کی اس گھٹتی ہوئی طاقت سے فائدہ اٹھانے کے واسطے ترک اور اور غیر قومیں خلافت کے اندر اور باہر تاک لگائے ہوئے اور طیار بیٹھی تھیں۔ ہسپانیہ کی حکومت اور سلطنت اور خلافت تو گویا بنی اُمیہ کے واسطے ہی وضع ہوئی تھی عباسیوں کی چند روزہ برائے نام خلافت کے بعد وہ پھر بنی اُمیہ کے ماتحت ایک علٰحدہ عظیم الشان خلافت بن گئی۔ افریقہ کی حکومت بھی عباسیہ کے زیر حکم متزلزل ہی رہی اور آخر کار اس کے ساتھ ہی مصر بھی عباسیہ بغداد سے جاتا رہا۔ اور ایک علٰحدہ حکومت بن گئی۔ بغداد کے گرد و پیش سب طرف متفرق حکومتیں قائم ہو گئیں جو برائے نام خلافت کے ماتحت تھیں اور خلافت صرف انہیں حکومتوں سے ضعیف نہیں ہوئی۔ بلکہ اجنبی طاقتوں کا زہر خود اس کے جسم میں پھیل رہا تھا۔ خلافت اپنے وزیروں کے ہاتھ میں ایک کھلونا بن گئی اور وزارت ہی طاقت کا مرکز ہو گئی۔ وزارت کے حاصل کرنے کے واسطے خلافت سے الگ لڑائیاں اور جھگڑے ہوتے تھے اور ان وزارت کے جھگڑوں کے واسطے خلافت کی جان پر بنی رہتی تھی۔ جو طاقتور وزیر جس شخص کو اپنے ڈھب کا پاتا تھا خلیفہ بنا لیتا تھا۔ اور پہلے خلیفہ سے خلافت کو نہیں دنیا کو پاک کر دیتا تھا۔ واثق کے جانشین متوکل کو اس کی ناپسندیدہ حرکات سے تنگ آکر

خود اس کے بیٹے منتصر باللہ نے مروایا۔ اور اس کو بھی اپنی باری میں بے وقت موت کا شکار بننا پڑا۔ مستعین کو ترکوں نے اُس کے بعد خلیفہ بنایا۔ تو اس کے چچیرے معتضد نے اس کو قتل کرا دیا معتز نے اس کے بعد خلافت کا خطرناک لباس پہنکر ترکوں کے ہاتھ سے اس کو قید خانہ میں اُتارا۔ مہدی نے خلافت سنبھال کر ترکوں سے نجات حاصل کرنے اور بگڑی ہوئی خلافت کو بنانے کی کوشش کی اور اسی جرم میں مارا گیا۔ معتمد باللہ اس کے بعد طبعی موت سے اس سبب سے مرا کہ اس نے حکومت میں ترکوں سے کچھ مزاحمت نہیں کی معتضد اور مکتفی روپیہ جمع کرنے کی فکر میں خاموشی سے مصروف رہے۔ مقتدر باللہ قتل کیا گیا۔ اور قاہر باللہ نے سال ہی بھر میں خلافت کے ساتھ اپنی آنکھیں بھی کھوئیں۔ راضی باللہ کے بعد متقی باللہ نے بھی اندھا ہو کر خلافت سے نجات پائی۔ اس کے وقت میں اتنی تبدیلی ضرور ہوئی کہ سلطنت ترکی امرا کے ہاتھ سے نکل کر دیالمہ کے ہاتھ میں چلی گئی۔ مکتفی باللہ نے بھی آنکھیں دے کر چند روزہ زندگی خریدی مطیع باللہ نے وزارت کی اطاعت سے اپنے آپ کو اسم با مسمیٰ ثابت کیا۔ طائع باللہ کو بہاؤ الدولہ دیلمی نے خلافت سے ہٹا کر قادر باللہ کو خلیفہ مقرر کیا۔ قادر باللہ کے دم سے چند روز کے واسطے خلافت میں جان پڑتی ہوئی نظر آئی۔ مگر خلافت کو سنبھالنے کی اس قسم کی ضعیف کوششیں اس بربادی کے اسباب کے مقابلہ میں جنہوں نے اس کو کامل طور پر گھیر لیا تھا۔ کچھ کارآمد نہیں ہو سکتی تھیں۔ قادر باللہ کے بعد قائم بامر اللہ کے وقت میں دیالمہ کا خاندان بالکل تباہ ہو گیا۔ اور سلجوقیوں کی عظیم الشان طاقت نے سر اُٹھایا۔ ادھر مصر کے صفحہ سے عباسیہ کا نام ہی مٹ گیا۔ اور وہاں اس کی رقیب علویین یا بنی فاطمہ مصر کی خلافت ترقی کر رہی تھی۔ یہاں تک کہ قائم کے وقت میں شام کو روندتی ہوئی خود امرائے بغداد کی طلب اور حمایت سے بغداد میں پہنچ گئی اور سال بھر تک بغداد میں مستنصر علوی کا خطبہ پڑھا گیا۔ طغرل سلجوقی نے علویوں کو بھگا کر قائم کو پھر خلافت پر متمکن کیا۔ مقتدی باللہ کے زمانہ کی البتہ یہ ایک بڑی خصوصیت ہے کہ طغرل اور الپ ارسلان کے جانشین ملک شاہ سلجوقی کی عظیم الشان سلطنت میں چند روز اس کا نام لیا جاتا تھا جس نے ایک دفعہ پھر چین کی حدود سے مغربی سمندر تک اسلامی پھریرا ایک ہی رنگ اور نشان کا اڑا دیا تھا۔ اہل روما کی سلطنت پھر مسلمانوں کے پاؤں کے نیچے نظر آتی تھی۔ اور شام اور بیت المقدس بھی کچھ عرصہ کے واسطے بغداد سے متعلق ہو گئے تھے۔ مگر اس پر آشوب زمانہ میں سلجوقی بھی ہمیشہ نہیں رہنے والے تھے۔ اور خوارزم شاہیوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کے واسطے چنگیز خانی ترک سر اُٹھا رہے تھے۔ خلافت کی حقیقت عرصہ سے ایک مقدس نام کے سوائے کچھ نہیں تھی جس میں مختلف اقوام کے سلاطین جو اول میں بغداد سے باہر اور بعد ازاں بغداد ہی میں حکومت کرتے تھے خلافت کے نام سے عوام الناس کی حمایت کا فائدہ اُٹھاتے تھے۔ اور خلافت سے یہی غرض باقی

رہ گئی تھی۔ مقتدی کے بعد اسی قسم کے نواور خلیفہ عباسیہ کی خلافت کے یادگار بغداد میں نظر آتے رہے۔ اور آخر کار عباسیہ کے ۳۷ سینتیسویں خلیفہ مستعصم باللہ کے وقت میں مسلمانوں کی خانہ جنگیوں اور شیعہ سُنّی کی نزاعوں نے ہلاکو سے بڑی بے دردی کے ساتھ خلافت کا خاتمہ کرادیا۔ اس خلافت کے آخری چار پانچ خلفاء کا پرآشوب اور ضعیف زمانہ باقی تھا جب کہ عیسائیوں نے صلیبی لڑائیوں کے واسطے ہتھیار اُٹھائے اور شام پر حملہ کرنے کی دلیری کی اور ہم کو ان مختصر واقعات سے مسلمانوں کی حکومت کا اس وقت کا ضعف ظاہر کرنا مقصود تھا۔ جو صلیبی لڑائیوں کے وقت میں ہو رہا تھا +

اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ عباسیہ کی خلافت کے ضعف پر اندلس (ہسپانیہ) افریقہ اور مصر کی خلافتیں بالکل علاوہ جن کو عباسیہ کے نیک و بد سے سوائے بداندیشی کے اور کوئی کام نہ تھا۔ خلافتِ بغداد کے گرداگرد اس کے باہر اور اندر بڑی بڑی مضبوط سلطنتیں مسلمانوں کی قائم ہوئیں۔ جو خود ہی اسلامی طاقت کی ضمانت تھیں۔ طاہریہ۔ صفاریہ۔ سامانیوں۔ غزنویوں۔ دیالمہ۔ سلجوقیہ۔ خوارزمیوں اور کرمانیوں اور اتابکوں کی حکومتیں اور سلطنتیں جن میں محمود غزنوی اور الپ ارسلان اور ملک شاہ جیسے عظیم الشان فاتح پیدا ہوئے اپنی اپنی باری میں قائم ہوئیں تھیں۔ مگر اسی طرح یکے بعد دیگرے مٹ چکیں تھیں۔ صلیبی حملہ کے وقت میں مغرب کے بنی فاطمہ کو بغدادی عباسیوں اور عباسیوں کو ان سے کوئی ہمدردی نہ تھی شام اور بیت المقدس پر بنی فاطمہ کا قبضہ تھا۔ اور مشرق میں چنگیز خانی ترکوں کی فتوحات چاروں طرف پھیل رہی تھیں۔ بغداد کی برائے نام اسلامی خلافت میں ہر ایک صوبہ اور شہر او قبضہ ایک خود مختار حکمران انا ولا غیری کا کوس بجا رہا تھا۔ اور یورپ کے عیسائیوں کو شام پر حملہ کرنے کے واسطے اس سے بہتر کوئی موقع نہیں ہو سکتا تھا +

مصر ۲۵۰ ہجری مطابق ۸۶۴ء تک خلفائے بغداد کے زیر حکومت رہا معتمد باللہ کے وقت میں ایک شخص احمد بن طولون نے خلافت عباسیہ سے منحرف ہو کر مصر کو علیحدہ کر لیا۔ مگر ۲۹۲ ہجری مطابق ۹۰۴ء میں مصر پھر خلفا کے تابع ہو گیا۔ لیکن ۳۲۳ ہجری سے ۳۵۸ ہجری تک آل اخشید یا اس پر حکمران رہی اور ان کے بعد بنی فاطمہ نے اس پر غلبہ حاصل کیا۔ بنی فاطمہ کی حکومت ایک وقت میں فرات سے لے کر قیروان تک پھیل گئی تھی۔ مگر آخر کار وزرا کا مملوک اور محکوم بن کر رہنے میں اُس کی قسمت عباسیہ بغداد سے کچھ بہتر نہ تھی +

بنی فاطمہ کی مصری خلافت کا بانی جو کروسیڈ کے پہلے حملہ کے وقت یوروشلیم کی مالک تھی ایک عجیب اور عجیب عقائد کا شخص۔ شہرا ہواز صوبہ خوزستان ملک فارس کا باشندہ تھا۔ شیعہ اور شیعوں کی اولاد اور عرب خاص کر فارس کا دشمن تھا۔ اس نے اپنے عجیب اور لایعنی عقائد کی بڑی اخفا سے تعلیم پھیلائی شروع کی

شیعوں کے فرقہ اسمٰعیلیہ کا بانی یہی شخص ہے۔ وہ بجائے امام موسے رضا کے اسمٰعیل کو ساتواں امام مانتا تھا۔ اس کے مذہبی عقاید ہماری بحث سے خارج ہیں۔ ان کی شہرت ہوئی تو معتمد باللہ کی خلافت میں وہ قید ہو گیا مگر کسی اسمٰعیلی کی مدد سے قید خانہ سے بھاگ کر عباسیہ کی دشمنی دل میں لئے ہوئے افریقہ میں جا پہنچا۔ اور وہاں علم بغاوت بلند کیا اور مہدی لقب اختیار کیا جس کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ قیروان میں اُس نے اِس حکومت کی بنا ڈالی جو اس کی تیسری نسل میں بغداد کی اسمٰعیلی بنی فاطمہ کی خلافت میں جانے والی تھی۔ مطیع باللہ خلیفہ عباسی کے وقت وقت میں المعز جو عبداللہ سے تیسری پشت میں تھا۔ مصر میں خلیفہ ہوا۔ اِن خلفا کے عہد میں عبداللہ کی تعلیم عجیب عجیب رنگوں میں جاری رہی۔ فری میسن فرقہ کی طرح جا بجا بڑے شہروں میں مخفی طور پر تعلیم دینے کے واسطے ان کے لاج تھے۔ عبداللہ ہی کی تعلیم اسلامی تعلیم کے مخالف تھی اور مصر کے تیسرے خلیفہ حاکم بامراللہ نے تو خدائی دعوے کر کے اس کو کئی درجہ آگے بڑھا دیا۔ اسی خلیفہ کے مظالم نے یونانی اور فرنگستان کے عیسائیوں کو شام پر حملہ کرنے کے واسطے آمادہ کیا۔ مستنصر باللہ مصر کا پانچواں اسمٰعیلی خلیفہ تھا جس کے نام کا خطبہ بغداد میں سال بھر تک پڑھا گیا۔ اسی خلیفہ کے عہد میں اسمٰعیلی فرقہ کی ایک نئی شاخ پیدا ہوئی۔ جس نے لفر اور الحاد کو اس کے آخری سے آخری درجہ تک پہنچا دیا۔ اس فرقہ کا بانی حسن بن صباح ایک شخص رے کا باشندہ تھا۔ جو خواجہ نظام الملک طوسی وزیر آلپ ارسلاں اور عمر خیام کا ہم مکتب تھا۔ نظام الملک کے احسانات کا بدلہ جب وہ حسن کشی سے دینے لگا تو اُس نے وہاں سے نکلوا دیا۔ بنی فاطمہ مصر کے ہاں اس کے لئے سب سے عمدہ میدان تھا اور اسمٰعیلی خیالات اُسی جیسے شخص سے ترقی پانے کے محتاج تھے۔ اس کے فرقہ کا نام حشاشین مشہور ہے کیونکہ وہ لوگ بھنگ بہت کثرت سے پیتے تھے۔ حسن مصر سے روانہ ہو کر کچھ روز تک اپنی تعلیم اِدھر اُدھر پھیلاتا رہا۔ اور آخر کار اپنے حیلوں سے ۴۸۳ھ ہجری میں مطابق ۱۰۹۲ء قلعہ الموت پر قابض ہو گیا۔ اور بعد ازاں رود بار اور قہستان پر تصرف کر لیا۔ اس کے معتقدین جو فدوی کہلاتے تھے۔ اس کو شیخ الجبال کے نام سے پکارتے تھے اور اس کو تمام دنیا کا مالک اور قادر مطلق خیال کرتے تھے۔ لوگوں کو بھنگ پلا کر بہشت کے جلوے دکھاتے تھے۔ ممنوعاتِ مذہبی ان کے نزدیک باعثِ نجات تھیں۔ اور کچھ زمانہ کے بعد فدوی لوگ مذہبی پابندی سے آزاد کر دئے گئے۔ اور شیخ الجبال کا خدائی رتبہ اس حکم کی سند تھا۔ قتل اور بے رحمی میں ایسے مشہور ہو گئے تھے کہ تمام دنیا ان کے نام سے کانپنے لگ گئی تھی۔ ملک شاہ نے نظام الملک کی تحریک سے ان کی بیخ کنی کرنی چاہی تو کسی فدوی نے نظام الملک ہی کو قتل کر ڈالا۔ حسن کے جانشین شیخ الجبال اپنے کفر اور الحاد میں اس سے بھی بڑھ گئے۔ فدوی جا بجا لوگوں کو جوان کے عقیدہ کے نہ تھے قتل کرتے پھرتے تھے۔ ہر جگہ ان کے جاسوس جو ظاہر طور پر اپنے آپ کو اس فرقہ کا نہیں ظاہر کرتے تھے موجود تھے۔ اور جہاں موقع

پلاتے تھے اپنی چھُری دو سرے کے پیٹ میں مار دیتے تھے۔ جو آدمی ان کے قابو آجاتا تھا اس کو زندہ جلا دیتے تھے۔ بنی فاطمہ کے خلیفہ آمر کو اُنہوں نے ہی مارا۔ اور راشد باللہ عباسی کو راستہ جاتے ہوئے انہیں نے مار ڈالا۔ اور لاش کو وہیں پڑا چھوڑ کر اس کی ناک اور کان کاٹ کر بھاگ گئے۔ اور صدہا امور حکام اور علما اور فضلا اور اہل ہنر و فن کو اور ہزارہا لوگوں کو اسی طرح اُنہوں نے قتل کر ڈالا۔ لوگوں میں ان کا خوف اور دہشت اس سبب سے تھی کہ ان کا حملہ کرنے کا وقت کسی کو معلوم نہ تھا۔ لوگوں کے گھروں میں یہ لوگ ملازم تھے۔ اور وہیں موقع پاکر ان کو بے خبری میں مار ڈالتے تھے۔ رفتہ رفتہ لوگوں کو اپنے ملازموں بلکہ اپنے خویش و اقارب پر بھی اعتبار نہ رہا۔ وہ صرف مسلمانوں کے دشمن نہ تھے نوع انسان کے دشمن تھے اور عیسائی یا مسلمان جو چاہے ان کو اجرت دے کر اپنے دشمنوں کو مروانے کے واسطے کرایہ پر لے سکتا تھا۔ ایک عیسائی مورخ بڑے تعجب سے لکھتا ہے کہ یہ فرقہ عیسائیوں کے فرقہ یسوعی سے بالکل مشابہ ہے۔ وہ بھی انہیں کے مانند بے اصل اور درندہ تھے۔ انہیں کی طرح مخفی طور پر لوگوں کے گھروں میں گھُسے رہتے تھے اور ایسے ہی افعال اُن سے سرزد ہوتے تھے۔ آخر کار ۶۵۶ھ ہجری مطابق ۱۲۵۸ء میں خلیفہ بغداد کی تحریک سے ہلاکو خاں نے اس گمراہ اور مہلک اور دہشتناک اور خونی فرقہ کو جا دبایا۔ اور قلعہ الموت کو فتح کر کے شیخ الجبل کو گرفتار کر لیا۔ اور دنیا کو اس عذاب سے چھڑایا۔ اس سے دو برس بعد تاتاریوں نے ان کی بقیہ طاقت کو توڑا۔ مگر کامل طور پر ان کا قلع و قمع جب بھی نہیں ہوا۔ اور یہ لوگ مُلک میں جا بجا پھیل گئے۔ ایک دفعہ جب سلطان صلاح الدین کی جان کے ساتھ دشمنی کی تھی تو اس نے بھی ان نامرادوں کی بہت کچھ صفائی کی تھی ؂

مستنصر باللہ کا جانشین جو چشانشین کو اپنی خلافت کی یادگار چھوڑ گیا تھا مستعلی ہوا۔ اس کے بعد آمر خلیفہ ہوا۔ جو فدویوں کے ہاتھ سے قتل کیا گیا۔ آمر کے بعد الحافظ۔ ظافر۔ فائز اور عاضد چار خلیفے بنی فاطمہ کے خلافت مصر پر بیٹھے۔ ظافر کے وقت سے وزارت نے خلافت کو دبا لیا تھا مصر کے آخری خلفا نے کروسیڈ کے حملے دیکھے اور شام اور یروشلیم کو مسلمانوں سے کھویا۔ اور آخر شام اور یروشلیم کو عیسائیوں سے جیتنے والوں مسلمانوں کے ہاتھ عاضد نے اپنی خلافت بھی ہار دی۔ فرنگی عیسائیوں کے صلیبی حملہ کے وقت جہاں بغداد کی خلافت ضعیف تھی وہاں مصر کے بنی فاطمہ بھی کمزوری کی حالت میں تھے۔ اور اس نواح میں مسلمانوں کی کوئی طاقت ترو تازہ اور سرسبز موجود نہیں تھی ؂

عیسائی مورخ الحاکم علوی کے شدید مظالم کی جو اس نے عیسائیوں اور یروشلیم پر کئے بہت زور سے شکایت کرتے ہیں۔ مگر در اصل اس مخبوط الحواس خلیفہ کا تشدد کچھ عیسائیوں سے ہی مخصوص نہ تھا۔ اور آخر عمر میں تو اس نے عیسائیوں سے سلوک کر کے اپنی تعدیوں کی بہت کچھ تلافی کر دی تھی۔ اس کے سوا

ترکوں اور تاتاریوں کے ظلموں کے بھی عیسائی شاکی ہیں۔ مگر ان سے اس وقت جو اسلام اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچا وہ عیسائیوں سے کچھ بہتر نہ تھا۔ درحقیقت اس طوائف الملوکی اور خانہ جنگی میں عیسائیوں اور مسلمانوں کو یکساں تکلیفیں پہنچتی تھیں۔ وہ ایسے ہی پرآشوب زمانے تھے۔ البتہ سلجوقیوں اور رومیوں کی لڑائیوں میں اگر عیسائیوں کو تکلیف یا نقصان پہنچا تو وہ اُن عیسائیوں یا رومیوں کا قصور تھا۔ جو ایک دوسرے کی حمایت پر مسلمانوں کے برخلاف کھڑے ہوتے تھے۔ رومیوں اور مسلمانوں کو ایک دوسرے سے کوئی مذہبی لڑائی نہ تھی ملک گیری کی لڑائی تھی اور اس سے اگر شام کے عیسائی خود ہی برافروختہ ہو کر نقصان اُٹھاتے تھے تو اُن کا اپنا قصور تھا +

پہلا کروسیڈ

شام پر حملہ کرنے اور مسلمانوں سے صلیبی لڑائیاں شروع کرنے کی سب سے پہلی تحریک درحقیقت ملک گیری کی طمع نے کی تھی۔ اور یورپ کے عیسائیوں کو براہ راست نہ تو شام کے عیسائیوں کے حال کی خبر نہ ان سے کوئی ہمدردی نہ یورو شلیم اور شام کو مسلمانوں سے فتح کرنے جانے کا کوئی خیال یا پرواتھی۔ ترکوں اور یونانیوں یا رومیوں میں جو لڑائیاں شام کے قبضہ کے واسطے ہوئیں ان میں جب رومیوں نے اپنے آپ کو عاجز دیکھا تو شاہ میکل ڈوکس نے پوپ اور مغربی بادشاہوں کے پاس فریاد کی اور ان سے امداد طلب کی۔ اور پوپ کو خوش کرنے کے واسطے اس سے وعدہ کیا۔ کہ اگر وہ اس کی امداد کرے گا تو وہ اپنے مذہب کو جو فرقہ گریک چرچ کا تھا رومن چرچ سے ملا دے گا۔ پوپ اُس وقت اپنی روحانی عظمت کے ساتھ ملکی طور پر بھی سب سے بڑا اقتدار اور زیادہ طاقت حاصل کرنے کا طمع رکھتے تھے۔ پوپ گریگوری ہفتم تھے جو اُس وقت روم میں پوپ تھا۔ رومی بادشاہ کی اس اپیل کی طرف بڑی خوشی سے توجہ کی اور یورپ میں مسلمانوں پر حملہ کرنے کے واسطے جوش پھیلانا اور جابجا جوش تحریریں بھیجنا شروع کیں اور خود فوج لے کر ایشیا پر حملہ کرنے جانے کا ارادہ ظاہر کیا +

پچاس ہزار عیسائی پوپ کی سرکردگی میں لڑائی کے واسطے طیار ہو گئے۔ مگر بقول مچاڈ کے پوپ کے طمع نے اس کو ایشیا کی نسبت یورپ میں زیادہ دلچسپی لینے کی تحریک کی اور اپنا وعدہ پورا نہ کر کے اس ارادہ کو ملتوی کر دیا (تاریخ مچاڈ صفحہ ۳۹) +

گریگوری کے بعد وکٹر ثالث پوپ ہوا۔ اور سابق پوپ کی پالیسی کی پیروی کرتا رہا اور عیسائیوں کو

مسلمانوں پر ہتھیار اُٹھانے کی تاکید کی جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جنوا اور پیسا کے عیسائیوں نے اپنے مذہبی جوش سے برانگیختہ ہو کر افریقہ کے مسلمانوں پر حملہ کیا اور المہدیہ اور زبیلا کو جلا دیا۔ مچاڈ اس کو حقیقی کروسیڈ کہتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ مورخوں نے غلطی سے اس پر توجہ نہیں کی (تاریخ مچاڈ صفحہ ۴۰) وکٹر بھی ایشیا کے مسلمانوں پر عیسائیوں کا حملہ دیکھنے اور اپنے اس مشن کو پورا کرنے سے پہلے مر گیا۔ اور اس مقدس خونریزی کے کام کو پیٹر دی ہرمٹ ایک غیر معروف اور گمنام شخص کے واسطے چھوڑ گیا۔ پیٹر جو ایمنس یا اس کی نواح کا رہنے والا تھا۔ سنہ ۱۰۹۲ء مطابق سنہ ۴۸۳ ہجری میں جو سال حسن بن صباح کے قلعہ الموت پر قبضہ کرنے اور حشاشین کی دہشتناک حکومت کی بنیاد رکھنے کے واسطے مشہور ہے۔ یوروشلیم کو حج کرنے کے واسطے گیا۔ شام اور یوروشلیم پر اس وقت مستنصر علوی مصری کی حکومت تھی۔ پیٹر یہاں مقدس مقامات کی بے حرمتی اور دیسی عیسائیوں اور حاجیوں پر ظلم ہوتے دیکھ کر بہت برافروختہ ہوا۔ اور بطریق یوروشلیم سے مل کر اس سے اس بارہ میں گفت و گو کی۔ اس نے اپنی عاجزی اور بے بسی بیان کی۔ اور پیٹر کو کہا کہ جب تک شاہان یورپ ان عیسائیوں کو نہ بچائینگے وہ کسی طرح نہیں بچ سکتے ہیں۔ پیٹر کا جوش اس سے انتہا درجہ تک مشتعل ہو گیا۔ اور ایک دن جب وہ مسیح کی قبر کے سامنے سربسجود پڑا ہوا تھا اس نے مسیح کی آواز کو سُنا۔ جو اس سے کہہ رہی تھی کہ "پیٹر اُٹھ کھڑا ہو اور میرے لوگوں کی مصیبت کو مشتہر کرنے میں جلدی کر۔ اب یہ وقت ہے کہ میرے خادم مدد حاصل کریں اور مقدس مقامات چھڑا لئے جاویں۔" (تاریخ مچاڈ صفحہ ۴۲) اس کے بعد تو پیٹر کی سرگرمی اور جوش کی کوئی حد باقی نہ رہی۔ اور بطریق کیطرف سے خطوط لے کر پوپ کے پاؤں پر گر پڑنے کے واسطے اٹلی بھاگا۔ اس وقت اربن ثانی پوپ تھا جو گریگوری وکٹر دونو کا شاگرد اور معتمد رہ چکا تھا۔ اس نے اپنے پیشرووں کی اس تجویز کو بڑی خوشی سے اختیار کیا۔ اور پیٹر کو گلے لگایا۔ اور اس کے ارادوں پر تحسین و آفرین کی۔ اور یوروشلیم کی آنیوالی آزادی مشتہر کرنے کے واسطے آگے جانے کا حکم دیا۔ پیٹر ملک بہ ملک شہر بہ شہر یوروشلیم اور عیسائیوں کی مصیبتوں کو بڑی دردناک اور دل شگاف صدا سے بیان کرتا ہوا پھرا۔ جب وہ بیان کرتے کرتے تھک جاتا تھا۔ تو لوگوں کو صلیب جو وہ ساتھ لے گیا ہوا تھا دکھاتا تھا۔ بعض اوقات چھاتی پیٹتا تھا۔ اور گوشت نوچ لیتا تھا۔ اور کبھی رو رو کر دریا بہا دیتا تھا۔ لوگوں کے جم غفیر اس کے پیچھے ہو لئے۔ اور اس کو خدا کی طرف سے ایلچی خیال کرتے تھے۔ اور ایک عام جوش تمام ملک میں پھیلتا جا رہا تھا +

اسی اثنا میں الیکسی اس رومی شاہنشاہ نے جس کو ترکوں کے ہاتھوں قسطنطنیہ کھو بیٹھنے کا خوف تھا پوپ کے پاس اپنے سفیر بھیجے اور مسلمانوں سے نجات حاصل کرنے کے واسطے امداد چاہی۔ سلاطین یورپ کو

بھی اس نے اسی غرض سے خطوط لکھے اور لکھا کہ اگر وہ جلد ہی اس کی مدد نہ کریں گے تو قسطنطنیہ ترکوں کے خوفناک ہاتھوں میں پڑجائے گا۔ اس نے ان کو یاد دلایا کہ قسطنطنیہ میں عیسائیت کی بہت سی یادگاریں محفوظ ہیں اور ان کو مسلمانوں[1] کے ناپاک ہاتھوں سے بچانا لازمی ہے۔ قسطنطنیہ کے معمور اور وسیع خزانوں کا حال بھی لکھا اور ان خزانوں کے علاوہ جوان کو انعام ملینگے" اُس نے یونانی عورتوں کے حسن و جمال کو بڑی بڑی دلفریب تصویروں میں بیان کیا اور لکھا کہ ان کی محبت اس کو آزاد کرنے والوں کی دلیریوں اور کارناموں کا معاوضہ دے گی" (تاریخ مچاڈ صفحہ ۴۸) درحقیقت یورپ کے نیم وحشی لوگوں کو اس سے زیادہ ترغیب کی کوئی چیز نہیں ہوسکتی تھیں۔ اور بقول مچاڈ کے اس نے مقرب کے جنگ جو لوگوں کے جوش کو مشتعل کرنے اور اُن کے جذبات کو متحرک کرنے کے واسطے کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی تھی" ؛

پوپ نے شاہنشاہ الیکسی اس اور مشرقی عیسائیوں کی امداد کرنے کے واسطے سب سے پہلے ایک کونسل مقام پلیس میں منعقد کی۔ مگر اُس کو اعتماد نہیں تھا اس واسطے جنگ جو قوموں کے اٹھانے کے واسطے اس نے دوسری کونسل کلرمونٹ میں کی۔ وہاں پادریوں اور سرداروں اور رئیسوں اور عیسائیوں کا اس قدر ہجوم تھا۔ کہ شہر میں سما ہی نہیں سکتے تھے۔ اس دوسری کونسل کے دس اجلاس ہوئے۔ دسویں اجلاس میں پیٹر نے اپنی پرجوش تقریر کے ساتھ آہ و زاری کرکے لوگوں کے دلوں کو ہلا دیا اور پوپ کی تقریر نے جو ایک آتش خیز پہاڑ سے آتشین مواد کی طرح نکل رہی تھی اور جس کے پڑھنے سے اگر وہ بجائے پوپ کے کسی مہذب پولٹیکل پادری سے منسوب کی جاوے تو اب بھی ہر ایک عیسائی میں سخت اشتعال پیدا ہونا ضروری ہے لوگوں کے دلوں کے ساتھ وہ کام کیا جو جلتی آگ کے ساتھ ہوا کا طوفان کرتا ہے۔ تمام سامعین از خود رفتہ ہوگئے اور بیساختہ اُن کے منہ سے یہ آواز نکلی کہ "یہ خدا کی مرضی ہے" پوپ نے اپنی تقریر کا سلسلہ جاری رکھا اور کہا کہ بیشک یہ خدا کی مرضی ہے۔ اور اسی نے تم کو یہ الفاظ سکھائے ہیں۔ انہیں الفاظ کو تم اپنا نعرہ جنگ بناؤ اور انہیں سے ہر جگہ فوجوں کے خدا کی موجودگی کو مشتہر کرو۔ اس کے بعد پوپ نے ان کو ان کی نجات کا نشان (صلیب) دکھایا اور کہا کہ خود مسیح اپنی قبر سے اس صلیب کو تمہارے پیش کرنے کے واسطے نکلا ہے۔ یہی نشان اسرائیل کے جدا ہوئے ہوئے بیٹوں کے واسطے فوجوں کے درمیان اُٹھایا جاوے گا۔ اسی کو اپنے کندھوں اور سینوں پر پہنو۔ یہی تمہارے بازؤں اور تمہارے جھنڈوں پر چمکے اور یہی تمہارے لئے فتح یا شہادت کی ضمانت ہوگا۔

[1] عیسائی مورخ مسلمانوں کو کافر یا مسیح کے دشمن وغیرہ الفاظ سے لکھتے اور یاد کرتے ہیں۔ ہم صرف اُن کو شرمندگی سے بچانے کے واسطے ایسے الفاظ کی بجائے "مسلمان" لکھتے رہیں گے یہ اس زمانہ کے مورخوں کا حال ہے قدیم زمانہ کے عیسائی مورخوں کو تو تبیح اور زبون گالیاں دے کر بھی صبر نہیں آتا۔ مولف ؛

یہ تم کو ہر وقت یاد دلائے گا کہ مسیح تمہارے واسطے مرا ہے اور تم کو اس کے واسطے مرنا چاہئے"۔ پوپ کے جب تقریر ختم کی تو لوگوں نے اپنے پرجوش نعروں سے آسمان کو سر پر اٹھالیا۔ پوپ کے خلیفہ نے لوگوں کو گناہوں کے اقرار کرنے کا اعلان کیا" تو سب کے سب سجدے میں گر گئے۔ اپنی چھاتیوں کو پیٹ ڈالا اور گناہوں کی معافی حاصل کی" (تاریخ جہاد صفحہ ۵۲) اسی وقت سربرآوردہ عیسائیوں نے خدا کی راہ میں داخل ہونے کی اجازت اور اکثر پادریوں وغیرہ نے پوپ کے ہاتھ سے صلیب لی۔ ریمنڈ نواب ٹولوز نے اپنے سفیر بھیجکر اپنی غیر حاضری کے واسطے معافی مانگی اور کہلا بھیجا کہ میں پہلے بھی ہسپانیہ میں مسلمانوں سے لڑا ہوں اور اب اپنے بہادر اور وفادار جنگ جو لوگوں کے ساتھ ایشیا میں جنگ کرنے جاؤں گا۔ تمام سرداروں اور نائبوں (جو ایک خاص فرقہ اور طبقہ جنگ جو اور بہادر سواروں کا تھا) نے سخت قسم کھائی کہ وہ "یسوع مسیح کے ام کا بدلہ لیں گے انہوں نے اپنے ذاتی تنازعے فراموش کر دئیے۔ بلکہ ان لوگوں کو بھی جو آپس میں لڑ رہے تھے۔ اس کے بعد سوائے مسلمانوں کے کوئی دشمن نہیں نظر آتا تھا۔ تمام ایمانداروں نے کونسل کے فتوے کا احترام کرنے کا وعدہ کیا اور اپنے کپڑوں کو سرخ صلیب سے زینت دی۔ اس وقت سے جو لوگ مسلمانوں سے جنگ کرنے میں مصروف ہوئے ان کو Bearers of the cross (صلیب بردار) اور اس مقدس جنگ کا نام کروسیڈ رکھا گیا" (تاریخ جہاد صفحہ ۵۲) لوگوں نے پوپ سے کہا کہ وہ خود ساتھ چل کر ان کی افسری کرے مگر وہ اپنے مخالفین سے الجھا ہوا تھا۔ اس واسطے ایک دوسرے پادری بشپ آف پوی کو اپنی طرف سے ان کے ساتھ مقرر کیا۔ تمام لوگوں سے جنہوں نے صلیب اٹھائی اس نے گناہوں کی معافی کا عہد کیا اور ان کی ذات اور کنبوں اور جائداد کی حفاظت کا گرجا کو ذمہ ٹھیرایا۔ تمام عیسائی سرزمین میں صلیبی لڑائی کا ایک مجنونانہ جوش پھیل گیا اور ملک کی ہستی ہی تبدیل ہو گئی۔ ہم ان تمام تفصیلات کو بیان نہیں کر سکتے۔ ولیم آف ٹائر کا یہ قول لکھنا کافی ہوگا۔ کہ "تمام چیزیں ایسی ابتری کی حالت میں تھیں کہ معلوم ہوتا تھا کہ دنیا اپنے خاتمہ کو پہنچنے لگی ہے۔ اور درہم برہم ہو کر پھر نیستی کی شکل اختیار کرنے لگی ہے"۔ یہی مورخ عیسائیوں کے جوش و خروش کی عجیب و غریب کیفیت بیان کر کے لکھتا ہے کہ "فقیروں اور تارک الدنیا لوگوں نے اپنے صومعوں اور عبادت گاہوں کو جن میں انہوں نے مرنے کی قسم کھائی ہوئی تھی ترک کر دیا اور یہ یقین کرتے تھے کہ ربانی الہام ان کی راہ نمائی کر رہا ہے۔ زاہد اور درویش لوگ جنگلوں اور بیابانوں سے نکل کھڑے ہوئے اور کروسیڈر لوگوں کی جماعت میں شریک ہو گئے۔ جس امر پر اس سے بھی زیادہ مشکل سے یقین کیا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ چوروں اور راہزنوں نے اپنی پوشیدہ پناہ گاہوں کو چھوڑ دیا اور اور آکر اپنے گناہوں کا اقرار کیا اور صلیب لیتے ہوئے فلسطین میں جا کر ان کا کفارہ کرنے کا اقرار کیا۔

یورپ جاہلیت کی سرزمین معلوم ہوتی تھی جس کو چھوڑنے میں ہر ایک شخص سرگرم تھا۔ اہل حرفہ تجاروں اور مزدوروں نے اپنے اپنے پیشے جن پر وہ بسر کرتے تھے چھوڑ دئے۔ بیرنس (نوابوں) اور لارڈوں نے اپنی آبائی جاگیروں کو خیرباد کہ دی۔ زمینوں اور شہروں اور قلعوں کی قدر منزلت جن کے واسطے وہ ہمیشہ باہم جنگ کرتے رہتے تھے اُن کے مالکوں کی آنکھوں میں جاتی رہی اور قلیل رقموں پر ان لوگوں کے ہاتھ بیچ ڈالے گئے جن کو خدا کی رحمت نے مس نہیں کیا تھا۔ اور مشرق کے مقدس شہروں کی زیارت کرنے اور فتح کرنے کے واسطے تیار نہیں ہوئے تھے"۔

اس قسم کے حالات سے تمام صلیبی لڑائیوں کی تاریخیں بھری پڑی ہیں اور ہم کسی طرح ان تفصیلات کا تتبع نہیں کر سکتے۔ صلیبی لڑائیوں کی تاریخ سے اور دلچسپ باتوں کے علاوہ یورپ کی اخلاقی۔ تمدنی اور عقلی اور ہر ایک قسم کی حالت یکساں عمدگی کے ساتھ معلوم ہوتی ہے۔ یورپ کی جہالت اور لوگوں کے تعصبات اور اوہام باطلہ کی کیفیت معلوم کرنے کے واسطے ان معجزات کے سلسلہ کی طرف اشارہ کرنا کافی ہے۔ جو اُن صلیبی لڑائیوں کے حالات سے کبھی بھی جدا نہیں ہوئے۔ ہر دن اور ہر قدم پر معجزات موجود ہیں۔ ان سب کو جمع کیا جاوے تو لڑائیوں کے واقعات سے شاید معجزات کی تعداد بڑھ جاوے گی۔ مورخ مچاڈ لوگوں کے اسی جوش کے بیان میں لکھتا ہے کہ "ہمعصر مورخین نے بہت سے معجزات کا ذکر کیا ہے جنھوں نے عوام الناس کے دلوں کو گرم کرنے میں مدد دی آسمان سے ستارے گرے اور آسمان میں خون کے نشانات نظر آتے تھے۔ شہروں اور فوجوں اور نائیٹوں (سواروں) کی شکلیں اور تصویریں جو صلیب پہنے ہوئی تھیں بادلوں میں دکھائی دیں۔ مانک رابرٹ بیان کرتا ہے کہ جس روز کلرمونٹ کی کونسل نے جنگ مقدس کا اعلان کیا اسی روز یہ فیصلہ سمندروں کے پار مشتہر ہوگیا۔ اور اس خبر سے مشرق کے عیسائیوں کے دل بڑھ گئے اور عرب کی قوموں میں مایوسی پیدا ہوئی۔ اور سب سے مؤثر معجزات یہ ہوئے کہ بیان کیا جاتا ہے کہ گذشتہ زمانوں کے ولی اور بادشاہ قبروں سے نکلتے ہوئے نظر آنے اور بہت سے فرانسیسیوں نے اقرار کیا کہ اُنھوں نے شارلمین کے سایہ یا شبیہ کو دیکھا جو عیسائیوں کو مسلمانوں سے جنگ کرنے کے واسطے برانگیختہ کر رہا تھا"۔ اس کے بعد یہ مورخ لکھتا ہے کہ وہ ان تمام معجزات کو جو مورخین نے بیان کئے ہیں لکھنا پسند نہیں کرتا۔

اس مورخ نے جو حالات لوگوں کی سرگرمی کے لکھے ہیں وہ تھکا دینے والے ہیں۔ جوش نہیں تھا جنون اور دیوانگی تھی ان حالات کے خاتمہ پر وہ لکھتا ہے کہ "باپ خود اپنے بچوں کو لئے جاتے تھے اور اُن کو قسمیں کھلا رکھی تھیں کہ فتح کرینگے یا یسوع مسیح کے واسطے مرجائیں گے۔ جنگ جو لوگوں نے اپنی عورتوں

اور کمینوں کے بازوؤں سے اپنے آپ کو زور سے چھڑا لیا اور فتح مند واپس آنے کا وعدہ کیا۔ عورتیں یا بوڑھے مرد جن کی کمزوری کا کوئی معاون نہ رہا تھا اپنے بیٹوں یا خاوندوں کے ساتھ نزدیک کے شہروں تک گئے اور وہاں اپنی محبت کی چیزوں سے علیحدہ نہ ہو سکے تو یوروشلیم تک ان کے ساتھ جانے پر آمادہ ہوگئے۔ جو لوگ یورپ میں پیچھے رہ گئے کروسیڈر لوگوں کی قسمت کا حسد اور رشک کرتے رہے اور اپنے آنسوؤں کو نہ روک سکے اور جو ایشیا میں موت تلاش کرنے گئے تھے وہ امید اور خوشی سے بھرے ہوئے تھے"۔

پیٹر دی ہرمٹ کا ذکر ہم کر آئے ہیں۔ یہی شخص ہے جس کو جنگ ہائے صلیبی کا بانی کہنا چاہئے۔ بلاشبہ وہ اپنے خطرناک اور خونی مقصد میں پوپ اربن کی حمایت سے کامیاب ہوا۔ لیکن یورپ کے جوش کو آخری وقت تک قائم رکھا وہ پیٹر ہی تھا۔ مورخ آرچر اپنی تاریخ کروسیڈ میں بیان کرتا ہے کہ "موسم سرما کے لمبے مہینوں میں شمالی مشرقی فرانس میں ایک ہی واعظ کی آواز سنائی دیتی تھی۔ جو لوگوں کو خدا کے حکم کی تعمیل کرنے کی تاکید کر رہا تھا۔ یہ واعظ پیٹر دی ہرمٹ تھا اور سنہ ۱۰۹۵ء کے موسم سرما ہی سے اس کا تاریخی زمانہ شروع ہوتا ہے۔ اس کے مشتاق جانباز اور فدائی اس کو دیوار کی مانند احاطہ کئے رہتے تھے۔ جب وہ شہر بہ شہر گھوم رہا تھا۔ گلوبرٹ کہتا ہے کہ ہم نے اپنی یاد میں کسی شخص کی ایسی عزت ہوتے نہیں دیکھی۔ چھوٹے قد کا سیاہ فام اور نازک اندام اور اگر ہم افسانہ پر اعتبار کر سکیں لمبی سفید داڑھی والا یہ شخص خچر پر سوار پھرتا تھا۔ جس کے بال اس کے معتقدین اور پیروین نوچ نوچ کر ایک قیمتی یادگار کی طرح اپنے پاس رکھتے تھے۔ غرض اسی شخص کی مجنونانہ مواعظ اور مساعی سے اس قدر لوگوں نے بیت المقدس پر چڑھائی کرنے کے ارادہ سے صلیب لے لی تھی کہ بقول مچاڈ کے ان کی تعداد بہت سی بڑی فوجیں بنانے کے واسطے کافی تھی اور چونکہ ایسی بڑی تعداد کو راستہ میں ضروری سامان کے نہ ملنے کا خوف تھا۔ اس واسطے شہزادگان اور سرداران کروسیڈ نے یکے بعد دیگرے روانہ ہونے کی تجویز کی۔ سب سے پہلے جس بے ضبط اور بیتاب شخص نے ایک انبوہ کی سرکردگی میں مشرق کے راستہ پر قدم رکھا وہ پیٹر ہی تھا اگر مچاڈ کے قول پر اعتبار کیا جا سکے تو پیٹر کے جھنڈے کے نیچے اسی ہزار یا ایک لاکھ آدمی جمع تھے۔ جن میں عورتیں بچے اور بوڑھے آدمی بھی شریک تھے۔ والٹر دی پیوسی اور اس کا بھتیجا والٹر دی پنی لس (مفلس) اس کی فوج کے سردار اور ہمراہی تھے۔ پیٹر کی فوج اور اس سے متعاقب روانہ ہونے والی جماعتوں اور گروہوں کو جو حوادث اپنے سفر میں یورپ ہی کے بعض ممالک میں پیش آئے ان کی تفصیل اور تشریح کے درپے ہونا ہمارا کام نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سب سے بڑی تکالیف بیچارے پیٹر کو پیش آئیں

ایک گوشہ نشین زاہد ملکی امور کے انصرام اور فوجوں کے اہتمام سے عاری تھا۔ ناتجربہ کاری سے وہ راستہ کی ضروریات کا اندازہ نہ کر سکا۔ اور اس کے مفلس ہمراہیوں کو بھیک مانگ کر گذارہ کرنا پڑا۔ اس کے مختلف النوع ساتھیوں کے غرور اور چھیڑ چھاڑ نے اس کو اور مصیبت میں پھنسا دیا۔ راستہ کی قوموں سے بہت اذیتیں اٹھائیں اور آخر بلگیریا والوں نے تو اس کی فوج کو شکست فاش دی۔ اسباب وغیرہ چھین لیا اور پیٹر کا ذاتی خزانہ بھی اڑا کر لے گئے۔ بری حالت میں وہ قسطنطنیہ پہنچا۔ وہاں بھی اس کے نالائق ہمراہیوں نے شاہنشاہ کو جو ان کو کافی عرصہ تک پناہ دینا چاہتا تھا۔ چھیڑ چھاڑ کر کے ناراض کر دیا اور اس نے ان کا ٹل جانا غنیمت سمجھا۔ ادھر ایک شخص اٹلی کا باشندہ رینالڈ یا ربنالڈو جرمنیوں کی ایک تعداد ساتھ لے کر منیا کی طرف نکل گیا اور اس شہر کے قریب اگزرد گوروا ایک خالی قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ یہی شخص سب سے پہلے ایک مسلمان فرمانروا کی حدود میں داخل ہوا۔ اور اسلامی ہتھیاروں سے جا ٹھکرایا۔ عیسائیوں کے اس گروہ نے عاجز اور بے پناہ مسلمانوں پر شدید ظلم توڑے۔ مچاڈ ان کے مظالم کے ذکر میں کہتا ہے کہ "اپنے اندھاپن میں انہوں نے تعصب اور مطلق العنانی کو جمع کر لیا اور صلیب کے جھنڈے کے نیچے ایسے جرائم کا ارتکاب کیا کہ نیچر (فطرت) ان سے کانپ اٹھتی ہے" (تاریخ مچاڈ صفحہ ۴۷) اینا کامینا بیان کرتا ہے کہ پیٹر دی ہرمٹ کی فوج میں دس ہزار نارمن تھے۔ انہوں نے منیا کی نواح میں مہیب اور ہیبتناک تعدیاں کیں۔ بچوں کا انہوں نے ٹکڑے ٹکڑے اور بوٹی بوٹی الگ کی اوروں کو سیخوں پر چڑھایا اور بوڑھے آدمیوں پر تمام اقسام کی بیرحمیاں کیں" (دیکھو تاریخ مچاڈ حاشیہ صفحہ ۴۷ و ۴۸) +

یہ سلجوقی ترکوں کا علاقہ تھا۔ نامور الپ ارسلاں کے زمانہ میں یہ اطراف فتح ہو کر اسلامی خلافت کا جزو بنے تھے۔ اور الپ ارسلاں نے سلیمان بن قلتمش بن اسرائیل بن سلجوق کو صوبہ روم یا ارض روم کا حاکم بنا کر تھا۔ اسی شخص کی نسل میں ایشیا کوچک کی یہ اسلامی حکومت خلافت سے خود مختار ہو کر علیحدہ سلطنت بن گئی اور سلیمان سے لے کر کیقباد تک پندرہ فرمانروا ے گذرے۔ قونیہ ان کا دارالحکومت تھا۔ اور چونکہ شاہنشاہ روم یعنی والی قسطنطنیہ سے ان کا علاقہ قریب اور ملا ہوا تھا۔ باہم جنگ اور لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں قلیچ ارسلاں بن سلیمان اس وقت تخت نشین تھا۔ جب عیسائیوں کی اس خود سر جماعت نے منیا کی نواح میں جا کر طوفان بے تمیزی برپا کیا۔ مگر اس کی عمر ایک ہانڈی کے ابال سے زیادہ نہ تھی۔ قلیچ ارسلاں کو خبر ہونے کی ہی دیر تھی اور بقول مچاڈ کے" وہ ترکوں کا پہلا حملہ برداشت کرنے کی بھی تاب نہیں رکھتے تھے اور قریباً سب کے سب تہ تیغ ہو گئے۔ ان کے جرنل اور چند سپاہیوں نے اپنی جانیں صرف محمدؐ کا دین قبول کرنے اور عیسائیوں کے برخلاف لڑنے کی شرمناک قسم کھانے سے بچائیں"۔ پیٹر اور والٹر کے ماتحت جو

عیسائیوں کی بڑی جماعت تھی وہ ان مقتول عیسائیوں کی قسمت کا حال سن کر جنون کے بے شور ہوئے اور ان کا بدلہ لینے کے واسطے بڑی بیتابی سے آگے بڑھنا چاہا۔ والٹر نے جس کے وہ ماتحت تھے ان کو بہت فہمائش کی کہ پہلے کروسیڈروں کی طرح غلطی کر کے اپنی جانیں ہلاک نہ کریں۔ مگر ان کے جوش نے کسی کی نہ مانی اور بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ والٹر سخت بددلی کے ساتھ اس ضدی انبوہ کو نیسا کی طرف لے جانے کو مجبور ہوا۔ لیکن اس نادانی کا نتیجہ سوائے اس کے کچھ نہ ہوا کہ بیچارہ والٹر بھی سات تیروں سے چھد کر گر گیا۔ تین ہزار آدمیوں کے سوائے جنہوں نے سمندر کے متصل ایک قلعہ میں پناہ لی تمام فوج ایک ہی جنگ میں ماری گئی۔ اور سوائے ہڈیوں کے ایک ڈھیر کے جو نیسا کے میدان میں جمع کی ہوئیں ایک قابل افسوس یادگار کی طرح دوسرے کروسیڈروں کو بیت المقدس کا راستہ دکھاتی تھیں اور کچھ باقی نہ رہا۔ غرض حاجیوں کے اس گروہ کی جو ایشیا کو دھمکانے گیا تھا مگر ان شہروں کو جنہیں فتح کرنے گیا تھا دیکھ بھی نہ سکا یہ قسمت ہوئی (تاریخ مچاڈ صفحہ ۵۷) اس شکست سے پیٹر کی تمام نام آوری برباد ہو گئی اور آیندہ اس تمام جنگ میں جس کا وہ بانی تھا اس کی توقیر ایک معمولی آدمی سے زیادہ نہیں ہوتی تھی +

اس جماعت کے بعد ایک دوسرا گروہ جرمنیوں کا قسطنطنیہ کو کروسیڈ کی غرض سے روانہ ہوا۔ لیکن انکی بے جا حرکات نے ہنگری والوں کے ہاتھوں سے اسی زمین ان کو دفن کرا دیا +

کروسیڈ کی لڑائیوں کا یہ دیباچہ تھا جس میں تین لاکھ (تاریخ مچاڈ صفحہ ۶۰) عیسائی جو وقتاً فوقتاً یورپ کی سرزمین سے روانہ ہوئے اپنی عزیز جانیں کھو بیٹھے۔ اس پہلے ہنگامہ میں کوئی اعلیٰ طبقہ کا رئیس شریک نہیں تھا اور ان کروسیڈروں کی بری قسمت نے یورپ میں بددلی پھیلانے کی بجائے پہلے سے بھی زیادہ اشتعال اور جوش پیدا کیا۔ اور اعلیٰ طبقہ کے عیسائی اپنے عہدوں کے پورا کرنے پر جو انہوں نے صلیب کے اختیار کرنے سے کئے تھے آمادہ ہوئے۔ ان امراء اور رؤسا میں سب سے بڑا اور وہ شخص جس نے اول ہی کروسیڈ کے واسطے تیاری کرنے کی اپنے ہمعصروں میں تمثیل قائم کی لورین کا ڈیوک (نواب) گاڈفری ڈی بولین تھا۔ جو اپنی قوت بازو اور جنگ جوئی کے واسطے مشہور اور بہت نام پا چکا تھا۔ اس کی تمثیل نے امراء اور رؤسا کے درمیان اس سے بھی زیادہ اشتعال پیدا کر دیا۔ جو اس سے پہلے عوام الناس کے طبقہ میں پیدا ہوا تھا۔ سامانِ جنگ کی ہر ایک چیز نہایت گراں ہو گئی حتےٰ کہ ایک بڑی جاگیر کے مول سے ایک سوار کا سامانِ جنگ نہیں مہیا ہوتا تھا۔ عورتوں نے اپنے نہایت قیمتی زیورات اپنے بیٹوں اور خاوندوں کے لئے سامانِ جنگ بہم پہنچانے کی غرض سے دے ڈالے اور لوگوں نے اپنی موروثی جاگیریں اور جائدادیں جن کو ہزاروں آدمیوں کا خون بہ جانے پر بھی نہ چھوڑتے آلاتِ جنگ کے معاوضہ میں دے دیں۔ تمام کائنات میں سونا اور فولاد

ہی قابل تمنا چیزیں معلوم ہوتی تھیں (تاریخ مچاڈ صفحہ ۷۷) +

گاڈفری ڈی بولین اسی ہزار پیادہ فوج اور دس ہزار سواروں کے ساتھ کلرمونٹ کی کونسل سے آٹھ ماہ بعد روانہ ہوا۔ اور جرمنی اور فرانس کے بہت سے امراء اس کی ہمراہی میں تھے۔ اس کے دو نو بھائی یسٹیس ڈی بولون اور بالڈون اور چچیرا بھائی بالڈون ڈی بورگ بھی اس کے ساتھ تھے جو نامی سرداروں میں سے تھے۔ اس کے بعد اور کئی ایک نامور سردار اپنی اپنی فوجیں اور امراء کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ سب کے بعد مگر غالباً سب سے زیادہ نامور سردار رابرٹ والئے نارمنڈی جو مشہور ولیم دی کانکرر (فاتح) کا بڑا بیٹا تھا اکتوبر ۱۰۹۶ء میں روانہ ہوا۔ چونکہ ڈیوک رابرٹ کے پاس اپنی فوج کے خرچ کے واسطے کافی روپیہ نہ تھا اس نے اپنا علاقہ اور ملک اپنے بھائی ولیم روفس کے پاس دس ہزار چاندی کے سکہ کے واسطے گرو کر دیا۔ اور اپنے تمام امراء کو ساتھ لے کر روانہ ہو گیا۔ سٹیفن کونٹ اوف بلائس و چارٹرس ایک بڑے دولت سرداروں میں سے تھا جس نے کروسیڈ میں جانے کے واسطے صلیب لی تھی اور اسی تنت وہ اپنا اقرار مشرق کو جانے کا پورا کر سکا۔ اٹلی کے شاہزادوں میں سے بوہیمنڈ نامی ایک جنگ جو اور نامی شہزادہ تھا جس نے کروسیڈروں کے ساتھ اپنی قسمت کو شریک کرنا چاہا۔ اور دس ہزار سوار اور بیس ہزار پیادے لے کر ان کے ساتھ ہو لیا جنوبی فرانس کے صوبوں میں سے ریمنڈ اور رایڈ ہمیر ایک لاکھ فوج ساتھ لے کر نکلے۔ اور ان کے سوائے ہر ایک ملک اور صوبہ اور علاقہ کے سردار اور رئیس منتخب اور بہادر افواج کو ہمراہ لے کر روانہ ہو لئے۔ ان مشہور سرداروں اور نامور لوگوں کے نام جو تاریخ میں بیان کئے گئے ہیں لکھنا ضروری نہیں ہے۔ تمام فوج کی تعداد کا اندازہ جو یورپ سے جنگ کے عزم سے مشرق کو روانہ ہوئی ایک لاکھ سوار اور پانچ لاکھ پیادہ تھے۔ جو یورپ کی جنگ جو اقوام سے منتخب کئے ہوئے تھے (تاریخ مچاڈ صفحہ ۹۸) مورخ اینا کامینا توان کی تعداد کا صحیح اندازہ کرنے سے عاجز ہو گیا ہے۔ اور کہتا ہے کہ ان کو سمندر کی ریت یا آسمان کے ستاروں سے مشابہ کہا جا سکتا ہے +

یہ کل فوج چھوٹے بڑے دستوں اور حصوں میں تقسیم ہو کر اپنے اپنے سرداروں کے ماتحت مختلف راستوں سے گرم سرد اٹھاتے ہوئے یکے بعد دیگرے قسطنطنیہ پہنچے۔ اور رومی شاہنشاہ الکسی اس جو شروع میں یورپ کے ان سرداروں کو اپنی امداد کے واسطے بلانے کا محرک ہوا تھا اور اپنے ملک کی دولت اور خوبصورت عورتوں سے ان کو تحریص دلائی تھی۔ ایسی عظیم فوج کے اس کے ملک میں داخل ہونے سے ہراساں ہوا۔ اس پہلے کروسیڈ میں اگرچہ دوسرے درجہ کے سردار اور رؤسا آئے تھے۔ لیکن تمام مغرب کی ساری فوج نکال لائے تھے (مچاڈ صفحہ ۸۸) رومی شاہنشاہ نے اول سے آخر تک کروسیڈروں کے ساتھ ایسا سلوک کیا جس سے ظرف بکو

اپنے ملک کو ان کے ہاتھ سے بچائے رکھنا اور اپنی اغراض کی حفاظت کرنا۔ بلکہ اس عظیم لشکر سے خود فائدہ اٹھانا مدنظر تھا۔ بعض وقت اس نے کروسیڈروں کے ساتھ دغابازی کی کبھی ان کو انعامات دیئے۔ غرض اس نے مذہبی ہمدردی کو بالائے طاق رکھ کر اپنے سود وزیاں اور نفع ونقصان کے خیالات سے عمل کیا۔ اور بعض اوقات عیسائیوں کی مخالفت اور مسلمانوں سے سازش کر لینے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ عیسائی مورخ اس کے کردار کو بہت تفصیل سے لکھتے ہیں۔ اور اس کو بہت لعنت ملامت سے یاد کرتے ہیں مگر ہم ان حالات کی پیروی نہیں کر سکتے ✦

قسطنطنیہ سے یہ عیسائی فوجیں مشرق کی طرف بڑھیں اور سب سے پہلے ان کی نظر نیسا پر تھی جہاں پہلے مقتول عیسائیوں کی ہڈیاں ان کو مدعو کر رہی تھیں۔ فوج کا بڑا حصہ ۶۔ مئی ۱۰۹۶ء کو نیسا کے قریب پہنچ گیا ✦

اسلامی طاقتوں کی اس زمانہ میں جو کیفیت تھی اس کا ایک مختصر حال ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ بغداد کی خلافت کا نام باقی تھا اور طاقت بیشمار رقیبوں میں تقسیم ہو رہی تھی۔ بنی فاطمہ یا اسمعیلیان مصر جو اس وقت یوروشلیم وغیرہ پر قابض تھے ایسی ہی بُری حالت میں تھے۔ سلجوقیوں کی طاقت زوال پذیر ہو چکی تھی۔ اور اس کی یہ ایک کمزور یادگار تھی جو ایشیا مائینر میں ارض روم یا روم پر قابض تھی۔ مغربی حملہ آور عیسائیوں کو سب سے اول اسی حکومت سے کام پڑنے والا تھا۔ اور قلیج ارسلاں نے یورپ کی ایک ایسی عظیم فوج کی آمد سے مطلع ہو کر اپنی طاقت کو فراہم کیا۔ اور نیسا کے قلعہ کی مرمت اور درستی کر کے اس کو مستحکم کرنے کی کوشش کی فوج کا ایک حصہ قلعہ میں اس کی حفاظت کے واسطے چھوڑا اور باقی فوج کے ساتھ خود شہر سے کچھ فاصلہ پر نکل آیا۔ عیسائیوں کو پہلے جنگ میں سخت ناکامی ہوئی اور اس خبر نے کہ قلیج ارسلاں شہر کی مدد کے واسطے آ رہا ہے ان کو اور بھی سراسیمہ کر دیا۔ لیکن ریمنڈ اور ایڈہمیر اس موقع پر مع اپنی فوجوں کے آ پہنچے۔ اور عیسائی لشکر کو تقویت ہو گئی۔ ترک ان کی موجودہ مجموعی طاقت کا اندازہ نہ کر سکے اور شکست اٹھا کر پسپا ہوئے آغاز جون میں رابرٹ صاحب نارمنڈی اور سٹیفن والی بلوئیس کے پہنچ جانے سے عیسائی فوج کی پوری طاقت نے شہر کو سب طرف سے گھیر لیا۔ اور بڑی شدت سے محاصرہ کرنا شروع کیا عیسائی فوج نے اس پر بھی قناعت نہ کر کے الکسی اس رومی شاہنشاہ سے امداد طلب کی جس نے سمندر کے راستہ جہازوں میں فوج بھیجی۔ شہر کا لُٹ جانا اب یقینی معلوم ہوتا تھا۔ لیکن عیسائی فوج جب شہر کی غنیمت کے خواب دیکھ رہی تھی تو انہوں نے دفعتاً شاہنشاہ الکسی اس کے جھنڈے شہر کی دیواروں پر اڑتے ہوئے دیکھے جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ ترکوں نے اجنبی عیسائیوں کی نسبت الکسی اس کے ہاتھ میں پڑنا پسند کیا ہے۔ عیسائی الکسی اس سے برافروختہ ہوئے مگر اس کے انعامات نے ان کو فراموش کر دیا۔ اور کروسیڈروں کی فوج ۲۹۔ جون کو انطاکیہ کی جانب روانہ ہوئی ✦

اتفاق سے یا ارادہ ہی سے عیسائی فوج دو حصوں پر تقسیم ہو کر آگے بڑھی۔ ایک کے ہمراہ ریمنڈ اڈھیمر۔ گاڈفری اور رابرٹ صاحب فلنڈر تھا۔ اور دوسرے کے ساتھ بوہمنڈ۔ ٹنکرڈ۔ ہف اعظم۔ اور رابرٹ صاحب نارمنڈی تھا۔ اس پچھلے حصہ کو دوسرے ہی دن ترکوں کی فوج نے گھیر لیا اور عیسائی مقتولوں کی لاشوں سے تمام راستہ بھر دیا۔ عیسائی فوج کو قدم قدم پر جان کی کھیل کھیلنا پڑی۔ فتح اور شکست کا تو کوئی معیار نہ تھا۔ آخر کار فوج کا دوسرا حصہ ان کی مدد کو آپہنچا۔ اور ترکوں کے ہاتھ سے ان کو چھوڑا لیا۔ عیسائی مورخ عیسائی فوج کے نقصان اور سپاہیوں اور عورتوں وغیرہ کی مصیبتوں پر بہت گریہ و زاری کرتے ہیں۔ اور اپنی فتح یا نجات کو آخر کار ایک معجزہ سے منسوب کرتے ہیں کہ سنٹ جارج اور سنٹ ڈمرٹیس سنٹ تھیوڈور دیہ تین عیسائی ولیوں کے نام ہیں) سفید گھوڑوں پر چڑھے ہوئے پہاڑ کی طرف سے آئے۔ اور ان کی حمایت سے عیسائی فوج جانبر ہوئی۔ اس قسم کے معجزات سے تمام کروسیڈ کی تاریخ بھری ہوئی ہے اور اصل یہ ہے کہ ہوشیار عیسائی سرداروں یا پادریوں نے عوام الناس کی جہالت اور اوہام باطلہ سے فائدہ اٹھایا ہے۔ کوئی فوج اتنا کام نہ نکال سکتی جتنا کہ ان معجزوں نے نکالا ہے۔ ہزاروں دفعہ سخت مصیبت اور اضطرار کی حالت میں جب عیسائی فوج ہمت ہار کر گر گئی تھی تو ان معجزات نے ان کو اٹھایا ہے۔ اور ان میں ایک نیا جوش پیدا کرکے ان کو بچا لیا ہے۔ اور یہی سب سے عمدہ چلتا ہوا نسخہ سرداروں یا پادریوں کے ہاتھ میں تھا۔

عیسائی فوج کی تمام طاقت کے یکجا ہونے سے ترک جوان کے نصف کے واسطے تو کافی سے زیادہ تھے مگر تمام فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے راستہ سے الگ ہو گئے اور عیسائی فوج پر ترکوں سے بھی زیادہ سخت اور بُرے دشمن نے حملہ کیا۔ یہ بھوک اور پیاس تھی۔ ترکوں نے تمام نواح کے فصلات کو جلا دیا تھا اور ناواقفی سے عیسائی ایسے راستہ پڑ گئے جہاں پانی نہیں مل سکتا تھا۔ بھوک اور پیاس کے جو مصائب بیان کئے گئے ہیں سخت دردناک ہیں۔ پانچ پانچ سو آدمی ایک ایک دن میں مر گئے۔ پہاڑوں کے تنگ راستوں کی چڑھائی میں عیسائیوں نے اپنے بھاری آہنی لباس سے تنگ آکر اس کو پھینک دیا یا کوڑیوں کے دام بیچ ڈالا۔ پیاس کی مصیبت کا تو کوئی علاج نہ تھا۔ اور جولائی مہینہ کی گرمی نے اس کو ناقابل برداشت بنا دیا۔ بقول مچاڈ اور آرچر کے مرد عورتیں اور گھوڑے پیاس سے مر گئے۔ حاملہ عورتوں کے حمل قبل از وقت وضع ہو گئے۔ آدمی اپنے منہ کھولے ہوئے چلتے تھے کہ ٹھنڈی ہوا ہی سے کچھ تسکین ہو۔ باز اور کتے جو ساتھ تھے مر گئے۔ آخر کار کتوں ہی نے ایک روز پانی کا کھوج نکالا تمام فوج اُس طرف کو متوجہ ہوئی اور شدت عطش سے بے تحاشا اس قدر پانی پی گئے کہ تین سو آدمی تو وہیں پیتے پیتے مر گئے اور اکثر بیمار ہو گئے لیکن یہاں سے دشوار گذار اور سخت پہاڑوں سے مخلصی پاکر عیسائی تو نیہ کی سرسبز وادی میں گذر گئے اور فوج پھر کئی حصوں میں منتشر ہو گئی لیکن ۲۱۔ اکتوبر ۱۰۹۷ء کو پھر

تمام فوج انطاکیہ کے سامنے اکٹھی ہو گئی +

بعض عیسائی سرداروں کا یوروشلیم فتح کرنے کی زحمت اُٹھانے کی بجائے یادہ تر یہ خیال تھا کہ اپنے واسطے ملک اور شہر فتح کریں اور اس سرزمین میں اپنے املاک پیدا کریں۔ ٹنکرڈ اور بالڈون عیسائی فوج سے الگ ہو کر سلیشیا میں داخل ہو گئے تھے۔ ٹنکرڈ شہر طرطوس کے نیچے جا پہنچا جو ایک عیسائی آبادی کا قصبہ اور ترکوں کی تابع تھا عیسائی باشندوں نے ایک عیسائی ابھرا پنا سردار بنانے کے خیال سے ٹنکرڈ سے سلسلہ جنبانی کی جس کا اپنا مطلب یہی تھا۔ لیکن اسی اثنا میں بالڈون وہاں پہنچ گیا اور ٹنکرڈ کو جبراً اس شکار سے محروم رکھ کر اس کی سعی کا فائدہ خود حاصل کر لیا۔ بالڈون کو ایسی ہی سانی کے ساتھ ایک دوسرا شہر ایڈیسہ حاصل ہو گیا۔ اس کا سردار ایک ارنی شاہزادہ تھوروس نامی تھا۔ جو رومی شاہنشاہ کو خراج دیتا تھا اور ترکوں کے ہاتھ سے بہت تنگ تھا۔ بالڈون کو اس نے اپنی مدد کے واسطے بلایا۔ مگر اس حریص شخص نے اس کا متبنےٰ اور جانشین بننے پر اکتفا نہ کر کے اپنے سامنے اس کو مرتے دیکھا اور ایڈیسہ کا مالک بن کر سے صبر اور قرار آیا۔ ترکوں نے اس کو بھی بہت کم چین سے بیٹھنے دیا۔ مگر یہی شخص تھا جس نے اپنے آپ کو جدا کر کے سب سے اوّل اپنی جاگیر پیدا کر لی اور جب عیسائی فوج انطاکیہ کے محاصرہ میں مصروف تھی تو یہ اپنے سرپرست تھوروس کا ملک دبانے کی فکر کر رہا تھا۔ لیکن حق یہ ہے کہ بالڈون ہی اپنے اکثر ہمعصروں سے عقلمند نکلا۔ عیسائی فوج نے جو مقامات راستہ میں مطیع کئے تھے اُن کی حفاظت کا کوئی فکر نہیں کر آئے تھے۔ اور ترکوں نے ان پر پھر قبضہ کر لیا تھا بالڈون ایڈیسہ کا مالک بننے سے گو عیسائی فوج میں شریک نہیں رہ سکا۔ لیکن غلہ اور سامان رسد سے ان کو بہت مفید امداد دیتا رہا +

نیسا اور قونیہ کے علاقے سے گذرتے ہوئے عیسائی فوج مسجدوں کو جلاتی یا ان کے گرجا بناتی گئی (دیکھو صفحہ ۱۲۶) لیکن صلیبی لڑائیوں میں جب ایک مذہب ہزاروں کوسوں پر دوسرے مذہب سے لڑنے گیا تھا ایسے واقعات کچھ بھی عجیب نہیں۔ گو عیسائیوں اور مسلمانوں دونو نے اپنی اپنی باری میں موقعے پا کر بدلہ لینے کی کوشش کی ہے لیکن عیسائیوں میں یہ خصوصیت پائی گئی ہے کہ پیش دستی کرنے والے اور حد سے گذر جانے والے تھے۔ جس کو واقعات ثابت کر دینگے +

انطاکیہ ہر ایک زمانے کا بڑا مشہور شہر تھا۔ عیسائیوں کو وہ اپنے صدہا مذہبی واقعات کا مقام ہونے کے سبب سے عزیز تھا۔ عیسائی کا لقب سب سے پہلے اسی شہر میں اختیار کیا گیا تھا۔ اور بہت سے عیسائی ولیوں اور بزرگوں کی یادگار تھا۔ مسلمان خلیفہ ثانی رضہ کے وقت ہی میں اس کو فتح کر چکے تھے گو اس کو پھر یونانیوں نے لے لیا۔ مگر بہت جلد ترکوں کے قبضہ میں واپس گیا۔ اس وقت جب عیسائیوں نے اس کا عزم کیا ہے

ملک شاہ کا پوتا باغستان اس کا سردار تھا۔ اور مسلمانوں کی اس طوایف الملوکی میں اکیلا اپنی حفاظت کا ذمہ دار تھا۔ مشرق میں حلب اور موصل اور اس سے آگے لبنان کے دامن میں دمشق۔ سمندر پر۔ لوڈیشیا۔ طرابلس۔ سیڈن ٹائر (صور) سب کے سب خود مختار شہر تھے جن کو اپنے سوائے کسی کی فکر نہ تھی۔ سب سے صحت کے ساتھ لکھنے والا عیسائی مورخ (آرچر) عیسائی مسلح فوج کی تعداد جو انطاکیہ کے گرد جا پڑی تھی تین لاکھ بیان کرتا ہے اور قلعہ کے اندر دو ہزار سوار۔ پانچ ہزار ملازم اور کوئی دس ہزار پیادہ تھے ✦

۲۱۔ اکتوبر ۱۰۹۷ء (مطابق ۴۹۱ھ ہجری) کو عیسائی فوج نے انطاکیہ کا محاصرہ شروع کیا۔ محاصرہ کی تفصیلات نہایت لمبی اور تھکا دینے والی ہیں۔ انطاکیہ کا قلعہ ایسا مضبوط تھا کہ باوجود اس کہ تین لاکھ فوج کے حملے کے مقابلہ میں کل دس پندرہ ہزار جانیں قلعے کے اندر اس کی حفاظت کی کوشش کرتی تھیں لیکن عیسائیوں کی یہ فوج اس کو اپنی تمام عمر میں بھی مشکل سے فتح کر سکتی۔ ترکوں نے وقتاً فوقتاً قلعہ سے نکلکر ہر طرف سے حملے کرنا شروع کیا اور اس طرح وہ ہر دفعہ نقصان کر کے لوٹ جاتے تھے۔ ارمنی اور شامی شروع میں عیسائیوں کے ہاتھ غلہ وغیرہ فروخت کرنے آتے تھے۔ مگر جب ان پر جاسوسی کا اشتباہ کیا گیا تو انہوں نے آنا چھوڑ دیا۔ لشکر کے سردار اطراف میں لوٹ مار کرنے کو گئے تاکہ اس طرح گذارہ چلے تو ترکوں نے پیچھے لشکر پر حملہ کر کے سخت نقصان پہنچا دیا۔ غرض ہر ایک قسم کی تکلیفیں عیسائی فوج کے گرد جمع ہو گئیں۔ مورخ آرچر اس موقع پر لکھتا ہے۔ کہ "جوں جوں نیا سال بڑھتا گیا حالات بد سے بدتر ہوتے گئے۔ گھوڑوں کے واسطے کوئی چارہ نہیں تھا۔ اور دو سو لیدی (سکہ) کے عوض میں ایک آدمی کے دن بھر کے کھانے کو بھی نہیں ملتا تھا۔ اوپر آسمان میں اور نیچے زمین میں علامات نظر آنے لگیں۔ زمین کانپتی تھی اور رات کو شمالی آسمان میں سرخ روشنیاں نظر آتی تھیں۔ بہادر سے بہادر دلوں پر خوف چھا گیا۔ بوہمنڈ نے برملا کہدیا کہ وہ اپنے آدمیوں کو مرتا دیکھنے کے واسطے نہیں ٹھہر سکتا۔ گاڈفری اور ریمنڈ دو تو بیمار تھے۔ الکسی اس کے یونانی سرداروں نے اپنے ہمراہیوں کے واپس جانے پر اصرار کیا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ محاصرہ کو چھوڑ دینے کے سوائے کوئی امید باقی نہیں ہے۔" بارہا طغیانی نے عیسائی لشکر کو دبا لیا اور وبائی بیماری سے ہزاروں مر گئے۔ ولیم آف ٹایر کے قول کے مطابق اتنے آدمی ہر روز مرتے تھے کہ سب کے دفن کرنے کو وقت اور جگہ کافی نہیں ملتی تھی۔ اسی اثنا میں خبر آئی کہ ترکوں کی فوج محصورین کی مدد کے واسطے آرہی ہے۔ بوہمنڈ راستہ ہی میں ان سے لڑنے کے واسطے بڑھ گیا اور ابتدا میں تو زک پائی مگر آخر کو عیسائی جان توڑ کر لڑے اور فتحمند واپس آئے۔ عیسائی محصور ترکوں کے روز کے حملوں سے تنگ آئے تو انہوں نے باہر اپنی حفاظت کے واسطے قلعہ بنانا شروع کیا اس عرصہ میں قلعہ کے ترکی حاکم (باغستان) نے کچھ حصہ فوج کا عیسائیوں سے لڑنے کے واسطے باہر بھیجکر

قلعہ کے دروازے اُنپر بند کرد ئے۔ عیسائی فوج نے نقصان بھی اٹھایا مگر ان بے پناہ مسلمانوں میں سے اکثروں کو قتل کر ڈالا۔ عیسائیوں نے اپنی حفاظت کے واسطے ایک قلعہ با ہر تیار کر لیا۔ اور اس کی حفاظت رمینڈ کے سپرد کی۔ لیکن نیا قلعہ قحط اور بیماری کے وبال سے نہیں بچا سکتا تھا اور رفتہ رفتہ عام لوگوں کے سوا سرداروں اور امرا عیسائیوں نے لشکر کو چھوڑنا شروع کیا۔ بعض تو صرف بسر اوقات کے واسطے کسی نواح کی جگہ میں چند روز کے واسطے چلے گئے اور بعض رخصت ہی ہو گئے۔ رابرٹ صاحب نارمنڈی بھی کچھ عرصہ کے واسطے چلا گیا۔ اور آخر بڑی منت اور التجا سے آیا۔ الکسی اس کا جنرل ٹیٹی اس بھی کیمپ چھوڑ گیا۔ ولیم صاحب میلاں بھی چلا گیا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ پیٹر دی ہرمٹ جو نوع انسان کی اس مصیبت کا بانی تھا لوگوں کی شکایات سے تنگ آکر کنارہ کش ہو گیا۔ عیسائی مورخ قحط کی مصیبت سے بڑھ کر عیسائی فوج کی سخت بدکاری اور عیاشی اور عورتوں کے ساتھ ناجائز تعلقات رکھنے اور ہر ایک بدی اور برائی میں بے اعتدالی کرنے کی زیادہ شکایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسی کے وبال سے سب مصیبتیں آئی تھیں۔

لیکن موسم سرما کے نکل جانے اور موسم بہار کے شروع ہونے کے ساتھ عیسائی فوج کو سامان رسد کم و بیش فراہم ہو جانے سے قحط کی تکلیف سے آرام ملنے لگا اور بیماری بھی چھوٹ گئی۔ اس زمانہ میں ایک خاص واقع ہوا جو ہمارے نزدیک خصوصیت سے قابل توجہ ہے۔ یہ واقع خلیفہ مصر کے عیسائیوں کے پاس اپنے ایلچی روانہ کرنے کا تھا جس کی کیفیت لفظ بہ لفظ تاریخ میچاڈ سے نقل کرتے ہیں۔

یہ اُس زمانہ کا واقع ہے کہ خلیفہ مصر کے سفیر کروسیڈروں کے کیمپ میں آئے۔ مسلمانوں کی موجودگی میں عیسائیوں نے اپنے زمانہ دراز کی مصیبتوں کے آثار اور علامات کو چھپانا چاہا۔ انہوں نے اپنے سب سے قیمتی کپڑے پہنے اور سب سے چمکدار ہتھیار دکھلائے۔ بہادر اور سرداروں نے اپنی طاقت اور ہنر کے اظہار کے لئے اکھاڑے جمائے۔ سوائے ناچ اور خوشی کے کچھ نظر نہیں آتا تھا جس سے خوشی اور خورمی کثرت سے حکومت کرتی معلوم ہوتی تھی۔ مصری سفیروں کا ایک شاندار خیمہ میں استقبال کیا گیا جس میں فوج کے خاص اور بڑے سردار سب جمع تھے۔ انہوں (سفیروں) نے اپنی تقریر میں اس امر کو پوشیدہ نہ رکھا کہ ان کے مالک کو عیسائیوں کے ساتھ اتحاد کرنے سے ہمیشہ نفرت رہی ہے۔ لیکن کروسیڈروں نے جو فتوحات ترکوں پر جو آل علی رضہ کے دائمی دشمن ہیں حاصل کی ہیں ان کے مالک (خلیفہ) کو یقین ہو گیا ہے کہ خود خدا نے اُن کو ایشیا میں بھیجا ہے تاکہ وہ اس کے پاس اور انصاف کا آلہ بنیں۔ مصر کا خلیفہ اپنے آپ کو فتحمند عیسائیوں کے ساتھ متحد کرنے کی طرف راغب ہوا ہے فلسطین اور شام میں داخل ہونے کی طیاری کر رہا ہے۔ چونکہ اس (خلیفہ) کو معلوم ہوا ہے کہ کروسیڈروں کی سب سے بڑی خواہش یروشلیم کی زیارت کرنے سے محدود ہے۔ اس نے وعدہ کیا ہے کہ عیسائیوں کے گرجے

ان کو واپس دیگا۔ ان کی عبادت کی حفاظت کریگا۔ اور بیت المقدس کے دروازے تمام زائرین اور حاجیوں پر کھول دیگا۔ اس شرط پر کہ وہ واں بغیر ہتھیاروں کے جائیں اور ایک دنے زیادہ واں نہ رہیں اگر کروسیڈرز نے ان شرائط کو منظور کرلیا تو خلیفہ ان کا نہایت فیاض معاون بننے کا وعدہ کرتا ہے۔ اور اگر وہ اس کی دوستی کی برکتوں سے انکار کرینگے تو مصر اور افریقہ کی فوجیں مع اُن کے جو ایشیا اور دراز لیقہ میں بنا ے کیڈیز سے بغداد کے دروازوں تک رہتی ہیں مغیب کے اصلی نائب کے آواز پر اُٹھ کھڑی ہونگی اور مغرب کے جنگ آوروں کو اپنے بازوں کا زور دکھا دینگی“ +

اُس کلام سے عیسائیوں کے گروہ میں بہت اشتعال پیدا ہوا۔ اور سرداروں میں سے ایک شخص اس کا جواب دینے کے واسطے کھڑا ہوا۔ اور خلیفہ کے سفیروں کو خطاب کرکے کہنے لگا۔ کہ اس مذہب نے جس کی ہم پیروی کرتے ہیں۔ ہمارے دل میں اس امر کی آمادگی اور جوش پیدا کیا ہے کہ اس کی پیدائش کے مقامات پر اس کی سلطنت کو دوبارہ قائم کریں اور ہم اپنے اس دینی عہد کے پورا کرنے کے واسطے کسی زمینی طاقت کی حمایت کے محتاج نہیں ہیں۔ ہم ایشیا میں مسلمانوں سے قانون یا منافع حاصل کرنے نہیں آئے ہیں اور نہ ہم کو وہ جور اور جبر فراموش ہوئے ہیں جو مصریوں نے مغرب کے حاجیوں (عیسائی) پر کئے ہیں۔ ہم کو اب تک یاد ہے کہ خلیفہ حاکم کے عہد میں عیسائی لوگ قاتلوں کے ہاتھ میں سپرد کئے گئے تھے۔ اور ان کے گرجے اور خصوصاً پاک مدفن (حضرت مسیح کا) زمین کے ساتھ ہموار کردیئے گئے تھے۔ ہاں۔ بلاشبہ ہمارا مدعا یورشلیم کی زیارت کا ہے لیکن ہم نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ اس کو کافروں کے ہاتھ سے چھڑائینگے۔ جس خدا نے اپنی تکالیف سے اس کی عزت افزائی کی ہے اس کی مرضی ہے کہ وہاں اس کے اپنے لوگ اس کی خدمت کرینگے۔ عیسائیوں کا ارادہ ہے کہ وہ اس کے محافظ اور مالک دونو ہوں۔ جاؤ اور جس نے تم کو بھیجا ہے اس کو کہو کہ جنگ یا صلح سے ایک چیز کو پسند کرے اور اس کو بتادو کہ عیسائی جو انطاکیہ کے نزدیک خیمہ زن ہیں نہ مصر کی قوموں سے ڈرتے ہیں اور نہ ایشیا اور بغداد کی سے۔ اور وہ صرف ان طاقتوں سے اتحاد کرتے ہیں جو انصاف کے قوانین اور یسوع مسیح کے جھنڈے کی عزت کرتے ہیں“ +

جس سردار نے اس طرح کی تقریر کی اُس نے اس تمام گروہ کے خیالات اور راؤں کا اظہار کیا۔ باہمہ اُنھوں نے مصریوں کے اتحاد کو رد کرنا نہ چاہا۔ عیسائیوں کی فوج سے سفیر منتخب کیے گئے جو قاہرہ کی سفیروں کی واپسی پر ان کے ہمراہ جائیں۔ اور کروسیڈروں کی طرف سے صلح کامل کی تجاویز خلیفہ کے سامنے پیش کریں“ +

اس کو ہم نے تفصیل سے اس غرض سے درج کیا ہے کہ یورپ کے عیسائیوں کے مقابلہ میں جو ہر ایک

قوم اور ہر ایک ملک سے اپنی دشمنیوں اور مخالفتوں کو چھوڑ کر اور ایک ہی مقصد اور مدعا کے واسطے متحد اور متفق ہو کر ایشیا میں مسلمانوں سے جنگ کرنے آئے تھے۔ مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ بڑے والیان ملک کو بڑوں سے اور چھوٹوں کو چھوٹوں سے اپنے کسی دینی یا دنیوی تعلق کے لحاظ سے کوئی اتحاد یا ہمدردی نہ تھی۔ اور دوسرے مسلمان والیان ملک اور سرداروں پر اگر صرف ان کی غفلت اور خاموشی کا الزام لگایا جائے تو مصر کی اسمٰعیلی یا علوی یا بنی فاطمہ کی خلافت ترک اور بغداد کے مسلمانوں کے برخلاف عیسائیوں سے سازش اور اتحاد کرنے کی علانیہ کوشش کرنے کی جوابدہ ہے ✦

انطاکیہ کے محصور مسلمانوں کو کوئی امداد باہر سے نہ پہنچی حلب اور دمشق اور قیصاریہ اور حمص کے سرداروں نے بزدلی سے کچھ امداد بھیجی۔ مگر وہ راستہ ہی میں عیسائیوں سے کچھ لڑ بھڑ کر واپس چلی گئی لیکن باینہمہ عیسائی انطاکیہ کو قوت بازو سے نہیں فتح کر سکتے تھے۔ انطاکیہ ایک دغاباز آرمنی کی دغابازی کی نذر ہونے والا تھا۔ میچاڈ لکھتا ہے کہ "انطاکیہ سات مہینہ کے محاصرہ کے بعد عیسائیوں کے ہاتھ سے بچ گیا ہوتا۔ اگر دغا۔ فریب پالیسی اور لالچ اور طمع نے ان کے واسطے وہ کام نہ کر دیا ہوتا۔ جو صبر اور بہادری سے حاصل نہیں ہوا تھا"۔ اس ارمنی دغاباز کا نام فیروز تھا۔ جو طمع ہی کی غرض سے عیسائی سے مسلمان ہو گیا تھا باغسان والی انطاکیہ کا اس پر نہایت اعتماد تھا اور محاصرہ میں تین خاص برجوں کی حفاظت پر اس کو مقرر کیا ہوا تھا۔ بوہمند عیسائی سردار جس کی نسبت عیسائی مورخ کہتے ہیں کہ وہ بھی طمع ہی کی خاطر شریک کروسیڈ ہوا تھا اسی حصہ کے محاصرہ پر متعین تھا۔ فیروز نے اس کو اور اس نے فیروز کو دیکھا۔ اور ان کے تعلقات کی لمبی کہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ دونوں نے باہم سازش کر لی اور ایک دن معین کیا جس روز وہ عیسائی فوج شہر پناہ کے اندر داخل کر لیگا۔ بوہمند نے اس خفیہ نامہ و پیام کے زمانہ میں دوسرے عیسائی سرداروں کو اس امر پر رضامند کیا کہ جس شخص کے ہاتھ سے شہر فتح ہو وہی اس کا مالک ہو۔ ریمنڈ کے سوا سب راضی ہو گئے اور آخر کار غالباً اس نے بھی مان لیا۔ مقررہ شب کو فیروز نے بوہمنڈ اور اس کی فوج کو ایک سیڑھی کے ذریعہ سے شہر میں داخل کر لیا۔ اور پھر دروازوں کو کھول کر عیسائی فوج کے اندر آنے کا راستہ صاف کر دیا۔ عیسائیوں نے جس شہر کو دغابازی کی امداد سے فتح کیا تھا اس کے مسلمان باشندوں کے ساتھ جو سلوک کیا اسکی کیفیت ہم میچاڈ کے لفظوں میں لکھتے ہیں۔ "مسلمان حالت نیم خواب میں اپنے گھروں سے اس شور و غل کا حال معلوم کرنے کے واسطے نکلے اور بغیر اس امر کے معلوم کرنے کے کہ کون دغاباز ہے اور کس کے ہاتھ سے وہ مارے گئے قتل ہو گئے۔ بعضوں کو جب خطرہ کا حال معلوم ہوا تو پہاڑ کی طرف بھاگے جس پر قلعہ بنا ہوا تھا۔ اور لوگ شہر کے دروازے کی طرف دوڑے اور وہ تمام جو نہ بھاگ سکے فاتحین کی تلوار کا

لقمہ ہو گئے۔ مسلمانوں کا ذبح کرنا کم ہونے والی تندی کے ساتھ جاری رہا۔ تمام عام مقامات (راستہ وغیرہ) لاشوں سے پُر ہو گئے۔ اور کوچوں میں خون کی ندیاں بہ گئیں۔ ایک رات میں انطاکیہ کے چھ ہزار سے زیادہ باشندے مارے گئے۔ جو لوگ قرب و جوار کی کھیتیوں اور میدانوں کی طرف بھاگ گئے تھے ان کا تعاقب کیا گیا اور شہر میں واپس لائے گئے۔ جہاں ان کو موت یا غلامی ملی۔ اس شورش اور ابتری کے شروع میں باغستان نے اس دغا بازی کا حال معلوم کر لیا۔ اور کربوغا کی فوج سے جا ملنے کے واسطے بھاگا۔ ایک دروازہ سے نکل کر بغیر نگہبان اور ہمراہی کے وہ پہاڑوں اور جنگلوں میں سے ہو کر نکل گیا۔ یہاں تک کہ اس کو چند آرمنی لکڑہارے مل گئے۔ انہوں نے اس کو پہچان لیا۔ کہ وہ انطاکیہ کا بادشاہ ہے اور اس کے چہرہ پر غم اور ملال کے نشان دیکھ کر وہ تاڑ گئے۔ کہ شہر فتح ہو گیا ہے۔ ان میں سے ایک نے اس کے قریب ہو کر اس سے اس کی تلوار چھین لی اور اس کے جسم میں گھونپ دی اس کا سر انطاکیہ کے نئے مالک کے پاس لے گئے اور فیروز نے بغیر جھجک کے اس شخص کے خط و خال کو دیکھا۔ جو ایک دن پہلے اس کی موت کا حکم صادر کر سکتا تھا اپنی دغا بازی کے انعام میں بہت سی دولت حاصل کر کے یہ مرتد پھر عیسائی ہو گیا۔ جو مذہب اس نے پہلے ترک کیا تھا۔ اور کروسیڈروں کے ساتھ یوروشلیم کو گیا۔ دو برس بعد اس وجہ سے کہ اس کی ہوس اور طمع پورا نہیں ہوا تھا وہ پھر مسلمان ہو گیا۔ اور مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں کی لعنت حاصل کر کے مراجن کے معاملات کو اس نے باری باری سے اختیار کیا تھا اور دغا بازی کی تھی جب عیسائی خونریزی سے تھک گئے تو انہوں نے قلعہ پر حملہ کرنے کی تیاری کی۔ مگر چونکہ وہ ایسے پہاڑ پر واقع ہے کہ کسی طرف سے اس پر چڑھا نہیں جا سکتا۔ اس واسطے ان کی تمام کوششیں بے سود تھیں۔ انہوں نے اس بات پر صبر کر لیا کہ سپاہیوں اور جنگ کی کلوں سے اس کو گھیرے رہیں یا محصورین بند رہیں اور پھر اپنے آپ کو شہر میں پھیلا دیا۔ اور ہر ایک قسم کی بدمستی میں جو اس فتح (؟) سے پیدا ہوئی مشغول ہو گئے۔ انطاکیہ کی لوٹ مار سے بیشمار دولت ان کے ہاتھ آئی تھی اور اگرچہ ان کو سامان رسد کا تھوڑا ہی ذخیرہ ملا تھا۔ انہوں نے اپنے آپ کو بے اعتدالی اور عیاشی کی بے حد فضولی کے سپرد کر دیا۔ یہ اتفاقات آغاز جون ۱۰۹۸ء میں ہوئے۔ اور انطاکیہ کا محاصرہ سال ماسبق کے ماہ اکتوبر میں شروع کیا گیا تھا۔ اس فتح کے بعد عیسائیوں کے تین دن خوشی اور جشن میں گذرے اور چوتھا دن خوف اور ماتم کا تھا۔" (تاریخ مجاہد صفحہ ۱۵۷) ٭

یہ خوف اور ماتم عیسائیوں کو اپنے جشن کے درمیان اس خبر سے کرنا پڑا کہ مسلمانوں کی ایک فوج انطاکیہ کے قریب پہنچ گئی تھی۔ یہ فوج سلجوقی سلطان اور دوسرے مسلمانوں نے انطاکیہ کی مدد کے واسطے بھیجی تھی کربوغا صاحب موصل اس کا سردار تھا اور یہ غافل شخص ایسی سستی اور بے پروائی سے چلا کہ اس کی تین روز کی دیر کے واسطے انطاکیہ دغا بازی کی نذر ہو گیا اور بے گناہ مسلمان بچوں اور عورتوں کے خون کے دریا بہ گئے۔

اگروہ جلدی کرتا تو ہفتوں پہلے پہنچ جاتا۔ اور اس مشرقی سرزمین میں اس مغربی فوج کے عیسایوں میں ایک متنفس باقی نہ رہتا لیکن اس دیر نے درحقیقت انطاکیہ کی قسمت کا فیصلہ کر دیا تھا۔ عیسایوں کو ایسی محفوظ جائے پناہ مل گئی تھی کہ غالب حالات میں کوئی طاقت ان سے انطاکیہ مشکل سے چھڑا سکتی تھی۔ اب عیسایوں کو اسی شہر پناہ میں محصور ہونا پڑا جس کے وہ چار روز پہلے محاصر تھے۔ قلعہ کے اندر کے محصور مسلمانوں کے دل بڑھ گئے اور باہر سے بھی مسلمانوں کا محاصرہ تھا۔ عیسایوں کو رسد پہنچنے کے وسائل قطع کر دیئے گئے اور بہت جلد ان میں قحط نمودار ہوگیا۔ ان کی مصیبت اور تکلیف کا حال پھر ایک دردناک داستان کا بیان ہے جس کو ہم مجاہد ہی کے لفظوں میں بیان کرتے ہیں ٭

"اپنے اکثر گھوڑوں کو مار کر کھا جانے کے بعد وہ (عیسائی) ناپاک جانوروں (کتوں وغیرہ) کو کھا جانے پر مجبور ہوئے سپاہی اور غریب لوگ جو فوج کے ہمراہ تھے جڑوں اور پتوں پر گذارہ کرتے تھے۔ بعضوں نے یہاں تک کیا کہ اپنے جوتوں اور ڈھالوں کا چمڑا بھی کھا گئے۔ درانحالیکہ زیادہ بدبخت لوگوں نے مسلمانوں کی لاشوں پر گذارہ کیا اور اپنی ذلیل زندگیوں کے قائم رکھنے کے واسطے موت کے ساتھ اس کے تکارکا تنازعہ کیا (یعنی مردوں کو بھی کھا گئے) اس خطرناک مصیبت میں نا امید مائیں اپنے بچوں کی پرورش سے عاجز ہوگئیں اور قحط اور مایوسی سے مرگئیں۔ شاہزادے اور نایٹ (سوار) جن کا تکبر اور غرور بہت بڑھا ہوا اور مشہور تھا بھیک مانگنے کی نوبت کو پہنچ گئے فلینڈرس کا کونٹ (نواب) انطاکیہ کی گلیوں اور گھروں میں ٹکڑے مانگتا ہوا پھرتا تھا اور اکثر کچھ نہیں ملتا تھا۔ ایک سے زیادہ سرداروں نے اپنے ہتھیار اور اپنے عمدے ایک دن کی خوراک کے واسطے بیچ ڈالے"۔ اس کے بعد مجاہد بیان کرتا ہے کہ کس طرح عیسایوں نے بھاگنا شروع کیا۔ کچھ تو خشکی اور سمندر میں گر گر کر مر گئے اور کچھ کہیں سے بھاگ نکلے۔ درحقیقت وہ سب کے سب بھاگ جانے سے بہت خوش تھے مگر بھاگنے کا بھی راستہ نہ تھا۔ اور اندر باہر سب طرف موت کا سامنا تھا۔ اس سخت مصیبت سے جب عیسائیوں نے موت کے سوائے کوئی مفر نہ دیکھا تو ہوشیار اور چالاک پادریوں اور سرداروں کو اپنی خاص حکمت عملیوں سے کام لینے کی سوجھی۔ اپنے اس فن کا کرشمہ کھانے کی تیاری کر کے پیٹر بار تھلمی ایک پادری نے دو آدمیوں کی تائید سے عیسائیوں کے سامنے بیان کیا کہ ان کو سنٹ انڈریو (ایک بڑا ولی عیسایوں کا) ملا ہے۔ اور اس کے مقدس حواری نے خواب میں اس کو کہا ہے کہ "انطاکیہ میں میرے بھائی پیٹر (ایک دوسرا عیسائی ولی) کے گرجا کو جاؤ خاص مذبح کے قریب زمین کے کھودنے سے تم کو برچھی کا ایک آہنی پھل ملے گا جو تمہارے نجات دہندہ (حضرت مسیح) کے پہلو میں مارا گیا تھا۔ تین دن کے اندر یہ دائمی نجات کا آلہ اس کے شاگردوں پر ظاہر ہوگا۔ مخفی لوہا اگر فوج کا نشان بنا کر آگے آگے لیجایا جاوے گا

تو اس سے عیسایوں کو نجات ملے گی اور کافروں کے دلوں کو جیسے گا ڈالیے گا"۔ اس خبر کے متعلق بہت گفت و شنود ہوکر آخر بڑی امیدوں سے اس جگہ کو کھودا گیا اور کھودنے والے کو تیسرے دن سے پہلے نہ اس کے بعد وہ لوہا وہاں سے ملا۔ اس معجزہ اور کرامت نے وہ جوش عیسائیوں میں پیدا کر دیا جو بیان نہیں ہو سکتا۔ اور وہ شہر سے باہر نکل کر مسلمانوں سے لڑنے کو آمادہ ہو گئے۔ تعداد میں عیسایوں کی فوج کچھ کم نہ تھی صرف ہمت ہار بیٹھی تھی جو اس معجزہ نے ہر ایک ممکن درجہ تک بڑھا دی معین وقت پر جب وہ دروازے کو کھول کر لڑائی کے واسطے نکلے تو مجاذ کے لفظوں میں "مسلمانوں کے جنرل نے جسکو لڑائی کی کوئی امید نہ تھی اول یہ خیال کیا کہ وہ اس کے رحم کی التجا کرنے کے واسطے آئے ہیں لیکن ایک سیاہ جھنڈی سے جو قلعہ پر سے اڑائی گئی اس کو معلوم ہوا کہ وہ ملتجی ہونے کے واسطے نہیں آرہے ہیں۔ اسکی فوج کے دو ہزار آدمی جو انطاکیہ کی پل کے راستہ محافظ تھے کو نٹ دی درمنڈس نے کاٹ ڈالے۔ یہ فراری لوگ اپنے جنرل کے خیمہ میں خطرہ کی خبر لے گئے جو وہاں بیٹھا ہوا شطرنج کھیل رہا تھا۔ اپنی جھوٹی آسائش اور اطمینان سے بیدار ہو کر موصل کے سلطان نے اس فراری شخص کا سر کاٹنے کا حکم دیا جس نے اس کو آ کر کہا تھا کہ عیسائی بہت جلد اپنے آپ کو اس کے حوالہ کر دینگے اور متانت کے ساتھ ایک ایسے دشمن سے لڑنے کی تیاری کرنے لگا جن کی مددگار مذہبی جنون اور جوش یاسی تھی" +

مجاذ بڑی تفصیل کے ساتھ عیسائی لشکر کی ترتیب اور مسلمانوں کی پھرتی کے ساتھ جنگ کی تیاری اور فوج کی تقسیم کی کیفیت اور لڑائی کا حال بیان کرتا ہے مسلمانوں کی فوج میں ارض روم کا سلطان قلیج ارسلان بھی موجود تھا اور عیسایوں کے برخلاف لڑ رہا تھا جنگ کے اختتام کی کیفیت مورخ مذکور اس طرح بیان کرتا ہے:

"نیسا کا سلطان جس کو کوئی انقلاب مغلوب نہیں کر سکتا تھا عیسایوں کے حملہ اور سخت ہتے کے مقابلہ میں اپنے پاؤں مضبوطی سے جما کر کھڑا رہا۔ لڑائی کی گرم بازاری میں اس نے جلتی ہوئی سن کو نیچی جھاڑیوں اور سوکھی گھاس میں پھینکنے کا حکم دیا جس سے وہ میدان بھرا ہوا تھا۔ دفعتاً ایک شعلہ اٹھ کھڑا ہوا جس نے عیسایوں کو دھوئیں اور شعلوں سے گھیر لیا۔ ایک لمحہ کے واسطے ان کی صفیں ٹوٹ گئیں وہ اپنے سرداروں کو نہ دیکھ سکتے تھے نہ ان کی آوازیں سن سکتے تھے۔ نیسا کا سلطان اپنی اس حرکت کا فائدہ اٹھانے کے قریب تھا اور فتح عیسایوں کے ہاتھ سے نکلی جا رہی تھی" +

لیکن عیسائی اس قسم کی ضرورت کے واسطے پہلے سے تیار تھے حضرت مسیح کو مارنے والی نایاب برچھی کے معجزہ پر ان کو کافی اعتماد تھا اور اس کے سوائے بھی انتظام کر رکھا تھا۔ ٹھیک اس وقت ایک دستہ فوج پہاڑ کی چوٹی پر سے اترتا ہوا نظر آیا جس کے آگے تین سوار سفید لباس اور چمکتی ہوئی زرہیں پہنے ہوئے تھے

بشپ دپادری) اڈہمراس نت اپنی فوج کے درمیان بڑے زور سے چلایا اور کہا کہ "دیکھو آسمانی مدد آرہی ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ آسمان عیسایوں کے حق میں فیصلہ کرتا ہے۔ وہ پاک شہید جارج۔ ڈیمٹریس اور تھیوڈور (عیسایوں کے تین شہید ولیوں کے نام ہیں) تمہارے واسطے لڑنے کو آرہے ہیں۔ دفعتاً تمام آنکھیں آسمانی ملک کی طرف پھر گئیں اور بقول مچاڈ کے ایک نئے جوش نے عیسایوں کے دلوں کو مشتعل کردیا ان کو یہاں تک یقین ہو گیا کہ خود خدا ان کی مدد کو آگیا ہے۔ اور ان کا نعرۂ جنگ کہ "یہ خدا کی مرضی ہے" پھر اسی تازہ جوش کے ساتھ بلند ہوا۔ جیسا کہ آغاز لڑائی میں تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ عیسایوں کا یہ جادو چل گیا ان کے افسروں نے فوج کو دوبارہ سنبھالکر اور جمع کرکے ایک ایسا سخت حملہ کیا کہ مسلمانوں کو شکست ہوگئی اور وہ بھاگ نکلے۔ بیشمار مال غنیمت عیسائیوں کے ہاتھ آیا۔ اور ہر ایک کروسیڈر کو اتنا مال ملا کہ یورپ کو چھوڑنے کے وقت کی نسبت وہ زیادہ دولتمند ہو گیا۔ مسلمانوں کی اس شکست کے ظاہری اسباب کے علاوہ جو مسلمانوں کی بے پروائی اور غفلت اور عیسایوں کا سخت جوش تھا۔ عیسائی مورخ کچھ اور اسباب بیان کرتا ہے جس کا نقل کرنا مسلمانوں کی تاریخ کا ایک ضروری امر ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "لڑائی کے بعد مسلمانوں کے کیمپ کے ملاحظے نے صاف طور پر ثابت کردیا کہ سچی دلیری کے مقابلہ میں انہوں نے ظاہری شان و شوکت کا بہت اظہار کیا تھا۔ سلطان ملکشاہ کے ہمراہی تمام پرانے تجربہ کار۔ جنگ آزمودہ اور جنگ جو لوگ خانگی لڑائیوں میں جنہوں نے اتنے کثیر سالوں تک سلجوقیوں کی سلطنت کو برباد کیا تھا مرچکے تھے۔ جو فوج انطاکیہ کی مدد کے واسطے آئی وہ خامکار فوجوں سے مرکب تھی جو جلدی میں بھرتی کی گئی تھیں اور اس کے جھنڈے کے نیچے متعدد اور مختلف رقیب قومیں تھیں جو ہمیشہ ایک دوسرے سے لڑ بیٹھنے اور جنگ کرنے کے واسطے آمادہ تھیں۔ یہ ایک مورخ کا فرض ہے کہ اس امر کو تسلیم کرلے کہ اٹھائیس مختلف امیر جو کربوغا کے ہمراہ تھے ایک دوسرے کے مخالف تھے اور اپنے سردار کے حکم اور اختیار کو بھی نہیں تسلیم کرتے تھے۔ اس مقام پر عیسائی مورخ جمال الدین کے قول کی طرف اشارہ کرتا ہے جس نے جنگ انطاکیہ کے حالات تمام مشرقی مورخوں سے زیادہ تفصیل سے لکھے ہیں اس کا بیان یہ ہے کہ "ترکوں اور عربوں کے درمیان سخت ہنگامہ اور فساد ہو گیا تھا اور یہ کہ عرب اس لڑائی سے پہلے فوج سے الگ ہو کر واپس چلے گئے تھے اور یہ کہ لڑائی کے اثنا میں ترک اپنے ہمراہیوں سے لڑنے لگ گئے تھے۔" عیسایوں کی فوج کی نسبت مچاڈ دہیں لکھتا ہے کہ "برخلاف اس کے (مسلمانوں کے حال کے) عیسایوں میں اس روز انتہادرجہ کا اتفاق تھا۔ ان کی فوج کی مختلف جماعتیں ایک ہی مرکز پر لڑ رہی تھیں اور ایک دوسری کو امداد اور سہارا دیتی تھیں درانحالیکہ کربوغا نے اپنی فوج کو تقسیم کردیا تھا۔ اس لڑائی اور خصوصاً ان حالات میں جو اس سے پہلے کے ہیں سلطان موصل نے تُہزسے زیادہ غرور

ظاہر کیا۔ اپنے کوچوں کی سُستی سے اس نے باغستان کو مدد دینے یا عیسائیوں کو منتشر کرنے کا موقع کھو دیا بعد ازاں وہ حد سے زیادہ اپنی فتح کا معتقد رہا اور اس بات کا خواب میں بھی خیال نہیں کیا کہ مایوسی اور مذہبی جوش سے کیا کچھ ہو گذرتا ہے۔ ان دو قوی اصولوں نے فرنگیوں کی قدرتی بہادری کو بہت بڑھا دیا جس مہیب مصیبت میں وہ گرفتار ہو گئے تھے اس نے ان کو صرف ناقابل فتح بنا دیا اور اسی میں ہم ایک دن کا معجزہ پاتے ہیں"۔

انطاکیہ کی یہ لڑائی دوشنبہ کے روز ۲۸۔ جون ۱۰۹۸ء کو ہوئی اور اس فتح نے مغربی عیسائیوں کے قدم مشرق میں جما دئے۔ مسلمانوں کو جو اپنی طوائف الملوکی کے ضعف میں شکست ہوئی تھی اس نے ان کی ہمت کو بہت عرصے کے واسطے توڑ دیا اور عیسائیوں کے راستہ میں کوئی ہارج یا حائل نہ رہا انطاکیہ کے قبضہ سے ان کو ایک بڑی مضبوط پناہ حاصل ہو گئی اور یہ ان کی غلطی یا سُستی تھی کہ وہ اسی وقت یوروشلیم کی طرف نہ بڑھ گئے۔ مگر اصل وجہ یہ تھی کہ ہر ایک ان میں سے اپنے واسطے کچھ شہر اور مقامات فتح کرنا چاہتا تھا۔ اس وقت انہوں نے گرمی کے بہانہ سے نومبر تک یوروشلیم کی طرف کوچ کرنا ملتوی کر دیا۔ اور اڈیسیہ اور انطاکیہ کے درمیانی مقامات اور اس نواح کے شہر فتح کرنے کی طرف متوجہ ہوئے بعض مقامات سے بہت زکیں اور نقصانات اُٹھائے اور جہاں کہیں کامیاب ہو گئے وہاں سخت بیرحمیاں اور تعدیاں کیں کونٹ ریمنڈ نے البارا کو فتح کر کے تمام مسلمان مرد اور عورتوں۔ جوان۔ بچوں اور بوڑھوں کو قتل کر ڈالا (تاریخ آرچر صفحہ ۱۷۰) ریمنڈ معرہ کے فتح کرنے میں ابتدا میں ناکام رہا۔ نقصان اُٹھایا۔ مگر آخر کار جب دوسرے سرداروں کی مدد سے فتح کر لیا تو بلا امتیاز مسلمانوں کو قتل کر ڈالا" یہاں تک کہ کوئی مقام اور گوشہ نہ تھا جہاں مسلمانوں کی لاش نہ تھی اور کوئی شخص شہر میں لاشوں پر سے گذرے بغیر سوار نہیں جا سکتا تھا"۔ (آرچر صفحہ ۱۸۰) جون ۱۰۹۹ء (مطابق ۴۹۱ ہجری) تک عیسائی سردار بعض اور مقامات کا محاصرہ کرنے اور اپنی ان فتوحات پر باہم جھگڑنے میں مصروف رہے۔ لیکن ان کا رُخ ساحل سمندر کے قریب قریب جنوب ہی کو تھا طرطوسہ کو مسلمان خالی کر گئے۔ اور عیسائی مورخ کہتا ہے کہ یہی شہر عیسائیوں نے اپنی بہادری سے فتح کیا لیکن مسلمان ارکاہ میں محصور ہو کر عیسائیوں سے مقابلہ کے واسطے تیار ہو گئے۔ اس شہر کے محاصرہ میں عیسائیوں کو قحط اور تنگی سے ویسے ہی مصائب پیش آئے۔ جیسے کہ انطاکیہ کے محاصرہ میں آئے تھے۔ جڑوں اور پتوں پر آپس میں لڑے اور جانوروں کو مار کر کھا گئے۔ اس مقام پر معجزات کا اس قدر زور ہوا کہ پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ ہزارہا معجزات دکھائے گئے عیسائیوں کے تمام اولیا اور شہید باری باری سے امداد کے واسطے آئے یہاں تک کہ آخر خود حضرت عیسےٰ بھی تشریف لائے مگر شہر فتح نہ ہوا اور پھیار عیسائی قحط۔ بیماری مصیبت اور مسلمانوں کے ہاتھ

سے مارے گئے۔ آخر کار عام عیسائیوں کو معجزات کے صداقت کی نسبت شبہ پیدا ہوگیا۔ اور انطاکیہ میں جو معجزہ حضرت مسیح کو مارنے والی برچھی کا دکھایا گیا تھا وہ بھی مشکوک ہوگیا اور لوگوں نے علی الاعلان کہدیا کہ یہ سب فریب تھا پادری بارتھلمی جو اس معجزہ کا مدعی اور مخبر تھا معجزہ کی صداقت ثابت کرنے کے واسطے تیار ہوا اور آزمائش کا ذریعہ اس کا جلتی آگ میں سے گذرنا قرار پایا۔ اگر بچ رہا تو معجزہ صحیح مانا جائیگا اگر مر گیا تو معجزہ غلط۔ پادری بیچارہ جلتی آگ میں سے تمام فوج کے سامنے گذرا اور اس وقت تک تو نہیں مرا اور نیم مردہ حالت میں آگ سے نکلا مگر چند روز کے بعد اسی آگ کے اثر سے مرگیا۔ غرض عیسائی فوج کی کوئی کوشش ارکاہ کو فتح کرنے میں کامیاب نہ ہوئی اور آخر کار ماہ مئی میں ان کو محاصرہ چھوڑ کر فلسطین کو روانہ ہوجانا پڑا +

اس مقام پر خلیفہ مصر کے سفیر جو عیسائی سفیروں کو ساتھ لیکر خلیفہ کے پاس گئے تھے واپس آئے خلیفہ اس تمام زمانہ میں مغربی عیسایوں اور الکسی اس رومی شاہنشاہ اور ترکوں تینوں سے خط و کتابت کر رہا تھا اور اس کا مدعا غالب فریق سے فائدہ اُٹھالینے سے تھا۔ یوروشلیم پر مصری خلافت کا مکرر قبضہ ہوئے بہت زمانہ نہیں گذرا تھا اور اس کو اندیشہ تھا کہ اس نئی فتح کو کھو بیٹھے انطاکیہ کی بابت جب اس نے عیسایوں کی ابتر حالت اور ترکوں کے غلبہ کی کیفیت سنی تھی تو ترکوں کی بدگمانی سے بچنے کے واسطے اس نے عیسائی سفیروں کو جو اس کے پاس بھیجے گئے تھے قید کردیا تھا۔ مگر جب ان کی کامیابی کی خبریں پہنچیں تو اس کو اپنے فعل کی تلافی کرنی پڑی عیسائی سفیروں کو اپنے ایلچیوں کے ہمراہ عیسایوں کے پاس واپس بھیج دیا اور اُن کے سرداروں کی طرف بہت قیمتی تحائف روانہ کئے۔ عیسایوں کو اپنے ایلچیوں سے ان کے قید کئے جانے کے حالات سُن کر بہت رنج اور غصہ پیدا ہوا مصری سفیروں نے ان کے غصہ کو دور کرنے کے واسطے بہت کچھ کوششیں کیں اور وہ بیش بہا تحائف نکال کر سرداروں کے سامنے پیش کئے۔ گاڈفری ڈی بوئلین کے واسطے سب سے زیادہ قیمتی تحائف تھے۔ چالیس ہزار دینار تیس خلعت پارچات اور کئی ایک سونے چاندی کے ظروف تھے۔ ایک عربی گھوڑا تھا جس کا ساز و سامان سونے اور چاندی سے آراستہ اور پیراستہ تھا۔ اسی طرح ہر ایک سردار کے واسطے اس کے رتبہ اور فوجی شہرت کے موافق تحائف تھے۔ جب یہ تحائف تقسیم کرچکے تو سفیروں نے خلیفہ کی طرف سے گفت و گو کرنے اور اس کا پیغام پہنچانے کی اجازت چاہی۔ مگر اُس میں کوئی نئی بات نہ تھی۔ وہی عیسایوں کے حقوق کی حفاظت اور عیسایوں کو یوروشلیم میں غیر مسلح جانے دینے کی اجازت کا اقرار تھا۔ جس کو عیسایوں نے نہایت حقارت سے رد کیا۔ اور سفیروں کو مصر پر حملہ کرنے کی دھمکی دی اور یوروشلیم کی طرف جلدی کوچ کرنے کا عزم مصمم کرلیا +

عیسایوں نے اپنی تمام منتشر فوج کو جمع کرکے سمندر کے کنارے کنارے سفر کرنا شروع کیا تاکہ پیسا اور جنوا کے جہاز اگر سامان رسد لے کر آویں تو ان کو مل سکیں۔ وہ سیڈان اور ٹائر (صور) کے علاقہ میں سے گذرتے

ہوئے قیصاریہ کے بندرگاہ کے پاس سے ہوتے ہوئے یافہ کو اپنے دائیں ہاتھ پر چھوڑ کر رملہ میں جا پہنچے رملہ سے یوروشلیم سولہ میل سے زیادہ نہ تھا۔ رملہ میں پہنچ کر انہوں نے ایک کونسل کی جس میں بعض کی رائے قاہرہ اور مصر کی طرف جانے کی تھی اور بعض کی یوروشلیم کی طرف۔ یوروشلیم کی طرف رائے دینے والے آخر غالب ہو گئے اور وہاں سے تمام لوگوں نے پیادہ اور ننگے پاؤں یوروشلیم کی طرف سفر کرنا شروع کیا۔ اس راستہ میں جب کہ عیسائیوں کی تمام فوج جمع ہو چکی تھی تو ان کو معلوم ہوا کہ ان کی کل تعداد پچاس ہزار باقی رہ گئی ہے۔ دو لاکھ سے زیادہ آدمی دشمن کے ہاتھ سے یا قحط اور بیماریوں سے ضائع ہو چکے تھے۔ اور بعض نے ایڈیسیا عرفہ اور انطاکیہ وغیرہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

۶۔ جون ۱۰۹۹ء (مطابق ۴۹۱ ہجری) کو عیسائی فوج یوروشلیم کے سامنے جا پہنچی۔ یوروشلیم اور اس کے گردونواح کے تاریخی مقامات کو دیکھنے سے جن کو وہ انجیل میں پڑھا کرتے تھے جو اثر عیسائیوں کے دل پر ہوا وہ بیان سے باہر ہے۔ عیسائی فوج کے پہنچنے سے پہلے افتخار الدولہ نے جو فاطمیوں کی طرف سے حاکم تھا تمام نواح کو ویران کر دیا تھا اور پانی میں زہر ملا دیا تھا۔ لیکن راستہ میں ان کی کوئی مزاحمت نہیں کی گئی اور انہوں نے پہنچ کر یوروشلیم کا محاصرہ کر لیا۔ حصار شہر سے کچھ عیسائی بھاگ کر باہر چلے آئے اور انہوں نے صرف ہر ایک قسم کی مفید اطلاع ہی عیسائیوں کو نہ دی بلکہ اپنی تکالیف و مصائب کی جھوٹی سچی حکایتوں سے عیسائی فوج کے جوش کو انتہا درجہ تک بڑھا دیا۔ عیسائی مورخ کہتا ہے کہ کبھی کوئی فوج اتنے جوش کے ساتھ نہ بڑھی تھی جتنے جوش سے کہ عیسائی فوج یوروشلیم پر حملہ آور ہوئی۔ پہلے سخت حملہ میں کچھ شک نہیں کہ عیسائیوں نے ایک بے نظیر جوش سے کام لیا۔ باہر کی دیوار توڑ ڈالی مگر اندرونی دیوار نے ان کو روک دیا۔ زینہ لگا کر اس پر چڑھ گئے اور مسلمانوں سے دست بدست لڑے مگر مسلمانوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اور عیسائیوں کو نقصان اُٹھا کر پسپا ہونا پڑا۔ بقول عیسائی مورخ آسمان نے وہ معجزات نہ دکھائے جن کا وعدہ لیا گیا تھا۔ اور "وہ اپنی نادانی اور غلط اعتقاد پر روتے ہوئے اپنے لشکر کو واپس آ گئے"۔ اس شکست نے عیسائیوں کو سکھلایا کہ عجائبات اور معجزات پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے۔ اور لڑائی کے واسطے کلیں بنائی جائیں مگر لکڑی کہیں قریب تھی اور کلوں کے بنانے میں دقت تھی۔ کہیں دور سے ان کو لکڑی ملی اور اس کے سوائے مکانات اور قریب و جوار کے گرجوں کو گرا کر ان کی لکڑیاں نکال لیں اور کلوں کی تیاری میں بہت سرگرمی سے مصروف ہو گئے۔ محاصرہ کا کام جاری رہا۔ لیکن جتنی جلدی شہر کے فتح ہونے کی امیدیں تھیں وہ پوری نہ ہوئیں اور عیسائی فوج پر پانی کے قحط اور گرمی کا وبال آ گیا۔ عیسائی مورخ اس مقام پر پھر ان کی تکالیف کی دردناک تصویریں کھینچتا ہے زمین کو کھود کھود کر ٹھنڈی مٹی یا ریت پر ننگے پیٹ کے بل مرد اور عورتیں پڑ پڑ کر پیاس

اور گرمی کو بجھانے کی کوشش کرتے تھے۔ لوگوں میں پھر وہی بزدلی اور مایوسی پیدا ہوگئی اور بہت عذاب اُٹھائے۔ یافہ کے بندر پران کی امداد کے لئے سامان رسد اور آلات جنگ سے بھرے ہوئے جہاز وغیرہ آنے کی خبر آئی۔ مگر اس خبر نے کہ مسلمانوں نے اس کو جلادیا ہے پھر وہی مایوسی پھیلادی۔ اس موقع پر عیسائی مورخ تسلیم کرتا ہے کہ مسلمان اگر باہر نکل کر عیسایوں سے جنگ کرتے تو ان کو بھگادیتے۔ مگر مسلمانوں کو عیسایوں کے حال کی زیادہ خبر نہ تھی اور عیسائیوں کو مسلمانوں کا ہر وقت کا حال شہر کے عیسایوں کے ذریعہ سے معلوم ہوتا رہتا تھا۔ اور اس سے عیسایوں کو بہت ہی امداد حاصل ہوئی۔ عیسایوں کی مایوسی اور تکلیف نے ان کی ہمت اور جوشوں کو پھر بڑھادیا اور بڑی تیزی اور عجلت سے اُنہوں نے محاصرہ کے واسطے کلوں کی ایک کثیر تعداد تیار کرڈالی۔ ان میں سے تین چار تو نئی قسم کی اور میناروں کی شکل کی نہایت بلند کلیں تھیں جو نقل و حرکت کرسکتی تھیں۔ وہ شہر پناہ اور شہر کے میناروں سے بلند تھیں۔ اس کے تین مختلف درجے تھے جس میں کاریگر اور سپاہی اور سردار سب بیٹھ کر کام کرسکتے تھے۔ اور دیوار کے نزدیک پہنچا کر کل اور دیوار پر پل بنالینے کا سامان اس میں موجود تھا جس سے شہر اور کل کے درمیان راستہ کھلجاوے +

کلوں کی تیاری اور تکالیف کی موجودگی نے عیسایوں میں ایک تازہ جوش پیدا کردیا۔ اور مسلمانوں کی اس حرکت سے کہ وہ حضرت مسیح کی صلیب کو (جس کو اصلی صلیب مانا جاتا تھا) ان کے سامنے دے دے مارتے تھے اور پکار کر کہتے تھے کہ "فرنگیو یہ مبارک صلیب ہے" عیسائی دیوانہ ہوگئے اور ایک مجنونانہ جوش کے ساتھ حملے کرنے لگے۔ مسلمانوں نے بھی ان کلوں کو دیکھ کر شہر پناہ کے میناروں کو بلند کرلیا تھا۔ لیکن یورشلیم کے دیسی عیسائی مسلمانوں کے تمام کاموں اور حرکات سے عیسایوں کو مطلع رکھتے تھے۔ (آرچر صفحہ ۱۸۹) عیسایوں نے ۱۳۔ جولائی کو ایک بڑا سخت حملہ شہر پر کیا مگر مسلمان ایسی بہادری سے لڑے کہ عیسایوں کو کثیر نقصان اُٹھا کر واپس آنا پڑا۔ لیکن شب کو عیسایوں نے اپنے محاصرہ کی شکل تبدیل کردی اور کلیں بھی ایک طرف سے دوسری طرف لگادیں۔ مسلمانوں کو صبح یہ حال دیکھ کر بہت سراسیمگی ہوئی۔ کہ جہاں کہیں انہوں نے اپنے زور اور حفاظت کا انتظام کر رکھا تھا وہ تبدیل کرنا دشوار معلوم ہوا۔ عیسایوں نے بیدار ہوتے ہی بڑی سرگرمی سے حملہ شروع کردیا۔ کلوں سے پتھر مارنے اور تیر اور برچھی سے کام لینے میں نہایت جوش ظاہر کیا گیا۔ اور ایک حملہ سب طرف سے ایسی سختی سے کیا بقول عیسائی مورخ کے اُس کا نظیر نہیں ہوسکتا۔ لیکن مسلمانوں نے بھی بڑی عجلت سے اپنے آپ کو ہر ایک ضرورت کی جگہ پر پہنچادیا۔ اور عیسایوں کو ہر طرف سے زک ملی۔ "تیر، برچھیاں جلتا ہوا تیل۔ آگ اور چودہ کلیں جو مسلمانوں نے اسی اثنا میں عیسایوں کے جواب میں بنالی تھیں بڑی سُرعت سے اپنا کام کر رہی تھیں۔ مسلمانوں نے ٹوٹی ہوئی دیوار کے سوراخ سے نکل کر عیسایوں کی کلوں کو

جلا دینے کی کوشش کی اور عیسایوں کو تتر بتر کر دیا شام کے قریب گاڈفری اور ٹنکرڈ کی کلیں ناقابل حرکت ہوگئیں اور ریمنڈ کی کل ٹوٹ کر پرزہ پرزہ ہوگئی۔ بارہ گھنٹہ کی شدید لڑائی نے کوئی فیصلہ نہ کیا اور عیسائی غم اور غصہ سے کانپتے ہوئے رات کو واپس گئے (مچاڈ صفحہ ۲۱۸) رات دونوں لشکروں میں بیقراری سے گذری مسلمانوں کو رات کے حملہ کا خوف تھا اور عیسایوں کو یہ اندیشہ تھا کہ مسلمان ان کی کلیں جلا دیں لیکن مسلمانوں کو شہر پناہ کی مرمت کرنے ہی سے فرصت نہ ہوئی اور صبح ہوگئی عیسائی بھی شب بھر اپنی کلوں کی حفاظت اور درستی اور دوسرے انتظاموں میں مصروف رہے اور صبح کو دونوں فوجیں لڑنے کے واسطے ویسی ہی آمادہ تھیں ؛

عیسایوں کا پہلا حملہ نہایت سخت اور شدید تھا مگر مسلمان اس کی مدافعت میں بھی ویسے ہی سرگرم اور دلیر تھے۔ دوپہر تک لڑائی دونوں طرف سے مساوی زور اور جوش کے ساتھ جاری رہی اور اس کے بعد جو کیفیت گذری اور جو نتیجہ لڑائی کا ہوا اس کو ہم مچاڈ کے لفظوں میں بیان کرتے ہیں ؛

"لڑائی اب آدھے دن تک جاری رہ چکی تھی اور عیسایوں کو کوئی امید شہر کو فتح کرنے کی نہیں ہوئی تھی۔ ان کی تمام کلیں آگ سے جل رہی تھیں۔ دران کو پانی کی ضرورت تھی بلکہ اس سے زیادہ سرکہ کی ضرورت تھی کیونکہ صرف اُس سے اس قسم کی آگ بجھ سکتی تھی جس کو محصورین استعمال کر رہے تھے۔ سب سے بہادر لوگوں نے اپنے برجوں اور کلوں کو بربادی سے بچانے کے واسطے اپنے آپ کو بیفائدہ سخت خطروں میں ڈالا۔ وہ بربادی کے نیچے دب کر مر گئے اور آگ نے ان کی ڈھالوں اور لباس کو بھی جلا دیا سخت بیدھڑک بہادروں میں سے اکثر شہر پناہ کے نیچے مارے گئے تھے۔ اور جو برجوں پر تھے ان کی ایک بڑی تعداد ناقابل کار ہوگئی تھی اور باقیماندہ پسینہ اور خاک سے ڈھپے ہوئے اور گرمی اور اپنے ہتھیاروں کے وزن سے ٹوٹ کر ہمت ہار بیٹھے۔ جن مسلمانوں نے جب اس حال کو دیکھا انہوں نے خوشی کے نعرے بلند کئے۔ اور کفر کی باتوں میں وہ عیسایوں کو ایسے خدا کی پرستش کرنے کا طعنہ دیتے تھے جو ان کو بچا نہیں سکتا تھا۔ حملہ آور اپنی قسمت پر رو رہے تھے۔ اور اس بات پر یقین کر کے کہ یسوع مسیح نے ان کو چھوڑ دیا ہے لڑائی کے میدان میں بے حس و حرکت کھڑے تھے" ؛

"لیکن لڑائی کی قسمت میں اس کی صورت کا بہت جلد بدلجانا لکھا تھا۔ دفعتًا کروسیڈروں نے دیکھا کہ کوہ آلیو پر ایک سوار نمودار ہوا ہے جو اپنی سپر کو ہلا رہا ہے اور عیسایوں کو شہر میں داخل ہونے کا اشارہ کر رہا ہے۔ گاڈفری اور ریمنڈ نے جنہوں نے اس کو سب سے پہلے اور ایک ہی وقت میں دیکھا۔ باواز بلند پکار کر کہا کہ سنٹ جارج عیسایوں کی امداد کے واسطے آیا ہے۔ لڑائی کے انبوہ نے نہ تو اس وقت سوچنے کا

خیال کیا نہ کسی امتحان کا۔ اور اس آسمانی سوار کی نموداری نے محاصرین میں ایک نئے جوش کی آگ بھڑکا دی اور وہ حملہ کرنے کے واسطے واپس چلے گئے۔ عورتیں نیز بچے اور بیمار آدمی بھیڑ میں شریک ہوگئے۔ پانی۔ خوراک اور ہتھیار لاتے تھے اور متحرک میناروں کو جو دشمن کے خوف کا باعث تھے حرکت دینے کی کوششوں میں سپاہیوں کے ساتھ شریک ہوگئے کہ ان کو شہر پناہ کے قریب پہنچادیں۔ گاڈفری کا مینار باوجود پتھروں اور تیروں کی بوچھاڑ اور آگ کی بارش کے دیوار سے اتنا قریب ہوگیا کہ اس کا پل دیوار پر لگا لیا گیا۔ اسی وقت جلتے ہوئے تیر محصورین کی کلوں اور گھاس پھوس اور اُن کے بوروں پر برسائے گئے جن سے شہر کی آخری دیوار محفوظ تھی۔ ہوا نے آگ کی مدد کی اور شعلوں کو مسلمانوں پر پھیلا دیا جو شعلوں اور دھوئیں کے غبار میں گھرکر کروسیڈروں کے نیزوں اور تلواروں کے سامنے پسپا ہوگئے۔" (مچاڈ صفحہ ۲۲۱ و ۲۲۲) اس کے بعد گاڈفری اور دوسرے سرداروں کے ایک نئے معجزے سے جوش میں آکر شہر میں گھس جانے اور آخر کار شہر کا دروازہ کھول دینے کی کیفیت ہے۔ اور پھر اُس لڑائی کی جو شہر میں دونوں لشکروں میں جاری ہوئی یہاں تک کہ یوروشلیم کو عیسائیوں نے فتح کر لیا +

عیسائیوں کی یوروشلیم کے فتح کے متعلق صرف ایک غمگین اور جگر دوز اور زہرہ شگاف کیفیت عیسائیوں کے اس سلوک کی جو اُنہوں نے مغلوب مسلمانوں اور عورتوں اور بچوں اور بوڑھوں کے ساتھ کیا بیان کرنی باقی ہے۔ کروسیڈ کی پانچ انگریزی تاریخوں میں جو ہمارے سامنے ہیں یہ واقعات ایک ہی طرح بیان کئے گئے ہیں۔ اور ہم صرف مچاڈ کو نقل کرینگے جو لکھتا ہے کہ "اس امر کی امید کی جا سکتی تھی کہ یہ یادگار زمانہ ان کے (عیسائیوں کے) دلوں میں رحم کے خیالات بیدار کر دیتا۔ لیکن مسلمانوں کی دھمکیوں اور طعنوں سے برافروختہ ہوکر اور اپنے محاصرہ کی تکالیف اور مسلمانوں کی طرف سے نیز شہر میں مقابلہ کرنے کی کوشش سے اشتعال میں آکر اُنہوں نے اس یوروشلیم کو جس کو وہ چھڑانے کے واسطے آئے تھے اور جس کو آیندہ اپنا ہی مُلک تصور کرتے تھے خون اور ماتم سے بھر دیا۔ قتل اور خونریزی بہت جلد عام ہوگئی۔ کیونکہ وہ تمام لوگ جو گاڈفری اور ٹنکرڈ کی تلواروں سے بچے وہ پادریوں کے ہاتھ میں پڑ گئے جو ان کے خون کے ویسے ہی پیاسے تھے گلیوں میں اور ان کے گھروں میں مسلمان کا قتل عام کیا گیا اور یوروشلیم میں مغلوبوں کی پناہ کے واسطے کوئی جگہ نہ تھی۔ بعضوں نے شہر پناہ سے کود کر موت سے بچنے کی کوشش اور دوسرے گروہ در گروہ محلوں اور میناروں لیکن خاصکر مسجدوں میں گھسے۔ مگر عیسائیوں کے تعاقب سے کہیں بھی نہ بچ سکے +

"جب عیسائی عمر کی مسجد پر قابض ہوگئے جس میں مسلمانوں نے تھوڑی دیر کے واسطے اپنے آپ کو بچایا تھا تو ایک ہیبتناک تکرار اس خونریزی اور قتل عام کا شروع ہوا جو ٹیٹس کی فتح کے وقت ہوا تھا۔

سوار اور پیادہ مسجد میں داخل ہو کر مغلوبوں کے ساتھ گڈمڈ ہو گئے اور اس نہایت مہیب ہنگامہ کے درمیان سوائے گریہ و زاری اور موت کی چیخوں کے کچھ سنائی نہیں دیتا تھا۔ فتحمند لوگ بھاگنے کی کوشش کرنے والوں کے تعاقب میں لاشوں کے ڈھیروں کو پائمال کر رہے تھے۔ ریمنڈ دی اگلیس کا چشم دید بیان ہے کہ مسجد کے اندر اور صحن میں خون گھٹنوں کے گھٹنوں اور لگاموں تک پہنچ گیا تھا۔ اس دل شگاف نظارے کو بیان کرنے کے لئے جو ایک ہی جگہ دو زمانوں میں ہوا مورخ جوسفس کے الفاظ مستعار لیتے ہیں کہ مقتولوں کی تعداد ان سپاہیوں کی تعداد سے بدرجہا زیادہ تھی جنہوں نے ان کو اپنے بدلہ کا شکار بنایا۔ اور یہ کہ یردن کے پہاڑ ان جگر پاش چیخوں سے جو معبد سے نکل رہی تھیں گونج رہے تھے"۔

لیکن یہ صرف خونریزی اور قتل عام کا پہلا نظارہ ہے اس قتل عام سے بہت سے مسلمان بچ رہے تھے جن کی نسبت تیسرے دن کی کونسل نے تمام و کمال مسلمانوں کی بابت جو شہر میں تھے موت کا فتویٰ دیدیا اور میچاڈ کے الفاظ میں "تمام دشمن جن کو پہلے دن انسانیت یا خونریزی سے تھک جانے یا ایک قیمتی فدیہ کی امید نے بچا لیا تھا ذبح کر ڈالے گئے۔ انہوں نے مسلمانوں کو مجبور کیا کہ میناروں اور مکانوں کی چھتوں سے اپنے آپ کو گرائیں (یعنی یوں مریں) اور ان کو آگ میں جلا کر مارا۔ اور ان کو تہ خانوں کی پوشیدہ جگہوں سے نکالا اور بازار میں لا کر لاشوں کے ڈھیروں پر ذبح کیا۔ نہ عورتوں کی گریہ و زاری نہ بچوں کی چیخیں اور نہ اُس مکان کا لحاظ جہاں مسیح نے اپنے قاتلوں کو معافی دی تھی غضب آلود فتحمندوں کے دلوں کو نرم کر سکا اس قدر خونریزی اور قتل عام کیا گیا کہ البرٹ دی اکیس کے بیان کے مطابق لاشوں کے نہ صرف محلوں۔ معبدوں، مسجدوں، اور کوچوں ہی میں ڈھیر لگے ہوئے تھے بلکہ نہایت ویران اور تنہا جگہوں میں بھی انبار لگ رہے تھے .... یہ خونریزی ایک ہفتہ کے اختتام تک بند نہ ہوئی۔ وہ مسلماں جو اس وقت تعاقب سے ہاتھ نہیں آئے تھے فوج کی خدمت کے واسطے مخصوص کئے گئے۔ مشرقی اور لاطینی مورخ مسلمان مقتولوں کی تعداد بیان کرنے میں متفق ہیں کہ ستر ہزار سے زیادہ مسلمان قتل کئے گئے ......

لیکن اس امر کا خوف کیا جانے لگا کہ بازاروں وغیرہ میں جو لاشوں کے انبار لگے ہوئے ہیں ان سے وبائی بیماریاں نہ پیدا ہوں سرداروں نے گلیوں کو صاف کرنے کا حکم دیا .... بعض مسلمان قیدی جو صرف وہی فتحمندوں کی تلواروں سے بچے تھے اور خوفناک غلامی کے ہاتھوں میں پڑے تھے ان کو حکم دیا گیا کہ اپنے دوستوں اور بھائیوں کی بگڑی ہوئی لاشوں کو دفن کریں۔ رابرٹ دی مانک بیان کرتا ہے کہ وہ روتے تھے اور لاشوں کو یوروشلیم سے اٹھا کر باہر لے جاتے تھے۔ ان کے اس غمگین فرض کیا ریمنڈ کے سپاہیوں نے ان کی مدد کی جو شہر میں سب سے آخر داخل ہوا۔ اور اس کو غنیمت سے بڑا حصہ نہیں

ملا تھا اور اب اس کو مسلمانوں کی لاشوں کا بخوبی امتحان کرنے سے بڑھانا چاہتا تھا" +

عیسائیوں نے باہم یہ قرار داد کی تھی کہ جو شخص جس جگہ یا مکان پر پہلے پہنچ کر قابض ہو جائے وہ اسی کا ہوگا۔ مسلمانوں کے بنے بنائے اور آراستہ مکانات مع سامان عیسائیوں کے قبضوں میں چلے گئے۔ حضرت عمرؓ کی مسجد میں سب سے پہلے ٹنکرڈ پہنچا تھا اور وہی مسجد اور اس تمام دولت کا جو اس میں پائی گئی مالک ہوا اس دولت میں بیس شمعدان سُنہری ایک سو بیس چاندی کے ایک بڑا فانوس اور چاندی کا بہت سا سامان آرائش تھا۔ یہ غنیمت اس قدر تھی کہ مورخوں کے بیان کے مطابق چھ گاڑیاں اس سے پُر کی جاتیں اور ٹنکرڈ کو ان کو جمع کر کے لے جانے میں دو روز صرف ہوئے +

عیسائیوں کو یوروشلیم کی فتح کے بعد اپنے سرداروں میں سے ایک شخص کو یوروشلیم کا بادشاہ بنانے کے واسطے منتخب کرنے کو تھا اور بہت رد و کد کے بعد آٹھویں دن ۲۲۔ جولائی کو گاڈفری ڈی بولین پر قرعہ پڑا۔ اور مذہبی پیشوا ایک پادری ازلف کو منتخب کیا گیا جس کی بدچلنی کی بہت شکائتیں کی گئی ہیں غرض ۱۰۹۹ء مطابق ۴۹۱ ہجری ؁ مشرق میں عیسائیوں کی ایک حکومت کی بنیاد پڑ گئی جس کا دارالخلافہ یوروشلیم ہی ہو سکتا تھا۔ عیسائیوں کے شہروں انطاکیہ۔ ایڈیسا و طرطوسا وغیرہ میں بڑی خوشیاں منائی گئیں شام اور عراق اور مختلف دیار و امصار سے عیسائی بیت المقدس کی طرف بعض زیارت اور حج کی نیت سے اور بعض وہیں آباد ہونے کی غرض سے جوق در جوق آ پہنچے۔ اور یوروشلیم کی رونق اور طاقت جو مسلمانوں کے اخراج اور یورپ کے اکثر عیسائیوں سے واپس چلے جانے سے کم ہو گئی تھی پھر بڑھنے لگی +

چند مسلمان جو یوروشلیم سے عیسائیوں کے ہاتھ سے بچ کر بھاگ نکلے تھے اُنہوں نے مسلمانوں کے شہروں میں اس بیدردانہ قتل عام اور بے رحمانہ خونریزی اور مسلمانوں کی تباہی اور جگر خراش مصیبت کی خبریں جا سنائیں مگر مسلمانوں کی اس خراب حالت میں سوا اس کے کچھ نتیجہ نہ ہوا کہ یوروشلیم کے بدقسمت مظلوموں پر چار آنسو بہا دیئے گئے۔ مسلمان مورخوں نے اس وحشت کا جو مسلمان شہروں میں پھیلی اور اس ماتم کا جو بغداد وغیرہ میں کیا گیا ہے ذکر کیا ہے۔ مگر ان نوحوں سے کیا حاصل تھا دمشق کے قاضی نے خلیفہ کے روبرو اپنی داڑھی نوچ ڈالی اور سب باری باری زار و قطار رو دئیے۔ نمازوں اور روزوں کی تاکیدیں کی گئیں شعرا نے مرثیے لکھے مظفر ابی وردی کا مرثیہ جو ابوالفدا نے نقل کیا ہے بہت دردناک ہے مگر رونے کا رونا رونے سے کیا حاصل خلیفہ بغداد کے پاس اپنی اس بے اختیاری اور برائے نام خلافت میں سوائے آنسوؤں اور دعاؤں کے کیا تھا۔ عیسائیوں کی اس فتح نے سلجوقیوں کی طاقت کی کمر اور بھی توڑ دی سلطان اپنے مرکز سے دور

خانہ جنگیوں کے مٹانے کی کوشش میں مصروف تھا۔ اور شام کے امیروں پر جو اسکی اطاعت کا جوا کندھے سے پھینک کر خود مختار حکمراں بن گئے ہوئے تھے کوئی اختیار نہیں رکھتا تھا۔ تمام امیر جا بجا شہروں اور صوبوں کے واسطے باہم لڑ جھگڑ رہے تھے اور اپنی طاقتوں کو تقسیم کر کے ان کو مغربی عیسائیوں کی فتوحات کا لقمہ بنانے کے واسطے اور بھی تیار کر رہے تھے۔ جن لوگوں کو مسلمانوں کی ہمدردی کے جوش نے اُبھارا ان کو کوئی ہمت بندھانے والا اور ان کے جوش اور سرگرمی سے کام لینے والا نہ تھا۔ مصری خلافت نے جس نے یوروشلیم کے مسلمانوں کی ہیبتناک تباہی کا دھبہ اپنے دامن پر لیا تھا کچھ ہاتھ پاؤں مارے اور عسقلان میں ایک فوج عیسائیوں پر حملہ کرنے کے واسطے فراہم کی۔ کچھ سرگرم لوگ بھی اطراف و نواح کے اسی کے ساتھ جا کر شریک ہو گئے اور اچھی خاصی جمعیت بن گئی۔ اگست میں عیسائیوں کو یوروشلیم میں اس فوج کی تیاری کا حال معلوم ہوا۔ اور وہ اپنی تمام فوج کو جمع کر کے اور رابرٹ صاحب نارمنڈی اور دوسرے سرداروں کو جو یورپ کو واپس جا رہے تھے منت اور سماجت سے واپس لا کر اس فوج کا مقابلہ کرنے کے واسطے بڑھے۔ لڑائی کی کیفیت آرچر اس طرح بیان کرتا ہے کہ "مصریوں کو ایسے کمزور دشمن سے خطرہ کا خواب و خیال بھی نہ تھا اور وہ کاہلی سے اپنے خیموں میں آرام میں پڑے رہے کیونکہ ان کے نجومیوں نے ۱۳۔ اگست سے پہلے جنگ کرنے سے ان کو منع کیا تھا"۔ عیسائی فوج ۱۲۔ اگست کو ان کے مقابلے میں پہنچ کر لڑائی کے واسطے تیار ہو گئی۔ مسلمان بھی مقابلہ میں نکلے۔ مگر عیسائی مورخ تعجب سے کہتے ہیں کہ معلوم نہیں کیوں مسلمان بے حس و حرکت کھڑے رہے۔ مسلمانوں کے لشکر میں وہی انواع و اقسام کے لوگ تھے اور ناتجربہ کار اور خام آدمیوں سے فوج اکٹھی کی ہوئی تھی۔ مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ اور افضل جو فوج کا سردار تھا بڑی مشکل سے جان بچا کر عسقلان میں پہنچا +

عیسائیوں کی اس فتح نے ان کے رعب کو تمام اطراف و اکناف میں پھیلا دیا اور عیسائیوں کے ملک کشائی کے حوصلے بہت بڑھ گئے۔ گاڈفری جو یوروشلیم کا بادشاہ مقرر ہوا تھا فوج کو ارسوف کے فتح کرنے کے واسطے لے گیا لیکن وہاں سے اس کو ناکام یوروشلیم کو جانا پڑا۔ اسی زمانہ میں جبریل صاحب ملطین کا محمد گمشتگین ابن دانشمند سے جھگڑا ہو گیا اور جبریل نے بوہمنڈ والی انطاکیہ سے مدد چاہی جس نے اپنے طمع کے واسطے بڑی خوشی سے مدد دینا قبول کیا اور فوج لے کر روانہ ہوا۔ مگر راستہ میں مسلمانوں نے کمین سے نکلکر اس پر حملہ کیا اور اکثر فرنگیوں کو مار ڈالا۔ اور بوہمنڈ اور اس کا چچا زاد بھائی رچرڈ کو قید کر کے لے گئے۔ گاڈفری کو ارسوف پر دوسرا حملہ کرنے میں کامیابی ہوئی اور ساحل کے اکثر شہروں نے جن میں عسقلان قیصاریہ عکہ شامل تھے اس کو خراج دینا منظور کر لیا۔ اس کے بعد گاڈفری نے یافہ کی قلعبندی اور درستی کی کیونکہ یہ ایک بہت کام آنے والا بندرگاہ تھا۔ یافہ سے گاڈفری کو ٹنکرڈ کی امداد کے واسطے طبریاس کی طرف جانا پڑا مگر وہاں سے

یافہ کو واپس آکر بیمار پڑ گیا اور یوروشلیم میں پہنچ کر مرا۔ جولائی ۱۱۰۰ء میں فوت ہوگیا۔ گاڈفری کے بعد یوروشلیم کے تخت کے واسطے کہ کون بادشاہ بنایا جاوے پھر جھگڑا اور مناقشہ ہوا۔ لیکن آخر کار گاڈفری کے چھوٹے بھائی بالڈون پر جو ایڈیسہ عزلا کا مالک تھا سب کا اتفاق ہوگیا ٭

یورپ میں اس وقت کروسیڈ کا وعظ پھر ہونے لگا تھا پہلی دفعہ مشرق کے عیسایوں کی حمایت اور تقویت کا خیال اگر محرک ہوا تھا تو لوگوں کو پہلے عیسایوں کی مشرق میں کامیابی کی ناموری کروسیڈ پر آمادہ کرنے کے واسطے کافی تھی۔ ڈیوک ولیم اوف اکیوٹین نے کروسیڈ کے واسطے ہتھیار اُٹھانا منظور کیا۔ اہل لمبارڈی کی ایک بڑی تعداد اسی غرض سے قسطنطنیہ پہنچی۔ اور شاہنشاہ ہنری کا کانسٹیبل کانرڈ اور بلائس اور برگنڈی کے دونو سٹیفن جو اس عزم سے آرہے تھے راستہ میں ان سے شریک ہوگئے۔ ان کی فوج کی تعداد دو لاکھ بیان کی جاتی ہے۔ (مچاؤ صفحہ ۲۵۰) راستہ میں انکاریہ کو فتح کر کے اُنہوں نے گنگراس کا محاصرہ کیا۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ ترک جو ان کی آمد کا انتظار کر رہے تھے اسی مقام پہان کے قریب پہنچ گئے۔ قلیج ارسلان نے قونیہ میں پھر اپنی فوج جمع کیا تھا اور کربوغا صاحب موصل بھی عیسایوں سے اپنی شکست کا بدلہ لینے کے واسطے اسی کے ساتھ شریک ہوگیا تھا۔ قلیج ارسلان ابتدا میں تو عیسائی فوج کو صرف ستاتا ہی رہا۔ مگر آخر وہ ان سے ایک کھلی لڑائی لڑنے کو تیار ہوگیا۔ ہیلیس کے کنارے پر دونو فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ عیسایوں میں ریمنڈ بھی موجود تھا۔ جو پہلے عیسائی سرداروں میں سے تھا۔ حضرت مسیح کو مارنے والی برچھی کا لوہا بھی عیسایوں کے لشکر کے آگے آگے موجود تھا مگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ عیسایوں کو ایسی شکست فاش ملی کہ ریمنڈ اور دوسرے سرداروں نے بھاگ کر جان بچائی۔ ترکوں نے رات میں بھی تعاقب جاری رکھا اور بہت تھوڑے عیسائی ان کے ہاتھ سے جانبر ہوئے ٭

کروسیڈروں کی ایک دوسری فوج کونٹ ڈی نرو کے ماتحت اور ایک تیسری فوج کونٹ اوف پوئیٹرس اور ڈیوک آف بویریا وغیرہ کے ماتحت جس میں ڈیڑھ لاکھ کروسیڈر شامل تھے قسطنطنیہ سے روانہ ہوئی لیکن دونو فوجیں یکے بعد دیگرے ترکوں نے قلیج ارسلان اور کربوغا کے ماتحت تباہ کر دیں اور بقول مچاؤ کے مشکل سے ایک ہزار عیسائی موت یا غلامی سے بچے (مچاؤ صفحہ ۲۵۳ و ۲۵۴) عیسائی سردار جو ان شکستوں سے جان بچا کر بھاگے تھے بڑی دشواری اور تکالیف سے ننگے اور بے سامان انطاکیہ میں پہنچے جب سب وہاں جمع ہوچکے تو دس ہزار سے زیادہ نہ تھے۔ اور انطاکیہ سے امداد لے کر یوروشلیم کو روانہ ہوئے۔ اس مقام پر مچاؤ پہلے کروسیڈ کی ابتدا اور انجام دونو کی مصیبتوں پر افسوس کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کروسیڈ میں یورپ نے اپنے دس لاکھ آدمی ضائع ہوتے دیکھے (مچاؤ صفحہ ۲۵۵) ٭

بالڈون نے اپنے بھائی کی جگہ تخت پر بیٹھ کر وہی ہوس اور طبیعت کی بے چینی ظاہر کی جس کے واسطے وہ مشہور تھا عسقلان پر حملہ کیا مگر ناکام رہا لیکن کچھ عرصہ بعد جب اہل جنوا کا ایک بیڑا شرقی ساحل پر پہنچ گیا۔ تو ان کی امداد سے اس نے ارسوف کا محاصرہ کر کے اس کو فتح کر لیا۔ اور اس کے بعد قیصاریہ کا محاصرہ شروع کیا اور پندرہ روز کے بعد اہل جنوا کی مدد سے اس کو فتح کر کے باشندوں پر بیرحمی کی۔ تمام شہر خلافت مصر کے ماتحت تھے اور خلیفہ نے اس شکست کا بدلہ لینے کے واسطے فوج تیار کر کے روانہ کی۔ دو نو فوجوں کا رملہ میں مقابلہ ہوا۔ عیسائیوں کا بھی لڑائی میں بہت نقصان ہوا۔ لیکن مسلمانوں کے سردار کے مارے جانے سے مسلمان بدل ہو کر بھاگ نکلے۔ بالڈون یافہ میں اس لڑائی کی خوشیاں منا رہا تھا کہ اس کو مسلمانوں کی فوج کے پھر اکٹھا ہونے کی خبر ملی۔ پہلی فتوحات کے غرور میں وہ فوراً ان سے دوچار ہو گیا۔ مگر اس کے تمام ہمراہی مارے گئے۔ اور خود بڑی مشکل سے بھاگ کر خشک گھاس اور جھاڑیوں میں جا چھپا۔ مسلمانوں نے جب اس کو آگ لگا دی تو اس نے بھاگ کر رملہ میں پناہ لی۔ رات کی تاریکی نے اس کو تعاقب سے بچا لیا لیکن مسلمانوں نے آ کر رملہ کو گھیر لیا۔ بالڈون سخت تشویش میں تھا کہ اس کا کیا حال ہو گا لیکن پچھلی رات کو ایک مسلمان کسی طرح شہر میں گھس آیا اور کہا کہ میں یورشلیم کے بادشاہ سے بات کرنا چاہتا ہوں جب بالڈون کے پاس آیا تو کہا کہ تجھے یاد ہو گا کہ تو نے ایک دفعہ لڑائی میں میری بیوی کو پناہ دی تھی اور اس کی جان بچائی تھی۔ میں آج تیرے احسان کا بدلہ اتارنا چاہتا ہوں شہر سے میں تجھے ایسے راستہ سے نکال کر سلامت لے جا سکتا ہوں جس کا کوئی محافظ نہیں ہے۔ بالڈون کو پہلے تامل ہوا مگر آخر کار اپنے ہمراہیوں کو چھوڑ کر اس مسلمان امیر پر اعتماد کر کے اس کے ساتھ ہو لیا۔ وہ اس کو پوشیدہ راستہ سے نکال کر لے گیا۔ اور کئی کوس پر جا کر اس کو سلامت چھوڑ کر واپس اپنی فوج میں چلا آیا۔ بالڈون ارسوف پہنچ گیا۔ مسلمانوں نے اگلے دن رملہ کو فتح کر لیا اور بالڈون کا چونکہ کہیں پتہ نہ ملا سب نے یقین کر لیا کہ وہ لڑائی میں مارا گیا ہے مگر اس نے بہت جلدی اپنی بچی فوج کو یافہ میں اکٹھا کر کے مسلمانوں سے لڑائی کی تیاری کی اور مسلمانوں کو ایک شکست دیکر یورشلیم واپس چلا گیا جہاں اس کو زندہ دیکھنے سے بہت خوشی منائی گئی ٭

بوہمنڈ والی انطاکیہ کو ابن دانشمند کے ہاتھوں میں قید ہوئے چار برس گذر گئے تھے۔ ایلکسی اس رومی شاہنشاہ کی نظر انطاکیہ پر تھی اس نے ابن دانشمند کے ساتھ بوہمنڈ کو فدیہ دے کر چھڑا لینے کی سلسلہ جنبانی شروع کی۔ مگر بوہمنڈ شاہنشاہ کے مدعا کو تاڑ گیا اور ابن دانشمند کو جس کو اس سے اس زمانہ میں کچھ انس ہو گیا تھا منت سماجت سے اس امر پر راضی کیا کہ شاہنشاہ سے جو فدیہ مقرر کیا ہے اس سے نصف لے کر اسی چھوڑ دے۔ ابن دانشمند نے اس کو قبول کر لیا اور چار برس کے بعد اپنے قیدی کو چھوڑ دیا۔

لیکن بوہمنڈ اب انطاکیہ کی حکومت کو سنبھال نہ سکا۔ یونانی اور مسلمان دونو اس کے مخالف تھے اور اس کے پاس فوج اور روپیہ دونو نہ تھے۔ اس نے ارادہ کیا کہ یورپ واپس چلا جائے اور وہاں سے نئی فوج لے کر آوے اپنی موت کی خبر مشہور کر کے ایک صندوق میں پڑ کر یونانیوں ہی کے جہازوں کے ذریعہ سے اٹلی پہنچ گیا۔ وہاں اس نے اپنے مدعا کے واسطے کوششیں کیں۔ فوج لے کر سب سے پہلے یونانیوں یعنی رومی شاہنشاہ سے بدلہ لینا چاہا مگر اسی کوشش کی ناکامی کے بعد اس کی قسمت میں گمنامی میں مرجانا لکھا تھا۔ انطاکیہ پر اس تمام زمانہ میں ٹنکرڈ کا قبضہ رہا اور اس کو یونانیوں اور مسلمانوں کے ہاتھ سے چین نہ نصیب ہوا۔

بالڈون نے اہل جنوا اور اہل پیسا کی مدد سے جن کے بیڑے اور جہاز پہلے ہی کروسیڈ کے زمانہ سے مشرقی سمندروں میں کثرت سے آتے رہتے تھے۔ عکہ کا محاصرہ شروع کیا۔ یہ لوگ کسی مذہبی خیال سے نہیں آتے تھے اپنی کمائی اور تجارت کی خاطر آتے تھے۔ بالڈون کے ساتھ انہوں نے اپنی اس خدمت اور شہروں کے فتح کرنے میں مدد کرنے کے صلہ میں مال غنیمت کا تیسرا حصہ اپنا علیحدہ گرجا۔ اپنا کارخانہ اور اپنی عدالت مقرر کرنے کی شرائط مقرر کیں۔ اہل عکہ سے آخر کار شہر کو خالی کر دینے کی شرط ہوئی کہ وہ اپنا مال اور جانیں سلامت لے جائیں شہر کے دروازے کھولدئے اور بعض قیمتی چیزوں کو لے کر رخصت ہوئے۔ لیکن " اہل جنوا نے ایسی قیمتی غنیمت کو جاتے دیکھ کر شرائط صلح اور سپہ گری کا کوئی لحاظ نہ کیا۔ اور بے رحمی سے بے ہتھیار اور بے پناہ لوگوں کو قتل کر ڈالا۔ اس وحشیانہ عمل نے جس کو نہ بالڈون روک سکتا تھا اور نہ سزا دے سکتا تھا مسلمانوں کو عیسایوں کے برخلاف اور برانگیختہ کر دیا۔ دمچا صفحہ ۲۸۶)

اس کے بعد عیسائی طرابلس کے درپے ہوئے ریمنڈ کا بیٹا برٹرینڈ یورپ سے فوج لے کر اس کے فتح کرنے کو آیا تھا طرابلس عیسایوں کے اس ملک میں آنے سے پہلے خلافت مصر کے ماتحت تھا اس کے بعد ترکوں کے ہاتھ میں آگیا تھا۔ اور عیسایوں سے بچنے کے واسطے اس نے خلافت مصر کی ماتحتی قبول کرلی تھی۔ لیکن خلیفہ نے ان کی حفاظت کرنے کی بجائے لوگوں کو سزائیں دینا ضروری خیال کیا اور تمام مقتدر اور معزز لوگوں کو قید کر کے شہر پر ایک عظیم خراج مقرر کر دیا اور جب لوگوں نے عیسایوں کے خلاف مدد مانگی تو خلیفہ نے ایک حسین کنیز کہ جو شہر میں تھی اپنے حرم کے واسطے مانگ بھیجی۔ اس پر لوگ برافروختہ ہوئے اور خلیفہ کے پاس ایک لکڑی بھیج دی کہ دل بہلانے کے واسطے اس سے کچھ بنائے غرض اہل طرابلس نے اپنے آپ کو جب بے پناہ پایا تو شہر عیسایوں کے حوالے کر دیا۔ طرابلس ایک نہایت پرفضا اور سرسبز اور شاداب موقع پر بڑا آباد شہر تھا۔ اون۔ ریشم اور کتان کے کارخانوں میں چار ہزار سے زیادہ

کاریگر تھے۔ عیسایوں نے اس کی نواح کو جلا کر سیاہ کر دیا۔ اور جب شہر لے لیا۔ تو باشندوں کو قتل کر ڈالا اور عمارات کو جلا دیا۔ لیکن ایک بڑا عظیم نقصان جو عیسائیوں نے کیا وہ ایک کتب خانہ کا جلا دینا تھا جس کا ذکر ہم مچاڈ کے لفظوں میں کرتے ہیں +

" طرابلس میں اور دولتیں بھی تھیں جن کی نسبت فرنگیوں نے ایسی ہی نفرت ظاہر کی جیسی کہ اُنہوں نے صنعت وحرفت کی پیدائش کی نسبت کی تھی۔ اس شہر میں ایک کتب خانہ تھا جو تمام مشرق میں مشہور تھا اور جس میں یونانیوں۔ مصریوں۔ عربوں اور ایرانیوں کے قدیم علم کی یادگاریں تھیں۔ ایک سو آدمی ان کتابوں کی نقل پر ملازم تھے۔ قاضی تمام ممالک میں نایاب و قیمتی کتابوں کے نسخہ خریدنے کیواسطے آدمی بھیجتا تھا۔ شہر کو لینے کے بعد ایک پادری جو کونٹ برنارڈ ڈی سنٹ گلس سے متعلق تھا اس کمرہ میں داخل ہوا جس میں قرآن کی بیشمار جلدیں رکھی ہوئی تھیں۔ چونکہ اس نے یہ بیان کیا کہ طرابلس کے کتب خانہ میں سب طرف محمدؐ کی ناپاک کتابیں ہیں اس کو آگ کے حوالہ کر دیا گیا بعض مشرقی مورخوں نے نہایت درد سے اس ناقابل تلافی نقصان کا نوحہ کیا ہے لیکن ہمارے اُس زمانہ کے ہمعصر تاریخ نویسوں (یعنی عیسایوں) میں سے ایک نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا۔ اور اس خاموشی سے معلوم ہوتا ہے کہ فرنگی سپاہیوں نے انتہا درجہ کی لاپروائی کے ساتھ اس آگ کو دیکھا جس نے کتابوں کی ایک لاکھ[ل] جلدیں جلا کر خاکستر کر دیں" (تاریخ مچاڈ صفحہ ۲۸۸) +

یوروشلیم کی نئی سلطنت کو اس وقت تک مصریوں سے ہی مقابلہ رہا اور شام کے ترکوں سے کبھی کام نہیں پڑا اور نہ انہیں کو یہ توفیق ہوئی کہ مسلمانوں کی حمایت میں عیسایوں کے برخلاف ہتھیار اُٹھائیں۔ یہ لوگ مصریوں سے بدرجہا زیادہ بہادر اور جنگجو تھے۔ اُس وقت دمشق اور موصل کے امیروں نے اتفاق کر کے عیسایوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ یوروشلیم کا بادشاہ انطاکیہ۔ طرابلس۔ اڈیسہ کی فوجوں سے مدد لیکر مقابلہ کو آیا۔ مگر فاش شکست کھائی۔ اور مسلمانوں کے ہاتھ میں قید ہو جانے سے صرف ایک مسلمان کے طمع سے بچ گیا جس نے لالچ اور نادانی سے کچھ لے کر اسے چھوڑ دیا۔ اس نے بھاگ کر پہاڑ پر جان بچائی اور ملک کو اپنی آنکھ کے سامنے ویران اور تباہ ہوتے دیکھتا رہا۔ بقول مچاڈ کے یوروشلیم کو مسلمانوں کے ہاتھ میں پڑ جانے کا خوف تھا مگر ترکوں نے اپنی کامیابی سے فائدہ نہ اُٹھایا اور واپس چلے گئے +

عیسایوں نے ٹڈی دل قحط اور زلزلوں سے اپنے گناہوں کے اقرار اور معافی کے باوجود بھی

[ل] ابن ابی طے جو اس ذکر میں سکندریہ کے کتب خانہ کے غلط مشہور واقع کو بیان کئے بغیر نہیں رہ سکا۔ کتابوں کی تعداد تین لاکھ بیان کرتا ہے اور نویری ایک لاکھ اور کتب خانہ کا بانی قاضی ابو طالب حسین کو بیان کرتا ہے +

نجات نہیں پائی تھی کہ بغداد سے ایک بڑی فوج ان پر چڑھ آئی۔ یہ فوج مودود امیر موصل کی موت کا بدلہ لینے آئی تھی جس کو دو اسماعیلیوں نے مار ڈالا تھا اور عیسائیوں اور امیر دمشق پر سازش کا شبہ تھا۔ اس فوج کے مقابلہ کے واسطے عیسائیوں کے ساتھ دمشق وغیرہ کے مسلمان بھی شریک ہو گئے۔ اس فوج نے ملک کو نقصان بہت پہنچایا۔ مگر بغیر جنگ کئے واپس چلی گئی +

بالڈون کو ترکوں کی طرف سے اندیشہ جاتا رہا تو ملک گیری کی ہوس نے اس کو بھڑکایا۔ ۱۱۱۸ء میں مصر کی حدود میں داخل ہو کر الفراما کو لوٹ لیا۔ لیکن واپس آتا ہوا راستہ میں بیمار پڑ کر مر گیا۔ اور یوروشلیم میں اس کی جگہ بالڈون ڈی بورگ بالڈون ثانی کے نام سے تخت نشین ہوا +

ہم نے صرف یوروشلیم کے بادشاہ کی لڑائیوں کو کروسیڈ کے متعلق سمجھ کر انہیں کا ذکر کیا ہے۔ ورنہ ایڈیسہ اور انطاکیہ کے عیسائی بجائے خود شاہ یوروشلیم کی طرح اپنے علاقوں کی وسعت کو بڑھانے کے واسطے کوشش کر رہے تھے۔ اور بقول آرچر " ترکی امیروں کی باہم لڑائیوں نے فرنگیوں کو فرات کے نزدیک اپنی فتوحات کو نسبتاً آزادی سے وسیع کرنے کا موقع دیا۔ ماہ جنوری ۱۱۰۵ء تک سلطنت کے واسطے تنازعہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ ملک شاہ کے دو نو بیٹوں سلطان برکیارق اور سلطان محمد کی آپس میں صلح ہو گئی اور اپنی تباہ شدہ وراثت کو دو نو نے تقسیم کر لیا۔ موصل میں کربوغا کی جگہ جرکمیش امیر ہو گیا تھا۔ اور شمال میں حسن کیفا پر سوکمان کا قبضہ تھا۔ ملک شاہ کا بھتیجا رضوان حلب کا امیر تھا اور رضوان کے ایک بھتیجے کے نام سے تغتگین دمشق میں حکومت کرتا تھا۔ اور حمص کا حاکم جناح الدولہ تھا۔ ساحل پر مصری اپنی کھوئی ہوئی طاقت کو سنبھال رہے تھے کسی ایسی طاقت کی عدم موجودگی میں جو حکومت کا مرکز ہوتی فرنگیوں کو وسعت پانے۔ ترقی کرنے کا سب عمدہ موقع تھا۔ اور رقیب جماعتوں کو اپنی طاقتوں کو ایک دوسرے کے مقابلہ میں تولنے کی حالت میں پا کر اُنہوں (عیسائیوں) نے اپنی طاقت اور حیثیت کے بڑھانے میں سستی نہیں کی۔ تاہم اس موقع پر سوکمان اور جرکمیش نے حاران کو چھڑانے کے واسطے اپنے جھگڑے ترک کر دیئے۔ اور شہر کے باہر ایک سخت لڑائی میں بالڈون (والی ایڈیسہ جو بالڈون ثانی ہوا) اور جوسلن کو قید کر لیا۔ اور بوہمنڈ اور اس کا بھتیجا ایڈیسہ کو بھاگ گئے جہاں عیسائیوں نے ٹنکرڈ کو اپنا امیر بنا لیا تھا۔ حاران کی لڑائی نے انطاکیہ کے علاقہ پر بہت بڑا اثر کیا۔ یونانیوں نے پھر اوانا۔ مترا۔ اور طرسوس پر قبضہ کر لیا۔ اور رضوان نے جنوب میں ارتاب کو خراب کیا اور کفرتاب پر قبضہ کر لیا۔" ٹنکرڈ اب ایڈیسہ اور انطاکیہ دونو کا مالک تھا۔ اور مجموعہ طاقت سے اپنے علاقہ کو بڑھا سکتا تھا۔ مسلمانوں میں موت اور باہمی تنازعات کی موجودگی نے اس کو اپنی غرض کے حاصل کرنے کا سب عمدہ موقع دیا۔ ابن دانشمند اور سوکمان ۱۱۰۴ء ۱۱۰۵ء میں فوت ہو گئے اور سلطان برکیارق کی وفات کی وجہ سے

اس کا علاقہ بھی اس کے بھائی سلطان محمد کے قبضہ میں چلا آیا گو سلطنت کے دعویداروں سے لڑائی بغیر فیصلہ نہیں ہوا جرکمیش امیر موصل کو بڑھاپے نے لڑائیوں کے لائق نہیں رکھا تھا۔ اور رضوان نے اس کے ضعف سے فائدہ اٹھانے کے واسطے سازش شروع کردی۔ لیکن اسی اثنار میں سلطان محمد نے جوالی سکاوہ کو موصل کا امیر مقرر کر کے بھیجا۔ اور اس نے جرکمیش کو وہیں پہنچ کر شکست دی۔ اہل شہر نے قلیج ارسلان سے مدد مانگی جو موصل کی حمایت کیواسطے آیا۔ مگر جوالی سے شکست کھا کر واپس چلا گیا۔ جوالی بھی موصل پر اس سے حکومت نہ کرسکا۔ اگلے ہی سال سلطان محمد کے بھائی مودود نے جس کے ساتھ اس کا بھتیجا مسعود بھی مل گیا تھا اس کو شکست دی اور جوالی نے بھاگ کر انعازی صاحب ماروین کے پاس جو سوکمان کا بھائی تھا پناہ لی۔ اور جب وہاں بھی بچاؤ نہ دیکھا تو فرنگیوں سے حمایت کی درخواست کی۔ بالڈون اور جوسلن جو اس کی قید میں تھے عیسایوں سے امداد کا وعدہ لے کر چھوٹ گئے بالڈون کے اپنے علاقہ ایڈیسہ پر ٹنکرڈ قابض تھا۔ اور اس نے قبضہ چھوڑنے سے انکار کیا۔ بالڈون جوالی کی مدد سے ٹنکرڈ سے لڑنے کو آمادہ ہوگیا۔ تو ٹنکرڈ نے رضوان امیر حلب سے مدد چاہی۔ رضوان حلب سے اسکی مدد کو آیا اور تل بشیر کے پاس دونو فوجوں میں لڑائی ہوگئی۔ اس لڑائی میں عیسائی عیسایوں اور مسلمان مسلمانوں سے جنگ کر رہے تھے۔ لڑائی میں ٹنکرڈ اور رضوان فتحمند ہوئے اور جوالی بھاگ کر اصفہان میں سلطان محمد کے پاس چلا گیا۔ تل بشیر کی لڑائی کے بعد بالڈون (ثانی والی ایڈیسہ) ایڈیسہ کو چلا گیا اور وہاں اس کو ایک نیا عظیم خطرہ پیش آگیا۔ ۱۱۱۰ء کے آغاز میں مودود ایک بہت بڑی فوج لے کر ایڈیسہ پر چڑھ گیا اور تین مہینہ تک شہر کا محاصرہ رکھا محصور بالڈون بادشاہ بالڈون سے مدد مانگنے پر مجبور ہوا۔ اور اس کے آنے پر مودود اپنی مصلحت سمجھ کر حاران کو چلا گیا۔ اسی طرح پر مودود اور بالڈون (ثانی) میں باہم لڑائیاں جاری رہیں اور ٹنکرڈ اور رضوان بھی آپس میں لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ ۱۱۱۳ء میں مودود اور رضوان دو چند ماہ کے فاصلہ سے یکے بعد دیگرے فوت ہوگئے حلب میں رضوان کی جگہ لولو خواجہ سرا ئے رضوان کے صغیرسن بچے الپ ارسلاں کی طرف سے حکومت کرتا رہا۔ موقع پاکر اس نے اپنے نوجوان مالک کو قتل کرڈالا۔ اور اپنے چھ برس کی عمر کے بھائی سلطان شاہ کو اس کی جگہ امیر موسوم کردیا حلب میں اس تمام زمانہ میں بہت ابتری رہی یہاں تک کہ سلطان محمد نے البورسکی کو موصل کا گورنر مقرر کر کے ایک بڑی فوج کے ساتھ بھیجا۔ اسی فوج کے ساتھ نامور عماد الدین زنگی بھی تھا۔ جو اپنی آئندہ فتوحات اور ناموری سے شہرت حاصل کرنے والا تھا۔ اس فوج کے سپہ سالار بورسکی نے موقع ہاتھ سے کھویا اور عیسایوں سے بغیر جنگ کئے واپس چلا آیا۔ غرض ان لڑائیوں کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا جن میں مسلمانوں کی طوائف الملوکی تو ہر زمانہ میں اسی طرح رہی اور عیسایوں میں بھی کر مسیح کے جنون کی بجائے زیادہ تر ملک گیری کی ہوس نے جگہ پالی تھی بعض طاقتور مسلمانوں سے بچنے کے واسطے ہم اکثر

عیسایوں کو مسلمان امیروں سے اتحاد کرتے اور مدد لیتے دیکھتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا دستور العمل اب زیادہ تر ملکی ضروریات پر مبنی تھا۔ الغازی صاحب ماروین نے ۱۱۱۹ء میں انطاکیہ کی فوج کو شکست فاش دی اور بقول آرچر کے اس نے غلطی سے انطاکیہ پر قبضہ کر لینے کا خیال نہ کیا ورنہ انطاکیہ عیسایوں سے کھویا جا چکا تھا۔ یوروشلیم کے بادشاہ بالڈون کی وفات تک خود بادشاہ کی طرح دوسرے عیسائی امیر اور مسلمان باہم لڑتے اور لڑائیوں میں ہارتے جیتتے رہے۔ یہاں تک کہ بالڈون ثانی نے بادشاہ منتخب ہو کر یوروشلیم کی سلطنت کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ انطاکیہ یوروشلیم کے ساتھ شامل ہو گیا اور ایڈیسہ (رہا) جوسلن صاحب طبریاس کے سپرد ہوا ✦

بالڈون ثانی کو یوروشلیم کی حکومت سنبھالتے ہی انطاکیہ اور ایڈیسہ کو مسلمانوں سے بچانا پڑا۔ مگر ۱۱۲۲ء میں الغازی کی وفات سے یہ پہلا خرخشہ فرو ہو گیا۔ لیکن اسی عرصہ میں بعلک امیر حران نے ایڈیسہ کا محاصرہ کر لیا تھا اور جوسلن ایڈیسہ کو اس کے ہاتھوں سے بچانے کے واسطے ادھر بڑھا۔ بعلک کے ساتھ چار سو سے زیادہ آدمی نہ تھے۔ مگر بارش نے عیسایوں کو عاجز کر دیا اور جوسلن مسلمانوں کے ہاتھ میں قید ہو گیا۔ بادشاہ بالڈون اس کے چھڑانے کے واسطے فوج لے کر مسلمانوں سے دوچار ہوا مگر شکست کھا کر خود بھی قید ہو گیا۔ اور جوسلن کے ساتھ ہی خرطاب میں مقید رکھا گیا۔ بعلک اب حلب کو بڑھا جا رہا تھا کہ اسے ناگاہ بیں اس کو جوسلن کے قید خانہ سے بھاگ جانے کی خبر ملی۔ جوسلن کے بھاگنے کا باعث اس کی ارمنی رعایا کے لوگ تھے۔ ایک دن پچاس آدمی سوداگروں کے بھیس میں جا پہنچے اور غافل محافظوں پر حملہ کر کے ان کو مار ڈالا اور بادشاہ اور جوسلن اور ان کے ہمراہیوں کو آزادی دلادی۔ وہاں سے یوروشلیم تک پہنچنا آسان نہ تھا۔ اس سبب سے جوسلن نے یوروشلیم جا کر وہاں سے فوج لے آنے کا ذمہ لیا۔ اور بادشاہ اس کے ہمراہی وہیں خرطاب میں قلعہ بند رہ کر اپنے آپ کو مسلمانوں سے بچا لینے کے اعتماد پر رہ گئے۔ جوسلن زنانہ بھیس کر کے بڑی مشکل سے یوروشلیم پہنچا۔ مگر وہ کوئی امداد بادشاہ کے لئے وقت پر نہ لا سکا۔ بعلک نے خرطاب میں پہنچ کر قلعہ کے نیچے سرنگ کھود کر اندر جانے کا راستہ نکال لیا اور ارمنیوں کو قتل کر کے بادشاہ کو حاران میں لے جا کر قید میں رکھا۔ ۱۱۲۴ء میں بعلک حلب میں پہنچا اور چند روز وہاں ٹھہر کر منبج کی طرف روانہ ہوا۔ اور اس کا محاصرہ شروع کیا۔ جوسلن اس سے لڑنے کو آیا مگر شکست کھا کر واپس چلا گیا۔ بعلک منبج کے محاصرہ میں زخمی ہوا اور فوت ہو گیا۔ اس کی جگہ حلب کا امیر حسن الدین ابن الغازی ہوا جس کو بادشاہ بالڈون نے ایک علاقہ اور چوبیس ہزار دینار دیکر اپنی آزادی اس سے خرید لی لیکن بادشاہ نے اپنا عہد و پیمان مسلمانوں سے توڑ ڈالا اور حلب پر حملہ کر دیا (آرچر صفحہ ۱۰۴) حلب کے باشندوں نے البورسکی امیر موصل سے مدد مانگی اور عیسایوں کو بھگا کر وہ خود حلب کا مالک بن گیا ✦

بالڈون کو اس کے بعد بھی مصریوں اور تغتکین امیر دمشق سے لڑنا پڑا اور مسلمانوں کے ضعف سے وہ فائدہ اٹھاتا رہا لیکن بالڈون کے عہد حکومت میں عیسائیوں کو سب سے بڑی کامیابی اس کی قید کے زمانہ میں صور کے فتح کر لینے سے ہوئی جو ایک نہایت مضبوط کارآمد اور قیمتی بندرگاہ تھا۔ صور کا حاکم الافضل مصری زیر اقتدار تھا جب فرنگیوں نے تنگ کیا اور خلیفہ مصر نے کچھ امداد نہ کی تو باشندوں نے تغتکین کے پاس التجا کی کہ شہر کو اپنی پناہ میں لے لے تغتکین نے خلیفہ مصر کے حق کو غصب کرنا نہ چاہا۔ مگر امیر مسعود کے ماتحت کمک کے واسطے فوج روانہ کی۔ لیکن الافضل کچھ روز بعد مار ڈالا گیا اور مصریوں نے مسعود کو فریب سے قید کر کے مصر پہنچا دیا۔ تغتکین نے ناراض ہو کر اپنی کمک واپس بلا لی اور صور بے پناہ رہ گیا۔

عیسائیوں کے نئے جہاز اور بیڑے یورپ سے آئے تھے انہوں نے صور کو بے پناہ پاکر اس کا محاصرہ شروع کر دیا۔ اس عرصہ میں مسلمانوں نے کچھ کوشش صور کے بچانے کی کی۔ مگر ترکوں اور مصریوں کی باہمی نزاع اور عداوت کے سبب سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ (مجاز صفحہ ۲۰۰) اور جولائی ۱۱۲۴ء میں باشندوں نے بیماری اور قحط سے تنگ آکر شہر عیسائیوں کے حوالے کر دیا۔

اگست ۱۱۳۱ء میں بادشاہ بالڈون بیمار پڑ کر مر گیا۔ اس کی بجائے اس کا داماد فلک کونٹ آف انجوجس کو اس نے یورپ سے بلا کر اپنی بیٹی بیاہ دی تھی گدی نشین ہوا۔ بالڈون کے زمانہ میں یوروشلیم کی حکومت وسیع اور مضبوط ہو گئی تھی۔ مصریوں سے عکہ، صور اور طرابلس چھن چکے تھے۔ عیسائی صوبے بڑی سرسبزی اور طاقتور حالت میں تھے۔ اور مسلمان امیر آپس میں اور عیسائیوں سے لڑ لڑ کر ضعیف ہو گئے تھے۔ عیسائی سلطنت کو بڑی تقویت دو مذہبی فرقوں کے پیدا ہو جانے سے ہوئی تھی۔ ایک کا نام ٹمپلر یعنی خدام ٹمپل (مندر یا معبد) اور دوسرے کا نام ہاسپیٹلر یعنی خدام ہاسپٹل (شفاخانہ) تھا۔ یہ فرقے رفتہ رفتہ اپنی تعداد اور طاقت میں اس قدر ترقی کر گئے کہ عیسائی سلطنت کی پشت و پناہ اصلی اور عظیم طاقت کا مرکز بن گئے اور بڑے بڑے کارہائے نمایاں انہوں نے کئے اور بڑا زور اور اقتدار حاصل کیا۔

لیکن اسی عرصہ میں اس سرزمین میں مسلمانوں کی ایک نئی طاقت کی بنیاد پڑ چکی تھی۔ اسماعیلیہ یا حشاشین کے خونخوار فرقہ نے اپنے مقتولوں کی فہرست میں امیر دمشق اور موصل کو داخل کرنا چاہا تھا۔ دمشق کی سازش جس کو وہ اسے عیسائیوں کے ہاتھ فروخت کرنے کیلئے کر رہے تھے معلوم ہو گئی اور چھ ہزار اسمعیلی مارے گئے۔ لیکن موصل کا امیر جس کے وہ اس سبب سے دشمن ہو گئے تھے کہ دمشق کو اس نے عیسائیوں کے ہاتھ سے بچایا تھا۔ ان جلادوں کے ہاتھ مارا گیا اور عماد الدین زنگی بن عقسنقر (قسنقر) نیا امیر موصل مقرر ہوا۔ زنگی نے بہت جلد حلب اور حمص کو اپنی حکومت میں موصل کے ساتھ شامل کر لیا۔ اور اتابکوں کے اس خاندان کی حکومت کو کھڑا کر لیا۔ جو ایک دن عیسائیوں کی قوت کو بہت کچھ توڑ

ڈالنے والی تھی ۔

اس زمانہ میں انطاکیہ کی حکومت کی نسبت ردو بدل اور جھگڑا اور تنازعہ ہوتا تھا۔ بادشاہ بالڈون نے اپنی زندگی میں اس امر کو دیکھ کر کہ وہ ایک ہی وقت میں یوروشلیم اور انطاکیہ دونوں پر قابو نہیں رکھ سکتا۔ بوہمنڈ سابق والی انطاکیہ کے لڑکے بوہمنڈ کو بلا کر اپنی ایک لڑکی کی شادی اس سے کر دی تھی اور انطاکیہ اس کے سپرد کر دیا تھا۔ مگر بوہمنڈ تھوڑے ہی زمانہ کے بعد مسلمانوں کے ہاتھ سے ایک لڑائی میں مارا گیا۔ اور انطاکیہ کی بابت تنازعات برپا ہو گئے۔ بادشاہ فلک نے مناسب سمجھا کہ انطاکیہ کا کچھ مستقل انتظام کیا جاوے اور ریمنڈ کے بیٹے ریمنڈ کو یورپ سے بلا کر بوہمنڈ کی کمسن لڑکی سے اس کی شادی کر دی اور انطاکیہ کا مالک بنا دیا۔ ریمنڈ کو زنگی کے مقابلہ میں فلک سے مدد مانگنی پڑی مگر فلک نے جولائی سنہ ۱۱۳۷ء میں زنگی سے فاش شکست کھائی اور اور ایک علاقہ زنگی کو دیکر صلح مول لی ۔

زنگی کے ملک گیری کے حوصلے اس کی شجاعت کی طرح بڑھے ہوئے تھے۔ اور مدت سے اس کی آنکھ دمشق پر تھی۔ تغتکین امیر دمشق کو اپنی زندگی میں مشہور اسمٰعیلی سردار بہرام پر بہت اعتماد تھا اور بانیاس کے قلعہ کا اس کو امیر مقرر کیا تھا۔ بہرام کے مرنے پر اس کا جانشین اس کا رفیق اسمٰعیل ہوا تھا اور ادھر تغتکین کی وفات پر ایک اسمٰعیلی وزیر ہی تغتکین کے بیٹے بوری کے عہد میں نہایت زور پکڑ گیا تھا اور اسی مکرم وزیر نے دمشق سنہ ۱۱۲۹ء میں عیسائیوں کو دے ڈالنے کی غرض سے سازش کی تھی جس کے کھلجانے پر چھ ہزار اسمٰعیلی مارے گئے تھے۔ اسمٰعیلیوں پر عتاب آجانے کی حالت میں اسمٰعیل حاکم بانیاس نے اپنا شہر فرنگیوں کو دیدیا تھا اور خود یوروشلیم میں جا کر پناہ لی تھی۔ لیکن تین برس بعد شمس الملک بن بوری نے اپنی امارت دمشق کے زمانہ میں بانیاس عیسائیوں سے پھر چھین لیا تھا۔ شمس الملک زنگی کے رعب میں اس قدر آگیا کہ اس نے دمشق پر زنگی کی حکومت کو تسلیم کر لینے کو رضامندی ظاہر کی۔ اس سے دمشق کی رعایا اور شمس الملک کی والدہ اس سے سخت ناراض ہو گئی۔ اور سنگدل ماں نے اپنے بیٹے کو مروا ڈالا۔ زنگی جب دمشق کے نزدیک پہنچا تو اس نے شہر کو محصور اور مقابلہ کے واسطے تیار پایا تغتکین کے ایک مملوک انار نے اختیار پا لیا تھا اور زنگی کو ناکام لوٹ جانا پڑا۔ شمس الملک کی جگہ بوری کا دوسرا بیٹا امیر اور انار دمشق کا وزیر مقرر ہوا سنہ ۱۱۳۹ء میں زنگی نے پھر دمشق پر حملہ کرنے کی تیاری کی تو انار نے عیسائیوں سے امداد طلب کی اور یہ شرط کی کہ اگر زنگی کے ہاتھ سے بچ گیا تو اس خدمت کے عوض میں بانیاس کو عیسائیوں کے واسطے فتح کرنے میں مدد دے گا۔ عیسائیوں نے اس تجویز کو منظور کر لیا اور عیسائی فوج دمشق کی فوج کے ساتھ شریک ہو گئی۔ زنگی نے دونو لشکروں سے لڑنا مصلحت نہ سمجھا اور پھر واپس چلا گیا۔ انار نے اپنے وعدہ کے موافق بانیاس کے

فتح کرنے میں سنہ ۱۱۴۰ء میں عیسایوں کو مدد دی اور بانیاس فتح ہوگیا۔ نومبر سنہ ۱۱۴۳ء میں یوروشلیم کا بادشاہ فلک مر گیا۔ اور اس کا بڑا بیٹا بالڈون صرف تیرہ برس کی عمر کا حکومت کرنے کے واسطے رہگیا +

عیسایوں کی طاقت کی وسعت اور ترقی درحقیقت اس زمانہ میں رُک چکی تھی اور یہ صرف ایک شخص بہادر زنگی کا کام تھا۔ عماد الدین زنگی سلطان ملک شاہ کے ایک معتمد اور عزیز مشیر عقنسکر (یا اقسنقر) کا بیٹا تھا جو حلب کا امیر ہوگیا تھا۔ عقنسکر ایک لڑائی میں مارا گیا تو عماد الدین زنگی کی عمر اس وقت صرف دس برس کی تھی زنگی سب سے پہلی لڑائی عیسایوں کے برخلاف لڑا۔ اس وقت وہ مودود کی فوج میں ملازم اور طبریاس کی عظیم لڑائی میں شامل تھا۔ اور اسی شیر دل شخص نے شہر کے دروازہ پر اپنا نیزہ جا کر مارا تھا۔ اس کے بعد وہ سلطان محمود بن محمد بن ملک شاہ والی عراق عرب و عجم کی ملازمت میں داخل ہوا جس نے اس کو بغداد اور عراق میں نائب (شحنہ) مقرر کیا اور سنہ ۱۱۲۶ء (مطابق سنہ ۵۲۲ ہجری) میں البورسکی کی وفات پر موصل کا گورنر مقرر کر دیا +

مسلمانوں کو اس وقت ایک زنگی ہی کی ضرورت تھی۔ اسلامی حکومتوں کا ضعف حد سے گذر چکا تھا۔ اور ان کے پھر سنبھالا لینے کی طرف سے مایوسی تھی۔ عیسایوں کی سلطنت کی وسعت اور طاقت سے یہ کچھ بعید نہیں معلوم ہوتا تھا۔ کہ اگر چند روز اور ان کی فتوحات اور قوت کی ترقی اسی طرح جاری رہی تو وہ دور دراز تک اسلامی ممالک پر تاخت و تاراج کرجاتے۔ یورپ کو چھوڑ کر اور اپنے وطن کو خیرباد کہ کر عیسائی جس جا سے ایشیا میں آگھسے تھے وہ ایک لمحہ کے واسطے انہیں نچلا نہیں بیٹھنے دیتا تھا۔ آرام اور آسائش سے بسر کرنے کے واسطے ان کو اپنا وطن کافی تھا۔ ایشیا کو وہ اپنی ہوس اور تمناؤں کا شکار گاہ سمجھ کر ہر وقت مسلمانوں کے برخلاف ہتھیار اُٹھائے رہنا اپنا ایک ہی کام اور ایک ہی فرض سمجھتے تھے اور اس تمام جدوجہد اور ہار جیت کے بعد ان کی سلطنت بہت وسیع اور قوی ہوچکی تھی۔ ماردین اور کیفنکان سے لے کر العریش تک جو مصری حد تھی ان کی سلطنت پھیلی ہوئی تھی اور صرف حلب۔ حمص۔ حماۃ اور دمشق درمیان میں چار نکتوں کی طرح بچے ہوئے تھے جو اس ترقی کے راستہ میں ضرور ایک دن صاف ہوجاتے۔ دیار بکر اور ماردہ کے ضلاع تک ان کے حملے پہنچ چکے تھے۔ عراق سے نصیبین اور راس العین تک وہ لوٹ مار کرتے تھے اور حاران کو ان کے جبر و تعدی نے جاں بلب کر چھوڑا تھا۔ تجارتی قافلے ان کی لوٹ مار کے خوف سے بند ہوگئے تھے تجارت کا نام نشان باقی نہیں رہا تھا اور دمشق کی آبادو سڑکیں متروک اور ویران ہوگئیں تھیں اکثر شہر جو فتح نہیں ہوئے تھے عیسایو کو خراج دیتے تھے۔ یا کسی اور طریقہ سے خوش رکھنا چاہتے تھے غرض مسلمانوں کی نااتفاقی اور منقسم طاقت اور باہمی لڑائیوں اور تنازعات نے عیسایوں کے ہاتھ اس قدر مضبوط کر دئیے تھے کہ وہ اپنے آہنی چنگل سے اسلامی حکومت کو پھاڑ ڈالنے کے لئے تیار تھے۔ اور یہ ایسا نازک زمانہ تھا جب نامور زنگی موصل کی حکومت پا کر اس

سرزمین پر نمودار ہوا اور مسلمانوں نے اس کے وجود کو خدا کی رحمت خیال کیا +

زنگی کا سب سے پہلا کام مسلمان امیروں ہی سے نپٹنا اور حتے الوسع ان منتشر اور منقسم طاقتوں سے اپنی ایک طاقت فراہم کرنا تھا۔ موصل پر اپنے اقتدار کو قوی کر کے اس نے فرات کے مشرقی علاقہ کا فکر کیا اور جزیرہ ابن عمر اور نصیبین اور سنجار کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد حلب کی طرف متوجہ ہوا۔ حلب کے ضعف اور خرابی کا اس وقت یہ حال تھا کہ تمام علاقہ حلب سے بیس قدم تک عیسائیوں کو نصف مالیہ ادا کرتا تھا۔ زنگی نے جون ۱۱۲۸ء (مطابق ۵۲۳ھ) میں حلب پر قبضہ کر لیا اور دوسرے سال حماۃ کو فتح کیا۔ اور اس کے بعد عیسائیوں سے جنگ کرنے کی طرف مائل ہوا۔ اور ۱۱۳۰ء (مطابق ۵۲۴ھ ہجری) میں لڑائی کے واسطے تیار ہو کر اثرب کے پاس ایک شدید اور عظیم لڑائی لڑا۔ یہ ایک ضروری اور کارآمد قلعہ تھا جس کی نسبت اثیر کہتا ہے کہ اس کے قبضہ سے عیسائیوں نے مسلمانوں کا گویا گلا پکڑ رکھا تھا۔ آرچ ایبٹ ایت بیان کرتا ہے کہ اس لڑائی سے پہلے جب بالڈون بادشاہ یوروشیلم نے قلعہ کے محاصرہ کا حال سُنا تو ایک کونسل منعقد کی۔ بعضوں نے اس خطرہ کو خفیف اور ناقابل توجہ خیال کیا لیکن ایک شخص نے سب سے مختلف رائے دی اور کہا کہ یہ نوجوان جنگ آور (زنگی) وہی نہیں ہے جس نے طبریاس کی لڑائی میں شہر کے دروازہ کو جا کھٹکھٹایا تھا۔ ان لفظوں سے بالڈون نے قلعہ کے بچانے کے واسطے فوج روانہ کرنیکا فیصلہ کیا اور زنگی اس کے مقابلہ کے واسطے بڑھا۔ اس جنگ میں عیسائیوں کی فاش شکست نے عیسائیوں کی طاقت اور غرور کو بہت کچھ توڑ دیا۔ اور قلعہ پر زنگی نے قبضہ کر لیا۔ لیکن اس لڑائی کے وقت بھی زنگی درحقیقت اپنے خانگی تنازعات سے فارغ نہیں ہوا تھا۔ ۱۱۲۹ء میں یعنی اس سے چند روز پیشتر ہی اس کا رقیب دوبیاس موصل کے فتح کرنے کے واسطے کوشش کر رہا تھا۔ دو سال بعد اس کو سلجوقیوں کی سلطنت کے جھگڑوں اور لڑائیوں میں حصہ لینا پڑا۔ اور بارہ برس تک اس کو اپنا سب سے بڑا وقت اور ہمت اُن تنازعات میں صرف کرنی پڑی۔ ۱۱۳۳ء میں اس کو موصل میں تین ماہ تک محصور رہنا پڑا۔ اور آخر کار ۱۱۴۳ء میں اس نے سلطان محمود کے بھائی سلطان مسعود کے ساتھ جس کے ہاتھوں سے وہ ان سب مخمصوں میں گرفتار ہوا تھا صلح کر کے اس سے اپنا پیچھا چھڑا لیا۔ اس عرصہ میں زنگی کو جس قدر موقع ملا اس نے اپنی حکومت وسیع کرنے کی کوششوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ اکثر مقامات ان کے امیروں سے چھین لئے اور دمشق سے بھی ایک حد تک اپنی فتحمندی تسلیم کرا لی +

عیسائیوں سے نبرد آزمائی کرنے کے واسطے گویا وہ انہیں خانگی تنازعات کے تصفیہ کا منتظر تھا اور افسوس ہے کہ اس کا بیش قیمتی زمانہ اسلامی حکومتوں کی بدبختی کی نذر ہو گیا۔ فراغت پاتے ہی اس نے پھر عیسائی ممالک کی طرف رُخ کیا اور ۱۱۴۴ء میں ایڈیسہ (عرفاز) کا جا کر محاصرہ کر لیا۔ ایڈیسہ (عرفاز) کا صوبہ جو عیسائی کروسیڈورل

کو اپنی سب سے پہلی فتوحات میں حاصل ہوا تھا۔ عیسائی سلطنت کی پشت و پناہ تھا۔ اور یوروشلیم کی زیر حمایت انطاکیہ کی مانند ایک مستقل حکومت اور طاقت کا مرکز تھا۔ جوسلن کا بیٹا جوسلن ثانی اس وقت اس کا فرمانروا تھا۔ زنگی نے اس کا اٹھائیس دن محاصرہ کرکے شہر کو فتح کر لیا اور یہ ایک عظیم صدمہ تھا جو عیسائی سلطنت کو پہنچا۔ عیسائی مورخ ایڈیسہ (عزاز) کے کھو جانے اور زنگی کے وحشت اور بے رحمانہ سلوک پر بہت نوحہ کرتے ہیں۔ اور ایڈیسہ (عزاز) کے کھو جانے کو عیسائی سلطنت کے زوال کا سب سے پہلا باعث خیال کرتے ہیں۔ ایڈیسہ (عزاز) کی فتح سے عیسائیوں کو جو رنج اور صدمہ پہنچا اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کو خوشی اور مسرت ہوئی۔ اور خلافت کے حکم سے عمادالدین زنگی کا نام بغداد میں خطبوں میں داخل کیا گیا +

عزاز کی حفاظت کے واسطے کچھ فوج چھوڑ کر زنگی اپنی فتوحات کو بڑھاتا ہوا آگے بڑھا مگر زمانہ بہت جلد اس کی زندگی کے ساتھ دشمنی کرنے والا تھا۔ ۱۱۴۶ء (مطابق ۵۴۱ہجری) میں قلعہ جبر کا محاصرہ کر رہا تھا کہ ایک مملوک (غلام) نے سوتے میں اس کو قتل کر ڈالا اور اس نامور شخص کی فتحمندانہ زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ زنگی کی شہادت سے مسلمانوں کو جو صدمہ اور غم گذرا اس کے بالمقابل عیسائیوں کو اسی درجہ کی خوشی ہوئی۔ مچاڈ لکھتا ہے کہ "اس کی موت کی خبر نے عیسائیوں کو اپنی شکستوں پر تسلی اور تسکین دی اور انہوں نے اس قدر بے حد خوشی ظاہر کی کہ گویا مسلمانوں کی تمام طاقت کو انہوں نے دفعتاً گرتے دیکھا ہے۔" زنگی کی ہیبت اور وحشت اور رعب اور شجاعت کو تاریخ میں عدیم المثال بنانے کے واسطے یہی ایک واقعہ کافی ہے کہ ایک دفعہ ایک ملاح اپنے پہرہ سے غافل ہو کر سو گیا جب بیدار ہوا۔ تو زنگی کو اپنے سرہانے کھڑا پایا کر اس سے آنکھیں دوچار ہوئیں۔ مگر اس شیر اتابک کی نظر نے خنجر سے بھی جلدی اپنا کام کیا اور سپاہی نے تڑپ کر جان دیدی۔ افسوس ایسے زنگی جیسا شخص ایسی گمنامی اور نامراد موت ایک بزدل غلام کے ہاتھ سے مرنے والا تھا۔ وہ اپنے بیٹوں کے واسطے ایک خاصی وسیع مملکت چھوڑ گیا۔ اور بقول آرچر کے نورالدین اور صلاح الدین کی کامیابی کا راستہ تیار کر گیا +

زنگی کے دو بیٹے نورالدین حلب میں اور سیف الدین موصل میں حکمرانی کرنے لگے۔ مگر زنگی کے بعد نامور کی تخت نورالدین کے واسطے تھا۔ عیسائی عزاز کو خاموشی سے اور بغیر زیادہ جدوجہد کئے نہیں دے بیٹھنے والے تھے۔ جوسلن ثانی نو ۱۱۴۶ء میں اپنی کامیابی کی تدبیر سوچی کہ عزاز کے مسلمان محافظوں پر شب خون مارا۔ اور رعایا کو حملہ کرکے ان کو پریشان کیا اور کچھ لڑائی کرکے شہر عزاز پر قابض ہو گیا۔ لیکن مسلمان شہر کے قلعہ میں محصور ہو گئے جس کو عیسائی فتح نہ کر سکے۔ اتنے میں نورالدین فوج لے کر عزاز کے چھڑانے کے واسطے پہنچ گیا اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ عیسائی نورالدین کی فوج اور قلعہ کی مسلمان سپاہ کے درمیان میں آ گئے۔ اور ان کی جان پر بن گئی۔ بھاگنے کے واسطے راستہ تلاش کرتے تھے جو نہیں ملتا تھا۔ آخر کار جان بچانے کے واسطے رات کے وقت

ہی شہر کا دروازہ کھول کر نکلے ۔ پیچھے سے قلعہ کی فوج نے حملہ کیا اور سامنے کا لشکر بیدار ہو کر ان پر ٹوٹ پڑا عیسائیوں کو ان کے ہتھیاروں اور مایوسانہ کوششوں نے کچھ زیادہ مدد نہ دی اور بیشمار عیسائی مارے گئے کئی ایک نامور عیسائی سردار قتل ہوئے اور جوسلن پہلے پہل مسلمانوں کی بے خبری کی حالت میں مشکل سے اپنی جان بچا کر بھاگ گیا لیکن ۱۱۴۹ء میں جب اس نے عزاز کے واسطے تازہ کوشش کی تو نورالدین کے لشکر کے ہاتھ میں گرفتار ہو گیا ۔ نورالدین جوسلن سے اس سبب سے آزردہ تھا کہ اس نے نورالدین کے مصاحب کی زرہ مسعود امیر قونیہ کے پاس بھیجی تھی اور کہلا بھیجا تھا کہ اتابک (نورالدین) کو بھی عنقریب پکڑ کر بھیجدونگا ۔ جوسلن اپنی آنکھیں کھو کر حلب کے قیدخانہ ہی میں نو برس بعد مر گیا ۔ جوسلن کے پکڑے جانے کے بعد عزاز کا تمام علاقہ عیسائیوں سے کھو گیا ۔ کچھ مسعود امیر قونیہ نے دبا لیا اور باقی آخر کار نورالدین کے ہاتھ لگا ۔

عزاز کی فتح پر عیسائیوں کا رونا پیٹنا ختم ہونے والا نہیں تھا ۔ اور آیندہ بے انتہا خونریزی کا باعث بننے والا تھا ۔ عزاز کی فتح کے غم والم کو مچاڈ ان لفظوں میں بیان کرتا ہے " یوروشلیم اور دوسرے عیسائی شہروں کے باشندوں نے عزاز کی فتح اور تباہی کی خبر سنکر مایوسی کے آنسو بہائے ۔ اور منحوس شگونوں نے ان خبروں کے ساتھ شامل ہو کر جو فرات کے کناروں سے آتی تھیں ان کو اور بھی خائف کر دیا حضرت مسیح کی قبر اور کوہ صیہون کے گرجوں پر بجلی گری ۔ ایک مدار ستارہ اپنے چمکیلے بالوں کے ساتھ آسمان میں نظر آیا ۔ اور اس سے سخت خوف پھیلا ۔ اور بقول ولیم آف ٹائر کے اور بہت سے علامات خلاف معمول نظر آئے جن سے آیندہ کی باتیں ظاہر ہوتی تھیں ۔ اور ان سب سے بڑھ کر مصیبت یہ پڑی کہ روڈولف یوروشلیم کا چانسلر جبراً صور کے محاصرہ میں لے جایا گیا ۔ اور اس مقدس درگاہ میں بہت طعن طنز پیدا ہوئی ۔ مشرق کے تمام ایماندروں (عیسائیوں) نے یقین کیا کہ آسمان ان کا مخالف ہو گیا ہے اور عیسائیوں پر ہیبتناک مصیبتیں آنیوالی ہیں ۔

دوسرا کروسیڈ

مچاڈ کا یہ قول صحیح ہے کہ پہلا کروسیڈ مصیبتوں ہی سے شروع ہوا تھا اور مصیبتوں ہی پر ختم ہوا ایشیا کی عیسائی حکومتیں اس وقت سخت معرض خطر میں تھیں اور اپنی حفاظت کے واسطے اپنی طاقت سے مایوس ہو کر یہی ایک چارہ دیکھا کہ یورپ کے بادشاہوں سے امداد طلب کریں ۔ ارمنی پادریوں کی ایک جماعت یورپ کو روانہ ہوئی پوپ یوگینئس اس وقت مقام ٹریو میں تھا ۔ یہ فرنگی پادریوں اور عیسائیوں کی جماعت اس کے پاس پہنچی ۔ اور اپنے غم والم کی داستان سنائی اور بقول مچاڈ کے " عیسائیوں کی سفارت کے بیان سے صرف ایماندار (عیسائیوں) کے اس سردار اعظم (پوپ) کی آنکھوں سے ہی آنسو نکل پڑے بلکہ عزاز کی مصیبتوں اور یوروشلیم پر آنیوالے

خطروں نے علی العموم سب میں غمخواری اور خوف پیدا کیا۔ تمام یورپ میں خوف اور آگاہی کے آواز بلند کئے گئے۔ بیت المقدس کو فتح ہوئے صرف پنتالیس برس گذرے تھے اور لوگوں کے دل ابھی تبدیل نہیں ہوئے تھے اور پہلے کروسیڈ کی طرح اُنہوں نے بڑے شوق اور جوش سے ہتھیار اُٹھا لئے"۔

دوسرے کروسیڈ کا سبب نامی واعظ سنٹ برنارڈ تھا جس نے اپنی دھواں دھار تقریروں سے یورپ میں ایک عامی سے لے کر بادشاہوں تک کو کروسیڈ کے واسطے آمادہ کردیا۔ برنارڈ برگنڈی کے ایک امیر کا بیٹا تھا۔ اور پندرہ برس سے دنیا کو ترک کرکے مذہبی زندگی بسر کرنے میں مصروف تھا۔ یورپ کو کروسیڈ پر آمادہ کرنے کے موقع کے واسطے وہ اور یہ موقع اس کے واسطے گویا قدرت ہی نے موزوں کیا تھا۔ قوتِ بیانی اور طاقتِ لسانی اور فصاحت اس کو غیر معمولی درجہ کی حاصل تھی اس کے مذہبی جوش کا کوئی انتہا نہ تھا اور ہر ایک ضرورت کے واسطے کافی لیبر تھا۔ کانرڈ جیسے بادشاہوں کو اس نے اپنے ہٹ اور استقلال اور دلیری سے چارنا چار کروسیڈ کے واسطے عہد کرنے پر مجبور کیا۔

یورپ میں دوسرے کروسیڈ کے وعظ نے وہی جوش اور سرگرمی پھیلائی۔ جو پہلے کروسیڈ میں پھیلی تھی۔ اور اسی پہلے کے سے جنون کے ساتھ لوگ مشرق میں لڑنے کے واسطے آمادہ ہوئے۔ اسی طرح خرچ کے واسطے روپیہ مہیا کرنے میں بے اعتدالیاں ظاہر کیں۔ ہم ان تمام تفصیلات کو بیان کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔ سنہ ۱۱۴۶ء میں مقام ویزلی میں ایک بڑی کونسل منعقد ہوئی جس میں سنٹ برنارڈ کی موثر تقریر نے سامعین کے دل ہلا دئے۔ خود بادشاہ لوئیس ہفتم والی فرانس نے سنٹ برنارڈ کے ہاتھوں سے صلیب لی۔ اور کروسیڈ کے واسطے جانے کا اقرار کیا۔ لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ لوئیس قلعہ کے اندر اپنے آپ کو لوگوں کو نہ دکھا سکا تو باہر میدان میں ایک لکڑی کے مینار پر چڑھ کر صلیب کو اپنی چھاتی پر لگائے ہوئے لوگوں کے سامنے نمودار ہوا۔ عوام الناس اور متوسط طبقہ کے لوگوں میں بھی نہایت سخت جوش پیدا ہوا۔ اور اس قدر لوگ صلیب حاصل کرنے کو تیار ہوئے کہ سنٹ برنارڈ کو اپنے کپڑے پھاڑ کر لوگوں کی صلیب کی خواہش کو پورا کرنا پڑا۔ ویزلی سے برنارڈ جرمنی کو گیا اور کروسیڈ کا وعظ کہتا ہوا اور لوگوں کو برانگیختہ کرتا ہوا گذرا اس کے بھی ہر ایک قدم پر معجزات کی بارش ہو رہی تھی۔ اور اس کے معجزے پیٹر سے بھی بڑھے ہوئے تھے۔ کیونکہ برنارڈ کے معجزوں سے اندھوں کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ بہرے سننے لگے۔ لنگڑے چلنے لگے۔ اور اس کے واسطے برنارڈ کو صرف انہیں صلیب کا نشان کرنا پڑتا تھا۔ (آرچر صفحہ ۲۱۰) جرمنی میں برنارڈ شاہنشاہ کانرڈ کے ثالث والی جرمن کے پاس گیا۔ مگر شاہنشاہ نے شروع میں اس کو جواب دیا کہ وہ کروسیڈ کے واسطے جانے کی کوئی خواہش نہیں رکھتا ہے لیکن برنارڈ اس سے مایوس نہ ہوا۔ اور ایک دن موقع پا کر بادشاہ

کے سامنے ایسی مؤثر اور دردناک تقریر کی کہ بادشاہ رونے لگ گیا اور کروسیڈ کے واسطے جانے کو آمادہ ہو کر برنارڈ کے ہاتھوں سے صلیب حاصل کیا۔ برنارڈ کو یہ سب سے بڑی کامیابی حاصل ہوئی کہ دو ایسے بڑے شاہنشاہ کروسیڈ کے جانے کے واسطے تیار ہو گئے۔ عوام الناس پر جو اثر اس کی تقریر کا ہوا وہ چشم دید کیفیت سے ظاہر ہے کہ "گاؤں اور قلعے متروک اور ویران ہو گئے۔ اور سوائے اُن بیواؤں اور یتیموں کے کوئی نہ رہا۔ جن کے خاوند اور والدین ابھی زندہ تھے (یعنی کروسیڈ کے واسطے چلے گئے تھے۔ دیکھو مچاڈ صفحہ ۳۳۹) جس درجہ کے امیر اور سردار پہلے کروسیڈ کے واسطے گئے تھے اُس طبقہ کے بیشمار سردار اس کروسیڈ میں اپنے بادشاہوں کے ساتھ کروسیڈ کے واسطے تیار ہوئے اور ان کو اپنے بوڑھے والدین کی منتیں بھی اس ارادہ سے باز نہ رکھ سکیں۔ ایک عجیب بات یہ تھی کہ" شاہنشاہ لوئیس کی ملکہ ایلینر کے صلیب لینے پر بیشمار عورتوں نے صلیبیں لے لیں۔ اور تلواروں اور نیزوں سے مسلح ہو گئیں۔ نائٹ سواروں کا ایک گروہ سرگرمی سے ان کے پیچھے ہو لیا اور جو شخص مسلمانوں سے جنگ کرنے جانے کے واسطے تیار نہیں ہوتا تھا۔ اس کو ایک گونہ شرمندگی ہوتی تھی تاریخ بیان کرتی ہے کہ جن لوگوں نے ہتھیار نہیں اُٹھائے تھے۔ ان کے پاس پھرکی (چرخہ) اور تکلے بھیجے گئے جس سے ان کی بزدلی کے واسطے ان کو ملامت کرنی مقصود تھی"۔ (مچاڈ صفحہ ۳۴۳) +

غرض دونو شاہنشاہ لوئیس اور کانرڈ اپنی اپنی سلطنتوں میں انتظام کے واسطے نائب مقرر کر کے قسطنطنیہ کو چل پڑے۔ لوئیس کے ساتھ ایک لاکھ کروسیڈر تھا اور ملکہ ایلینر مع درباریوں وغیرہ کے ہمراہ تھی شاہنشاہ جرمنی اس قدر فوج لے کر روانہ ہؤا کہ ایک مورخ کے قول کے بموجب نہ تو سمندر کی لہریں ان کو اُٹھا سکتی تھیں اور نہ ان کی گنجائش کے واسطے میدان ہی تھے (مچاڈ صفحہ ۳۴۶) سب سے پہلے شاہنشاہ جرمنی اپنی فوج کے ساتھ قسطنطنیہ پہنچا۔ مینوئل اس وقت قسطنطنیہ میں یونانی بادشاہ تھا۔ کروسیڈ عیسایوں کو یونانی عیسایوں نے بہت تکالیف پہنچائیں۔ عیسائی مورخ کروسیڈروں کی تمام آئندہ تکالیف اور مصیبتوں اور تباہی کا باعث یونانی عیسایوں کو خیال کرتے ہیں اور یونانیوں پر سے یہ دھبہ کبھی نہیں مٹ سکتا۔ اگر یونانیوں کے پاس کروسیڈروں کی جبر اور تعدی کی شکایت پیش کرنے کو کافی نہ ہوں۔ شاہنشاہ جرمنی کو شاہنشاہ فرانس سے پہلے پہنچنے اور اکثر ناموریاں اپنے واسطے حاصل کر لینے کا خیال تھا۔ اس نے قسطنطنیہ سے روانہ ہونے میں بہت جلدی کی۔ اور رستوں کی واقفیت حاصل کرنے اور اپنی بیشمار فوج کے واسطے سامان رسد کی فکر کرنے کی طرف کافی توجہ نہ کی۔ یونانی رہبروں نے شاید دھوکے سے اس کو غلط رستہ پر ڈال دیا ہو تو نیہ کی سرحدی مسلمانوں کو کوئی برانگیختہ کرتا یا نہ کرتا ان کا اپنے ملک کی حفاظت کے واسطے تیار ہونا ضروری تھا۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر سے وہ عیسایوں کو اپنے ملک میں آتے دیکھ رہے تھے۔ اور موقع کے منتظر تھے جب

عیسائی فوج ان کی زد میں آگئی تو انہوں نے حملہ کر دیا عیسائی فوج کو شکست ہوئی اور پریشان ہو کر بھاگ نکلی شاہنشاہ نے نیسا کو واپس آنے بغیر کوئی چارہ نہ دیکھا اور مچاڈ اور آرچر دونو کے قول کے مطابق صرف ایک سوال حصہ اپنی کل فوج کا بچا کر شاہنشاہ کا نرڈ نیسا میں پہنچا۔ جہاں لوئیس شاہنشاہ فرانس اس کی شکست کی خبر سنکر نہایت غمناک اور متردد تھا۔ دونو شاہنشاہ ایک دوسرے کو گلے لگا کر روئے اور دوبارہ عہد کیا کہ دونو اکٹھے فلسطین کو جائینگے۔ شاہنشاہ جرمنی نے عہد کو پورا نہ کیا راستہ میں ترکوں کی فوج کے موجود ہونے کی خبر سے ڈر گیا اور موسم سرما گذارنے کے واسطے قسطنطنیہ کو لوٹ گیا +

لوئیس شاہنشاہ فرانس حتی الوسع زیادہ احتیاط کے ساتھ لاوڈ لیا کی طرف روانہ ہوا۔ اور وہاں پہنچ کر تنگ پہاڑی رستوں سے اپنا سفر جاری رکھا۔ ترک پہاڑوں کے نشیب و فراز میں ان پر تاک لگائے ہوئے بیٹھے تھے۔ فرانسی فوج کے دو حصہ کئے ہوئے تھے۔ اور ہر روز دو نئے سرداروں کے زیر حکم کوچ کرتے تھے جن کو بادشاہ ہدایات دیتا تھا۔ ایک روز اگلے حصہ کا افسر جیا فری ڈمی رینکن تھا جس کو بادشاہ نے سامنے کے سب سے بلند پہاڑ پر چڑھنے کا حکم دیا تھا۔ لیکن وہاں پہنچ کر ملکہ اور دوسری عورتوں کے اصرار سے وہ ایک سرسبز اور شاداب وادی میں اتر گیا۔ اور اس بلندی پر ترک قابض ہو گئے پچھلے حصہ میں جس میں بادشاہ تھا اس امر کی کچھ خبر نہ تھی اور بڑے اطمینان سے بڑھے آرہے تھے۔ ترک بے حس و حرکت نہایت خاموشی سے ان کا انتظار کرتے رہے جب وہ ان کی زد میں آگئے اور ترکوں کو اپنی فتح کا کامل یقین ہو گیا۔ تو نعرے مارتے ہوئے عیسائی فوج پر ٹوٹ پڑے۔ اس کے بعد عیسایوں کی پریشانی اور ہولناک خونریزی کے سوائے اور کچھ نہیں ہے۔ تیس اعلے درجہ کے امرا جو بادشاہ کے ہمرکاب تھے ایک ایک کر کے اس کے پہلو میں قتل ہو گئے۔ بادشاہ اکیلا رہ گیا اور بھاگا اور لڑتا رہا۔ مگر مسلمانوں نے اس کو ایک عام سپاہی سمجھ کر چھوڑ دیا (مچاڈ صفحہ ۲۰۷) بادشاہ کو خوف تھا کہ ترک رات میں حملہ کرینگے۔ اور باقی کچھ نہ چھوڑینگے۔ مگر ترک ہٹ گئے اور بادشاہ کسی کے گھوڑے پر سوار ہو کر ہزار مشکل سے اگلی فوج سے جا ملا۔ فرانسی فوج کی اس مصیبت نے اس کی طاقت کو توڑ دیا۔ بقول آرچر کے کروسیڈ کیواسطے یہ ایک مہلک صدمہ تھا۔ اور فرانس کا پھول دمشق میں پہنچ کر کھلنے سے پہلے کملا گیا تھا"۔ بادشاہ یونانیوں کے فریب اور موسم سرما ترکوں کے ہاتھوں سے سختیاں اور نقصان اٹھاتا ہوا بندر اطالیہ پہنچا اور وہاں سے سمندر کے راستہ مارچ ۱۱۴۸ء میں انطاکیہ میں وارد ہوا۔ انطاکیہ پہنچنے پر اس نے اپنی کل ایک لاکھ فوج کی صرف ایک چوتھائی باقی پائی اور تین چوتھائی وہ ہر ایک قسم کی مصیبتوں میں کھو چکا تھا +

ریمنڈ صاحب انطاکیہ شاہنشاہ فرانس کا رشتہ دار اور اس کی ملکہ ایلینر کا چچا تھا۔ اس نے بادشاہ کی

نہایت ہی خاطر و مدارات کی اور فوج کی عیش و عشرت کے اس قدر رسامان مہیا کر دئے کہ ان کو اپنی گذشتہ تکالیف سب فراموش ہوگئیں لیکن بادشاہ کو اپنی ملکہ اور اس کے چچا ریمنڈ کے تعلقات کی نسبت بدگمانی ہوئی۔ اور اپنی ناراضی ملکہ پر ظاہر کر دی۔ وہ ایسی دلیر عورت نکلی کہ بادشاہ سے اپنی شادی منسوخ کرا لینے پر آمادہ ہوگئی اور خاوند کو چھوڑ کر ریمنڈ کے پاس چلی گئی۔ بادشاہ اس تہتک سے بہت برافروختہ ہوا۔ اور اپنی ملکہ۔ اپنی منکوحہ کو رات کے وقت جبراً اپنے کیمپ میں اٹھوا منگوا نے اور انطاکیہ سے جلدی چلے جانے پر مجبور ہوا۔[۱] اس کے یوروشلیم میں پہنچنے سے عیسایوں کو بہت خوشی ہوئی۔ اسی عرصہ میں شاہنشاہ جرمنی قسطنطنیہ سے سمندر کے راستہ عکہ میں پہنچا تھا اور وہاں سے یوروشلیم کو آیا تھا۔ دونو بادشاہ گلے ملکر ایک دوسرے کے مصائب پر بہت روئے اور اس مقدس مقام پر توبہ استغفار کی۔

بالڈون ثالث جو اس وقت یوروشلیم کا بادشاہ تھا باوجود کم سنی کے بہت ہونہار معلوم ہوتا تھا۔ اور یورپ کی ان افواج سے جو دونو شاہنشاہوں کے جمع ہو جانے سے سب اکٹھی ہوگئی تھیں اس نے اپنی فتوحات کو وسعت دینے کا فائدہ اٹھانا چاہا اور ایک مجلس منعقد کر کے بحث مباحثہ کے بعد دمشق پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ بالڈون اور دونو بادشاہ مع تمام فوجوں کے دمشق کو روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر شہر کا محاصرہ شروع کیا۔ دمشق انہیں پچھلے دنوں کے متواتر حملوں اور محاصروں سے بہت کمزور ہو گیا تھا۔ شہر پناہ مٹی کی تھی اور ایکطرف اس کو اپنے باغات کی گنجانی اور کثرت پر اعتماد تھا۔ اسی طرف سے عیسایوں نے محاصرہ شروع کیا۔ عرصہ تک لڑائیاں ہوتی رہیں۔ مگر آخر کار عیسائی فوج واپس چلی آئی۔ عیسائی مورخ اس ناکامی کو جو کامیابی کی حد تک پہنچ چکی تھی عیسائی سرداروں کے باہمی حسد اور بداوتوں سے منسوب کرتے ہیں۔ اس کے بعد عیسائی فوج نے عسقلان کا محاصرہ کرنے کی تجویز کی مگر وہ ارادہ بھی چھوڑ دینا پڑا۔ کانرڈ شاہنشاہ

---

[۱] ملکہ ایلینر کے چال چلن کے ذکر میں مچاڈ لکھتا ہے کہ اس سے صرف مسلمانوں اور مشرقی عیسایوں ہی پر بدنامی نہیں آئی ہوگی۔ بلکہ فوج پر جس میں مشیار عورتیں تھیں بہت برا اثر ہوا ہوگا۔ ملکہ نے زمانہ قیام انطاکیہ میں جن لوگوں پر اس عنایات کیں ان میں عیسائی نائٹوں کے علاوہ مسلمانوں کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ خصوصاً ایک نوجوان ترک کا جس کو اس نے بہت قیمتی تحائف دئے۔ اور جس کی خاطر بادشاہ کو چھوڑ دینا چاہا۔ (مچاڈ صفحہ ۳۶۲) بعض لوگوں نے اس نوجوان ترک کو صلاح الدین ہی بنا دیا ہے۔ لیکن یہ بالکل غلط ہے۔ صلاح الدین اس وقت بہت کمسن تھا۔ اور اس کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ ملکہ ایلینر کو جب لوئیس نے طلاق دیدی اور اس نے ہنری دوم شاہ انگلستان سے شادی کی تو اس کا دوسرا بیٹا جیوفرے پیدا ہوا جو صلاح الدین کا بڑا نامی حریف تھا۔ گو جیوفرے کی عمر صلاح الدین کے مقابلے میں بہت چھوٹی تھی مگر تاہم یہ بات کسی طرح قیاس میں نہیں آسکتی کہ ملکہ کا صلاح الدین سے کوئی ایسا تعلق ہوا ہو۔ مؤلف

جرمنی دق ہوکر یورپ کو واپس چلا گیا۔ شاہنشاہ لوئیس چند روز اور فلسطین میں رہا اور ۱۱۴۹ء میں وہ بھی یورپ کو واپس چلا گیا۔ اور دوسرا کروسیڈ سب سے زیادہ ناکامی کے ساتھ ختم ہؤا +

یہی واقعات دوسرے کروسیڈ کا خاتمہ کر دیتے ہیں۔ اور تیسرے کروسیڈ کی تحریک اسی وقت سے یورپ میں شروع ہو گئی تھی۔ اور گو کم و بیش کروسیڈروں کی جماعتیں یورپ سے وقتاً فوقتاً آتی رہتی تھیں لیکن جس وقت تک یورپ کی تمام اور عظیم طاقت ایشیا پر نہیں ٹوٹ پڑی اس وقت تک ایشیا کے عیسائیوں اور مسلمانوں کے حالات کا نقشہ بالکل بدل گیا تھا +

بالڈون شاہ یوروشلم نے کم سنی ہی میں ایک بے چین اور جنگجو طبیعت ظاہر کی تھی اور مسلمانوں سے اُلجھ کر پہلے ہی پہل نورالدین سے شکست کھالی تھی۔ اس وقت تک اس کی نوعمری کے سبب سے سلطنت کا کاروبار اس کی والدہ ایک عیسائی معتمد کی امداد سے کرتی تھی۔ بالڈون جب جوان ہو گیا اور اس کی گدی نشینی کا وقت پہنچا۔ تو اس کے اور اس کی ماں کے درمیان تنازعہ پیدا ہو گیا جس کے سلجھنے میں بہت وقت صرف ہؤا +

نورالدین اس عرصہ میں اپنی فتوحات کے رستہ پر برابر قدم مارتا رہا تھا۔ اور ۱۱۵۴ء (مطابق ۵۴۹ ہجری) میں نامور زنگی کے اس نامور بیٹے نے دمشق کو فتح کر کے اپنے باپ کے شروع کئے ہوئے کام کو بہت کچھ ختم کر دیا تھا دمشق کو فتح کر کے صلاح الدین کے چچا اسدالدین شیرکوہ کو اس کا حاکم مقرر کیا۔ کیونکہ اسدالدین نے فتح دمشق میں بہت بڑی بہادری ظاہر کی تھی۔ یا یہ کہ صلاح الدین کے باپ نجم الدین کی بوجہ اس کی خدمات کے سپرد کیا۔ سلطان نورالدین مسلمان بادشاہوں میں اپنے اوصاف کے واسطے آپ ہی اپنا نظیر تھا۔ اس کی نیکی۔ اس کی پاکبازی۔ اس کا زہد۔ اس کا تقوے۔ اس کا انصاف۔ اس کے مذہبی اوصاف۔ اس کی عقلمندی۔ اس کی سیاست۔ اس کی شجاعت۔ اس کی علم و ہنر کی قدر دانی۔ علما کی خدمت۔ صلحا کی عزت۔ علم کی ترقی کی کوششیں۔ اس کو ایک اسلامی بزرگ۔ ہیرو (نامور فرمانروا) ٹھیراتے ہیں۔ اس کے کسی ایک بزرگ وصف کی طرف چند الفاظ میں اشارہ کرنا اس کی بزرگی اور اس کی شان کی بے ادبی کرنا ہے اور اسی واسطے ہم نے اس بارہ میں خاموشی اختیار کی ہے۔ نجم الدین ایوب صلاح الدین کا باپ نورالدین کا سب سے عزیز اور معتمد مشیر تھا۔ اور صلاح الدین کا چچا اسدالدین شیرکوہ نورالدین کی فوجوں کا سپہ سالار اور اس کی قوت اور قوتِ بازو تھا۔ نورالدین کے ساتھ یا تنہا ہر وقت اس کی فتوحات کے بڑھانے میں مصروف تھا ہر ایک ضرورت اور ہر ایک خطرہ کے موقع پر وہی پہنچتا تھا۔ اور اس کی قیمتی خدمات سے سلطان نورالدین بہت مشکور اور محظوظ تھا۔ لیکن یہ موقع اس قسم کی تفصیلات بیان کرنے کا نہیں ہے +

بالڈون کو اتفاقات نے اپنی زندگی میں کچھ عرصہ کے واسطے ایک یادگار واقع چھوڑ جانے کا موقع دیا۔ یہ عسقلان کی فتح تھی۔ جو نورالدین کے دمشق فتح کرنے سے ایک سال پہلے ہوئی تھی عسقلان باوجود عیسایوں کے مسلسل حملوں کے اب تک خلافت مصر کے ماتحت تھا۔ اور سمندر کی سمت کو چھوڑ کر باقی تین طرف سے عیسایوں کے مقبوضات سے گھرا ہوا تھا۔ بالڈون نے اپنی والدہ کی دعاوی سے مخلصی اور تمام سلطنت کی حکومت پاکر عسقلان پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اس غرض کے واسطے تمام سرزمین سے فوجیں طلب کرلیں۔ جنوری ۱۱۵۳ء (مطابق ۵۴۸ ہجری) میں شہر کا محاصرہ شروع کیا اور چھ ماہ تک بغیر کسی کامیابی کے محاصرہ جاری رکھا لکڑی کی کلیں اور مینار وغیرہ اس تمام عرصہ میں تیار اور استعمال کئے گئے۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اور خلافت نے بھی مسلمانوں کی امداد کی چنداں فکر نہ کی۔ آخرکار مسلمانوں کی ایک کل جلانے کی کوشش نے مخالف ہوا سے آگ کو اُلٹا شہر کی طرف پھیر دیا۔ جس سے شہر پناہ جل کر خود ہی گر پڑی۔ اور اس کے گرنے کی آواز نے عیسایوں کو سونے سے جگایا۔ عیسائی اس شگاف سے اندر گھس گئے۔ مگر باہر سے کوئی امداد نہ پہنچی تو وہیں کاٹ ڈالے گئے۔ اہل شہر نے شگاف کی مرمت کرلی۔ اور عیسائی فوج اور خود بالڈون محاصرہ چھوڑ کر چلے جانے کو آمادہ ہوگئے۔ لیکن ایک جماعت نے اس رائے کی مخالفت کی اور تازہ جوش سے حملہ کیا گیا۔ اہل شہر بھی خوب لڑے مگر آخر کو انہیں شکست ہوئی۔ اور ۱۲۔ اگست کو عیسایوں سے بعض شرائط کرکے شہر ان کے حوالہ کردیا اور خود مصر کو چلے گئے ۱۱۵۸ء میں یورپ سے تازہ فوج کے آنے اور نورالدین کے بیمار ہونے کے سبب سے بالڈون کو قیصاریہ پر حملہ کرنے کی دلیری ہوئی اور شہر کا محاصرہ کرلیا۔ لیکن آخرکار ناکام انطاکیہ کو چلا جانا پڑا۔ اسی زمانہ میں مینوئیل یونانی شاہنشاہ قسطنطنیہ ایک بڑی فوج لیکر آپہنچا۔ اور عیسائی بادشاہ رینلڈ صاحب انطاکیہ کو نیچا دکھاکر لوٹ گیا ٭

نورالدین نے اس زمانہ میں ہاراش اور کرسین قلیج ارسلاں سے چھین لئے۔ نورالدین ادھر مصروف تھا تو بالڈون نے موقع پاکر دمشق پر چڑھائی کردی لیکن صلاح الدین کے باپ ایوب نے جو نورالدین کا نائب تھا اس کو حکمت عملی سے لوٹا دیا۔ یا یہ کہ اسدالدین شیرکوہ نے جو اس خطرہ کو تاڑ کر پہلے سے رستہ میں فوج لئے پڑا تھا عیسایوں کو پسپا کردیا اسی موقع پر یعنی نومبر ۱۱۶۱ء میں عیسائی بادشاہ مرگیا مینڈس کو اس کی وفات سے رنج اور الم ہونا ضروری تھا لیکن نامور نورالدین نے اس موقع پر ایک بے نظیر فیاضی اپنے دشمن کی نسبت ظاہر کی جب اس کو یہ مشورہ دیا گیا کہ عیسایوں کے ضعف کے اس موقع سے فائدہ اُٹھایا جاوے۔ اور فلسطین پر چڑھائی کی جاوے تو اس نے جواب دیا کہ ہم کو ان لوگوں کے سچے غم پر رحم کھانا چاہئے۔ انہوں نے ایک ایسا اچھا بادشاہ کھو دیا ہے خدا نہ کرے کہ میں ان کے غم کی حالت میں خلل ڈالوں اور ایسی سلطنت پر حملہ کرنے کا موقع

حاصل کروں جس سے خوف کرنے کی ہمیں کوئی وجہ نہیں ہے۔ بالڈون کی وفات پر بہت رد وکد کے بعد اس کا بھائی اموری یا امالرک (دونوں ناموں سے اس کو پکارا جاتا ہے) جو یافہ اور عسقلان کا مالک تھا یوروشلیم کا بادشاہ ہُوا +

اب عیسایوں اور مسلمانوں کی لڑائیوں کا میدان بجائے شام کے کچھ زمانہ کے واسطے مصر قرار پاتا ہے مصر میں چھٹی صدی ہجری یا بارھویں صدی عیسوی میں سوائے خونریزی اور تباہی کے کچھ نظر نہیں آتا بعلویین یا فاطمیوں یا اسمٰعیلیوں (جس نام سے اس کو پکارا جائے) کی خلافت اپنی باری میں کمزور ہو چکی تھی اور طاقت وزرا کے ہاتھ میں چلی گئی تھی۔ وزارت کے مدعی جہاں آپس میں جنگ اور طاقت آزمائی میں مصروف رہتے تھے وہاں ان کے ہاتھ سے خلافت کی جان پر بھی بنی رہتی تھی۔ ہم مصری خلافت کے سب سے آخری خلیفہ عاضد کے زمانہ سے پہلے کے واقعات کو نہیں چھیڑنا چاہتے۔ ملک صالح طلالع بن زریک جو مصر کا وزیر تھا ۵۵۶ہجری مطابق ۱۱۶۱ء میں امرا کے ہاتھوں سے قتل کیا گیا اور اس کا بیٹا زریک وزیر مقرر ہوا۔ لیکن زریک سے شاور نے وزارت چھین لی اور اس کو اپنے میں دو بھایوں ناصرالدین ھم اور ضرغام مدعیان وزارت سے مقابلہ کرنا پڑا۔ شاور نے لڑائی میں شکست کھائی اور شام کی طرف بھاگ گیا ضرغام نے اس کے دونوں بیٹوں طیا اور سلیمان کو قتل کر دیا۔ شاور دمشق میں نورالدین کے پاس طلب امداد کے واسطے پہنچا جس نے شیرکوہ کے زیر حکم ایک فوج شاور کی امداد کے واسطے بھیجی۔ ضرغام نے اس خبر کو سن کر اموری شاہ یوروشلیم سے مدد مانگی جس سے وہ چند روز پہلے اپنی سرزمین میں جنگ کر کے نقصان اٹھا چکا تھا۔ عیسائی اس کی مدد کو آمادہ ہو گئے مگر پیشتر اس کے کہ وہاں پہنچ سکیں ضرغام کی مصری فوج شیرکوہ سے شکست پا چکی تھی۔ شیرکوہ شاور کے ساتھ قاہرہ میں پہنچ چکا تھا۔ اور ضرغام مارا گیا تھا۔ شاور نے وزارت پر قابو پا لیا اور شیرکوہ نے اس سے ان مواعید کے پورا کرنے کا تقاضا کیا جو وہ نورالدین سے کر آیا تھا۔ شاور نورالدین سے یہ اقرار کر گیا تھا کہ شیرکوہ کی فوج وہیں رہیگی۔ اور آمدنی کا ایک ثلث اس کے خرچ کے واسطے دیگا۔ لیکن شاور نے شیرکوہ کو تیس ہزار دینار دیکر ٹالدینا چاہا۔ اس نے نہ مانا اور زور شمشیر وعدہ پورا کرانے پر آمادہ ہو گیا۔ اب شاور نے شیرکوہ سے نجات پانے کے واسطے عیسائی بادشاہ یوروشلیم سے امداد مانگی۔ اموری فوراً فوج لے کر پہنچا۔ شیرکوہ کے پاس فوج بہت ہی قلیل تھی اور اس کے مقابلے میں مصر اور عیسایوں کی فوجیں فراہم ہونے والی تھیں وہ عیسایوں کے لشکر کے آنے پر بلبیس میں محصور ہو گیا۔ اور عرصہ تک محصور رہا۔ نورالدین کو جب معلوم ہوا کہ شاور نے شیرکوہ سے بدعہدی کی ہے اور عیسائی اپنی امداد کے واسطے بلائے ہیں تو اس نے عیسایوں کو واپس بلانے کی سب سے عمدہ تدبیر یہ کی کہ عیسائی شہروں پر حملہ کر دیا۔ اور حارم کا محاصرہ کر لیا۔ بوہمنڈ ثانی

جو انطاکیہ کا نیا امیر تھا۔ اور ریمنڈ صاحب طرابلس اس کے مقابلہ میں آئے۔ گردونو نے شکست کھائی۔ اور نورالدین کے ہاتھ میں قید ہو گئے۔ نورالدین کو اگر شیرکوہ کی طرف سے اطمینان ہوتا تو وہ انطاکیہ پر حملہ کرنے کو تیار تھا۔ مگر اس نے بانیاس اور طبریہ کو فتح کرنے پر اکتفا کیا۔ عیسائیوں کو مصر میں ان خبروں کے پہنچنے نے بہت متردد کر دیا۔ اور مصر سے واپس آنے پر مجبور کیا۔ شیرکوہ کو اس حال کی کچھ خبر نہ تھی۔ اور شاور کے حیلہ میں آ کر کل ساٹھ ہزار دینار لے کر مصر سے واپس جانے پر راضی ہو گیا۔ اور عیسائیوں کے لوٹ جانے کے بعد خشکی کے راستہ شام کو آیا۔

شیرکوہ اور عیسائی دونو مصر کے ضعف کو دیکھ آئے تھے۔ شیرکوہ نے نورالدین سے ظاہر کیا کہ مصر کو عیسائیوں سے بچاوے ورنہ ان کی بڑھی ہوئی طاقت سے خود اپنے کو بچانے کے واسطے سوائے اسکے کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم خود مصر کو فتح کریں۔ اسی تحریک اور تجویز کے مطابق نورالدین نے مصر کو بھیجنے کے واسطے فوج تیار کرنی شروع کی۔ اور شیرکوہ کے ماتحت اس کو روانہ کیا۔ مگر شیرکوہ کا خوف عیسائیوں کی نسبت سچا نکلا۔ کیونکہ عیسائی شیرکوہ سے پہلے مصر میں پہنچ چکے تھے اور شاور سے اطاعت اور اضافہ خراج کے اقرار کی تجدید کر کے خود خلیفہ سے عہد و پیمان کر لیا تھا۔ شیرکوہ وہاں پہنچ کر یابین میں جا اترا۔ ادہر عیسائیوں نے بھی ادھر ہی کا رخ کیا۔ شیرکوہ کو معلوم ہوا کہ عیسائیوں کے پاس بے حساب فوج ہے اور اس کی اپنی فوج بہت تھوڑی سی تھی۔ مشورہ میں اکثر آدمیوں کی رائے تھی کہ اس وقت لڑائی نہ کی جاوے۔ مگر شرف الدین برغش نے کہا کہ یہ نمکحرامی ہے۔ یہیں لڑینگے۔ شیرکوہ اور اس کے بھتیجے صلاح الدین نے جو ساتھ تھا اسکی تائید کی۔ شیرکوہ نے قلب لشکر میں اپنی جگہ صلاح الدین کو چھوڑا اور خود منتخب آدمیوں کے ساتھ الگ ہو گیا صلاح الدین کو سمجھا دیا کہ عیسائی فوج مجھے قلب میں خیال کر کے حملہ کریگی تم پیچھے ہٹتے جانا۔ جب میں انپر حملہ کروں تو تم بھی حملہ کر دینا۔ یہ تجویز کارگر ہو گئی۔ اور عیسائیوں کو بھاگنا پڑا۔ شیرکوہ اس کامیابی کے بعد اسکندریہ پہنچا۔ اور اس پر آسانی سے قبضہ کر کے صلاح الدین کو وہاں چھوڑا اور خود صعید کو چلا گیا عیسائیو نے قاہرہ پہنچ کر اپنی فوج کو پھر مرتب کیا۔ اور اسکندریہ کا محاصرہ کر لیا۔ صلاح الدین آخرکار سامان رسد کی بیوفائی سے تنگ ہونے لگ گیا اور شیرکوہ کو قاہرہ فتح کرنے کی کوششوں میں کچھ کامیابی نہ ہوئی۔ تو سکندریہ کو آتے ہوئے اس نے اور عیسائیوں نے مصریوں کے قاصد سے علاوہ مال غنیمت کے جو وہ لے چکا تھا پچاس ہزار دینار اور لے کر واپس چلے جانے پر صلح کر لی۔ بادشاہ الموری بھی شاور سے یہ عہد لے کر کہ قاہرہ میں عیسائیوں کا ایک شحنہ (نائب) رہیگا۔ ایک گارد رہے گی اور لاکھ دینار سالانہ اس کو خراج دیا کریگا مصر سے واپس چلا آیا۔ وہاں سے آتے ہی اس نے مینوئل یونانی شاہنشاہ قسطنطنیہ کی

بھتیجی سے شادی کی اور شاہنشاہ نے مصر کے ضعف اور نور الدین کے ہاتھوں میں پڑ جانے کا خوف دلا کر اموری کی ہوس کو مصر پر حملہ کرنے کے واسطے برانگیختہ کیا۔ اور ۱۱۶۸ء (مطابق ۵۶۴ ہجری) میں عیسائی بادشاہ نے مصر کا راستہ لیا۔ بلبیس میں پہنچ کر شہر کا محاصرہ کیا اور فتح کر کے باشندوں کو قتل کر ڈالا۔ اور دسویں روز قاہرہ کو جا گھیرا۔ فرنگیوں کے عرصہ دراز کے محاصرہ اور آگ نے قاہرہ کو تباہ کر دیا۔ شاور نے سوائے اس کے کچھ چارہ نہ دیکھا کہ عیسائیوں کو حیلہ اور بہانہ سے ٹالدے۔ ان کو اپنی دوستی کا یقین دلایا اور دس لاکھ دینار باقساط دینے کا اقرار کر کے لاکھ دینار دیدیا اور ان کو واپس جانے پر راضی کر لیا ؛

اسی عرصہ میں خلیفہ عاضد نے نور الدین کے پاس متواتر درخواستیں اور ماتمی سیاہ مراسلے لکھے اور اس میں اپنے حرموں کے بال اور خون آلودہ پارچات لپیٹ کر بھیجے اور عیسائیوں کے ہاتھ سے بچنے کیواسطے امداد طلب کی۔ شیرکوہ کے پاس بھی مصر سے تحریریں آئی تھیں نور الدین نے اس کو پھر تیار کیا صلاح الدین کی اگرچہ مرضی نہ تھی مگر اس کو بھی اپنے چچا کے ساتھ جانا پڑا۔ شیر دل شیرکوہ نے تیسری دفعہ اس ریگستان جنگل کو عبور کیا۔ عیسائی بادشاہ اس کے آنے کی خبر سنکر قاہرہ سے اس نیت سے بھی چلا تھا کہ شاید راستہ میں مٹ بھیڑ ہو جائے مگر شیرکوہ نے موقع نہ دیا اور ۷۔ ربیع الآخر کو قاہرہ میں پہنچ گیا۔ اور عیسائی بادشاہ اس دفعہ بہت ناکامی سے واپس گیا خلیفہ عاضد نے شیرکوہ سے ملکر اس کی بہت تکریم کی اور فوج کے واسطے تنخواہیں مقرر کر دیں۔ شاور ضرورت کے وقت عیسائیوں یا مسلمانوں کو بلا لیتا تھا۔ مگر اس کے بعد انہیں کا دشمن بنجاتا تھا لیکن اس کے حیلے اور فریب ختم ہونے والے تھے۔ شیرکوہ کی جان کی مخالفت خود اسی کی جان کے ساتھ برائی کرنے والی تھی۔ عز الدین جردیک اور صلاح الدین نے ایک روز اسے موقع پاکر شیرکوہ کی رضامندی یا نارضامندی سے پکڑ کر قید کر لیا۔ اور خلیفہ عاضد کی تحریک سے عز الدین جردیک نے اس کا سر کاٹ کر خلیفہ کے پاس بھیجدیا۔ شیرکوہ کو خلیفہ نے خلعت وزارت عطا کیا۔ مگر اس کی زندگی کے تھوڑے ہی دن باقی تھے۔ ۲۳۔ مارچ ۱۱۶۹ء (مطابق ۲۲۔ جمادی الآخر ۵۶۴ ہجری) کو اس کا انتقال ہو گیا اور وزارت صلاح الدین پر مقرر ہوئی ؛

اس عرصہ میں شاہنشاہ مینوئل اور بادشاہ اموری نے مصر پر حملہ کرنے کے واسطے پھر سازش و اتحاد کیا اور اموری نے جا کر دمیاط کا محاصرہ کر لیا۔ مگر صلاح الدین نے خبر پا کر دمیاط میں فوج بھیجدی تھی۔ اور عیسائی فوج کو ناکام واپس آنا پڑا ؛

نور الدین اپنی زندگی کے آخری دن تک عیسائیوں اور سلطان قونیہ سے جنگ میں مصروف رہا اور ہر ایک موقع پر اس نے اپنی مملکت کو وسیع ہوتے دیکھا۔ آخر زمانہ میں اس کو صلاح الدین سے بدگمانی ہو گئی تھی۔ اور مصر کو اس کے ہاتھوں سے لے لینے کا خیال رکھتا تھا۔ مگر صلاح الدین کی اظہار اطاعت اور عیسائیوں کی

لڑائیوں نے اس کو اس ارادہ کے پورا کرنے کا موقع نہ دیا اور ۱۵۔مئی ۱۱۷۴ء مطابق ۱۲۔شوال ۵۶۹ھ

قلعہ دمشق میں فوت ہو گیا +

نور الدین کا جانشین اس کا بیٹا ملک صالح گیارہ برس کی عمر کا رہ گیا جس کو عیسایوں کے علاوہ خود اس کا

چچا سیف الدین مشکل سے حکومت کرنے دیتا اور مسلمانوں کی طاقت کے بغیر تقسیم ہو جانے سے عیسائی ہر لمحہ

فائدہ اُٹھانے کے واسطے تیار تھے۔ نور الدین نے اپنے حریف اور دشمن عیسائی بادشاہ بالڈون ثالث کے

مرنے پر نہایت فیاضی ظاہر کی تھی کہ عیسایوں کے ضعف اور ابتری میں ان کے ملک پر حملہ کر کے فائدہ

اُٹھانے سے بڑی حقارت سے انکار کیا تھا۔ لیکن نور الدین کی وفات پر اموری عیسائی بادشاہ موقع کو

غنیمت جان کر اس کے مُلک پر چڑھ آیا۔ یہ عیسائی مورخ آرچ کے الفاظ ہیں کہ "جب نور الدین مئی ۱۱۷۴ء

میں فوت ہو گیا تو اموری نے اپنے بزرگ اور فیاض حریف کے عمل کے برعکس ایک نئے سلطان ملک پر حملہ کرنے میں

کوئی تامل اور غیرت نہیں ظاہر کی۔ اس نے بانیاس کا آ کر محاصرہ کر لیا لیکن نور الدین کی بیوہ نے اس کو روپیہ

دیکر ٹلا دیا۔ اور وہ طبریاس کو ہٹ گیا" غرض ایسی حالت میں صلاح الدین شام کو چلا آیا اور عیسایوں کی مدافعت

کے واسطے خود آمادہ ہوا۔ اور نور الدین کے رشتہ داروں کی خانہ جنگی سے اس کی سلطنت کو بچا کر اپنی

طاقت کے ساتھ شریک کر کے عیسایوں کو شام سے نکال لینے اور اُن سے بیت المقدس چھڑا لینے میں صرف

کیا تو اس کو خداوند کریم کی رحمت اور مسلمانوں کی بھلائی کی حکمت خیال کرنا چاہیے۔ کہ اسی کے نتیجہ نے عرصہ

دراز کے واسطے اس سرزمین میں بنی نوع انسان کا خون بہنا بند کر دیا +

اموری بھی نور الدین کے بعد بہت دن زندہ نہیں رہا۔ بانیاس سے ہٹ کر طبریاس میں جا کر بیمار ہو گیا

اور ۱۱۔جولائی ۱۱۷۴ء کو مر گیا۔ اور اس کا بیٹا بالڈون تیرہ برس کی عمر میں یوروشلیم میں جانشین ہوا۔ اور

ریمنڈ ثانی صاحب طرابس جو ایک بڑا دولتمند امیر تھا نائب السلطنت مقرر ہوا +

اس کے بعد تیسرا کروسیڈ یا تیسرے کروسیڈ کا وہ زمانہ شروع ہوتا ہے جس میں عیسایوں کا فریق

مخالف یا مدمقابل صلاح الدین تھا۔ اور وہی ان سے جنگ کرتا رہا۔ صلاح الدین نے عیسایوں کی لڑائیوں

کے سب سے بڑے مدعا اور مسلمانوں کی تمناؤں کے مقصود بیت المقدس یعنی یوروشلیم کو عیسایوں سے

چھین لیا اور شاہنشاہ جرمنی و فرانس و آسٹریا و انگلستان اور تمام یورپ کو ایشیا میں اپنے مقابلہ کے

واسطے بلا لیا۔ مگر یوروشلیم کو نہ چھوڑا۔ یہی صلاح الدین کا کروسیڈ یعنی جو صلیبی جنگ عیسایوں نے صلاح الدین

سے کیا تمام کروسیڈوں کی جان اور تاریخ کا ایک عظیم کارنامہ ہے اور صرف صلاح الدین کے حالات کو جن

میں اس بڑے کروسیڈ کا بیان ضروری ہے بہت مفصل لکھنے کی غرض سے اور انہیں حالات کو حتی الوسع

قابل فہم بنانے کے واسطے ہم نے تمام کروسیڈوں کے مختصر حالات بیان کرنے ضروری سمجھے ہیں۔ اور چونکہ تیسرے کروسیڈ کا اہم حصہ صلاح الدین کے حالات میں مذکور ہوگا اس واسطے اس مقام پر اس کے بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ÷

صلاح الدین کا کروسیڈ سابقہ اور آئندہ تمام کروسیڈوں سے بڑا ہے۔ اور درحقیقت آئندہ کروسیڈ تو جہاں تک لڑائی اور بہادرانہ کارناموں سے ان کا تعلق ہے پہلے دو کروسیڈوں سے بھی گرے ہوئے ہیں۔ عیسائی مورخ کل کروسیڈوں کی تعداد باعتبار مختلف زمانوں اور اہل یورپ کے حملوں کے نو یا دس شمار کرتے ہیں۔ پہلا کروسیڈ ۱۰۹۵ء سے شروع ہوکر ۱۱۴۲ء کو ختم ہوجاتا ہے۔ دوسرا کروسیڈ ۱۱۴۲ء سے شروع ہوکر ۱۱۴۹ء کو۔ تیسرا کروسیڈ ۱۱۹۳ء کو۔ چوتھا ۱۱۹۵ء سے شروع ہوکر ۱۱۹۸ء کو۔ پانچواں ۱۲۰۳ء کو۔ چھٹا ۱۲۱۵ء کو۔ ساتواں ۱۲۴۲ء سے شروع ہوکر ۱۲۴۵ء کو۔ آٹھواں ۱۲۵۵ء سے شروع ہوکر ۱۲۷۰ء کو ختم ہوجاتا ہے۔ نواں کروسیڈ جو ترکوں کے برخلاف تھا ۱۲۹۱ء سے ۱۲۹۶ء تک شمار کیا جاتا ہے۔ اور دسواں جو ترکوں سے عیسائی دنیا کو بچانے کے واسطے کیا گیا ۱۴۵۳ء سے ۱۴۸۱ء تک خیال کیا جاتا ہے۔ مگر اصلیت یہ ہے کہ جن کروسیڈوں کی غرض فتح یوروشلیم سے وابستہ نہ تھی ان کو کروسیڈ نہیں کہا جاسکتا کیونکہ مسلمانوں اور عیسائیوں کی ہر ایک لڑائی کا نام جو ہسپانیہ میں یا دنیا کے کسی حصہ میں ہوئی۔ کروسیڈ نہیں کہا جاتا ہے ÷

اب ہم کو ان آخری کروسیڈوں کی جو صلاح الدین کے بعد ہوئے ایک مختصر کیفیت بیان کرنا باقی ہے اور کروسیڈوں کی تعداد شمار کے لحاظ ہم اس کو بیان کردینگے۔ سلطان صلاح الدین کی وفات پر جو مارچ ۱۱۹۳ء (مطابق ۵۸۹ ہجری) میں واقع ہوئی اس کی سلطنت اس کے بیٹوں اور عزیزوں میں تقسیم ہوگئی۔ اس کا بیٹا افضل دمشق میں۔ عزیز مصر میں۔ ظاہر حلب میں۔ اس کا بھائی عادل کرک میں اور دو بڑے بھتیجے شیرکوہ اور منصور حمص اور حماہ میں حکومت کرنے لگے۔ مگر ان میں اتفاق کا ہونا ناممکن تھا۔ ۱۲۰۰ء میں عادل اور افضل باہم لڑے اور افضل دمشق چھوڑ کر مصر کو بھاگ گیا۔ وہاں عزیز کے مرنے پر اس کے کم سن بیٹے منصور کا نائب السلطنت بن کر حکومت کرنے لگا مگر عادل نے مصر کو بھی فتح کرلیا۔ اور دو برس بعد ظاہر والی حلب کو بھی مطیع کر کے عادل نے اپنے خاندان کی قوت کو ایک دفعہ پھر فراہم کردیا۔ لیکن اگست ۱۲۱۸ء مطابق (۶۱۵ ہجری) میں اس کا انتقال ہوگیا اور سلطنت پھر جھگڑوں اور تقسیم میں گرفتار ہوئی۔ البتہ مصر میں مملوکیوں کی سلطنت کے قائم ہونے تک جو اسی خاندان ایوبیہ کردیہ کے غلام تھے اس خاندان کی حکومت اچھی یا بری حالت میں موجود رہی ÷

سلطان صلاح الدین کی وفات کے بعد شام کے عیسائی بھی باہم کچھ تنازعات میں مصروف ہو گئے۔ مگر اس عرصہ میں پوپ سیلسٹائین ثالث نے ایک نئے کروسیڈ کی کوشش شروع کر دی تھی۔ فرانس اور انگلستان میں تو اس کو ناکامی ہوئی کیونکہ فلپ شاہ فرانس اور رچرڈ شاہ انگلستان آپس میں ہی دست وگریباں ہو رہے تھے لیکن جرمنی کے شاہنشاہ ہنری نے خالص کروسیڈ کی نیت سے یا سسلی (صقلیہ) اور قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کے ارادہ سے منظور کر لیا اور ۱۱۹۶ء میں چالیس ہزار فوج کی ہمراہی سے روانہ ہوا۔ مگر اٹلی میں پہنچ کر اپنی سلطنت کے متعلق تنازعات میں مصروف ہو کر رہ گیا۔ لیکن جرمن کروسیڈروں کی ایک بڑی فوج ۱۱۹۷ء میں عکہ میں پہنچی اور مسلمانوں سے لڑائی شروع کر دی۔ ملک عادل نے جس نے عیسائیوں سے لڑنے کا جوش اور ان کی مدافعت کی کوششوں کی سرگرمی کا سبق اپنے نامور بھائی سلطان صلاح الدین سے حاصل کیا تھا۔ بالمقابل یافہ پر حملہ کر دیا۔ عیسائیوں کا دارالحکومت یوروشلیم کے کھو جانے کے بعد عکہ قرار پایا تھا۔ اور ان کی حکومت عکہ ہی کی حکومت سے نامزد کی جاتی تھی۔ ملک عادل کے ہاتھوں سے یافہ کو بچانے کے واسطے عیسائی کوئی مضبوط کوشش نہ کر سکے کیونکہ ان کا بادشاہ ہنری گر کر مر گیا تھا۔ اور یافہ کو مسلمانوں نے فتح کر لیا۔ عکہ کا نیا عیسائی بادشاہ امالرک (یا اموری دوم) ہوا اور شمالی جرمنی سے کروسیڈروں کی تازہ فوجوں کے آجانے پر اس نے بیروت پر حملہ کیا جس کو مسلمانوں نے چھوڑ دیا۔ اموری کو ملک عادل کے برخلاف صوا اور سیڈان کے درمیان ایک کامیابی حاصل ہوئی۔ اور ساحل کا کچھ علاقہ پھر عیسائیوں کے قبضہ میں آ گیا۔ عیسائی فوج اسی طرح بڑھا جانا چاہتی تھی مگر شاہنشاہ جرمنی کی موت نے جرمنیوں کو واپس بلا لیا۔ اور وہ فتح کئے ہوئے علاقہ کو بے پناہ چھوڑ کر چلے گئے۔

۱۱۹۸ء میں ایک فرانسیسی پادری فلک نے نئے کروسیڈ کا وعظ کرنا شروع کیا اور اس کے معجزات نے یورپ میں پھر غلغلہ ڈال دیا۔ یورپ سے ۱۲۰۲ء میں تازہ فوجیں فلسطین کو روانہ ہوئیں مگر بیت المقدس کے متعلق ان کی کوششوں کو قطعی ناکامی ہوئی۔ اور زارا کو اہل وینس کے واسطے فتح کر کے قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کو چلے گئے اور اپنے کروسیڈ کا خاتمہ کر گئے۔ ۱۲۰۳ء میں نئی فوجیں یورپ سے گئیں اور حمرہ پر ملک عادل سے لڑتی رہیں مگر نااتفاقی کے سبب بیت المقدس کا معاملہ چھوڑ کر بوہمنڈ صاحب انطاکیہ کی مدد کرنے کے واسطے چلی گئیں۔ ایک فوج پر راستہ میں مسلمانوں نے چھاپہ مارا۔ اور سوائے ایک سوار کے کوئی متنفس زندہ نہ بچا۔ اس کے بعد اکثر زمانہ عیسائیوں اور ملک عادل کے درمیان صلح کا گذرا۔ اموری دوم ۱۲۰۵ء میں مر گیا۔ اس کا بیٹا اور ملکہ بھی ایک سال سے زیادہ زندہ نہ رہے تو جان نام ایک شخص کو بلا کر ۱۲۱۰ء میں حکومت کی وارثہ لڑکی سے اس کا نکاح کر کے عکہ کا بادشاہ بنایا گیا۔ وہ اپنے تازہ حوصلوں سے مسلمانوں سے لڑنے کو آمادہ ہوا

مگر سوائے شکست کے کچھ نصیب نہ تھا۔ تو ۱۲۱۶ء میں پوپ انوسنٹ ثالث کے پاس مدد بھیجنے کے واسطے اپیل کی گئی۔ پوپ نے ایک نئے کروسیڈ کا وعظ شروع کیا اور ۱۲۱۸ء تک عیسائی فوجیں تیار ہو گئیں جس میں ہنگری کا بادشاہ آسٹریا کا شاہزادہ ۔ ہالنڈ کا نواب اور ایک انگریزی ارل (نواب) ممتاز شخص تھے اس فوج نے عکہ میں پہنچکر اس نواح میں کچھ ہاتھ پاؤں مارے مگر کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ تو انہوں نے مصر کا رُخ کیا اور دمیاط کا جا کر محاصرہ کر لیا محاصرہ عرصہ دراز تک جاری رہا۔ اور اس عرصہ میں ملک عادل فوت ہو چکا تھا۔ اور بہتیرا نقصان کے بعد دمیاط کو لے لیا۔ اور قاہرہ کو بڑھے۔ ایک فوج پادشاہ جان کی ان کی مدد کو آرہی تھی۔ مگر پہلی فوج خشکی میں اور دوسری سمندر میں ملک کامل کے قابو میں آگئی اور اگر کامل رحم نہ کرتا جس کے تمام عیسائی مورخ قائل ہیں تو ان میں سے کوئی زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔ دمیاط کو عیسایوں نے واپس دے کر اپنی جانیں بچائیں اور کامل نے یہاں تک رحم کیا کہ جب جان عیسائی بادشاہ اپنے ہمراہیوں کی مصیبت اور تنگی پر اس کے سامنے آکر رو دیا تو سلطان کامل کا دل بھر آیا۔ اور رسد وغیرہ کا سامان ان کو خود بھیجا۔ جان اس ذلیل مصیبت سے نجات پا کر یورپ کو وہاں سے امداد مانگنے کے واسطے گیا۔ مگر پھر گمنامی سے نکل نہ سکا +

اس کے بعد کروسیڈ کو پھر اس وجہ سے شہرت ہونی چاہیے۔ کہ فریڈرک شاہنشاہ جرمنی جو جان کی لڑکی شادی کر کے عکہ کا مالک ہو گیا تھا کروسیڈ کے واسطے آیا۔ ملک کامل اور وہ دونو ایک دوسرے سے زور آزمائی نہیں کرنا چاہتے تھے اور باہم دس برس کے واسطے صلح کا عہد و پیمان کر لیا جس کے رو سے یوروشلیم میں عیسایوں کے گرجے عیسایوں کو دیدئے گئے اور ان کے انتظام اور حج کی عیسایوں کو آزادی دی گئی۔ اس صلح کے بعد ۱۸۔ مارچ ۱۲۲۹ء کو شاہنشاہ خود یوروشلیم کو گیا اور وہاں سے کسی بہانہ سے عکہ چلا آیا۔ اور یورپ کو روانہ ہو گیا +

خاندان ایوبیہ کے خانگی تنازعات اب اس کو روز بروز ضعیف کرتے جا رہے تھے۔ ملک عادل کی وفات پر ۱۳۔ اگست ۱۲۱۸ء کو اس کا بیٹا ملک کامل مصر میں حکمراں ہوا تھا اور دوسرے بیٹے شام میں۔ مگر کامل کو ان پر ایک گونہ فوقیت حاصل تھی۔ اور ان کے باہمی تنازعات سے کامل نے فائدہ اُٹھایا تھا لیکن شام میں اس کی حکومت کو بہت عمدہ کامیابی نہ ہوئی۔ اپنی سلطنت کے آخری سالوں میں اس کو قونیہ کے ترکوں اور تاتاریوں جو اس طرف بڑھے آرہے تھے مخصوں میں گرفتار رکھا۔ ۱۲۳۸ء میں اس کا وفعتاً انتقال ہو گیا اور ایوبی خاندان کے شاہزادوں نے باہم جنگ و جدل شروع کر دیا۔ آخر کار الصالح دمشق میں حکمراں ہوا۔ اور اپنے چچازاد بھائی داؤد کی مدد سے مصر پر حملہ کر کے اپنے بھائی عادل سے سلطنت چھین لی۔ مگر داؤد کی اور اس کی بھی آپس میں ٹھنی اور ان لڑائیوں اور جھگڑوں کے ختم ہونے کی کوئی صورت نہ نظر آئی کہ عیسایوں کی تازہ فوجیں دس برس کی صلح کی

میعاد کے ختم ہونے پر کروسیڈ کے واسطے آپہنچیں۔ یورپ کی تمام بڑی طاقتوں نے اپنی اپنی فوجیں بھیجیں۔ جنہوں نے ۱۲۳۹ء میں عکہ میں پہنچکر سب سے پہلے عسقلان پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اور اس ارادہ سے یافہ کو روانہ ہوئے مگر غازا کے مسلمانوں نے ان پر حملہ کر کے ایسی فاش شکست دی کہ موت اور قید سے جو مرد ار بچے وہ قیدیوں کے چھڑانے کا فکر کئے بغیر یورپ کو بھاگ گئے ۱۲۴۳ء میں ملک صالح کی کمزوری سے عیسائیوں نے اس سے خط و کتابت کر کے ایک نیا عہدنامہ اس کے ساتھ کرنے سے فائدہ اُٹھایا۔ جس سے یوروشلیم پھر عیسائیوں کے ہاتھوں میں پڑ گیا تھا مگر عیسائیوں کی اس خوشی کی مدت بہت قلیل تھی۔ ملک صالح نے خوارزم شاہیوں سے جن کو چنگیز خاں نے ان کی بخارا کی سلطنت سے خارج کر دیا تھا مدد مانگی تو خوارزمی صالح سے ملنے کے واسطے جنوب کو جاتے ہوئے یوروشلیم پر ٹوٹ پڑے اور تیس ہزار باشندے قتل کر ڈالے۔ اس آفت کو ٹالنے کے واسطے جس کو مسلمانوں نے خود بلایا تھا مسلمان عیسائیوں کے ساتھ خود متحد ہوئے اور خوارزمیوں کے مقابلہ کے واسطے لشکر جمع کیا۔ مسلمان اہل الرائے نے یہ صلاح دی کہ جب تک یہ وحشی انبوہ خود بخود منتشر نہ ہو جائے اُس وقت تک صبر سے بیٹھنا چاہئے مگر عیسائیوں نے اس صلاح کو نہ مانا اور مسلمانوں کی فوج کو بھی ساتھ لے کر غازا کے قریب ۱۴۔ اکتوبر ۱۲۴۴ء کو خوارزمیوں سے لڑائی کی مسلمانوں اور عیسائیوں کو خوارزمیوں کے مقابلہ میں شکست ہوئی اور بھاگ نکلے عیسائی فوج بالکل تباہ ہو گئی۔ عیسائیوں کے جنگی فرقوں ٹیمپلرز اور ہاسپٹلرز میں صرف چار اور اُنیس یعنی کل تیئس زندہ بچے۔ دو عیسائی سرگروہ پکڑے گئے تھے۔ وہ قید ہی میں مر گئے بقول آرچر کے "یہ ابتری اور تباہی فلسطین کے فرنگیوں کی طاقت کے واسطے ایسی مہلک تھی کہ اس لحہ سے عیسائی سلطنت کی شکل و صورت ہی بگڑنے لگ گئی"۔

یوروشلیم کی اس تباہی نے یورپ میں ایک نئے کروسیڈ کی تحریک کی جس کو بعض عیسائی مورخ سب سے آخری کروسیڈ شمار کرتے ہیں آرچر اس کروسیڈ کے بیان کے آغاز میں لکھتا ہے کہ "اس امر کی امید ہونی چاہئے تھی کہ یوروشلیم کی بربادی سے تمام عیسائی دنیا پر ایک ہیبتناک صدمہ گزرتا۔ اور تمام عیسائی یوروشلیم کو دوبارہ فتح کرنے کے واسطے اٹھ کھڑے ہوتے۔ ٹھیک ایک صدی پیشتر ایڈیسہ کا کھویا جانا اگرچہ وہ شہر یورپ کے اغراض سے بہت بعید تھا مگر بادشاہوں اور امرا اور زمینداروں کو اس نے بلا لیا۔ لیکن تیرھویں صدی میں اشیا کی حالت وہ نہیں رہی تھی جو بارھویں صدی میں تھی۔ اس نئے زمانہ کی لغزشیں میلان مختلف تھیں امیدیں مختلف اور مقاصد مختلف تھے۔ اور مغرب کی ملکی ہوشیاری ایک نئی سمت میں بہ رہی تھی .... انسلم اور برنرڈی ہرٹ کا زمانہ گذر چکا تھا۔ اور راجر بیکن اور البرٹس میگنس (حکمائے زمانہ متوسط) کا زمانہ شروع ہو رہا تھا مذہب اشتعالات کا باعث ہی نہیں رہا تھا بلکہ زیادہ تر فلسفیوں کی موشگافیوں کے واسطے رہ گیا تھا۔ اور کوئی ایسی چیز نہیں رہا تھا کہ کسی عملی آدمی کو اس کے متعلق اپنے آپ کو کوئی مزاحمت کرنا پڑے" اس کے علاوہ

یورپ اس خطرہ میں تھا کہ تاتاری والگا سے لے کر بحر ظلمات تک اس کی تمام شائستگی اور حکومت کو مٹا دینگے جرمنی اور انگلستان کے بادشاہ اپنے جھگڑوں میں مبتلا تھے۔ ہسپانیہ میں مسلمانوں کے برخلاف عیسایوں کی دائمی کروسیڈ جاری تھا۔ اور حکومت یوروشلیم کے معاملہ کو اپنی اغراض پر ترجیح دینا پسند نہیں کرتے تھے تاہم لوئیس شاہنشاہ فرانس جو ایک مذہبی طبیعت کا شخص تھا کروسیڈ کے واسطے آمادہ ہوگیا۔ اور گو ایڈورڈ انگلستان کا شہزادہ لوئیس کے ساتھ نہ جا سکا مگر اور ممالک کے امرا میں انگلستان کے بھی مشہور بہادر سردار اور لوگ شریک تھے۔

لوئیس ۱۲۴۸ء میں بہت بڑے اہتمام اور تزک و احتشام کے ساتھ روانہ ہوا۔ اور عرصہ تک قبرس میں ٹھیر کر تیاریاں کرتا رہا اور مصر پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر کے اٹھارہ سو جہازوں کے ساتھ روانہ ہوا۔ دمیاط میں پہنچنے پر (مئی ۱۲۴۹ء) مسلمان اس عظیم لشکر کے مقابلہ میں بھاگ گئے۔ اور عیسایوں نے اس شہر پر بلا مزاحمت قبضہ کر لیا۔ دمیاط میں چھ مہینے شام کی فوج کا انتظار کیا گیا اور پھر براہ راست قاہرہ پر حملہ کرنے کی تیاری کی گئی۔ دریائے نیل نے ان کا راستہ روک دیا۔ اور اس موقع پر مسلمانوں کے سامنے کوئی پیشرفت نہ گئی اور عیسایوں نے اپنے روزمرہ کے بگڑتے ہوئے حالات میں جو جدوجہد جاری رکھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائی فوج فنا ہوگئی۔ اور شاہنشاہ لوئیس ایک مسلمان کے احسان سے موت سے بچ کر قید ہوگیا اور زمانہ دراز کے بعد مصیبتیں اٹھا کر مسلمانوں کو دمیاط واپس دے کر اور بیشمار روپیہ ادا کر کے قید سے آزاد ہوا اور عکہ میں آکر چار برس تک اس سرزمین میں قیصاریہ۔ یافہ اور سیڈن وغیرہ بندرگاہوں کی مرمت اور درستی میں مصروف رہا۔ اور ۱۲۵۴ء میں فرانس کو واپس چلا گیا اس عرصہ میں مصر میں ملک صالح کے بیٹے ملک تورانشاہ کی وفات اور ملکہ شجرۃ الدر کی حکمرانی سے پھر ابتری پیدا ہوگئی تھی اور وہ زمانہ قریب آ رہا تھا کہ ملک الاشرف کی برائے نام سلطنت کو مٹا کر ایوبیہ سلطنت کی بجائے مصر میں اسی خاندان کے غلام حکمرانی کرنے لگیں +

شاہنشاہ لوئیس سولہ برس کے بعد ۱۲۷۰ء میں پھر کروسیڈ کے واسطے آیا اور ٹیونس کو عیسائی کرنا اپنا سب سے پہلا مدعا قرار دیا مگر وہاں پہنچکر سوائے اس کے اور کوئی آرزو اس کی پوری نہ ہوئی کہ بیمار پڑ کر یوروشلیم کی طرف منہ کئے ہوئے یوروشلیم یوروشلیم پکارتے ہوئے اس کا دم نکل گیا +

اس وقت شام کے عیسایوں کو یورپ کی طرف سے کوئی امید باقی نہیں رہی تھی۔ البتہ تاتاریوں کو مسلمانوں کی سلطنتوں کو فتح کرتے ہوئے دیکھ کر ان کو ڈھارس بندھ گئی تھی کہ یہی لوگ جو مسلمانوں کے دشمن ہیں انکی حمایت کرینگے۔ اور مسلمانوں کی سلطنتوں کی بربادی ان کو دکھا دینگے۔ چنگیز خاں اور اس کے جانشینوں کے ساتھ عیسایوں نے خط و کتابت کی تھی اور جب تاتاری بغداد کو تباہ کر کے شام کی طرف بڑھے تو عیسائی ان کی آمد کو بیم و رجا کی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ تاتاریوں نے حلب۔ حماہ۔ اور دمشق کو

فتح کرلیا۔ سلطان نے تاتاریوں کو مسلمانوں اور عیسائیوں کا مشترک دشمن سمجھ کر عیسائیوں سے مدد مانگی مگر عیسائیوں نے آپس میں صلاح مشورہ کرکے مسلمانوں کو مدد دینے سے انکار کردیا۔ تاتاریوں کی سلطنت اس وقت مشرقی حدود سے لے کر جرمنی کی حدود تک پہنچ چکی تھی۔ چین۔ ایران۔ ترکستان۔ روس فتح ہو چکے تھے۔ اور یورپ اتفاق سے ان کے ہاتھوں سے بچ گیا تھا۔ اور شام اور مصر کے بیچارے سلطان توان کے سامنے شیر کے مقابلہ میں ایک پشہ بھی نظر نہیں آتے تھے۔ مگر ہر فرعونے کا موسئے مشہور ہے اور تاتاری فرعون کے واسطے وہ موسئے مصر کا سلطان ملک مظفر قطز تھا جو خاندان مملوک (غلاماں) کا تیسرا فرمانروا تھا۔ ملک قطز نے شام میں بڑھ کر تاتاریوں کو روکا۔ اور ۳ ستمبر ۱۲۶۰ء کو عین جالوت پر ان کو شکست فاش دی۔ یہ جنگ دنیا کے عظیم جنگوں میں سے ایک شمار کیا جاتا ہے کیونکہ اس نے تاتاری طاقت کی ملک شکن فوجوں کو مغرب کی طرف بڑھنے سے روکدیا۔ ملک قطز نے اپنی اس نامور فتح سے چنداں فائدہ حاصل نہ کیا۔ کیونکہ وہ دوسرے ہی سال قتل کردیا گیا اور اس کی جگہ ملک ظاہر بیبرس تخت پر بیٹھا۔ بیبرس کی سلطنت کا پہلا سال تو تاتاریوں ہی کی بیخ کنی میں گذرا اور حمص کے پاس ان کو شکست دے کر ان کی طاقت کو پراگندہ کردیا۔ تاتاریوں کی شکست کے ساتھ عیسائیوں کی امیدیں بھی خاک میں مل گئیں اور مسلمان جب تاتاریوں سے فارغ ہوگئے تو عیسائیوں کو پھر ان کے ساتھ مشغول ہونا پڑا۔ ملک ظاہر بیبرس نے ۱۲۶۳ء میں عکہ کا رخ کیا اور ارسوف کو فتح کرلیا۔ دوسرے سال میں اس نے صفد کو فتح کیا۔ ۱۲۶۶ء میں عکہ کو تاخت و تاراج کیا دوسرے سال میں یافہ کو فتح کرکے انطاکیہ کا محاصرہ کیا اور بقول عیسائی مورخ کے ایک سو ستر برس پہلے عیسائیوں نے جس شہر کو چھ مہینہ میں فتح کیا تھا (فیروز کی دغابازی سے) مسلمانوں نے اس کو اتنے دنوں میں فتح کرلیا ۔

انطاکیہ کی شکست یورپ سے ایک عیسائی شہزادے کو شام کی عیسائی سلطنت کا ماتم کرجانے کے واسطے لے آئی۔ یہ شہزادہ جو سب سے آخر اس سرزمین میں کروسیڈ کے واسطے آیا ہے انگلستان کے بادشاہ ہنری کا بڑا بیٹا۔ ایڈورڈ تھا۔ مگر اس تمام زحمت سے اس کو سوائے اس کے کچھ حاصل نہ ہوا کہ ایک مسلمان ایلچی نے اسکو چھری مار کر مار ڈالنا چاہا۔ اور گو شہزادہ کی جان بچ گئی مگر زخم سے کچھ روز تکلیف اٹھا کر واپس چلا گیا۔ شام کی عیسائی سلطنت کے نام و نشان کا مٹا جانا ملک بیبرس کی قسمت میں نہ تھا۔ بیبرس ۱۲۷۷ء میں مرگیا اور عیسائیوں کو خوشی حاصل ہوئی مگر یہ خوشی چند روزہ تھی۔ ملک منصور قلادون نے طرابلس اور چند شہر عیسائیوں سے چھین لئے اور یہ تمام مفتوح شہروں کے لوگ عکہ میں جمع ہوتے گئے تھے۔ عکہ پر عیسائی خود مصیبت لائے عیسائیوں نے مسلمانوں کا ایک قافلہ لوٹ لیا۔ اور سلطان نے جب ان سے اس کی تلافی چاہی تو انہوں نے

کچھ پرواہ کی۔ یہ ملک اشرف صلاح الدین خلیل کا زمانہ تھا۔ اور عکہ کی فتح اسی بزرگ نام کی قسمت میں تھی۔
۲۵۔ مارچ ۱۲۹۱ء کو ملک اشرف نے عکہ کا محاصرہ کیا اور مئی ۱۲۹۱ء میں اس کو فتح کر لیا اور بقول عیسائی مورخ کے عکہ جس کو تیسرے کروسیڈ میں عیسائیوں نے فتح کیا تھا ایک صدی کے بعد ان سے چھین لیا ✦

عکہ کی شکست اور کھوئے جانے پر پوپ نے یورپ میں بہت غل مچایا۔ مگر کسی عیسائی بادشاہ یا سردار نے ہتھیار نہ اٹھائے اور شام کے کروسیڈوں کا خاتمہ ہو گیا۔ اس کے بعد کروسیڈ عثمانی ترکوں کے برخلاف تھے۔ یورپ کو دو صدیاں ایشیا پر حملہ کرنے کے بعد اب اپنی باری میں ایشیا کے حملے برداشت کرنے پڑے تھے سلطان بایزید نے بلگیریا اور سردیا کو فتح کر کے ہنگری کو جا دھمکایا تھا۔ یورپ میں اس کے برخلاف کروسیڈ کا وعظ کیا گیا۔ لیکن بقول آرچر کے یورپ اور قسطنطنیہ کو اس سے عیسائی دنیا کی بہادری نے نہیں بچایا۔ بلکہ تیمور کی طاقت نے اس کے بعد کچھ عرصہ تک یونانی سلطنت بایزید کے لڑکوں کی باہمی لڑائیوں کے سبب سے بچی رہی اور جب سلطان محمد ثانی نے ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ کو فتح کر لیا تو ایک کروسیڈ کا وعظ کیا گیا۔ مگر قسطنطنیہ آج تک عثمانی ترکوں کا اپنا ہے ✦

کروسیڈ یعنی صلیبی لڑائیوں کے نتائج ان کے بیان سے جدا نہیں ہو سکتے۔ کروسیڈ کے عیسائی مورخوں نے سینکڑوں صفحات اس مضمون کی نذر کر دئے ہیں کہ کروسیڈ کے نتائج کیا ہوئے۔ خونریزی اور ممالک اور دیار و امصار کی تباہی خلق اللہ کی مصیبت جس کا ایک ایک دردناک نظارہ انسانیت کو خون کے آنسو بہا دینے کے واسطے کافی ہے اور ہر ایک قسم کے ایسے نقصانات ہیں جن کی تلافی زمانہ دراز کے بعد ہوئی ہوگی۔ ایشیا کا حصہ یورپ سے کچھ ہی کم ہوگا۔ لیکن ایشیا کو سوائے ان نقصانات اور مصائب کے صلیبی لڑائیوں سے اور کچھ حاصل نہیں ہوا۔ لیکن یورپ کو کروسیڈ سے اس قدر عظیم فوائد حاصل ہوئے ہیں کہ تمام عیسائیوں کے خون اور مصائب کو وہ اس کا ادنےٰ معاوضہ قرار دے سکتے ہیں ہمارے پاس تفصیل سے بحث اور گفت و گو کرنے کے واسطے گنجائش نہیں ہے صرف گیارھویں صدی کے یورپ کو جبکہ اس نے کروسیڈ کے واسطے قدم باہر نکالے تھے چودھویں صدی کے یورپ سے جب وہ کروسیڈوں سے تھک کر یا ان کی نسبت اپنی آنکھیں کھول کر بیٹھ گیا ہے مقابلہ کرنا چاہیے۔ اور دیکھنا چاہیئے کہ کیونکر ایک محض جاہل اور وحشی دنیا اپنی جہالت کے زنجیروں کو توڑ کر ترقی کر کے راستہ پر سرنوڑ جاتی ہوئی نظر آتی ہے اس عرصہ میں یورپ کی ملکی۔ مذہبی۔ سوشل یعنی امور تمدن اور معاشرت کے متعلق۔ تجارتی اور عقلی اور دماغی زندگی کی کایا بالکل پلٹ گئی تھی۔ تمام یورپ میں ملکی خیالات اور امور سیاست میں نہایت وسعت ہوئی۔ اور انگلستان کی آزادی بہت کچھ کروسیڈ ہی کی برکت تھی۔ مذہبی خیالات میں کروسیڈ کی

بدولت سب سے صریح اور واضح تبدیلی ہوئی ہے اور یورپ کی اُس حالت سے جبکہ وہ پوپ کے فرمان کو خدا کا حکم تصور کر کے کروسیڈ کے واسطے ہر دفعہ تیار ہو گیا تھا۔ اس دوسری حالت سے بآسانی مقابلہ کیا جا سکتا ہے جب پوپ کی طاقت کو توڑنے اور اس کے پنجوں سے رہائی پانے کے واسطے تمام یورپ شہادت حاصل کرنے کو تیار تھا۔ امور تمدن و معاشرت میں ایسی صریح تبدیلی ہوئی۔ فیوڈل سسٹم کی بربادی نے یورپ کی رعایا کو عذاب اور مصیبت سے بچا لیا اور ہر ایک قسم کے اسباب معاشرت میں ترقی ہو گئی۔ وہ جاہلانہ حالت جس میں حیوانات کا گوشت اور پوست یورپ کی سب سے بڑی نعمتیں تھیں اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کی پر تکلف اور عیش و عشرت کی زندگیوں کے تمام اسباب نصیب ہو گئے۔ تجارت پر بہت مضبوط اور دائمی اثر پڑا۔ اٹلی والوں کے جہازات نے جو کروسیڈروں کے واسطے سامان لانے میں کثرت سے چلے گئے تھے ہر ایک ملک کو تجارت کا سبق دیا اور سمندر میں اور خشکی میں یورپ کی تمام قومیں تجارت میں مشغول ہو گئیں۔ ایشیا کے مصالح جات۔ عطریات۔ خوشبوئیں۔ قالینیں۔ صدہا قسم کے ریشمی اور زریں اور بیش قیمت سوتی و اونی پارچات اور دوسری ہر ایک قسم کی ترقی کی ہوئی پیداواریں صرف یورپ کو عیش و عشرت کے اسباب دینے کا باعث نہیں ہوئیں بلکہ صنعت اور حرفت اور دستکاری کی نسبت ان کی آنکھیں کھولدیں۔ یہ دو سو برس کا زمانہ جو کروسیڈروں نے ایشیا میں گزارا ہے اور مسلمانوں سے مل جل کر رہے ہیں یورپ کو ایشیا سے ہر ایک چیز سیکھ لینے کے واسطے کافی تھا +

یورپ کے علوم و فنون کو اسی زمانہ نے بے انتہا فائدہ پہنچایا ہے۔ ادب میں فن تاریخ کو بہت ترقی ہوئی اور باقاعدہ تاریخی حالات کا لکھا جانا خود کروسیڈ کی تاریخ کی ضرورت نے سکھلایا۔ تاریخ سے بڑھ کر جغرافیہ پر اثر پڑا جس کا پڑھنا ضروری تھا اور سائنس اور حکمت میں گو عیسائیوں نے ہسپانیہ کے مسلمانوں سے اور غرناطہ اور قرطبہ اور سسلی اور طلیطلہ کے دار العلوم اور دار الحکمتوں سے براہ راست زیادہ سیکھا ہے مگر ایشیا کے مسلمانوں میں بھی یہ ذخیرہ سکھلانے کے واسطے کچھ کم نہیں تھا +

کروسیڈ کی لڑائیوں میں اہل یورپ صرف اہل ایشیا اور مسلمانوں ہی سے نہیں ملے بلکہ یورپ کی مختلف اور بیشمار قوموں کو جو ایک دوسرے سے محض اجنبی تھیں باہم ملنے اور تبادلہ خیالات کا موقع ملا اور اس سے یورپ کو بہت بڑا فائدہ یہ ہوا کہ تمام زبانوں کے اختلاط سے ہر ایک زبان وسیع اور کامل ہو گئی شاعرانہ لٹریچر کے واسطے کروسیڈ نے بیشمار سواد بہم پہنچایا۔ اور لوگوں کے قوائے عقلی اور قوائے دماغی کو انواع و اقسام کی اشیا اور مناظر ان کے سامنے لانے اور حقائق اشیا کی معرفت کی طرف مائل کر دینے سے شاعرانہ خیالات اور مادہ کو بے انتہا ترقی بخشی۔ گو کروسیڈ کی لڑائیوں نے یورپ کے جنگی جاہلانہ جوشوں کو کم کر دیا مگر شام اور مصر اور ایشیا کے میدان عیسائیوں کے واسطے فنون حرب کی تعلیم کے لئے دو سو برس تک مکاتب کا کام دیتے رہے اور مسلمانوں سے ان کے ہر قسم کے جنگی آلات کے دیکھنے اور ان کی نقل کرنے سے وہ اس وقت تک کی ترقی کے مالک ہو گئے۔ غرض کروسیڈ نے یورپ کو اپنی اس ترقی کے معراج کا راستہ دکھلایا جس پر وہ آج ہم کو دکھائی دیتا ہے اور ایشیا کو اس حضیض تنزل کا جس میں وہ پڑا ہوا ہے + فقط

باب اول

ملک الناصر سلطان صلاح الدین اعظم

پیدائش خاندان طفولیت اور اس کے بعد

صلاح الدین یوسف ۵۳۲ ہجری میں قلعہ تکریت میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ نجم الدین ایوب بن شاذی اور اس کا چچا اسد الدین شیرکوہ یہ دو ہی شخص ہیں جنہوں نے ملک العادل نورالدین زنگی سے تقرب حاصل کرکے خاندان ایوبیہ کردیہ کی بنیاد رکھی۔ خاندان کا نام کردیہ ان کی قوم کی نسبت سے ہے۔ یہ دوازی یاروادیہ کرد تھے۔ اور یہ قوم کردوں کی قوموں میں اشرف مانی جاتی ہے۔ اور ایوبیہ نجم الدین ایوب کے نام کی رعایت سے کہا جاتا ہے۔

اسی خاندان کو بعض اوقات صلاح الدین کے نام کی نسبت سے دولت صلاحیہ بھی کہا جاتا ہے اور اگر صلاح الدین نے اپنی بزرگی خود ہی اپنے باپ کو نہ دیدی ہو۔ تو صلاح الدین سے بڑھ کر اور کون اس امر کا مستحق ہوسکتا ہے کہ خاندان کا نام اس کے نام سے منسوب کیا جاوے۔ نجم الدین کا مقام پیدائش بعض دوین بعض منجمان بعض جبل جور بیان کرتے ہیں۔ مگر دوین سے ان کو زیادہ نسبت معلوم ہوتی ہے۔ ایوب کا باپ تقی الدین عمر شاذی تھا۔ اور شاذی سے اوپر ان کی نسب کا پتہ نہیں چلتا۔

سلطان صلاح الدین کا بھتیجا اسمٰعیل بن طغتکین بن ایوب بن شاذی جب اپنے باپ سیف الاسلام کی جگہ یمن کا والی ہوا۔ تو اپنی نسب کو بنی امیہ کے آخری خلیفہ مروان سے ملا دیا۔ اپنی ذات کو خلیفہ کہکر الامام الہادی بنور اللہ المعز الدین امیر المومنین لقب اختیار کیا۔ اور خلافت کو بنی ہاشم سے بنی امیہ کی طرف پھیر دینے کی کوشش کی۔ مگر یہ نسبت اسی کوشش کی غرض سے تھی۔ درحقیقت خود سلطان صلاح الدین نے بھی اپنی بابت بھی

کی وقعت کی تحریر میں اپنے سلسلہ نسب کو شاذی پر ختم کردیا ہے۔ اور اس لئے اوپر نہیں لے جا سکا۔

نجم الدین ایوب کو جو اپنے سب بھائیوں میں بڑا تھا۔ تمام مورخوں نے بالاتفاق نہایت نیک نہاد۔ عابد زاہد متقی رحیم کریم حسن الاخلاق ہنر پرور اور علماء و فضلا کی قدر کرنے والا بیان کیا ہے موصل میں اس نے تربیت پائی تھی۔ اور ایک روایت کے مطابق مجاہدالدین نے اس کی عقل اور جودت کو دیکھ کر اس کو قلعہ تکریت کا دزدار یعنی حاکم مقرر کیا تھا۔ اور ایوب اپنے بھائی اسدالدین کو تکریت میں ساتھ لے گیا تھا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ موصل میں وہ سلطان محمد بن ملک شاہ سلجوقی کی خدمت کر رہا تھا۔ اور اس نے نجم الدین کو قابل پاکر تکریت کا والی مقرر کردیا تھا۔ اور اس کی معدلت سے رعایا اس سے نہایت خوش تھی۔ جب سلطان مسعود تخت نشین ہوا تو اس نے تکریت کا قلعہ مجاہدالدین بزان کو بخشدیا۔ اور مجاہدالدین نے ایوب کو بدستور حاکم تکریت رہنے دیا۔ خلیفہ مسترشد باللہ کے زمانہ میں ۵۲۶ ہجری میں جبا تابک شہید عمادالدین زنگی (یعنی نورالدین کا باپ) عراق سے شکست کھا کر بھاگا تھا۔ اور سلطان محمود سلجوقی کا بیٹا خواجہ ساقی اتابک داؤد بھی اس کے ہمراہ تھا۔ تو تکریت سے گذرتے ہوئے نجم الدین ایوب نے اس کی بہت خدمت کی تھی اور کشتیوں کا انتظام کردیا تھا۔ اور اس کے ہمراہیوں سمیت اس کو دجلہ سے پار کردیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ سے چھ برس بعد ایوب کو تکریت چھوڑنا پڑا۔ اس کے متعلق مختلف روایا بیان کی گئی ہیں۔ بعض کا بیان ہے کہ اسدالدین کا جو وہاں اپنے بھائی نجم الدین کے پاس رہتا تھا۔ ایک عیسائی سے جھگڑا ہوگیا۔ اور اسدالدین نے اس کو مار ڈالا۔ مجاہدالدین کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے دونو بھائیوں کو تکریت سے نکالدیا اور بعض یہ روایت کرتے ہیں کہ خود ایوب ہی ایک دن تیراندازی کر رہا تھا۔ کہ بہروز کے غلام کو (جو نگہبان عیسائی تھا) تیر لگ گیا۔ اور وہ مرگیا۔ اور ایوب خوف سے اسدالدین کو ساتھ لے کر شام کو چلا آیا۔ یہ واقعہ ۵۳۲ ہجری کا معلوم ہوتا ہے۔ جس سال میں صلاح الدین تکریت میں پیدا ہوا تھا۔ کیونکہ ایک روایت اس قسم کی (کتاب الروضتین میں) محفوظ رکھی گئی ہے کہ صلاح الدین اس روز پیدا ہوا تھا۔ جس روز اس کے باپ کو تکریت سے اخراج کا حکم ملا تھا یا بھاگا تھا۔ اور نجم الدین ایوب نے اس کی تولید کو نحس خیال کیا تھا۔ اور اس کا نام رکھنے کی بھی پروا نہیں کی تھی۔ مگر ایک عیسائی نے اس موقع پر پیشین گوئی کی تھی کہ یہ تولید نہایت سعید ہوگی۔ اور صلاح الدین ایک دن ایک عظیم الشان بادشاہ ہوگا۔

غرض نجم الدین تکریت سے شام میں بزرگ اور نامور زنگی (عمادالدین) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ زنگی نے اس کی عزت کی۔ اور بہت الطاف و اکرام سے پیش آیا۔ اور اسکو جاگیریں عطا کیں۔ اور اپنے مختص لشکریوں میں

قرار دیا۔ اور جب بعلبک کو فتح کیا۔ تو نجم الدین ایوب کو اس کا وزردار یعنی حاکم مقرر کیا۔ عماد الدین زنگی کے ایک غلام کے ہاتھوں سے قتل ہونے پر لشکر دمشق نے بعلبک کا محاصرہ کیا۔ نجم الدین ایوب نے سیف الدین غازی کو اطلاع دی۔ مگر وہ بعلبک کا عزم کرنے کے واسطے فارغ نہیں تھا۔ تو اس نے بعلبک کو دمشقیوں کے حوالہ کر کے ان سے جاگیریں لے لیں۔ اور بعد ازاں لشکر دمشق کا امیر کبیر (یعنی سپہ سالار) ہوا۔ نجم الدین ایوب کا بھائی اسد الدین شیرکوہ جو بڑے بھائی کے ساتھ ہی زنگی کے پاس رہا کرتا تھا۔ زنگی کے قتل پر اس کے نامور اور جلیل الشان بیٹے ملک العادل نور الدین کے پاس چلا گیا۔ اور اس کی ملازمت اختیار کر لی۔ اور اپنی دلیری اور ہمت اور شجاعت سے نور الدین کو فریفتہ کر لیا۔ اور اپنی قیمتی خدمات کے صلہ میں حمص اور رحبہ اور دوسرے مقامات بطور جاگیر حاصل کیے! اور نور الدین کی فوج کا سپہ سالار مقرر ہوا۔ جب نور الدین نے دمشق کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ تو اس نے شیرکوہ کو فرمائش کی کہ اپنے بھائی نجم الدین ایوب کو جو اس وقت دمشقیوں کا جاگیردار اور فوج کا سپہ سالار دمشق میں مقیم تھا مراسلے لکھے اور اس سے امداد طلب کرے۔ نجم الدین مدد دینے پر راضی ہو گیا۔ اور دمشق کے فتح ہونے پر دونو بھائیوں کو ان خدمات کے صلہ میں جاگیریں عطا ہوئیں۔ ایک دوسری روایت یہ ہے کہ جب نجم الدین ایوب کو دمشق کے فتح ہونے کی خبر ملی۔ اس وقت وہ بعلبک میں تھا۔ اور نور الدین کو لکھ کر بعلبک اس کے حوالے کر دینا چاہا۔ جس پر اس نے آکر قبضہ کر لیا۔ اور نجم الدین ایوب کو اپنے اصحاب میں داخل کر لیا۔ مگر زیادہ صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجیر الدین صاحب دمشق نے نجم الدین ایوب کو بعلبک سے دمشق میں بلا لیا تھا +

عیسائیوں نے جب اپنے دوسرے کروسیڈ میں جس میں فرانس اور جرمنی کے دونو بادشاہ شامل تھے ۱۱۴۸ء (مطابق ۵۴۳ھ ہجری) میں دمشق پر حملہ کیا تھا تو اس موقع پر عیسائی مورخ مچاڈ لکھتا ہے کہ اس محاصرہ کا ایک قابل ذکر امر یہ ہے کہ ایوب جو خاندان ایوبیہ کا سردار اور دمشق کی فوج کا حاکم تھا۔ اس کے ساتھ اس کا نوعمر لڑکا صلاح الدین بھی تھا۔ جو ایک دن عیسائیوں پر ایسا غالب آنے والا تھا کہ یروشلم کا مالک ہو جاوے ایوب کا سب سے بڑا بیٹا ایک حملہ میں مارا گیا تھا۔ اور باشندگان شہر نے اس کی یادگار میں ایک سنگ مرمر کی قبر بنا دی تھی۔ جو شہر پناہ کے نیچے صدیوں بعد تک موجود تھی۔ عیسائی مورخ کی طرح ایک مسلمان مورخ نے بھی ایوب کے ایک بڑے بیٹے توران شاہ کا اس کی وفات سے بہت پہلے گذر جانا لکھ دیا ہے لیکن اس سے اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ اس کے بعد بھی نور الدین کے دمشق پر حملہ کرنے کے وقت ایوب دمشق ہی میں موجود اور امیر لشکر تھا۔ اور نور الدین نے اس کی خدمات کے صلہ میں بروایت کے مطابق شیرکوہ کی سفارش پر اس کو جاگیریں دیں۔ اور دمشق کی حفاظت اور انتظام اس کے سپرد کر دیا۔ اور نجم الدین ایوب نے اپنے بیٹے توران شاہ کو جو صلاح الدین سے بڑا تھا دمشق کا شحنہ مقرر کیا +

الغرض نجم الدین ایوب اور اسد الدین شیرکوہ نورالدین کے سب سے بڑے مقربوں اور معتمدوں میں تھے اور اُس کے خواصوں میں ان کے مقابلہ کا کوئی شخص نہیں ہوا تھا۔ ایوب کو اور تمام خواصوں کے علاوہ شیرکوہ پر بھی یہ فضیلت اور خصوصیت حاصل تھی کہ نورالدین کے سامنے اس کو بلا اجازت بیٹھ جانے کی اجازت تھی۔ اور یہ عزت اور کسی کو حاصل نہ تھی۔ شیرکوہ نورالدین کے تمام خواصوں اور ملازموں میں اپنی خدمات کے سب سے ممتاز تھا۔ ۵۴۹ھ ہجری میں دمشق کی فتح میں سب سے بڑا حصہ اسی نے لیا تھا۔ اور لڑائی میں ایسی بہادری اور شجاعت دکھائی تھی کہ ایک روایت کے بموجب اس کے صلہ میں نورالدین نے دمشق اس کے حوالے کر دیا تھا۔ لڑائیوں میں شیرکوہ نورالدین سے پہلے اور ہر ایک جگہ موجود ہوتا تھا۔ نورالدین کے بعض فتوحات شیرکوہ کی اپنی قوتِ بازو کا نتیجہ تھیں۔ ۵۵۲ھ ہجری میں جب پہلی دفعہ نورالدین بیمار ہوا۔ تو اپنے خواصوں میں شیرکوہ کو خصوصیت سے اپنا وصی بنایا۔ اور نورالدین کی دوسری بیماری (۵۵۴ھ ہجری) کے موقع پر جب اس کا بھائی نصرت الدین صاحبِ موصل دمشق پر قبضہ کرنے کو بڑھا تھا۔ تو شیرکوہ ہی تھا۔ جو عربی مورخ کے الفاظ میں ہوا کی طرح اُٹھا اور نصرت الدین کے روکنے کے لئے لشکر لے کر آگے بڑھا۔ غرض شیرکوہ کی خدمات اور اس پر نورالدین کی مہربانیاں دونو بڑھی ہوئی تھیں۔ ایوب اور شیرکوہ کی متحدہ اغراض پر ان کی خدمات کا اثر مساوی پڑتا تھا۔

عیسائی مورخ آرچر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۱۴۸ء (مطابق ۵۴۳ھ ہجری) میں جب یوروشلیم کا عیسائی بادشاہ نورالدین کی غیر حاضری میں موقع پا کر نواح دمشق میں پہنچ گیا تھا۔ تو صلاح الدین کے باپ ایوب نے ہی جو شہر کا گورنر تھا۔ اس کو ٹال دیا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تمام عرصہ میں دمشق کی حفاظت اور انتظام نجم الدین ایوب کے ہی متعلق تھا۔ صلاح الدین کا بڑا بھائی تورانشاہ دمشق کا شحنہ رہا۔ گو یہ روایت غلط ہے کہ اسی عہدہ پر وہ مر گیا کیونکہ تورانشاہ الملقب بہ شمس الدولہ صلاح الدین کے زمانہ میں یمن کا فرمانروا ہوا۔ لیکن وہ کسی وجہ سے شحنگی دمشق سے علیحدہ ہو گیا تھا۔ اور اس کی جگہ صلاح الدین دمشق کا شحنہ مقرر ہوا تھا۔ صلاح الدین یوسف جب اس عہدہ پر دمشق میں مقرر ہوا تھا۔ تو عرقلہ نے اس کی تہنیت میں یہ ابیات کہے تھے:۔

لصوص الشام توبوا من ذنوب	اے شام کے چورو گناہوں سے توبہ کرو۔
تکفرها العقوبة والصفاد	عذاب اور قید تمہارے گناہوں کا کفارہ ہوگا۔
لئن کان الفساد لکم صلاحًا	پہلے اگرچہ تمہاری بدچلنی اور قباحت تمہاری صلاح تھی۔
فمولانا الصلاح لکم فساد	مگر اب تو مولانا صلاح الدین تمہارے لئے فساد (ہلاکت) ہے

اسی شاعر نے صلاح الدین یوسف کے شحنہ دمشق ہونے کے زمانہ میں یہ ابیات کہے تھے:۔

ردید کم یا لصوص الشام	اے شام کے چورو اپنی حرکات سے باز آؤ ۔
انی لکم ناصح فی مقال	میں تمہیں اپنے قول سے نصیحت کرتا ہوں ۔
وایاکمو وسمی النبی	پیغمبر کے ہمنام یوسف سے اپنی جانوں کو بچاؤ ۔
یوسف رب الحجی والجمال	جو عقل اور جمال کا صاحب ہے ۔
فذاک مقطع ایدی النساء	وہ (حضرت یوسفؑ) تو عورتوں کا ہاتھ[1] کاٹنے والا تھا
وھذا مقطع ایدی الرجال	یہ (صلاح الدین یوسف) مردوں کا ہاتھ کاٹنے والا ہے +

مسلمان مؤرخ ابن ابی طے بیان کرتا ہے کہ صلاح الدین دمشق کی کوتوالی اور دیوان کا والی مقرر کیا گیا۔ اس عہدہ پر وہ کچھ دن رہا۔ آخر اس کی اور صاحب دیوان ابی سالم ہمام کی عداوت ہوگئی۔ اور صلاح الدین یہ عہدہ چھوڑ کر حلب کو چلا گیا۔ نورالدین نے ابن ہمام کو پکڑ کر اس کی ڈاڑھی منڈوادی اور سارے دمشق میں طواف کرایا اور پھر صلاح الدین کو اپنے خواصوں میں داخل کرلیا۔ سفر اور حضر میں صلاح الدین سے جدا نہیں ہوتا تھا۔ صلاح الدین چوگان کھیلنے میں بڑا ماہر تھا۔ اور نورالدین اس کھیل کو بہت پیار کرتا تھا۔ درحقیقت نورالدین کو جو عنایت اور محبت اور دلچسپی صلاح الدین سے تھی۔ اسکی ایک بڑی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ صلاح الدین کو چوگان کھیلنے میں بڑی مہارت اور مشاقی حاصل تھی۔ اور نورالدین اس دانہ اور جانبازی کے کھیل کا عاشق تھا۔ اور آخر عمر تک اس کو کھیلتا رہا +

ایک دفعہ کسی نے اس کو اس کھیل پر ملامت کی تو نورالدین نے جواب دیا کہ میں اس کو دل لگی کے واسطے نہیں کھیلتا ہوں۔ بلکہ ضروری ورزش کے واسطے۔ کیونکہ ایک سپاہی ہمیشہ جنگ میں مصروف نہیں رہتا۔ علاوہ ازیں جب ہم یہ کھیل کھیلتے ہیں تو ہمارے گھوڑے کسی دشمن کے اچانک حملہ کے واسطے تیار رہتے ہیں۔ خدا شاہد ہے کہ میری اس کھیل کی یہی وجہ ہے۔ ابن اثیر کہتا ہے کہ شاذونادر ہی کوئی بادشاہ ہوگا جس نے کھیل کو خدا کی رضاجوئی کا باعث بنایا ہو +

نورالدین کی اس دلچسپ کھیل میں صلاح الدین ہمیشہ اسکے ساتھ شریک رہتا تھا۔ ۵۶۳ھ ہجری میں حلب میں دونو چوگان کھیل رہے تھے کہ صلاح الدین کا گھوڑا پھسل کر گر پڑا۔ اس کے بعد میدان میں جتنے روز ٹھیرا رہا۔ ہر روز صلاح الدین سے چوگان کھیلنے کا ہی مشغلہ تھا۔ اسی سال میں حلب اور کفر طاب میں نورالدین نے صلاح الدین کو جاگیریں دیں۔ غرض صلاح الدین نے نورالدین عادل ہی کے دامن فیض میں تربیت حاصل کی تھی۔ اور اس نامور یگانہ شخص سے آئندہ بہت سے اوصاف کا سبق حاصل کیا تھا +

صلاح الدین کی نوجوانی کا ایک اور مشہور واقعہ جو محفوظ ہے۔ یہ ہے کہ ایک دفعہ وہ حماہ میں۔ وہ اور امین

[1] یہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کے ایک مشہور واقعہ کی طرف اشارہ ہے +

(نورالدین کا ایک غلام) ایک جگہ سوئے ہوئے تھے۔ سخت زلزلہ آیا۔ تمام شہر گر گیا۔ مگر جس مکان میں صلاح اور عتبیہ سوتے تھے وہ بچ گیا۔ عقلمند نے اس موقع پر دو بیت بڑے لطف کے کہے ہیں ؛

باب دوم

صلاح الدین یوسف مصر میں

مصر کی خلافت علویہ۔ یا فاطمیہ یا اسمٰعیلیہ کے آخری خلیفہ عاضد لدین اللہ کا زمانہ تھا جبکہ خلافت کے ضعف۔ وزارت کے جھگڑوں اور عیسائیوں کے حملہ نے شامی مسلمانوں کے ہتھیاروں کو مصر میں مدعو کیا۔ عاضد کا وزیر ملک صالح طلائع بن زریک ۵۵۶ھ ہجری میں امرا کے ہاتھ سے قتل ہو گیا۔ اور شاور نے اس کے بیٹے زریک کو بھی چند روز سے زیادہ وزارت نہ کرنے دی اور خود وزارت پر قابض ہو گیا۔ اس کے مقابلہ میں ضرغام وزارت کا مدعی اٹھ کھڑا ہوا۔ اور شاور کو شکست دیکر شام کی طرف بھگا دیا۔ اس نے جب اپنے دو نو بیٹوں کے قتل کئے جانے کی خبر سُنی تو دمشق میں نورالدین کے پاس مدد مانگنے کے واسطے چلا گیا۔ نورالدین نے اس کی بہت خاطر تواضع کی۔ اور شیر کوہ کو فوج دیکر اس کی مدد کے واسطے ساتھ بھیجا۔ شاور کا ارادہ خود ہی فوج لیکر جانے کا تھا۔ اور شیر کوہ کی سپہ ساری کو اس نے بُرا سمجھا۔ مگر چار و ناچار ساتھ ہو لیا۔ شیر کوہ نے صلاح الدین کو بھی اپنے ہمراہ لیا تھا اور اس کو اپنے لشکر کا ہراول اور علم بردار مقرر کیا تھا۔ ماہ جمادی الثانی ۵۵۹ھ ہجری میں یہ لشکر مصر میں پہنچا۔ ضرغام کو جب شاور اور شیر کوہ کی قریب پہنچنے کی خبر ملی۔ تو اس نے اپنے بھائی ناصر الدین ہمم کے ماتحت ایک عظیم فوج ان کے مقابلہ کے واسطے روانہ کی بلبیس کے تل بسیط پر دو نو فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ شیر کوہ مصری فوج کی مہیب تعداد دیکھ کر گھبرا گیا۔ کیونکہ اس کے ساتھ بالکل قلیل التعداد فوج تھی۔ شاور کو اس نے کہا کہ تم نے مصر میں کسی لشکر کی عدم موجودگی کا یقین دلایا تھا۔ اور یہ اتنی فوج کہاں سے نکل آئی۔ شاور نے مصری فوج کے ضعف اور ناتربیت یافتگی کا عذر اپنے بیان کی تائید میں پیش کیا۔ اور مصری فوج درحقیقت ایسی ہی نکلی۔ شیر کوہ نے بڑی آسانی سے اس کو شکست دیدی۔ اور قاہرہ پر جا اُترا۔ وہاں شاور نے خلیفہ سے قاہرہ میں داخل ہونے کی اجازت چاہی اور عاضد نے دیدی۔ شاور قاہرہ میں داخل ہوا۔ اور ضرغام بھاگ گیا۔ مگر اتفاق سے

ایک شامی سپاہی کے ہاتھ میں پڑگیا۔ اور اس نے اس کو قتل کر ڈالا۔ شیرکوہ کو اس کے قتل ہونے کی خبر اور یہ معلوم ہونے سے کہ وہ شیرکوہ سے کچھ کہنے کی خواہش رکھتا تھا۔ بہت افسوس ہُوا۔ اور اس کے قاتل کو قتل کر دینا چاہا۔ مگر شاور کی سفارش سے معاف کر دیا۔ شاور نے ضرغام کے بھائی ملہم کو بھی قتل کرا دیا۔ اور وزارت پر مستقل قبض و دخل کر لیا۔ شیرکوہ منتظر تھا۔ کہ شاور اپنے وعدہ کی ایفا کرلے۔ جو وہ نورالدین سے کر آیا تھا۔ اور شاور شیرکوہ سے نجات پانے کی فکر میں تھا۔ نورالدین سے اس کا وعدہ تھا۔ کہ شیرکوہ مع فوج مصر میں ٹھیرا رہیگا۔ اور آمدنی کا ایک ثلث ان کے خرچ کے واسطے دیا جاویگا۔ مگر شاور نے تیس ہزار دینار شیرکوہ کو دیکر ٹالدینا چاہا۔ شیرکوہ نے جب اس کو اس کا وعدہ یاد دلایا۔ تو وہ صاف مکر گیا۔ کہ میں نے نورالدین سے کوئی ایسا وعدہ نہیں کیا ہے۔ یہ روپیہ لیکر چلے جاؤ۔ مگر شیرکوہ ان باتوں میں آجانے والا نہیں تھا۔ اڑ گیا کہ میں فیصلہ کئے بغیر نہیں جانے کا۔ شاور نے قاہرہ کے دروازے بند کر دئے۔ اور لڑائی کے واسطے آمادہ ہو گیا۔ شیرکوہ نے بھی محاصرہ کی تیاری کی۔ صلاح الدین کو لشکر کے ہمراہ ضروری سامان جمع کرنے کے لئے بلبیس روانہ کیا۔ اور خود شاور سے لڑائی شروع کر دی۔ شاور نے اس ایک شیرکوہ سے نجات پانے کے واسطے یوروشلیم کے عیسائی بادشاہ اموری کو اپنی امداد کے واسطے لکھ کر ایک دوسری آفت کو بُلا لیا۔ اموری سے شاور نے رسد اور فی پڑاؤ ہزار دینار دینے کا وعدہ کیا۔ مگر عیسائی بادشاہ کی نظر تمام مصر پر تھی۔ شیرکوہ عیسائی فوج کی آمد کی خبر سنکر بلبیس کو چلا گیا۔ اور عیسائی فوج نے وہاں پہنچکر اس کا محاصرہ کر لیا۔ شیرکوہ کے پاس فوج بہت تھوڑی تھی اور محصور رہنے کے سوائے کوئی چارہ نہ تھا۔ نورالدین کو جب یہ خبریں ملیں تو اس نے عیسائیوں کے ملک میں تاخت و تاراج شروع کر دی۔ عیسائی سرداروں برنس دیوہمنڈ صاحب انطاکیہ اور قومس ؎ (ریمنڈ) صاحب طرابلس کو قید کر لیا۔ اور ان کا علاقہ فتح کرتا چلا گیا۔ عیسائیوں کو جب مصر میں یہ خبر ملی۔ تو سوائے واپس آنے کے کوئی چارہ نہ دیکھا۔ اور شاور نے شیرکوہ کو ساٹھ ہزار دینار دیکر صلح کر لی۔ اور شیرکوہ دمشق کو لوٹ آیا۔ بہاؤالدین ابن شداد (سیرت السلطان میں) لکھتا ہے کہ اس یورش میں شیرکوہ کے دل میں صلاح الدین کی اتنی قدر ہو گئی کہ اس کے مشورہ کے بغیر کسی کام کا فیصلہ نہیں کرتا تھا۔ اور روز بروز اقبال اور سعادت رائے کی پختگی اور اس کے حرکات کی برکات سے فتح اور کامیابی کے نشان نظر آنے لگے ۔

مصر کی دولتمندی اور مصر کے ضعف کو عیسائی اور مسلمان دونو دیکھ آئے تھے اور جان چکے تھے کہ مصر کتنی

؎ عیسائیوں کے ناموں کو جو مسلمانوں نے بگاڑا ہے۔ یہ اس کا ایک نمونہ ہے۔ بوہمنڈ کو برنس اور ریمنڈ کو قومس۔ یہی حال تمام موں کا ہے ہم انگریزی صحیح نام لکھینگے۔ یا دونو کو لکھا کرینگے ۔ مولف

کتنی آسانی سے فتح ہو سکتا ہے۔ شیرکوہ نے نورالدین کو یہ سب سمجھا دیا۔ اور کہا کہ مصر عیسائیوں سے فوراً اسی طرح بچ سکتا ہے کہ ہم خود اس کو فتح کر لیں۔ نورالدین نے اس رائے کو مان لیا۔ اور ربیع الاول ۶۲ھ ہجری میں شیرکوہ دوبارہ مصر کی طرف روانہ ہوا۔ اور صلاح الدین اس کے ساتھ تھا۔ عیسائی شیرکوہ سے پہلے مصر میں پہنچ چکے تھے اور بہاؤالدین کے قول کے مطابق خود شاور نے ان کو بلایا تھا۔ شیرکوہ نے نہایت عجلت سے یہ خشکی کا سفر طے کیا اور اطفیح کے قریب دریائے نیل کو عبور کر کے مصر کے سامنے جیزہ میں جا اُترا۔ عیسائی فوج جب اس جانب بڑھی تو شیرکوہ صعید کی طرف کوچ کر کے بابین میں جا ٹھیرا۔ عیسائی اور مصری فوج اس طرف بڑھی۔ شیرکوہ کو معلوم ہوا کہ اس کی مخالف فوج بہت زیادہ ہے اور اس کی اپنی فوج بہت کم تھی۔ شیرکوہ لڑائی کے واسطے تُلا ہوا تھا۔ مگر اپنی فوج کی قلت کی وجہ سے اس کو ضعف کا خیال تھا۔ اپنی فوج کے سرداروں سے مشورہ کیا۔ تو اُنہوں نے فوج کی کمی اور ملک کی بیگانگی کے خیال سے رائے دی۔ کہ لڑائی نہ کیجائے۔ شرف الدین برغش ایک دلیر اور بہادر آدمی نے اس رائے کو ناپسند کیا۔ اور کہا کہ یہ بزدلی اور نمک حرامی کی باتیں ہیں۔ بزدل لوگوں کو سلطانی روپیہ حرام کرنے کی بجائے گھر میں عورتوں کے پاس رہنا چاہیئے۔ اگر لڑو گے نہیں تو نورالدین اسکی سزا دیگا۔ پس لڑائی کرنا چاہیئے۔ خدا فتح دیگا۔ شیرکوہ اور صلاح الدین نے اس کی تائید کی اور لوگ جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ لڑائی کے وقت شیرکوہ نے صلاح الدین کو قلب لشکر میں اپنی جگہ مقرر کیا۔ اور خود منتخد بہادروں کے ساتھ الگ ہو گیا۔ صلاح الدین کو سمجھا دیا۔ کہ عیسائی یہ سمجھ کر کہ میں قلب میں ہوں زور سے قلب پر حملہ کرینگے تم پیچھے ہٹتے جانا۔ کچھ فوج تمہارا تعاقب کرنے میں الگ ہو جاویگی۔ باقی پر میں حملہ کرونگا۔ اس وقت تم بھی پاؤں جما کر حملہ کر دینا۔ شیرکوہ کی یہ حکمت عملی کارگر ہو گئی۔ اور عیسائیوں کو شکست ہوئی۔ بہت سے عیسائی مارے گئے۔ قید ہوئے اور باقی بھاگ گئے۔ یہ شیرکوہ کی حکمت اور شجاعت تھی کہ دو ہزار فوج سے اس نے ایسی عظیم فوج کو شکست دیدی۔ ایک واقعہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ کہ شیرکوہ نے جیزہ میں قیام کے زمانہ میں شاور کو لکھا تھا کہ اگر تم اپنی فوج میرے ساتھ شریک کر لو۔ تو میں قسمیہ وعدہ کرتا ہوں کہ تم سے ہمیشہ کے واسطے صلح کر لونگا اور پھر مصر کو نہ آؤں گا۔ مشترک فوج سے میں ایک عیسائی کو بھی یہاں سے زندہ نہ جانے دونگا۔ اور ایسا موقع پھر ہاتھ نہ آئیگا۔ لیکن شاور نے اس کی خواہش سے ہمدردی کرنے کی بجائے وہ مراسلہ عیسائیوں کو دکھا دیا۔ غرض عیسائیوں سے نپٹ کر شیرکوہ سکندریہ اور سکندریہ پر بلا وقت قبضہ کر کے اپنے بھتیجے صلاح الدین کو وہاں چھوڑ کر خود صعید کی طرف چلا گیا ✦

عیسائیوں نے قاہرہ جا کر اپنے شکستہ حال کو درست کیا۔ اور پھر لشکر کو مرتب کر کے سکندریہ کا جا کر محاصرہ کر لیا۔ تین ماہ تک محاصرہ جاری رہا۔ صلاح الدین نے بڑی بہادری سے شہر کو بچایا۔ مگر آخر کار شہر میں

اشیائے خورش کی قلت اور تنگی محسوس ہونے لگی۔ شیرکوہ اس عرصہ میں کچھ لوٹ مار کرتا رہا۔ قاہرہ کو فتح کرنے کی کوشش میں اس کو کچھ کامیابی نہ ہوئی۔ تو سکندریہ کی طرف لوٹا۔ راستہ میں اس کو عیسائیوں اور مصریوں کے قاصد ملے جو صلح کی نسبت گفتگو کرنے آئے تھے۔ شام میں عیسائیوں کے علاقہ پر نورالدین کے حملے عیسائیوں کو واپس بلا رہے تھے۔ شاور نے ان کی صلح سے شیرکوہ کو علاوہ مال غنیمت کے جو وہ حاصل کرچکا تھا۔ واپس جانے پر پچاس ہزار دینار دینا کئے وہ راضی ہوگیا۔ اور شام کو واپس چلا آیا۔ عیسائیوں نے جو معاہدہ شاور سے کیا تھا اس کے رو سے ایک لاکھ دینار سالانہ شاور نے ان کو دینے منظور کئے تھے۔ اور عیسائی فوج کی ایک گارد مصریوں کے خرچ پر قاہرہ میں رہنے کا اقرار رہا تھا۔ اس قرارداد کے بعد عیسائی بھی شام کو واپس چلے آئے سکندریہ میں نجم الدین ابن مصال اور بعض اور لوگوں نے صلاح الدین کی مدد کی تھی۔ ان کی بابت اس نے شاور سے اقرار کرالیا تھا کہ اُن کو کوئی تکلیف نہ دے گا۔ مگر صلاح الدین کے جاتے ہی اس بدعہد شخص نے اُن کو پکڑ لیا صلاح الدین نے خبر پا کر اس میں مداخلت کی اور شاور کو باز رکھا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ شیرکوہ نے عیسائی بادشاہ اموری سے عہد لے لیا تھا کہ وہ پھر مصر کو نہ چھیڑے گا۔ اور اس نے مجبور ہو کر اس امر کی قسم کھالی تھی +

عیسائیوں کو مصر کے فتح کئے بغیر کل نہیں پڑ سکتی تھی۔ مگر ان کے بادشاہ کو اس کی مفلسی میں ایک لاکھ دینار کا اقرار بہت کچھ قابل قدر معلوم ہوتا تھا۔ لیکن جب اس نے مصر سے واپس آ کر قسطنطنیہ کے یونانی یا رومی شاہنشاہ مینوئل کی بھتیجی سے شادی کی تو اس نے مصر کے ضعف اور ابتری کی طرف توجہ دلا کر پھر مصر پر حملہ کرنے کو برانگیختہ کیا۔ اور خود فوج اور جہازوں سے مدد دینے کا اقرار کیا۔ اموری اس پر تیار ہوگیا اور ۵۶۴ھ سے مطابق ۱۱۶۸ء فوج لے کر چڑھ گیا۔ اس کو یہ بھی خیال تھا کہ نورالدین چونکہ فرات کے شہروں میں شمال کی طرف سے وہ جلد ہی مصر کی مدد کے واسطے فوج نہیں بھیج سکیگا۔ غرض عیسائیوں نے اپنے معاہدہ کو توڑ ڈالا۔ اور عسقلان سے روانہ ہو کر مصر کی سرزمین میں قدم رکھتے ہی بلبیس کا محاصرہ کر لیا۔ اور اس کو فتح کر کے باشندوں سے بہت بیرحمی اور ظلم سے سلوک کیا۔ اور پھر قاہرہ کی طرف بڑھے۔ شاور قاہرہ میں محصور ہو کر عیسائیوں سے لڑنے کو تیار ہوچکا تھا۔ اور مصر (شہر جو قاہرہ کے پہلو میں تھا)، کو فرنگیوں کے ہاتھ نہ پڑنے دینے کیواسطے آگ لگا دی تھی جو چون روز تک جلتا رہا تھا +

شاور نے ادھر تو فرنگیوں کو لاکھوں دیناروں کے جھوٹے وعدوں پر ٹالدینے کی کوشش کی اور ادھر نورالدین سے مدد منگو بھیجی۔ اس سے پہلے کے جھگڑوں اور معاہدوں میں خلیفہ عاضد کا کہیں ذکر نہیں آیا تھا۔ اور اکثر امور شاور خود ہی کرتا تھا۔ لیکن اس موقع پر بیان کیا گیا ہے کہ مصر کے جلجانے کے بعد عاضد نے

خود نورالدین کو ایک دردناک عرضداشت لکھی تھی۔ اور اس میں اپنے حرموں کے بال اور خون آلود پارچات کے ٹکڑے لپیٹ کر بھیجے تھے۔ اور مراسلہ جات کو سیاہ ماتمی کپڑوں میں لپیٹ کر بھیجا تھا جس سے اس کو عیسایوں کے ہاتھ سے اپنی تنگی ظاہر کرنا مقصود تھا +

شیرکوہ کے پاس براہ راست بھی تحریریں پہنچیں تھیں اور وہ حمص سے نورالدین کی طرف روانہ ہو آیا تھا نورالدین نے اس کو پھر جانے پر آمادہ کیا۔ اور پہلے سے زیادہ لشکر اور سامان حرب اور روپیہ دیا جس سے وہ ایک بڑی کوشش مصر کے واسطے کرنا چاہتا تھا۔ صلاح الدین اس دفعہ مصر جانے کو راضی نہ تھا۔ اس نے بعد ازاں خود یہ بات بیان کی ہے کہ اس دفعہ مصر جانے کا میرا ہرگز منشاء نہ تھا۔ نورالدین نے جب شیرکوہ کو مصر جانے پر آمادہ کر لیا۔ تو شیرکوہ نے میری طرف دیکھا۔ اور کہا کہ اے یوسف تو تیار ہے؟ (صلاح الدین کہتا ہے) مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میرے دل میں زخم ہو گیا ہے۔ میں نے کہا کہ بخدا اگر مصر کا ملک بھی مجھے دیدیں۔ تو بھی میں نہیں جاؤنگا وہ تکالیف جو میں نے سکندریہ میں جھیلی ہیں۔ مجھے بھولنے کی نہیں۔ اس پر شیرکوہ نے نورالدین کو کہا کہ صلاح الدین کا جانا ضروری ہے۔ اور یہ عذر کرتا ہے۔ نورالدین نے مجھے کہا کہ تم کو ضرور جانا ہوگا۔ میں نے قلت اسباب اور زاد راہ کی شکایت کی۔ نورالدین نے وہ سب مہیا کر دیا (صلاح الدین کہتا ہے) نورالدین باوجود اپنی شفقت اور نرم دلی کے ایک ہیبت ناک شخص تھا۔ میں اس کے سامنے مصر جانے سے انکار نہ کر سکا۔ لیکن میں یہ خیال کرتا تھا کہ موت کی طرف کھنچا ہوا جا رہا ہوں۔ صلاح الدین کو جب کبھی اپنا یہ انکار اور اس سفر کے نتائج یاد آتے تھے تو یہ آیہ کریمہ اس کے منہ سے نکل جاتی تھی۔ عسیٰ ان تکرھوا شیئ وھو خیر لکم۔ (ممکن ہے کہ تم اس چیز کو ناپسند کرو جو تمہاری بہتری کے لئے ہو) غرض وہ ہزبر بیشہ شجاعت اور شیر میدان جلادت اپنے یوسف کو ساتھ لے کر تیسری دفعہ مصر کو چلا۔ اور جنگل اور ریگستان کو چیرتا ہوا قاہرہ کی طرف جا نکلا۔ عیسائی بادشاہ کو کچھ تو شاور نے دے دلا کر راضی کر لیا تھا۔ اور بقول عیسائی مورخ کے شیرکوہ کو راستہ میں روکنے کے واسطے لوٹ آیا۔ گو شیرکوہ سے اس کا دوچار نہیں ہوا۔ اور بقول عیسائی مورخ کے اس دفعہ بالکل ناکام شام کو واپس پہنچا +

•

۷۔ ربیع الاول ۵۶۴ھ ہجری کو شیرکوہ قاہرہ پہنچا۔ شاور نے اس کو عیسایوں پر جو واپس جا رہے تھے حملہ کرنے کی صلاح دی۔ جس سے اس کا مطلب یہ تھا۔ کہ دونو فریق پھر لڑنے جھگڑنے کو وہاں موجود رہیں اور جس کو جی چاہے اپنا معاون بنا کر کام نکال لے۔ مگر شیرکوہ نے اس امر کو پسند نہ کیا۔ خلیفہ عاضد نے شیرکوہ کے پاس قیمتی تحائف اور خلعتیں بھیجیں اور رات کو جا کر اس سے ملاقات کی۔ اور بہت سے امور میں مشورہ کیا جن میں سے ایک یہ بیان کیا گیا ہے کہ عاضد نے شیرکوہ کو قتل کرنے کی تحریک کی۔ مگر شیرکوہ غالباً بلا ضرورت

ایسا کرنا نہیں چاہتا تھا +

شاور کے فریبوں اور چالبازیوں کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ وہ مصر کی طاقت کے ضعف کی کمی کو اپنی مکروہ حکمت عملیوں سے پورا کرنا چاہتا تھا۔ اور اس پر اپنے خود مختارانہ اختیارات میں خلیفہ کا دخل بھی ناپسند کرتا تھا۔ بضرورت پر عیسائیوں یا مسلمانوں کو اپنی حمایت کے واسطے بلا لیتا تھا۔ مگر جو اقرار ان سے کرتا تھا وہ کام نکل جانے پر پورے کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ چونکہ وہ نورالدین اور شیرکوہ سے اپنی بدعہدی کی وجہ سے شرمندہ تھا اس واسطے پچھلی دفعہ اس نے خود نورالدین کو نہیں لکھا تھا۔ بلکہ خلیفہ اور اپنے بیٹے سے لکھوایا تھا۔ اب عیسائیوں سے مخلصی کر لینے کے بعد شامی فوج کی موجودگی اس کو ناگوار گذر رہی تھی۔ اور ان سے نجات پانے کی تجاویز کے درپے تھا۔ شیرکوہ کے لشکر کے واسطے جن جاگیروں اور روپیہ کا اقرار کیا تھا۔ ان کا جب شیرکوہ نے مطالبہ کیا تو امروز فردا کے وعدوں پر ٹالنا شروع کیا۔ اور بیان کیا گیا ہے کہ وہ شیرکوہ کے قتل کا مشورہ کر رہا تھا۔ اور اس کے بیٹے نے جب افشا راز کر دینے سے اس کو دھمکایا تو باز آیا۔ شیرکوہ کے پاس وہ ہر روز جایا کرتا تھا۔ مگر اس کا وعدہ پورا کرنے والا کل نہیں پہنچتا تھا۔ شامی فوج اس سے بدگمان ہو گئی۔ اور اس کا کام تمام کر دینا چاہا +

مخالف روائتوں کو باہم مطابق کرنا مشکل ہے کہ شیرکوہ اس میں شریک تھا یا نہیں تھا۔ دونو قسم کی روائتیں موجود ہیں۔ غرض ایک روز جب شاور شیرکوہ کو ملنے کے واسطے اس کے لشکر میں آیا۔ تو شیرکوہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کی قبر کی زیارت کے واسطے گیا ہوا تھا۔ شاور نے بھی ادھر ہی جانا چاہا۔ صلاح الدین اور عزالدین جردیک دو تو اس کے ساتھ ہو لئے۔ اور راستہ میں قابو پا کر اس کو گھوڑے سے گرا دیا۔ اور پکڑ کر ایک خیمہ میں قید کر دیا۔ اور اس کے ہمراہیوں کو بھی پکڑ لیا۔ یا بھگا دیا۔ عاضد نے جب شاور کے پکڑے جانے کی خبر سُنی۔ اس کا سر مانگ بھیجا۔ گویا عاضد ہی کی تحریک پر عزالدین جردیک نے اس کا سر کاٹ کر خلیفہ کے پاس بھیج دیا۔ شاور کا سر جب عاضد کے پاس پہنچا۔ تو اس نے ایک روایت کے مطابق اس کے بیٹوں کے سر کنوا کر خلعت وزارت کے ہمراہ شیرکوہ کے پاس جو اس وقت تک واپس بلا لیا گیا تھا۔ بھیج دئے۔ عاضد نے شیرکوہ کو ملک منصور امیر الجیوش کا خطاب دیا۔ اور ملک کا انتظام و انصرام اس کے سپرد کر دیا۔ شیرکوہ نے اب آزادی سے اپنی فوج کے واسطے جاگیریں اور تنخواہیں مقرر کیں۔ اس کا خاص منتظم اور مشیر صلاح الدین تھا۔ تمام اختیارات اس کو حاصل تھے اس کی عقلمندی اور تدبیر ملکی سے اس کی چند روزہ وزارت اچھی طرح چل گئی +

شیرکوہ کی وزارت کے دن بہت تھوڑے تھے۔ ۲۲۔ جمادی الآخر ۵۶۴ ہجری مطابق ۲۳۔ مارچ ۱۱۶۹ء

کو اس کا دفعۃً مرض خناق سے انتقال ہوگیا۔ وہ وزارت کی نسبت اپنی جانشینی کی صلاح الدین کے واسطے وصیئت کر گیا۔ مگر نور الدین کے شامی لشکر کے اور متعدد امیر مدعی وزارت بننے کے واسطے موجود تھے۔ ان میں ایک تو صلاح الدین کا ماموں شہاب الدین محمود حارمی تھا۔ دوسرا قطب الدین ممبجی۔ تیسرا سیف الدین علی بن احمد ہکاری اور چوتھا عین الدولہ باروقی تھا۔ عاضد صلاح الدین کی طرف مائل تھا۔ بعض کہتے ہیں اس کے ضعف کے خیال سے کہ اس کو جب چاہیگا الگ کر سکیگا۔ عام طور پر نور الدین کے امیروں کا بھی صلاح الدین کے استحقاق اور اس کی ذاتی قابلیت کی وجہ سے وزارت کے واسطے اسی پر اتفاق تھا۔ فقیہ ضیاؤ الدین عیسے ہکاری کی سعی سے سوائے عین الدولہ کے تینوں ناراض امیروں نے صلاح الدین کی وزارت کو مان لیا اور عین الدولہ دمشق کو واپس چلا گیا +

خلیفہ عاضد نے صلاح الدین کو **ملک الناصر** کا خطاب دیا۔ اور نہایت قیمتی تحائف اور خلعتیں اس کے پاس بھیجیں جنکی فہرست ایک مورخ نے لکھ ڈالی ہے۔ عاضد نے جو منشور وزارت کا صلاح الدین کے نام لکھا تھا۔ اگر اس کی صحیح عبارت محفوظ رکھی گئی ہے تو بلاشبہ اس میں صلاح الدین کی نسبت ایک سچی پیشین گوئی تھی۔ وہ عبارت یہ ہے :۔

"والجهاد انت رضيع دره۔ ورنا شئ حجره۔ وظهور الخيل مواطنك۔ و ظلال الخيام مساكنك۔ وفى ظلمات قساطله تجلى محاسنك۔ و فى اعقاب نوازله تتلى مناقبك۔ فشمر عن ساق من القنا۔ وخض فيه بحرا من الظبا۔ واحلل فى عقد كلمة الله وتبيقات الحبا۔ واسل لوها دبدا لمعدى وارفع برؤسهم الربا حتى ياتى الله بالفتح الذى يرجوا امير المومنين ان يكون مذخورا لايامك وشهود الك يوم مقامك"

ترجمہ (اے صلاح الدین) "تو جہاد کے شیر کا رضیع ہے۔ اور اس کے گھر کا پروردہ ہے گھوڑوں کی نمائیں تیرے وطن ہیں۔ اور خیموں کے سائے تمہارے مسکن ہیں۔ جہاد کے غباروں کے اندھیروں میں تمہاری خوبیوں کے ستارے چمکینگے اور اس کے مصائب کے کھوجوں میں تیرے مناقب پڑھے جائینگے۔ نیزوں سے ان کے غلاف اتار۔ اور تلواروں کی دھاروں میں غوطہ کھا۔ خدا کے دین کو جمع کرنے کے لئے عطیات کی گرہوں کو کھول۔ دشمنوں کے خون کے نالے بہا دے اور ان کے سروں سے ٹیلوں پر کھڑے کر دے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ وہ فتح نصیب کرے جسکی نسبت امیر المومنین کا خیال ہے کہ وہ تیرے دنوں کیواسطے ذخیرہ کیگئی ہے اور یہ فتح تیرے لئے ایک شہادت ہے"

صلاح الدین نے وزارت حاصل کرنے کے بعد بڑی فیاضی سے داد وہش شروع کی اور لشکر اور اکابران دولت کو اپنی طرف پھیر لیا۔ شیر کوہ کی جمع کی ہوئی سب دولت لشکر میں تقسیم کر دی۔ خزانے سے لے کر بھی دیا۔ اور اکابر اشخاص کی جاگیریں مقرر کردیں تالیف قلوب میں ہر طرح سے کوشش کی۔ رعایا اور اہلکار اس سے خوش تھے۔ اور خود اس نے انتظام حکومت۔ اسلام کی خدمت۔ اور رعیت کی خبر گیری میں بڑی مہارت اور قابلیت ظاہر کی۔ وزارت اور اختیارات پانے پر صلاح الدین کی جس عادت کی تبدیلی کا خصوصیت سے ذکر کیا جاتا ہے وہ اس کا شراب کے استعمال کو ترک کر دینا تھا۔ اس نے نیکی صلاحیت اور بزرگوں کی روش اختیار کی۔ اور علماء اور فضلاء کو جمع کرنا شروع کیا۔ شام میں اپنے دوستوں کو خطوط لکھ کر بعضوں کو بلا لیا۔ اور بعضوں کے پاس اُنہیں تحائف وغیرہ بھیجے مصر کے اسمٰعیلیہ شیعوں کے مقابلہ میں مذہب سنت والجماعت کی تائید شروع کی +

صلاح الدین کے وزیر مقرر ہونے کے ذکر میں عیسائی مورخ مجاد حسب ذیل لکھتا ہے کہ "شیر کوہ کی وفات پر خلیفہ مصر نے جو اپنی طاقت کیواسطے کانپتا تھا صلاح الدین کو وزیر مقرر کیا۔ کیونکہ وہ اُس کی لیاقت اور شہرت کو اس غرض سے ناقابل خیال کرتا تھا۔ کہ وہ اس کی طاقت کو غصب کرلیگا۔ لیکن ایوب کے بیٹے نے بادشاہ اور فوج دونو کے خیالات کو جو اس کو ایک عیش پسند سپاہی اور بے ہوس خیال کرتے تھے۔ غلط ثابت کر دیا۔ اُس نے اپنے چال وچلن کو بدل دیا۔ اور اپنے اطوار کی اصلاح کر لی۔ اب تک وہ صرف کاہلی اور حرم کی تاریکی کے قابل معلوم ہوتا تھا۔ لیکن دفعتہً ایک نیا آدمی بنگیا۔ جو گویا سلطنت کے واسطے پیدا ہوا تھا اس کی سنجیدگی امراء کے دلوں میں اس کا رُعب اور عزت پیدا کرتی تھی۔ اُس کی فیاضی نے فوج کو اُس کے واسطے جان دینے پر آمادہ کر دیا۔ اور اُس کی عبادت اور زہد و اتقا کی شدت نے تمام مسلمانوں میں اس کو عزیز بنادیا ایک مذہبی انقلاب نے جو اس نے بغیر تکلیف کے اور بغیر خون گرانے کے پیدا کر دیا۔ اسکی عقلمندی اور انسانی رحمدلی ثابت کر دی۔ اور ظاہر کر دیا کہ اس کے مقدر میں غیر معمولی اور عظیم امور کا انجام دینا لکھا ہے خلیفہ بغداد نے فاطمیوں کے مذہب کو برباد کر دینے کے واسطے عام طور پر مبارکباد دی۔ اور خلعت بھیجی۔ شاعروں نے اس کے نام کو مشتہر کیا۔ اور نماز میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور نورالدین کے نام کے ساتھ پکارا گیا +

مصر میں بظاہر صلاح الدین کا کوئی مخالف یا رقیب نہیں نظر آتا تھا۔ مگر مصری امراء وزارت گردی کی امیدیں کبھی ہاتھ سے نہیں جانے دینے والے تھے مصر میں ایک بڑی قوی اور متنفذ جماعت سودانی حبشیوں کی تھی۔ ان کا سرگردہ سوڈان کا مقدم مونس الخلافت قصر خلافت کا خواجہ سرائے مالک اور محافظ تھا

قصر خلافت پر قبضہ ہونے کے سبب سے خلیفہ براہ راست ان کے قابو میں رہتا تھا۔ قصر کے سیاہ وسپید کے یہی مالک تھے۔ املاک پر ان کا قبضہ رہتا تھا۔ اور اپنی قوت اور اقتدار کے سبب سے وزارت کو دبا لیتے تھے۔ صلاح الدین کی اجنبی اور غیر مذہب کی وزارت کا غلبہ وہ کبھی برداشت کر نہیں سکتے تھے۔ موتمن الخلافت نے عیسائیوں سے سازش کر کے ان کو مصر میں بلا لینے کی کوشش کی۔ مگر صلاح الدین کو یہ حال معلوم ہو گیا موتمن الخلافت بھاگا۔ مگر ۲۰۔ ذیقعدہ ۵۶۴ھ ہجری کو خرقانیہ نام کے ایک گاؤں میں بیٹھا ہوا صلاح الدین کے قابو آ گیا۔ اور مارا گیا۔ اس کی قوم کے حبشی پچاس ہزار سے کم موجود نہیں تھے صلاح الدین کو ان سے سخت لڑائی کرنا پڑی۔ مگر ان پر غالب آ گیا۔ اور ایک ایک حبشی کو چن چن کر مار ڈالا۔ منصورہ نام کا محلہ انہیں حبشیوں کو سزا دینے میں آگ سے جل گیا۔ جہاں امرا نے باغ بنا لئے مصر کے اندر یہی ایک قابو یافتہ جماعت باقی رہ گئی تھی جن کی موجودگی میں صلاح الدین امن سے مصر میں نہیں رہ سکتا تھا۔ اور اس کے بعد اس کی حکومت اور وزارت کو ملک کے اندر کوئی بڑا کھٹکا نہ رہا۔ قصر خلافت پر اس کا اپنا قبضہ اور اقتدار ہو گیا۔ بہاء الدین قراقوش اسدی کو محافظ مقرر کیا۔ اور حکم دیدیا کہ اس کی اپنی اجازت کے بغیر کوئی قصر میں جانے نہ پائے۔

۵۶۵ھ ہجری (مطابق ۱۱۶۹ء) میں عیسائیوں اور قسطنطنیہ کے رومیوں یا یونانیوں نے بالاتفاق مصر پر حملہ کرنے اور صلاح الدین کی طاقت کی ترقی کو روکنے اور اس کو وہاں سے نکال کر مصر پر قابض ہونے کے واسطے حملہ کیا۔ صلاح الدین نے دمیاط کو لشکر اور سامان حرب سے مضبوط کر دیا۔ عاضد نے بیشمار روپیہ (دو اشتاد دس لاکھ دینار) دمیاط کی حفاظت میں خرچ کرنے کے واسطے دے ڈالا۔ صلاح الدین نے بڑی شجاعت اور حکمت سے عیسائیوں کے حملوں کا مقابلہ کیا۔ اور شہر میں فوج کو داخل کئے گیا۔ یہاں تک کہ بقول عیسائی مورخ (آرچر) کے "محصورین کی نسبت محاصرین بڑے خطرہ میں ہو گئے تمام لوگ شکایت کرنے لگے۔ اور محاصرہ کو چھوڑ دینے کا حکم دیا گیا۔ اور یونانیوں (رومیوں) اور لاطینیوں (اہل یورپ) کے عظیم اور مہیب جہازوں اور لشکروں کے اتحاد اور اجتماع کا نہایت مصیبت ناک انجام ہوا۔" عیسائی لشکر بہت نقصان اٹھا کر دمیاط سے واپس آیا۔ اور فتح صلاح الدین کے ہاتھ رہی۔

صلاح الدین نے اس سے پہلے اپنے بھائیوں اور بعض عزیزوں کو مصر میں بلا لیا تھا۔ اور اب اپنے والد کو بلا بھیجا۔ بقول بہاؤ الدین کے اس سے وہ چاہتا تھا۔ کہ "اس کی خوشی کمل ہو جاوے۔ اور اس کی زندگی کی مشابہت حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ کے ساتھ پوری ہو جاوے۔" نجم الدین ایوب نے نور الدین سے اجازت چاہی کہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ مصر کو جاوے۔ نور الدین نے اجازت دیدی۔ ایوب نے اپنے

املاک کو مستحقین کو بخش دیا۔ اور اپنے ایوان کو وقف کر دیا۔ اور ماہ جمادی الآخر ۵۶۴ھ ہجری میں دمشق سے روانہ ہوا۔ نور الدین اس کو وداع کرنے کے لئے لشکر کے ہمراہ راس الماء تک گیا۔ اور جہاد پر آمادہ ہونے کی نسبت اس کو ہدایتیں کیں۔ ایوب جب قریب پہنچا۔ تو حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح مصر کا نیا یوسف اپنے باپ ایوب کے استقبال کے واسطے نکلا۔ اور حسن آداب سے ملاقات کی خلیفہ عاضد نے بھی باب الفتوح سے باہر نکل کر ہلیلہ کے درخت تک ایوب کا استقبال کیا۔ اور اس کو بہت سی خلعتیں اور تحائف دیئے اور اپنے قصر کے پاس ایک محل عنایت کیا۔ ملک فضل کا اس کو خطاب دیا۔ سکندریہ۔ دمیاط۔ بحیرہ۔ اس کو جاگیریں دیں۔ اور صلاح الدین کے بڑے بھائی شمس الدولہ کو۔ قوص۔ اسوان۔ عیذاب جاگیر میں بخشے۔ جن کا اس سال کا خراج بیس لاکھ چھیاسٹھ ہزار دینار آیا۔ صلاح الدین نے وزارت مصر کے تمام اختیارات اپنے والد کو دیدینے چاہے۔ مگر اس نے انکار کیا۔ اور صرف خزانہ کا اہتمام وغیرہ اپنے ذمہ لے لیا۔ نور الدین نے ایک بڑا مقصد جو ایوب کے سپرد کیا تھا۔ وہ مصر میں خلفاء عباسیہ کا خطبہ پڑھوانا تھا۔ نور الدین کو خلیفہ مستنجد باللہ عباسی کی بہت تاکید تھی۔ مگر صلاح الدین نے اس کے واسطے مناسب وقت نہ دیکھا۔ اور اس وقت اس کے متعلق کچھ نہ کیا۔ البتہ ۵۶۶ھ ہجری میں اس نے شیعہ قاضیوں کو معزول کر کے صدر الدین عبد الملک کو مصر قاہرہ اور اس کے گرد و نواح کا قاضی مقرر کیا۔ اور اذان میں حی علیٰ خیر العمل کہا جانا بند کیا +

اسی سال میں صلاح الدین نے عسقلان اور رملہ کے قریب عیسائیوں سے جنگ کیا۔ اور اس کے بعد ایلہ پر حملہ کر کے اس کو فتح کیا۔ اور عیسائیوں کو وہاں سے نکال دیا۔ سکندریہ میں جا کر اس کی شکست ریخت کی مرمت اور تعمیر کرائی۔ اس کے بھائی شمس الدولہ نے صعید کے عربوں کو مطیع کیا۔ اور اسی سال میں صلاح الدین نے قاہرہ کی فصیل کی مرمت اور عمارت کرائی۔ لوگوں میں انعام و اکرام تقسیم کئے۔ اور شمس الدولہ کی جاگیر میں۔ بوش۔ جیزہ۔ اور سمنود اضافہ ہوئے۔ بقیہ سال بھی وہ عیسائیوں سے جزوی لڑائیوں اور جھگڑوں میں مصروف رہا۔ ۵۶۷ھ ہجری کے آغاز ہی میں صلاح الدین نے نور الدین کے اصرار پر اور اس کی تعمیل کے بغیر کوئی چارہ نہ دیکھ کر ماہ محرم کے پہلے جمعہ کو مستضی بامر اللہ خلیفہ عباسی کا نام خطبہ میں پڑھنے کا حکم دیدیا۔ خلیفہ عاضد ان دنوں میں بیمار تھا۔ اور بغیر اس امر کی اطلاع ہونے کے کہ مصر میں بغدادیوں کا خطبہ پڑھا گیا ہے۔ ۱۲۔ محرم ۵۶۷ھ ہجری کو فوت ہو گیا۔ اور مصر کو صلاح الدین کے واسطے چھوڑ گیا۔ کہ نور الدین کا نائب کیلا کیلی اور تنہا سلطنت کرے۔ عاضد نے بیماری کے دنوں میں صلاح الدین کو بلایا تھا۔ اور غالباً اپنی اولاد کی نسبت کچھ وصیت کرنا چاہتا تھا۔ مگر صلاح الدین کسی فریب کے خوف سے ڈر گیا۔ اور نہ گیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے۔ کہ گیا۔ اور عاضد نے جو وصیت کی تھی۔ اس کی تعمیل کی۔ مگر یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا

عاضد کے پس ماندگاں کے ساتھ صلاح الدین نے اچھا سلوک کیا۔ ان کی تعظیم و تکریم کی علیحدہ مکانات اور خرچ وغیرہ دیئے۔ آزاد عورتوں کو چھوڑ دیا۔ کنیزوں کو ہبہ اور بیع کر دیا۔ قصر سے بے انتہا اسباب ہر ایک قسم کا نہایت قیمتی نکلا۔ کہ ایک روایت کے بموجب دس سال تک اس کی فروخت جاری رہی۔ مگر بڑا حصہ اس کا صلاح الدین نے اپنے لشکر اور خویش و اقربا میں تقسیم کر دیا۔ قصر سے نقدی تو بہت کم دستیاب ہوئی۔ کیونکہ شاور نے وقتاً فوقتاً عیسائیوں وغیرہ کو دے دے کر تعدد روپیہ سب خرچ کر ڈالا تھا۔ لباس۔ فرش۔ گھوڑے۔ خیمے۔ کتابیں۔ جواہرات بہت سے دستیاب ہوئے۔ نادر اشیا میں زمرد کی ایک چھڑی جس کا طول ایک بالشت اور موٹائی تین انگشت کے برابر تھی۔ ایک طبل قولنج۔ سات سو در یکتا وغیرہ نکلے۔ زمرد کی چھڑی کے تو صلاح الدین نے تین ٹکڑے کر کے اپنی عورتوں میں تقسیم کر دیئے۔ طبل قولنج جو حکمت کی ایک عجیب یادگار تھا۔ کہ اس کے بجانے سے درد قولنج جاتا رہتا تھا۔ کسی ایسے شخص کے ہاتھ پڑ گیا۔ جس نے اس کو معمولی نقارہ سمجھ کر بجا بجا کر توڑ ڈالا۔ ابن بغداد کو تحفۃً بھیجا گیا۔ قصر کی حویلیوں اور قصر شمالی کو صلاح الدین نے امیروں پر تقسیم کر دیا۔ اور لؤ لؤ (جو ایک عظیم قصر کا نام تھا) میں اس نے اپنے باپ ایوب کو جگہ دی۔

۵۶۸ھ میں صلاح الدین کو کرک اور شوبک پر حملہ کرنا پڑا۔ اس علاقہ کے عیسائی مسلمانوں کے قافلوں کو جن کو اس سرزمین سے گذرنا پڑتا تھا۔ ستاتے تھے۔ صلاح الدین نے کچھ جزوی لڑائی کی اور جلد محاصرہ اٹھا کر واپس چلا آیا۔ اس کا باپ ایوب بیمار تھا۔ اور اس کے پہنچنے سے ۲۷۔ ذوالحجہ کو فوت ہو چکا تھا۔ نجم الدین ایوب کو چوگان بازی کا بہت شوق تھا۔ اور بے تحاشا گھوڑا بھگاتا تھا۔ لوگ اس کو دیکھ کر خوف کرتے تھے۔ اور آخر یہی اس کی موت کا باعث ہوا۔ قاہرہ میں باب النصر کے پاس چوگان کھیلتا ہوا گھوڑے پر سے گر پڑا۔ اور نو دن کے بعد فوت ہو گیا۔ اور وہیں اسد الدین شیر کوہ اپنے بھائی کے پاس دفن کیا گیا۔ مگر دو سال بعد دونوں لاشوں کے صندوق مدینہ منورہ کو لے جا کر وزیر جمال الدین اصفہانی کے مقبرہ میں دفن کئے گئے۔ اسی سال یا اس سے پہلے سال میں صلاح الدین نے نور الدین کی تحریک سے محصول چونگی جو سوداگران وغیرہ سے مال پر لیا جاتا تھا اور اس وقت خلاف شرع خیال کیا گیا تھا معاف کر دیا۔ اس محصول کی آمدنی بیس لاکھ دینار تک ہوتی تھی۔ ۵۶۸ ہجری میں حبشی اور غلام وغیرہ جمع ہو گئے اور مصر کے حدود میں دست اندازی شروع کر دی۔ نوبہ کے شہروں سے نکل پہلے انہوں نے سعید پر حملہ کیا۔ پھر اسوان کی طرف بڑھنا چاہا۔ امیر کنز الدولہ نے جو اسوان میں نائب تھا۔ صلاح الدین کو اطلاع دی۔ تو شجاع بعلبکی اس کی امداد کے واسطے روانہ کیا گیا۔ مگر حبشی اسوان کو لوٹ کر واپس چلے گئے تھے۔ کنز الدولہ اور شجاع نے ان کا تعاقب کیا۔ اور لڑائی کی۔ مگر حبشیوں کا زور نہ ٹوٹا۔ صلاح الدین نے

خبر پاکر کہ صعید میں ان کا بہت تصرف ہے۔ اپنے بھائی شمس الدولہ کو لشکر دیکر روانہ کیا۔ اس کے پہنچنے پر وہ
نوبہ کے شہروں کو چلے گئے تھے شمس الدولہ نے ادھر ہی کا قصد کیا۔ اور قلعہ ابریم کا محاصرہ کر کے فتح کیا۔
اور لوٹا۔ اور مسلمان قیدی چھوڑا دئے۔ اور نواح میں بھی لوٹ مار کرائی۔ اور پھر واپس چلا آیا۔
رجب ۵۶۹ھ ہجری میں شمس الدولہ۔ عمارہ یمنی شاعر کی تحریک سے یمن پر حملہ کرنے کو تیار ہوا۔ ایک
مورخ کا یہ خیال ہے کہ نوبہ اور یمن پر صلاح الدین نے نورالدین کے خوف سے حملہ کرایا تھا۔ کہ اگر نورالدین
مصر پر حملہ کرے۔ اور صلاح الدین کو شکست ہو۔ تو کسی جگہ بھاگ کر جا سکے۔ نوبہ کو تو شمس الدولہ نے پسند نہ
کیا۔ ہاں یمن کا ارادہ کیا۔ درحقیقت تعداد فوج کی افزونی۔ خزانہ کی طمانیت بخش حالت۔ صلاح الدین کے
حوصلوں۔ اور شمس الدولہ کی بےچین طبیعت کا یہ تقاضا تھا کہ کہیں نہ کہیں ہاتھ پاؤں مارے جائیں۔ یمن کی نسبت
اس کو خبر ملی تھی کہ ایک شخص عبدالنبی بن مہدی خارجی نے یمن کے تمام شہروں پر قبضہ کر کے خطبہ اپنے نام کا
جاری کرایا ہے۔ پس متعدد وجوہات سے یمن اس کو کارزار کا عمدہ میدان معلوم ہوا۔ اور شمس الدولہ نے
چڑھائی کردی۔ عمارہ یمنی شاعر کی تحریک بھی ایک سبب تھا۔ اس کے وہ قصائد جن میں یہ تحریک کی گئی تھی اب
تک محفوظ ہیں۔ غرض شمس الدولہ نے لشکر کو خشکی کے راستہ سے اور جہاز میں سامان حرب وغیرہ روانہ کیا
اور مکہ شریف میں پہنچ کر وہاں سے زبید کی طرف روانہ ہوا۔ عبدالنبی کو زبید میں شکست دی۔ اور قید کر لیا
عدن پر حملہ کر کے مخلاف۔ اور مدینۃ الجند اور صنعا کو فتح کیا۔ اور زبید کو لوٹا۔ وہاں عبدالنبی کو اس کے نائب
سیف الدولہ نے قتل کر چھوڑا تھا۔ شمس الدولہ نے یمن میں اپنا تسلط بٹھالیا۔ اور صلاح الدین کو خبر بھیجی۔
صلاح الدین نے نورالدین کو اور نورالدین نے یہ خوشخبری بغداد بھیجی۔ صلاح الدین کی حکومت اور فتوحات
میں نورالدین اور بغدادیوں کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ اور یہی ان کی حکومت اور خلافت کی نشانی تھی۔ مصر میں
بغدادی خلافت کا خطبہ پڑھے جانے کی خبر جس روز بغداد میں پہنچی تھی۔ وہاں اس روز نہایت خوشی منائی گئی
تھی۔ اسی سال میں صلاح الدین کو خلیفہ عاضد متوفی اور دولت علویہ کے ہواخواہوں کی ایک سازش کا حال
معلوم ہوا۔ جو اس کے خلاف کی جا رہی تھی۔ وہ صلاح الدین کو مار کر یا عیسائیوں کی مدد سے مصر سے
نکلوا کر خلافت علویہ کو مصر میں از سر نو قائم کرنا چاہتے تھے۔ مخفی طور پر انہوں نے چند جلسے کئے۔ جن
میں صلاح الدین کی قتل کی تدابیر اور عاضد کے وارثوں کو تخت پر بیٹھانے کی تجاویز سوچی گئیں۔
عمارہ یمنی شاعر اور ابن عبدالقوی جس کی نسبت کہا جاتا تھا کہ اس کو مصر کے خزانے اور دفینے
معلوم ہیں۔ اس جماعت کے سرگروہ تھے۔ عمارہ یمنی کے قصائد علویوں کی خلافت کے مٹ جانے
کے رنج اور افسوس کے بارہ میں پکڑے گئے۔ اور یہ خیال کیا گیا۔ کہ شمس الدولہ کو اس نے یمن میں جانے

تحریک اس خیال سے کی تھی۔ کہ صلاح الدین کی طاقت تقسیم ہو جاوے۔ صلاح الدین پر یہ سب حال کھل گیا۔ اور اس نے باغیوں کو دو قصروں کے درمیان پھانسی دلوادیا۔

مصریوں کی یہ آخری کوشش نہ تھی۔ اس کے بعد کنند یا کنز نامی ایک مصری سردار نے پھر اسی غرض سے بغاوت کی۔ اور لڑائی پر آمادہ ہو گیا۔ مگر اس کی شکست اور بہت سے لوگوں کے مارے جانے نے مصریوں کے علویوں کی خلافت کو زندہ کرنے کے جوشوں کو سرد کر دیا۔ اب صلاح الدین کی مضبوط حکومت اور بھی مضبوط اور بے کھٹکا ہو گئی۔

باب سوم

صلاح الدین اور نورالدین

(نورالدین کے پسماندگان)

صلاح الدین شام میں

نورالدین کے بعد یہ صلاح الدین کی قسمت میں تھا۔ کہ یورپ کے عیسائیوں کے حملوں کے روکنے کے واسطے اپنی طاقت اور ہمت سے ایک مضبوط سد قائم کرے۔ اور مسلمانوں کی گئی گذری عظمت اور شوکت ایک دفعہ پھر یورپ کو دکھائے۔ اور جس کام کو زنگی اور نورالدین ناتمام چھوڑ گئے تھے۔ عیسائیوں کی طاقت توڑ دینے اور بیت المقدس ان سے چھین لینے سے اس کو تمام کر دے۔ لیکن صلاح الدین کی عظمت اور سلطنت اور طاقت نورالدین کے احسانات سے کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتی۔ اور انہوں نے ایک دوسرے کے ساتھ جو سلوک کیا اس کا مختصر بیان کیا جانا صلاح الدین کی زندگی کا ضروری حصہ ہے۔

مصر پر صلاح الدین کو اقتدار اور حکومت حاصل ہونا ایک امر اتفاقی تھا۔ اور نورالدین یا صلاح الدین یا شیرکوہ کو اس کا کوئی علم یا خیال پہلے سے نہیں ہوسکتا تھا۔ شیرکوہ مصر سے دو دفعہ ناکام جاکر یہ یقین نہیں کرسکتا تھا کہ تیسری دفعہ مصر اس کے ہاتھ میں آجائیگا۔ اور صلاح الدین کو تو اس آخری دفعہ مصر کے جانے سے سخت تنفر اور احتراز تھا۔ اور صرف شیرکوہ کی خواہش اور نورالدین کے حکم کی تعمیل کرنے کی غرض سے وہ طوعاً و کرہاً اپنے آپ پر جبر کر کے مصر کو گیا۔ عیسائیوں کے مصر سے لوٹ جانے سے واقعات نے خود بخود ایسی شکل اختیار کی۔ جس سے نورالدین کی مصر کو اپنی مملکت میں داخل کرنے کی آرزو پوری ہوگئی۔ صلاح الدین نے شیرکوہ کی وزارت کے واسطے راستہ صاف کیا۔ اور شیرکوہ کی اچانک وفات نے صلاح کو وزارت کا مالک بنادیا۔ ایک روایت اس

قسم کی بیان کی گئی ہے۔ کہ نورالدین صلاح الدین کی وزارت سے اسی وقت سے ناخوش تھا۔ لیکن اس پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔ اور نہ اس کے واسطے کوئی وجہ ہی موجود ہے۔ البتہ یہ فی الواقع صحیح ہے کہ صلاح الدین کی فیاضی اور داد و دہش نے مصر کی دولت کو تقسیم کرنا شروع کیا۔ تو نورالدین کو اس کی یہ فضول خرچی ناپسند تھی لیکن صلاح الدین کے ہاتھ کی کشادگی ایک ایسا امر تھا۔ کہ وہ خود بھی اس کو نہیں روک سکتا تھا۔ فیاضی اس کی طبیعت پر غالب تھی۔ اس کے سوائے اور کوئی وجہ نورالدین کی ناراضی کی نہیں تھی۔ اور نہ اس کا کوئی ثبوت ہے یمین الدولہ ارتقی جب صلاح الدین کی وزارت سے ناراض ہو کر دمشق کو واپس گیا۔ تو نورالدین اس سے ناراض ہوا کہ صلاح الدین کو اکیلا چھوڑ کر کیوں آیا ہے۔ اور صلاح الدین کے بڑے بھائی شمس الدولہ نے جب مصر کو جانے کی نورالدین سے اجازت مانگی۔ تو اس نے اول انکار کر دیا اور کہا کہ یہ تو خیال کریگا۔ کہ صلاح الدین میرا چھوٹا بھائی ہے۔ اور وہی ہے جو نورالدین کی خدمت میں کھڑا رہتا تھا۔ اور میری بھی خدمت کرتا تھا اس واسطے تو اس کا ادب اور لحاظ نہیں کریگا۔ مگر اب وہ مصر میں میرا نائب ہے۔ شمس الدولہ نے صلاح الدین کا ادب اور تعظیم کرنے کا اقرار کیا تب اس کو مصر جانے کی اجازت ملی۔

عاضد کی زندگی تک صلاح الدین کو دو مالکوں کو خوش کرنا تھا۔ اور عاضد اور نورالدین جیسے مختلف الاغراض مالکوں کو خوش کرنا ایک بڑا مشکل امر تھا۔ نورالدین خلافت بغداد کا معتقد تھا۔ اور عاضد کی خلافت اس کی رقیب اور ہر ایک اعتبار سے مخالف تھی۔ عاضد نے اپنی خلافت کے لئے خائف ہو کر نورالدین کو لکھا۔ کہ صلاح الدین اور اس کے خواصوں کے بغیر ترکوں کی فوج کو مصر سے واپس بلالے۔ اس سے عاضد کا مطلب یہی تھا۔ کہ اکیلا صلاح الدین مصر میں کوئی انقلاب پیدا نہیں کر سکیگا۔ مگر نورالدین نے اسی سبب سے اس درخواست کو نامنظور کیا۔ کہ اکیلا صلاح الدین مصر کو اس کے واسطے محفوظ نہیں رکھ سکتا۔ صلاح الدین نے نورالدین کے ہر ایک حکم کی تعمیل کرنے میں اپنی آمادگی ظاہر کی۔ نجم الدین ایوب کے ہاتھ نورالدین نے صلاح الدین کے واسطے تحائف بھیجے۔ اور مصر میں بغدادی خلافت کا خطبہ پڑھے جانے پر بہت زور دیا۔ صلاح الدین ڈرتا تھا۔ کہ تمام مصر اپنے مذہب اور عقیدے کی حمایت میں اٹھ کھڑا ہوگا اور اس کا انجام کوئی نہیں بتا سکتا تھا۔ کہ کیا ہوگا۔ عاضد ابھی زندہ تھا۔ اور یہ امر قابل لحاظ تھا۔ لیکن نورالدین کے اصرار سے اس نے تمام مصلحتوں کو چھوڑ کر آخر کار عاضد کی زندگی ہی میں بغدادی خلافت کا خطبہ پڑھوا دیا۔ اور مصریوں اور سوڈانی حبشیوں کے مفسد دل اور آئندہ مخالفتوں کی وجہ یہی تھی۔

عاضد کی وفات کے بعد مصر پر صلاح الدین کی حکومت بطور نورالدین کے ایک گورنر کے تھی مصر میں خلیفہ بغداد اور نورالدین کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا۔ اور صلاح الدین کو وہ امیر سپہ سالار کے نام سے

خطاب کرتا تھا مستضی بامر اللہ خلیفہ بغداد نے بھی اپنی خوشنودی کے اظہار کے واسطے مصر میں صلاح الدین کے پاس تحائف و خلعتیں بھیجی تھیں۔ اس میں اکثر قیمتی چیزیں اور عباسی شعار اور جھنڈے اور خطیبوں عالموں اور قاضیوں کے واسطے لباس و خلعتیں تھیں۔ جو صلاح الدین نے ان میں تقسیم کیں +

نورالدین کو صلاح الدین سے بدگمان یا ناراض ہونے کا ایک واقعہ ضرور گذرا ہے۔ نورالدین نے صلاح الدین کو لکھا تھا۔ کہ مصری فوج جمع کر کے کرک اور شوبک پر مصر کی طرف سے حملہ کرے اور دوسری طرف سے وہ خود حملہ کرنے کو تیار ہوا تھا۔ صلاح الدین نے پہلے تو اپنی آمادگی ظاہر کی۔ مگر پھر معذرت نامہ لکھ بھیجا اور بعض کے قول کے مطابق محاصرہ کر کے اٹھا لیا۔ اور واپس چلا آیا۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ صلاح الدین کو اس کے خواصوں نے ڈرایا تھا۔ کہ اگر وہ نورالدین سے ملا۔ تو وہ اُسے پکڑے گا۔ اگر درحقیقت اسی خوف سے کرک پر حملہ کرنے سے باز رہا تھا۔ تو وہ حق بجانب تھا۔ نورالدین کی اطاعت میں جب تک وہ ثابت قدم تھا نورالدین کو کوئی وجہ اس کے ساتھ بدسلوکی کرنے کی نہیں تھی۔ اور صلاح الدین کو اپنی حفاظت کا خیال اس کا فرض تھا۔ نورالدین اس معذرت پر فوج کشی کرنے کو تیار ہوا۔ اور مصر میں جب یہ خبر پہنچی۔ تو صلاح الدین نے اپنی صفائی سے اپنے اکابران دولت کی ایک مجلس منعقد کی۔ اور اس میں بیان کیا۔ کہ نورالدین کا مصر پر چڑھائی کرنے کا ارادہ ہے۔ ہم کو اس حالت میں کیا کرنا چاہئے۔ صلاح الدین کا بھتیجا تقی الدین عمر بول اٹھا کہ اگر نورالدین نے مصر پر حملہ کیا۔ تو ہم اس سے لڑینگے۔ اور بزور شمشیر اس کو مصر سے نکال دینگے۔ صلاح الدین کے اور رشتہ داروں نے بھی اس رائے کو پسند کیا۔ مگر صلاح الدین کا باپ ایوب اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور تقی الدین کو نہایت سخت ملامت کی اور اس کی تائید کنندوں کو بُرا کہا۔ اور کہا کہ نورالدین بادشاہ ہے۔ اور ہم اس کے غلام ہیں جب وہ ہمارے سامنے آئیگا تو اُس کے مقابلہ کی مجال کس کو ہے۔ جس وقت ہم نورالدین کو دیکھینگے اس کے پاؤں پر گر پڑینگے اور اگر وہ مجھے جو تیرا باپ ہوں یا شہاب الدین کو جو تیرا ماموں ہے۔ کہے گا۔ کہ صلاح الدین کا سر کاٹ کر میرے حوالے کرو۔ تو ہم ایک لحہ بھی تامل نہیں کرینگے۔ جب ہمارا یہ حال ہے تو کسی اور پر تجھ کو کیا بھروسہ ہو سکتا ہے۔ اگر نورالدین تجھ کو معزول کرنا چاہتا ہے تو لشکر کشی کی تکلیف کی کیا ضرورت ہے۔ وہ حکم دے تو تو وہاں چلا جا۔ نورالدین مالک ہے اور تم غلام ہو۔ اس تقریر کے بعد جلسہ برخاست ہو گیا۔ تو نجم الدین نے صلاح الدین کو سمجھایا۔ کہ سر مجلس نورالدین کی مخالفت کرنا بڑی نادانی تھی۔ نورالدین کے ہوا خواہ جب اس کو مخالفت کا حال لکھتے تو وہ بھڑک جاتا۔ اب وہ ہماری اطاعت کی کیفیت لکھینگے تو وہ رضامند ہو جاویگا۔ تم کو بھی یہی لکھنا چاہئے۔ چنانچہ اس حکمت عملی سے نورالدین صاف ہو گیا۔ یا کم سے کم اس نے مصر پر حملہ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا +

نورالدین صلاح الدین سے اس سے زیادہ کیا توقع کر سکتا تھا۔ کہ اس نے انتظام ملک میں بھی نورالدین کے احکام کی تعمیل کی۔ اور مانند کے قلعہ کے خزانوں میں سے نہایت قیمتی اور بیش بہا تحائف اس کے پاس بھیجے۔ بلور اور یشب کے ٹکڑے۔ عجیب غریب برتن۔ مشک کے ٹکڑے۔ جواہرات۔ موتی۔ ساٹھ ہزار دینار۔ خوشبوئیں اور ہر ایک قسم کی قیمتی اشیا اور اسباب۔ گھوڑے اور ایک روایت کے بموجب ہاتھی بھی بھیجا تھا۔ ایک روایت ہے کہ نورالدین اس تحفہ سے نہایت خوش اور شکر گذار ہوا تھا اور کہا تھا کہ صلاح الدین کو معلوم ہے کہ عیسائیوں کے دفعیہ کے واسطے میرے مصارف کتنے کچھ ہیں۔ اور ایک بیان یہ ہے کہ اس تحفہ کو اس نے ناکافی سمجھا اور اس سے زیادہ کا طالب ہوا۔ اور صلاح الدین کی حساب کی پڑتال کے واسطے آدمی بھیجنا چاہا ✦

صلاح الدین نے کرک اور شوبک پر حملہ کرنے سے نورالدین کی اس خواہش کی بھی ایک حد تک تعمیل کر دی اس حملہ میں اس کو کچھ زیادہ کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ اپنے باپ کی بیماری اور خطرہ کی حالت میں ہونے کی خبر سنکر اس کو محاصرہ اٹھا کر لوٹ آنا پڑا۔ اور ایوب اس کے پہنچنے سے پہلے فوت ہو گیا تھا۔ اس کے بعد جب صلاح الدین کے بھائی شمس الدولہ نے یمن کو فتح کیا۔ تو یمن اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں بھی خلیفہ بغداد اور نورالدین کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اظہار اطاعت اور فرمانبرداری اس سے زیادہ کیا ہو سکتی تھی۔ اور اس کے بعد جب نورالدین نے صلاح الدین کا حساب پڑتال کرنے کے واسطے موفق بن قیسرانی کو بھیجا تو صلاح الدین نے تمام حساب کتاب اس کے سامنے رکھدیا۔ اور اس نے دیکھ بھال کر تسلی کر لی۔ اس وقت صلاح الدین نے ایک بیشمار قیمتی تحفہ نورالدین کی خدمت میں بھیجنے کے واسطے تیار کیا جس کی فہرست روضتین میں محفوظ ہے مگر اس تحفہ کے پہنچنے سے پہلے نورالدین کا ۱۱۔ شوال ۵۶۹ھ ہجری کو دمشق میں انتقال ہو چکا تھا ✦

اپنے آخری وقت میں گو نورالدین کے دل میں مصر کو صلاح الدین سے چھین لینے کے خیالات ہوں۔ مگر صلاح الدین کے دل میں اس کی اطاعت کے سوائے اور کوئی خیال نہ تھا۔ ابن شداد صلاح الدین کا اپنا یہ قول نقل کرتا ہے کہ نورالدین کی طرف سے اس کے مصر پر حملہ کرنے کی خبریں ہمیشہ مصر میں پہنچا کرتی تھیں اور میرے دوست مجھے یہ مشورہ دیتے تھے کہ نورالدین کے حملے کی تحقیقات کریں اور اس سے مقابلہ کرنے کے واسطے تیار اور آمادہ رہیں۔ مگر میں اس صلاح کو نہیں مانتا تھا۔ اور وہ سب لوگ اس پر اصرار کرتے تھے ہم اس رد و کد میں تھے کہ نورالدین کے انتقال کی خبر پہنچی۔ ابن اثیر بیان کرتا ہے کہ نورالدین مصر پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا تھا اور صلاح الدین کو مصر سے نکال دینا چاہتا تھا۔ کیونکہ صلاح الدین کو عیسائیوں سے جہاد کرنے میں سست پاتا تھا۔ اسی حملہ کے واسطے نورالدین نے موصل۔ اور دیار جزیرہ۔ اور دیار بکر سے لشکر طلب کیا تھا۔ تاکہ اس کو عیسائیوں کے مقابلہ کے واسطے شام میں چھوڑ کر دوسری فوج کے ہمراہ مصر کا

عزم کرے۔ مگر موت نے اس کو فرصت نہ دی۔ نورالدین کے دل میں صلاح الدین کی طرف سے یہ رنج تھا کہ وہ عیسائیوں کے ساتھ جہاد میں کوشش نہیں کرتا تھا۔ اور صلاح الدین کو اس امر میں یہ مانع درپیش تھا کہ وہ ڈرتا تھا کہ اگر وہ عیسائیوں سے جہاد میں مشغول ہوا۔ تو نورالدین اس ملک میں دست اندازی کرے گا۔ اس کشمکش میں نورالدین کے وفات تک دن گذر گئے۔ مؤلف دعنتین کہتا ہے کہ اگر نورالدین کو معلوم ہوتا کہ صلاح الدین کے ہاتھ سے اسلام کو کیسی فتوحات حاصل ہوئیں۔ اور جس کام کی نورالدین نے بنیاد رکھی صلاح الدین نے اس کو تمام وکمال تک پہنچا کر چھوڑا۔ تو اس کا دل اور آنکھیں ٹھنڈی ہوگئی ہوتیں۔ باوجود ان کثیر روایتوں کے کہ نورالدین مصر پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔ اور فوجیں اسی غرض سے جمع کی تھیں۔ ہم کامل وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ نورالدین کا ارادہ فوجوں کے جمع کرنے سے سوائے اس کے کچھ نہ تھا۔ یہ کہ اگر وہ زندہ رہتا۔ تو اُس نے مصر پر ضرور حملہ کیا ہوتا۔ نورالدین کو مصر کی نسبت جس چیز نے اپنے کسی ارادہ کے پورا کرنے سے روکا۔ وہ اس کا شوق جہاد اور عیسائیوں سے اپنی فتوحات کو محفوظ رکھنے کی ضرورت تھی۔ بزرگ اور نامور نورالدین کی زندگی کی سب سے بڑی آرزو یورو شلیم کو عیسائیوں سے فتح کرنے کی تھی۔ اور اس وقت اس کا یہ خیال اور بھی زور پکڑ چکا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے بیت المقدس میں مسجد اقصےٰ میں رکھنے کے واسطے منبر تیار کیا تھا۔ جس پر فتح کے بعد کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا جاویگا۔ عجب نہیں کہ فوجوں کی طلبی اسی غرض سے ہوئی ہو۔ عیسائی مورخ کہتے ہیں کہ اُس وقت نورالدین نے جہاد کا عام وعظ کرایا تھا۔ اور یورو شلیم پر حملہ کرنے کو تیار تھا۔ مگر یہ کام صلاح الدین کے واسطے تھا۔ اور صلاح الدین ہی نے اس منبر کو یورو شلیم میں اسی مقدس جگہ میں رکھ کر جس کے واسطے بنوایا گیا تھا۔ نورالدین کی آرزو کو پورا کیا۔

بایں ہمہ حق یہ ہے کہ صلاح الدین نے اگر ایک اونے وجہ بھی نورالدین کی ناراضی کی پیدا کی ہے۔ تو اس کے الزام سے کوئی چیز صلاح الدین کو مشکل سے بری کر سکتی ہے۔ دولت۔ طاقت۔ سلطنت کی ہوس اور طمع ایک ایسی چیز ہے کہ نہ صرف مسلمان خلفا اور بادشاہوں اور سلاطین کے خاندان کے ہر ایک سلسلہ میں بلکہ دنیا کی ہر ایک قوم وملت میں عام طور پر یہی حال پایا جاتا ہے۔ کہ اس جسمانی اور دنیوی فضیلت کے واسطے بیٹوں نے اپنے باپ اور باپوں نے بیٹوں اور بھائیوں نے اپنے بھائیوں کی جان کے ساتھ دشمنی کی ہے انصاف اور اخلاق کے مدارج اور مسائل کو بالائے طاق رکھ کر ایسے ایسے وحشتناک۔ دلگداز اور جگر خراش واقعات اور حادثات دنیا کے سامنے پیش کئے ہیں کہ خود فطرت انسانی ان کے سُننے سے کانپ اٹھتی ہے اور شرمندہ ہوتی ہے۔ صلاح الدین کے برتاؤ اور سلوک کو جو اُس نے نورالدین کے ساتھ کیا ہم اخلاق اور انصاف کے ایک کامل معیار پر رکھ دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس کو ڈیفنڈ کرنے کے واسطے واقعات

موجود ہیں یا پیدا کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن اگر کسی ایسی کوشش کی بھی ضرورت ہو تو صلاح الدین قابل الزام ہے اور اس کی تمام آیندہ بزرگی اور وہ احسانات جو اس نے اسلامی دنیا اور اس کے ننگ و ناموس اور عزت و شوکت پر کئے ہیں وہ بھی اس کو بری نہیں کر سکتے۔ مگر جزئیات تک صحیح اور اصلی حالات کا ملنا ناممکن ہے اور اسی وجہ سے نورالدین اور صلاح الدین کے درمیان کوئی ایسا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا جس میں گفت و گوکی گنجائش نہ رہے +

البتہ نورالدین کی وفات نے اس کی نسبت صلاح الدین کے اصلی اور دلی خیالات کے اظہار کا ایک موقع پیدا کر دیا۔ اور والیانِ سلطنت اور ارباب حکومت کے معمولی اور عام اخلاق اور انصاف کی نگاہ سے اگر دیکھا جاوے۔ تو نورالدین کی زندگی میں اور خصوصاً اس کے بعد صلاح الدین کا برتاؤ صلاح الدین کی اخلاقی عظمت اور یگانگت کی ایک قوی دلیل ہے اور اس اعتبار سے وہ کسی سے دوسرا نہیں معلوم ہوتا +

نورالدین کی وفات نے گویا صلاح الدین کو اس تمام خوف و خطرے سے اگر واقعی اس کے دل میں کوئی خوف یا خطر تھا آزاد کر دیا تھا۔ اپنے آپ کو خود مختار سلطان مشتہر کرنے میں اگر کوئی ایسی ہوس یا خواہش اس کے دل میں تھی اور اطاعت اور فرمانبرداری کا بوجھ اپنے کندھے سے اُتار دینے میں کوئی امر اس کے واسطے مانع نہیں تھا۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ اس کو مصلحت یا حکمت عملی خیال کیا جا سکتا ہے۔ مگر ایسی مصلحت یا حکمت عملی کی ضرورت نہیں تھی خصوصاً اگر اس کے دل میں کوئی ایسی ہوس یا خواہش ہوتی۔ کیونکہ نورالدین مرحوم کا جانشین اس کا بیٹا ملک صالح اسمٰعیل رہ گیا تھا۔ جس کی عمر صرف گیارہ برس کی تھی صلاح الدین نے نورالدین کے انتقال کی خبر سُنتے ہی مصر اور اپنے تمام مقبوضات میں ملک صالح کے نام پر خطبہ پڑھوایا۔ اور سکہ بھی اس کے نام پر ضرب کر دیا۔ اور ملک صالح اور امرائے نورالدین کے پاس مراسلات بھیجے۔ جس میں سے امرا کے نام کے ایک مراسلہ سے حسب ذیل مضمون اخذ کیا جا سکتا ہے +

"مولیٰ (میرے مالک) نورالدین کی نسبت خبر بد پہنچی ہے۔ خدا ہم کو مولیٰ موصوف کی نسبت بُری خبر سُننے سے بچاوے اور اس کی عافیت کی خبر سے ہمارے چہروں اور دلوں کو روشن کرے۔ اس خبر کے سُننے سے امر دشوار اور سینہ تنگ ہو گیا ہے۔ اس حادثہ سے کمر ٹوٹ گئی ہے صبر اور ثبات ہاتھ سے جاتے رہے ہیں۔ پناہ بخدا۔ اگر یہ امر واقع ہو گیا ہے اور موت کا عام حکم مولیٰ موصوف کو بھی پہنچ گیا ہے تو حوادث اور مصائب کا سامنا ہے۔ پادشاہ اپنی مملکت کی ترتیب اپنی اولاد کے واسطے کرتے ہیں۔ اور اچھی زمین میں اچھے ثمر کے واسطے بیج بوتے ہیں خدا کا خوف کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا ہو جاوے۔ اور دشمن کامیاب ہو جاوے اور وہ نعمتیں جو زمانہ نے عاجز اور درماندہ ہو کر ان کے حقدار دل

کو دی تھیں کہیں انتقال نہ کر جائیں ۔ تم ایک ہاتھ ہو جاؤ ۔ اور ایک دوسرے کے دست و بازو بنو ۔ ایسے بنجاؤ جو محبت سے یکجا ہو جائیں ۔ اور ایسی تلواریں بنجاؤ ۔ جو ایک نیام میں اکٹھی ہو جائیں ۔ اختلاف مت کرو ۔ مبتلے عذاب ہوگے ۔ جھگڑا نہ کرو ۔ رُعب کھو بیٹھو گے ۔ عداوت ہر ایک جگہ سے تمہاری تاک میں ہے ۔ اور ایمان پر حملہ کرنے کے واسطے کفر متفق ہے ۔ ہم اس خاندان کے حامی و مددگار ہیں ۔ اس کی حفاظت کرینگے ۔ اور اس کو خراب نہ ہونے دینگے ۔ مولانا نورالدین کی وصیت سے ہم خبر پا چکے ہیں ۔ کہ اس کا بیٹا اس کا جانشین اور اتابک سعد الدین گمشتکین اس کا مشیر ہے ۔ اگر یہ وصیتاً اعلان ہو کر قبول ہو چکی ہے ۔ اور سب حاضر و غائب نے اطاعت کر لی ہے ۔ تو بہتر ہے ۔ یہی ہمارا مقصود ہے ۔ ورنہ ہم اس برخوردار مولود کی امداد کرنے کو تیار بیٹھے ہیں ۔ جو شخص اس کے ساتھ عداوت کریگا ۔ وہ ہم کو تلوار کی شکل میں دیکھیگا ۔ اگر مولود مسعود اور اس کے باپ (نورالدین) کے وزرا اور امرا کے درمیان منافقت ہونے کی خبر مجھے موصول ہوئی ۔ تو میرا مقصد اور میرا مدعا بر آوے گا ؛

اس کے سوائے ایک تعزیت نامہ میں جو صلاح الدین نے ملک صالح کو لکھا اپنی عقیدت مندی اور نیاز مندی اور تابعداری کا یقین دلانے کے بعد حسب ذیل فقرات لکھے "۔۔ ذیقعد کو بروز جمعہ آپ کے کریم نام پر خطبہ قائم کیا گیا ہے ۔ اور موقف عظیم میں آپ کے واسطے دعا مانگی گئی ہے ۔ اور ایسی جماعت میں جو بیہودہ گو اور گنہگار نہیں ہے . . . . اس خادم نے کلمۃ الاسلام کو اس لئے جمع کیا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ جماعت میں رحمت ہے ۔ خدائے پاک مولانا ملک صالح کی بادشاہت کو دائم رکھے ۔ اور ملک کو اس کے ذریعہ اور ہاتھوں سے اصلاح بخشے . . . . یہ خادم جس امر کی نیت رکھتا ہے (یعنی اس کی سلطنت کی حمایت و تائید کرنا اور اس کے ملک کو دوچند وسیع کرنا) اس کی اس کو توفیق دے" الخ ۔ اس کے بعد صلاح الدین کے لکھے ہوئے اور مراسلجات بھی موجود ہیں ۔ جن میں اس نے ملک صالح کی نسبت ایسی ہی طاعت اور وفاداری کے خیالات ظاہر کئے ہیں ۔ مگر یہ صورت حالات کی دیر تک رہنے والی نہیں تھی شخصی سلطنتوں کا فروغ اور استحکام اور ایک ہی اچھی حالت اس وقت تک رہ سکتی ہے جب تک شخص حکمران مضبوط اور قابل ہو ۔ اپنے اختیارات اور مرضی کو عمل میں لا سکتا ہو ۔ ملک صالح خورد سال تھا ۔ مختلف الاغراض اور غرضمند اور غیر ذمہ دار امرا سے کسی بھلائی کی امید نہیں ہو سکتی تھی خصوصاً جب کہ وہ برائیاں عام ہو چکی تھیں ۔ جنہوں نے سینکڑوں اسلامی سلطنتوں اور حکومتوں کو مٹا دیا تھا ۔ بقول صلاح الدین کے عیسائی موقع کی تاک میں اور پاس پڑوس ہی میں موجود تھے ۔ صلاح الدین دور تھا ۔ اور دولت نوریہ کے امرا اس کی صلاح و مشورت و مداخلت کو کب گوارا کرنے والے تھے ۔ نورالدین کی وفات نے گویا

عیسائیوں کی ہمتوں کی ٹوٹی ہوئی کمروں کو پھر مضبوط کر دیا تھا۔ اور اس موقع کو وہ ہاتھ سے دینے والے نہیں تھے اپنی تیاری کرکے مسلمانوں کی سرحدوں پر ٹوٹ پڑے۔ اور بانیاس میں پہنچ گئے شمس الدین ابن مقدم ان کے مقابلہ کے واسطے نکلا۔ اور لڑائی کو ٹلا دینے اور عیسائیوں کو ڈرا دینے کی غرض سے ان کو صلاح الدین کے پہنچنے کی خبر لکھی عیسائیوں نے صلاح الدین کے خوف سے صلح مان لی۔ مگر اس میں بھی وہ مسلمانوں کی کم ہمتی سے فائدہ اُٹھا گئے مسلمانوں کے ملک کا کچھ حصہ از روے صلح لے لیا۔ اور اپنے تمام قیدی آزاد کرا لئے۔ اور اس پر ہمیشہ کے واسطے صلح نامہ لکھ کر چلے گئے۔ صلاح الدین کو جب اس صلح کی خبر پہنچی تو اُس نے دولت نوریہ کے امراء اور اکابروں کو متعدد مراسلہ جات لکھے۔ اور اس میں اس صلح کی نسبت اپنی نارضامندی ظاہر کی چنانچہ شیخ شرف الدین ابن ابی عصرون کو جو مراسلہ فانوس کے پڑاؤ سے ۱۱۔ ذوالحج کی رات کے پچھلے حصہ میں لکھا۔ اُس میں لکھا کہ جس وقت ملک صالح کا مراسلہ فرنگیوں کے حملہ کی بابت مجھے پہنچا۔ اسی وقت میں لشکر ہمراہ لے کر امداد کے واسطے نکل کھڑا ہوا۔ اور چار منزل کوچ کر آیا تھا۔ کہ اس ناروا صلح کی خبر مجھے ملی۔ جس میں اسلام کی سراسر ہتک ہے۔ اسلامی ملک کا کچھ حصہ دیدیا۔ اور قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ نہایت ہی ناجائز تھا۔ الخ +

ابن اثیر کہتا ہے نورالدین کے مرنے کے بعد شمس الدین ابن مقدم اور حسام الدین حسین وران کے ہمراہی امیر یہ صلاح دیتے تھے کہ ہم دولت نوریہ کے اکابر جو کام کریں صلاح الدین کی مشورت سے کریں کیونکہ وہ نورالدین کے خاصان میں سے ہے۔ اگر ہم اُس کے مشورہ کے بغیر ملک صالح کو ولیعہد قرار دینگے۔ تو وہ یہ الزام ہمارے سر پر رکھ کر ملک صالح کی اطاعت سے نکلجاویگا۔ یا ہمیں نکال کر خود اس کا سرپرست بنجاویگا۔ اور ہم اُس کے مقابلہ کی توفیق نہیں رکھتے۔ یہ بات دوسرے امراء کو ناگوار گذرتی تھی۔ اور صلاح الدین کی مداخلت کا ان کو خوف تھا۔ مگر اسی اثنا میں صلاح الدین کے مراسلہ جات ملک صالح کے نام نورالدین کی وفات کی تعزیت اور سلطنت کی تہنیت میں پہنچے۔ اور مصری دینار بھی آئے جن پر ملک صالح کا نام ضرب کیا ہوا تھا۔ اور مصر میں ملک صالح کے نام کا خطبہ پڑھے جانے کی خبر بھی آئی تو صلاح الدین کی اطاعت کی طرف سے اطمینان ہو گیا۔ سیف الدین بن قطب الدین نے جو ملک صالح کا چچا زاد بھائی تھا جب ملک صالح کے ملک میں مداخلت کرکے اُس نے دیار جزیرہ پر قبضہ کر لیا۔ اور ملک صالح کے سرپرست امیروں نے صلاح الدین کو کوئی خبر نہ لکھی تو صلاح الدین نے ملک صالح کو لکھا کہ آپ نے سیف الدین کے اس ارادہ سے مجھے کیوں مطلع نہ کیا۔ تا کہ میں اس کی مدافعت کے واسطے حاضر ہوتا۔ اور امراء کو بھی لکھا کہ اگر نورالدین تم لوگوں میں کوئی لیاقت دیکھتا اور کسی کو میری قائم مقامی کے قابل پاتا۔ تو مصر اُس کے حوالہ کرتا۔ نورالدین کو اگر موت اتنی جلدی نہ آگھیرتی۔ تو اپنے بیٹے کی سرپرستی کی خدمت

وہ میرے سپرد کرتا۔ اب بھی میں حلب میں پہنچتا ہوں اور اس کی سرپرستی اپنے ذمے لے کر تم کو تمہاری اس غفلت کی سزا دونگا۔ تم لوگوں نے ملک صالح کی کوئی امداد نہ کی۔ اور اس کی مملکت کا ایک حصہ اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔

انہیں واقعات کی نسبت ابن ابی طے بیان کرتا ہے کہ نورالدین کے مرنے کے بعد اس کے امراء دولت ملک صالح کی اطاعت اور خدمت پر متفق ہوئے۔ اور اس فکر میں ہوئے کہ صلاح الدین کے جو دوست اور خیراندیش شام میں رہتے ہیں انکی بیخ کنی کیجائے۔ اور عیسائیوں سے شمس الدین ابن مقدم سپہ سالار کی وساطت سے صلح کر لیجاوے چنانچہ ممالک اسلامی کا ایک حصہ انہیں دے کر اور ان کے قیدی چھوڑ کر ان کو خوش کیا گیا۔ صلاح الدین کو جب یہ خبر پہنچی۔ تو اُس نے ابن عصرون کو ایک مراسلہ اس مضمون کا لکھا۔ کہ "مجھے خبر پہنچی ہے کہ فرنگیوں اور دمشقیوں نے باہم صلح کی ہے۔ مسلمانوں کے باقی شہر اس صلح میں داخل نہیں کئے گئے۔ حالانکہ تمام مسلمانوں کا عیسائیوں سے ایک ہی قسم کا تنازعہ تھا۔ مسلمانوں کا وہ مال جو نیکی کے کام اور مصلحت کے واسطے جمع کیا گیا تھا۔ ایسی معصیت میں خرچ کیا گیا ہے۔ جس پر خدا اور اس کا رسول اور امت کے نیکوکار شخص ناخوش ہیں۔ جو مال معصیت کے دفع کرنے کے لئے تھا۔ وہ معصیت کی معاونت میں صرف ہوا۔ طبریہ کے قیدی اور ان کے سوار جو مسلمانوں کے سخت اور خطرناک دشمن تھے فرنگیوں کو دئے گئے ہیں اور صلح کا وسیلہ بنائے گئے ہیں۔ ہم کو جب یہ خبر پہنچی۔ ہم نہ آگے بڑھ سکتے ہیں اور نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں۔ اگر وہاں آنے کا ارادہ پورا کیا۔ تو ہماری نسبت بدظنی کیجاوے گی۔ اور اگر پھر گئے تو جن اطراف کو اس صلح میں داخل نہیں کیا گیا۔ اُن میں عیسائی مداخلت اور دست اندازی کرینگے۔ اگر ہم نے لشکر کو پراگندہ کر دیا۔ تو پھر اس کا جمع کرنا مشکل ہوگا۔ اس لئے ہم نے بنظر مناسب امیر شمس الدین ابوالحسن علی اور اس کے بھائیوں کی طرف قاصد روانہ کیا ہے جو اُن کو اس صلح کے خطرات اور نقصانات سے آگاہ کرے گا۔ اور سمجھائیگا۔ کہ یہ ایک ایسا مضرت بخش امر ہے کہ پھر اس کا کوئی علاج نہ ہوسکیگا۔ دشمن ہر وقت ہماری فکر میں رہیگا۔ اور ہماری مخالفت میں اپنی کوششوں کو جاری رکھیگا مسلمانوں کی جماعت اگر اس صلح پر ناراض ہے تو اس ناراضی کے آثار ظاہر کرنے کا یہی موقع ہے۔ ابتدا میں غفلت اور سستی نہ کرو۔ انتہا پر عاجز اور تنگ ہوگے۔ مسلمانوں کے حق میں ہمارے ارادے وہی ہیں۔ جو نیک رائے اور حسن تدبیر پر مبنی ہیں۔ لشکر کو ہم نے خوف سے منتشر نہیں کیا۔ کہ مبادا دشمن نواح حارم کی طرف بڑھے۔ کیونکہ مسلمانوں سے مال لینے سے ان کی طاقت بڑھ گئی ہے اور جب تک وہ ہم کو مجتمع اور آمادہ پیکار دیکھیگا اپنی جگہ سے حرکت نہیں کریگا۔ اور حملہ آور نہ ہوگا"۔

صلاح الدین کے یہ تمام خیالات اور ہدایات نہایت دوراندیشی پر مبنی تھیں۔ مگر امراء نوریہ ان سے

فائدہ اٹھانے کی بجائے اپنی اغراض کو اور بڑھا رہے تھے۔ مجدالدین ابن دایہ کے بھائی کو جو نورالدین کے بیٹے کا متولی تھا۔ اور امیروں نے ذلیل کیا۔ اور دایہ کے بیٹوں کو مجروح اور قتل کیا۔ صلاح الدین کو یہ باتیں نہایت ناگوار اور بُری معلوم ہوتی تھیں۔ اور یہ آثار بد اس کو آیندہ خرابیوں کا مُنہ دکھلا رہے تھے۔ اور اس کو خوف ہو گیا تھا۔ کہ مصر اور شام میں علٰحدگی واقع ہو جاویگی مُسلمانوں کی طاقت اس تفرقہ سے کمزور ہو جاویگی۔ اور عیسائیوں کو ممالک اسلامی پر حملہ کرنے کا اچھا موقع ملجاویگا۔ اس نے ابن مقدم کو ایسے فسادوں کی نسبت ایک عتاب آمیز خط لکھا اور ابن مقدم نے اس کے جواب میں یہ لکھا کہ "تم اپنے آقا نورالدین کی مملکت کا طمع کرتے ہو۔ حالانکہ اس نے تمہاری پرورش کی تھی۔ وغیرہ +

صلاح الدین نے اس بہتان کے جواب میں ابن دایہ کو لکھا کہ ہم اسلام اور مسلمانوں کے واسطے صرف اس چیز کی خواہش کرتے ہیں جو ان کے متفرقات کو جمع کرے اور اُن میں اتحاد اور باہمی اُلفت پیدا کرے خاندان اتابک کے حق میں ہماری خواہش اس کے سوائے کچھ نہیں ہے کہ اس کی جڑوں اور شاخوں کو حوادث زمانہ سے بچایا جاوے۔ اس کی حفاظت کی جاوے۔ اور اس کے نقصانات کو دور کر کے اس کو نفع پہنچایا جاوے۔ وفاداری کا موقع دوست کے مرنے کے بعد ہوتا ہے اور اظہار محبت کے لئے وہ وقت ہوتا ہے جب دشمن ہر طرف سے حملے کرنے لگیں۔ بات یہ ہے کہ ہمارا منشا اور ہے اور ہم سے بدظن کرنے والوں کا مطلب اور مدعا کچھ اور ہے۔ ہماری مراد اصلاح کرنے کی ہے۔ اور جو ہم کو دُور رکھنا چاہتے ہیں ان کی غرض دوسری ہے۔ اصلاح چاہنے والوں کو بُرا نہیں کہا کرتے۔ اور ہتھیار رکھ دینے والوں کو زخم پہنچانے کے ارادہ سے متہم نہیں کیا جاتا +

صلاح الدین کی یہ پیش بینی بالکل درست تھی کہ عیسائیوں نے جب شامی مسلمانوں سے صلح کر کے اور انکی نادانی سے فائدہ اٹھا کر ان کی طرف سے اپنا اطمینان کر لیا ہے تو دوسرے اسلامی ممالک پر وہ حملے کرینگے۔ چنانچہ وہ شام کے مسلمانوں کے فسادوں کو رفع کرنے کی تجاویز سوچ رہا تھا۔ کہ اس کو خبر ملی کہ عیسائیوں کی فوج جنگی بیڑوں سے سکندریہ میں پہنچ رہی ہے۔ ۲۶۔ ذوالحج ۵۶۹ھ ہجری کو یہ بیڑا پہنچا تھا۔ اور لڑائی کے بعد یکم محرم ۵۷۰ھ ہجری کو شکست کھا کر واپس گیا اس حملہ کی مفصل کیفیت آیندہ باب میں لکھی جاویگی۔ ۵۷۰ھ ہجری میں ایک مصری امیر کنز نے حبشیوں کی ایک فوج صعید میں جمع کر کے مفسدہ برپا کیا۔ مگر سلطانی فوج نے سلطان کے بھائی سیف الدین عادل کے ماتحت ان کا قلع قمع کر ڈالا +

شام کی مشکلات ہر وقت صلاح الدین کے پیش نظر رہتی تھیں۔ نوعمر ملک صالح خودغرض امرا کے ہاتھوں میں پڑا ہوا تھا جن سے صلاح الدین کو کبھی توقع نہ تھی۔ کہ شام اور مصر کے اتحاد اور اتفاق کو پسند کرینگے۔ اور کبھی بنہ

ضرورت کے وقت عیسائیوں کے برخلاف ان دونو ممالک کے مسلمان اکٹھے ہو گئے۔ شام اور مصر کے تعلقات کے درمیان روز بروز فاصلہ اور بعد بڑھتا جا رہا تھا۔ اور اس گھٹنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ اس تفریق سے جو کمزوری مسلمانوں میں پیدا ہو گئی اور ہو رہی تھی۔ اس سے فائدہ اٹھانے کے واسطے عیسائی بغل میں تیار اور موجود بیٹھے تھے۔ عیسائیوں کی طاقت کی مزاحمت کرنے کے قابل صرف ملک شام ہی ایک مناسب جگہ تھی۔ صلاح الدین مصر میں علٰحدہ رہکر کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ نورالدین کی وفات ہی سے گویا عیسائی مسلمانوں سے فائدہ اُٹھانے لگ گئے تھے۔ امرا نوریہ کے نزدیک عیسائیوں سے اپنے ممالک کو بچانے کی کوشش کرنا کوئی ضروری امر نہ تھا۔ اور نہ وہ کسی ایسی ضرورت کے خیال کی طرف مائل ہوتے تھے۔ ملک صالح کا چچازاد بھائی سیف الدین صاحب موصل صالح کی کم سنی اور اس کے امرا کی بے پروائی سے فائدہ اُٹھا رہا تھا۔ نورالدین مرحوم کے ملک سے اپنے مقبوضات کو وسیع کر رہا تھا۔ اس سے بھی کچھ توقع نہ تھی۔ کہ وہ اپنی اغراض کے مقابلہ میں مسلمانوں کی مشترک اغراض کی کچھ پروا کرے گا۔ بلکہ وہ ملک صالح کی کمزوری سے فائدہ اُٹھانے کے واسطے اس کی اور کمزوری پسند کرتا۔ خواہ وہ عیسائیوں کے ہاتھ سے ہوتی۔ صلاح الدین کو رنج ہوا۔ جب اس نے سُنا کہ صالح کے ملک میں سے دیار جزیرہ پر سیف الدین نے قبضہ کر لیا ہے۔ اس نے امرا نوریہ کو ترش ہو کر لکھا۔ تو انہوں نے اُلٹا اس کو خود غرضی کا الزام لگایا۔ امرا نوریہ کے اپنے باہمی فسادوں سے بھی صلاح الدین آزردہ تھا اور ان سب حالات کا ایک ظاہری اور صاف نتیجہ یہ تھا کہ نورالدین مرحوم کی سب سے عزیز کوششوں کے نشانات مٹ جانے والے تھے۔ اور اس کی پیاری تمنائیں اس کے امرا کے ہاتھوں سے شام کی زمین میں دفن ہو جانے والی تھیں۔ شام میں عیسائیوں کے غلبہ کے اسباب خود مسلمانوں کے ہاتھوں سے جمع کئے جا رہے تھے۔ اور شام میں غالب ہو کر وہ صرف مصر کے آئندہ مالک ہو جاتے۔ بلکہ جنوب اور مشرق کی اسلامی حکومتوں پر ہاتھ بڑھاتے مگر خداوند تعالیٰ کو یہ منظور نہ تھا۔ کیونکہ صلاح الدین جس کو اس نے خاص اسی کام کے واسطے پیدا کیا تھا۔ موجود تھا۔ صلاح الدین اس حال کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اور نہ برداشت کر سکتا تھا۔ ضرورت یہ تھی کہ وہ شام کو جائے۔ اور وہاں جاکر دولت نوریہ اور امرا نوریہ کی اصلاح کرے اور اگر اصلاح نہ کر سکے تو ان کو نابود کر دے۔ اور ایک ہی اسلامی طاقت اس سرزمین میں قائم کرے۔ اور عیسائیوں کے متعلق نورالدین مرحوم کے ارادوں اور خواہشوں کو پورا کرے۔ یعنی بیت المقدس ان سے چھین لے۔ صلاح الدین کے سامنے یہ ایک بڑا مشکل اور بہت بڑے وقت کا کام تھا۔ خصوصاً جب کہ عیسائی ہمسائے تاک میں لگے ہوئے تھے۔ ابن مقدم اور بعض دیگر امرا جو صلاح الدین کے دوست اور خیر اندیش تھے۔ اس کو دمشق بلا رہے تھے۔ ان تحریکوں نے اسکے ارادوں کی تائید کی اور شام کی طرف بڑھا۔ ملک صالح دمشق سے حلب چلا گیا تھا۔ اور دمشق خالی تھا +

فرانسیسی مورخ میچاڈ اس موقع پر لکھتا ہے کہ "نورالدین کی وفات پر وہ سلطنت جو اتابکوں نے قائم کی تھی بربادی کی طرف مائل تھی۔ اتابکوں کا سلطان صرف ایک بچہ اپنی جانشینی کے واسطے چھوڑ گیا۔ اور اس کے امراء اس کی طاقت کو تقسیم کرنے کے لئے باہم لڑائیاں جھگڑے کرنے لگے۔ اور شام میں ہی ابتری اور طوائف الملوکی پھیلنے لگی۔ جو کہ سلجوقیوں کے زوال پر پھیل گئی تھی۔ مسلمان اقوام نے ان خرابیوں سے خوف زدہ ہو کر بڑے شوق سے صلاح الدین کی اطاعت کو تلاش کیا۔ اور بڑی خوشی سے اس جنگجو بہادر کو اپنا مالک تسلیم کیا۔ جو اسلام اور اس کے ممالک کو بچانے کے لائق ایک ہی شخص تھا۔ صلاح الدین صرف نورالدین کی طاقت اور قوت ہی کا وارث نہ تھا۔ بلکہ اپنے پیشرو کی تجاویز اور ارادوں کی پیروی کرنے کا مشتاق تھا۔ اور عیسائیوں کے مقابلہ میں لڑائی جاری رکھنے کے خیال سے زیادہ کوئی چیز اس کی خواہش اور ہوس کو خوش کرنے والی نہ تھی۔"

صلاح الدین کے شام کے جانے کی نسبت جو روایات مختلف مورخوں نے بیان کی ہیں یا اُس نے خود لکھی ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ جب صلاح الدین عیسائیوں اور کنزالدولہ کی شرارتوں سے فارغ ہُوا تو اس نے شام کا قصد کیا۔ یکم صفر کو وہ برکہ کو نکلا۔ لشکر کے فراہم ہونے تک اس جگہ مقیم رہا۔ ۱۳۔ ربیع الاول کو اس نے بلبیس کی طرف کوچ کیا۔ شمس الدین والی بصرہ کے قاصد صدیق ابن جاولی اور شمس الدین ابن مقدم صلاح الدین کو شام کی طرف جلدی آنے کے واسطے برانگیختہ کرتے تھے۔ صلاح الدین عجلت سے بصرہ میں پہنچا۔ بصرہ کے والی نے اس کا استقبال کیا۔ اور امداد کے واسطے دل و جان سے آمادگی ظاہر کی۔ اور کچھ دور تک صلاح الدین کے ہمراہ گیا۔ صلاح الدین کا خیال تھا کہ دمشق میں داخل ہونے پر اُس کی مزاحمت ہوگی۔ مگر وہ بلا مزاحمت دمشق میں داخل ہُوا۔ اور دار العقیقی میں جو اس کے باپ کا مسکن تھا مقیم ہُوا۔ سکہ اور خطبہ حسب دستور ملک صالح کے نام جاری کیا اور یقین دلایا۔ کہ اس کا مطلب ملک صالح کے ملک اور حقوق کی حفاظت کرنے سے ہے۔ تمام وزراء اور امراء نے اس کی اطاعت قبول کر لی۔ اور جمال الدین ریحان بھی جو ملک صالح کی طرف سے دمشق کا حاکم تھا۔ انعام و اکرام سے اطاعت کی طرف مائل ہو گیا۔ علماء اور اہل کمال کی صلاح الدین نے تعظیم اور تکریم کی اور لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیا۔ خود صلاح الدین نے اپنے سفر شام اور حصول دمشق کی نسبت مصر کی طرف لکھا کہ ہمارے بصرہ میں پہنچنے کے دن اور اس سے پہلے ترکوں اور کردوں کی فوجیں اور امیر اور عرب اہلکار اور سردار اور اطراف کے لوگ کثرت سے جمع ہوئے تھے۔ دمشق سے مراسلہ پر مراسلہ آتا تھا۔ ہر ایک مخبر اور خبر اگرچہ غائب تھا۔ مگر اپنے مراسلہ کے ذریعہ سے حاضر ہو کر یہ کہتا تھا۔ کہ "شہر اطاعت میں آ سکتے ہیں اور کامیابی ہونے والی ہے"۔ ایک دوسرے مراسلہ میں لکھا کہ "۲۴۔ ربیع الاول کو ہم نے کوچ کیا۔ والی بصرہ نے ہماری ہر طرح سے خدمت کی۔ ۲۰۔ ربیع الاول کو مولی اسد الدین کے بیٹے ناصر الدین اور امیر سعد الدین آمر کے بیٹے سے ہماری ملاقات ہوئی۔ شنبہ ۲۹ ربیع الاول

کو ہم سوار ہوئے اور دمشق میں داخل ہونے پر چند آدمیوں نے ہماری مزاحمت کی جن کو ہمارے لشکر نے قرار واقعی سزا دی۔ ہم دمشق میں داخل ہوئے اور اپنے باپ کی حویلی میں اُترے۔ تمام اطراف میں لوگوں کے دل خوش کر فساد محصول تجارت معاف کرنے کی منادی کرا دی۔ مجھ سے پہلے اس جگہ بادشاہت خراب اور مسرف تھی۔ ظلم کے ہاتھ لوگوں پر دراز ہوئے ہوئے تھے۔ اور احکام شرعی کی پابندی ہم نے شروع کرا دی ہے اور امت رسول ؐ کو ان مظالم سے بچا لیا ہے"۔

ابن اثیر ان واقعات کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ "دمشق کے امیروں کو جب یہ خوف پیدا ہوا کہ ملک صالح اور گمشتگین حلب سے ہم پر تاخت کرینگے اور جی وایہ کا سا سلوک ہمارے ساتھ بھی کرینگے۔ تو انہوں نے سیف الدین صاحب موصل کو مراسلہ لکھا کہ دمشق ہم تیرے حوالے کرتے ہیں۔ مگر اس نے تامل کیا تو پھر انہوں نے خوف کے مارے صلاح الدین کو لکھا۔ اور شمس الدین ابن مقدم اس تجویز میں ان کا پیشوا تھا۔ صلاح الدین کو جب یہ مراسلہ پہنچا تو وہ بلا توقف دمشق کو چلا آیا۔ دمشق کے امیروں نے شہر اس کے حوالے کر دیا۔ اس نے ملک صالح کے نام خطبہ جاری رکھا۔ اور یہ ظاہر کیا کہ میں ملک صالح کی خدمت کے واسطے آیا ہوں اور جو شہر اس کے چچا کے بیٹے نے اُس سے چھین لئے ہیں وہ واپس دلاؤں گا"۔

قاضی ابن شداد لکھتا ہے کہ "صلاح الدین کو جب یہ معلوم ہوا کہ نور الدین فوت ہو گیا ہے اور اس کا ولیعہد کم سن ہے۔ جو ملک کی ذمہ واریوں کا بوجھ اُٹھا نہیں سکتا۔ اور فرنگیوں کی مدافعت کے واسطے کافی نہیں ہے تو اس نے یہ سوچ کر کہ شام اسلام کے شہروں کا مرکز اور بمنزلہ جڑ کے ہے۔ مصر میں نائب بجا فظ منتظم سفر کر کے شام کو روانہ ہوا۔ شہر والوں کو مراسلہ جات لکھتا تھا۔ ملک صالح کے امیروں میں اختلاف پڑ گیا۔ ایک دوسرے سے بدظن ہو گئے۔ اور بعض نے دوسروں کو قید کر لیا۔ اس وجہ سے ان میں خوف پیدا ہو گیا۔ اور نور الدین کے ولیعہد لڑکے سے لوگ متنفر ہو گئے۔ ابن مقدم نے صلاح الدین کو لکھا۔ اور اس نے نور الدین کے بیٹے کی تربیت کا ارادہ کر کے مصر سے کوچ کیا۔ یکم ربیع الآخر شنبہ کے دن دمشق میں داخل ہوا۔ پہلے اپنے باپ کے مکان میں اُترا۔ اور لوگ اس سے ملے۔ سب کو اس نے بہت انعام واکرام بخشا۔ اور لوگ اس سے خوش ہو گئے دمشق پر قابض ہو جانے کے بعد صلاح الدین نے حلب کا رستہ لیا۔ اور حمص میں جا اُترا اور شہر حمص کو اپنے قبضہ میں لا کر یکم جمادی الاول کو حلب پہنچ گیا۔ اور یہ پہلی دفعہ تھی۔ غرض صلاح الدین کے شام کو جانے کے واسطے کافی اور صحیح وجوہات موجود تھیں۔ ابن ابی طے لکھتا ہے کہ "جب صلاح الدین دمشق کا مالک ہوا تو اس نے وہ تمام منکرات اور مظالم جو نور الدین کے بعد امیروں نے قائم کئے تھے مٹا دئے۔ اور علم اور عدل اور احسان کو ترقی دی"۔

صلاح الدین نے جس حال میں دمشق میں سکہ اور خطبہ ملک صالح کے نام جاری کیا تھا۔ اور ہار اس امر کا یقین بھی دلایا تھا۔ کہ اس کا مدعا ملک صالح کی حمایت اور خدمت کرنا ہے۔ تو ملک صالح اور اس کے امرار کو کوئی وجہ شکایت اس کی نسبت نہ تھی۔ مگر ان میں کوئی شخص نیک و بد میں تمیز کرنے اور اپنے نفع یا نقصان کے سمجھنے والا نہ تھا۔ صلاح الدین کے دمشق پر قابض ہونے کا حال جب حلب میں معلوم ہوا۔ تو انہوں نے قطب الدین نیال بن حسان کے ہاتھ ایک مراسلہ صلاح الدین کو بھیجا جس کا مضمون یہ تھا۔ کہ "جن تلواروں نے تجھے مصر کا مالک بنایا تھا۔ وہ ہمارے ہاتھوں میں ہیں۔ اور جن نیزوں کی مدد سے تو مصر کی عمارتوں پر قابض ہوا وہ ہمارے کندھوں پر ہیں۔ جن لوگوں نے تجھے مصری لشکر سے بچایا تھا وہی تجھے دمشق سے نکال لینگے۔ تو نورالدین کے غلاموں سے ایک غلام تھا۔ تجھے اس کے بیٹے کی حفاظت چاہیئے تھی"۔

جب قطب الدین کے پہنچنے کی خبر صلاح الدین کو پہنچی۔ تو وہ جلوس کے ساتھ اس کے استقبال کے واسطے نکلا۔ اور نہایت تعظیم اور شفقت سے اس کو ملا۔ اور تین دن کے بعد ادائے سالت کے واسطے اسکو بلایا۔ جب اس نے وہ درشت پیغام پہنچایا۔ تو صلاح الدین نے اس کی درشتی کی کچھ پروا نہ کی اور نہایت تحمل اور ملاطفت اور نرمی سے اس کو یہ جواب دیا۔ کہ میں اس جگہ نورالدین کے ولیعہد کی تربیت اور احکام اسلام کے اجرا اور اتفاق قائم کرنے اور اختلاف مٹانے اور ملک کے حسن انتظام کی غرض سے آیا ہوں۔ نہ خرابی ڈالنے اور ولیعہد سے بدسلوکی کرنے کے لئے۔ قطب الدین نے اس کا جواب اسی درشتی سے دیسے ہی الفاظ میں دیا صلاح الدین نے اس کو بھی نہایت تحمل سے سنا۔ اور اپنے ملازموں کو اشارہ کیا کہ اس کو سامنے سے اٹھا دیں کیونکہ وہ صلاح الدین پر حملہ کرنے کو تیار تھا۔

صلاح الدین نے اپنے بھائی سیف الاسلام کو دمشق میں چھوڑا۔ اور خود لشکر لے کر شام اصل کی طرف نکلا۔ اور حمص پہنچ کر حمص پر قبضہ کر لیا۔ اور قلعہ والوں کے مقابلہ کے واسطے کچھ فوج چھوڑ کر خود حماہ کی طرف چلا گیا۔ مقام رستن میں عزالدین جردیک نے الی رستن نیازمندانہ طور پر ملا۔ اور حماہ پر قبضہ ہو گیا۔ عزالدین نے صلاح الدین سے درخواست کی کہ وہ اسے اپنی طرف سے بطور سفیر کے اہل حلب کی طرف روانہ کرے تاکہ ملک صالح اور اس کے امرار کو فہمائش کرے اور صلاح الدین کے اصلی مقاصد سے مطلع کرے۔ اور اس کے نیک ارادوں کا یقین دلائے۔ اور باہم مصالحت اور اتفاق ہو جانے۔ صلاح الدین نے اس امر کو بخوشی تمام منظور کر لیا۔ اور عزالدین اس سفارت پر روانہ ہوا۔ حلب پہنچ کر اس نے امرار کو ان امور سے آگاہ کیا۔ اور مصالحت اور اتفاق اور اتحاد کے لئے ترغیب دی۔ مگر ایسی نیک صلاح کو حلبی امرار کیوں ماننے لگے تھے۔ عزالدین کی عزت اور قدر کرنے کی بجائے اس پر تہمتیں لگائیں اور سعدالدین کمشتگین کے اصرار پر اس کو گرفتار کر لیا۔ اور اس کے ہاتھ پاؤں میں زنجیریں پہنا کر اسی کنوئیں میں قید کر دیا جس میں ہنود ایہ قید تھا

صلاح الدین رستن میں عزالدین کا انتظار کرتا رہا۔ بہت دیر کے بعد اس کو ایک دوسرے مقام پر عزالدین کے قید ہو جانے کی خبر ملی۔ تو خود حلب کی طرف روانہ ہوا۔ اور ۳ جمادی الآخر کو جبل جوشن کی چوٹی پر جا اترا۔ حلب کے امیروں کو عام رعایا کی ناراضی کا اندیشہ تھا۔ ان کو خوف ہوا کہ دمشق کے باشندوں کی طرح اہل حلب بھی شہر صلاح الدین کو نہ دیدیں۔ انہوں نے ملک صالح کو یہ صلاح دی کہ ایک مجمع عام میں لوگوں کو مخاطب کر کے تقریر کرے اور لوگوں کو صلاح الدین کے مقابلہ میں لڑائی پر برانگیختہ کرے۔ چنانچہ باب العراق کے میدان میں لوگ کثیر تعداد میں جمع ہوئے اور ملک صالح نے اُن کو چند الفاظ اس مضمون کے کہے تھے کہ "تم میں سے بڑے میرے باپ کی جگہ ہیں اور جوان بھائی ہیں اور چھوٹے بیٹوں کی مانند ہیں"۔ کہ اس کو غش آگئی۔ لوگوں میں اس سے نہایت اثر ہوا اور اس کی حمایت کے واسطے تیار ہو گئے حلب میں اہل تشیعہ بہت تھے۔ ان کی بعض رسمیں نورالدین مرحوم نے بند کر دی تھیں۔ اس موقع پر انہوں نے ملک صالح سے ان کے اجلالے اور آزادی کا اقرار لے لیا۔ مثلاً یہ کہ اذان میں حی علے خیر العمل کہا جایا کرے۔ جنازوں کے آگے بارہ اماموں کے نام پکارے جایا کریں۔ اور جنازہ پانچ تکبیروں سے پڑھا جایا کرے۔ وغیرہ ٭

صلاح الدین جو دایا اور عزالدین کو قید سے چھڑانے پر تُلا ہوا تھا اہل حلب کو راضی کرنے اور ان سے صلح کرنے کے واسطے اس نے بہت کوششیں کیں مگر کچھ کامیابی نہ ہوئی کمشتگین اُن کو کسی بات پر راضی نہیں ہونے دیتا تھا۔ آخر صلاح الدین نے سوائے لڑائی کے کوئی چارہ نہ دیکھا۔ اور ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ مگر حلبی امیر کسی حیلہ سے صلاح الدین کی جان لینا چاہتے تھے۔ اُنہوں نے اسمٰعیلیوں کے مردود اور مردم خوار فرقہ حشاشین کے والی سنان کو لکھا کہ اگر صلاح الدین کو قتل کر ڈالیں تو بہت سے انعامات کے علاوہ کئی شہر اس کو دیدینگے۔ اس نے صلاح الدین کے قتل کا ذمہ اُٹھایا۔ اور خونخوار درندوں کی ایک جماعت اس غرض سے روانہ کی۔ یہ لوگ جبل جوشن میں صلاح الدین کے لشکر میں جا کر مل گئے۔ مگر والی بوقبیس نے جو اُن کی سرحد کا ایک امیر تھا۔ اُن کو پہچان لیا اور کہدیا کہ میں تم کو پہچانتا ہوں۔ میری موجودگی میں تم لشکر میں نہ گھس سکو گے۔ ان بدبختوں نے بیچارے صاحب بوقبیس پر حملہ کیا اور اس کو اور اس کے کئی آدمیوں کو قتل کر ڈالا۔ اور ایک شخص ایک خونخوار چھرا ہاتھ میں لئے ہوئے سیدھا صلاح الدین کے خیمہ کی طرف چلا گیا۔ مگر خیمہ کے دروازے پر پہنچتے ہی طغرل امیر جاندار نے اس کو قتل کر ڈالا۔ اور باقی مردود بھی سلطانی لشکر کے چند آدمی قتل ہونے پر قتل ہو گئے ٭

اس حیلہ سے جب حلبیوں کی صلاح الدین کی جان لینے کی آرزو پوری نہ ہوئی تو انہوں نے عیسائیوں سے سازش اور سازگاری شروع کر دی۔ قمص والی طرابلس (ریمنڈ کونٹ آف ترپولی) کو انہوں نے مراسلہ لکھا کہ اگر تمہاری ہمت اور سعی سے صلاح الدین حلب سے نکلجاوے تو بہت کچھ تمہاری نذر کرینگے۔ اسی قمص (ریمنڈ) کو

حارم کی لڑائی میں نور الدین رحمۃ اللہ علیہ نے قید کر لیا تھا۔ اور آٹھ برس کی قید کے بعد بڑی مشکل سے فخر الدین مسعود بن زعفرانی کی سعی سے ڈیڑھ لاکھ دینار اور ہزار مسلمان قیدی رہا کرنے پر فروخت ہوا تھا۔ اسی سال اموری شاہ یروشلم کا بادشاہ مر گیا تھا۔ اور اس کا کم سن اور مجذوم بیٹا بالڈون تخت پر بیٹھا تھا۔ اور قمص (ریمنڈ) اس کا سرپرست مقرر ہوا تھا۔ اور عیسائی حکومت میں گویا اب اس کو بہت اقتدار حاصل تھا حلبیوں کی مراسلت پہنچنے پر اس نے صلاح الدین کو لکھا کہ حلب سے چلا جاوے۔ اس مراسلہ کے لانے والے نے صلاح الدین کو فرنگیوں کے جمع ہونے سے بہت کچھ ڈرایا۔ مگر صلاح الدین ان گیدڑ بھبکیوں سے ڈرنے والا نہیں تھا۔ بدستور فوج کشی اور علاقہ کے زیر کرنے میں مصروف رہا۔ انطاکیہ وغیرہ کی طرف فوجیں روانہ کیں قمص (ریمنڈ) نے حمص کے قصد سے اُدھر کا رخ کیا۔ اور صلاح الدین حلب سے اس کے مقابلہ کے واسطے روانہ ہوا۔ اس پر قمص نے اپنا لشکر حمص سے اٹھا لیا۔ اور اپنے علاقہ کو بھاگ گیا۔ اور حلبیوں کو کہلا بھیجا۔ کہ میں نے صلاح الدین کو حلب سے نکال دیا ہے۔ اس موقع پر صلاح الدین نے اپنے بھائی سیف الدین عادل کے نام ایک خط اس مضمون کا لکھا کہ "مجھے خبر ملی ہے کہ حلبیوں نے فرنگیوں سے اور اُن کی صلیبیوں سے مدد مانگی ہے۔ اور ان کی عداوت اور ظلم سے اسلام پر انہوں نے حملہ کرانا چاہا ہے۔ دشمن حصن کی طرف نکلا۔ پس ہم حماہ میں اُترے۔ اور اس کے مقابلہ کے واسطے فوج تیار کی۔ پس وہ حصن الاکراد کی طرف چلا گیا۔ اور حیلہ و بہانہ سے کام لینے لگا۔ الخ" صلاح الدین حمص اور اس کے قلعہ سے فارغ ہو کر بعلبک کی طرف گیا۔ بعلبک کا حاکم یمن نام ایک خادم تھا۔ اس نے صلاح الدین کی فوج سے خوف زدہ ہو کر مضطرانہ ایک نامہ بر کبوتر کے ذریعہ سے حلبیوں کو مراسلہ لکھا۔ اور مدد مانگی۔ مگر اس کا کوئی جواب نہ آیا تو بعلبک صلاح الدین کے حوالہ کر دیا۔ سیف الدین صاحب موصل صلاح الدین کے اس اقدام اور جرأت کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ اور بھاری لشکر اپنے بھائی عز الدین مسعود کی ماتحت صلاح الدین کے مقابلہ کے واسطے روانہ کیا۔ یہ لشکر حلب میں جا کر لشکر حلب کے ساتھ شامل ہو گیا۔ صلاح الدین کو حماہ میں اس کی خبر ملی۔ اور وہ بھی اپنی فوج لے کر قرون حماہ پر آ اُترا۔ صلاح الدین نے صلح کے واسطے بہت کوشش کی۔ مگر حلبیوں اور موصلیوں نے ایک نہ مانی۔ اور لڑائی پر آمادہ ہو گئے لڑائی میں حلبیوں اور موصلیوں نے شکست کھائی۔ اور بھاگ نکلے۔ صلاح الدین نے ایک جماعت ان میں سے قید کر لی۔ مگر احساناً ان کو چھوڑ دیا۔ صلاح الدین اس کے بعد دوبارہ حلب کو پہنچا۔ حلبیوں اور موصلیوں نے معرہ کفر طاب۔ بارین دے کر اس سے صلح کر لی۔ اور صلاح الدین بعلبک کا قلعہ لے کر حمص کو چلا گیا۔ عز الدین مسعود نے جو حلبیوں کی مدد کے واسطے آیا ہوا تھا۔ جب دیکھا کہ صلاح الدین قلعوں کی تسخیر میں مشغول ہے تو حماہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور صلاح الدین سے صلح کے بارے میں خط و کتابت شروع کی۔ صلاح الدین خود ہی صلح کا متلاشی بیٹھا تھا فوراً معدودے چند آدمیوں کے ساتھ وہاں آن پہنچا۔ گمشتکین اور ابن عجمی وغیرہ بھی آئے۔ اور شرائط صلح میں گفتگو

شروع ہوئی۔ صلاح الدین ان کی ہر ایک شرط مانتا اور ہر ایک مطالبہ منظور کرتا گیا۔ اس نے تمام قلعہ جات مفتوحہ کا ملک صالح کو دے ڈالنا۔ اور دمشق پر قانع رہکر ملک صالح کے نائب کے طور پر انتظام کرنا تمام حاصل کئے ہوئے خزانہ کا لوٹا دینا۔ اور ملک صالح کے امراء میں دیانت داری سے عمل کرنا قبول کر لیا۔ حلبی امراء نے جب دیکھا کہ صلاح الدین ہر ایک شرط اور بات کو مانتا جاتا ہے۔ اس کو انہوں نے اس کے پاس غیر کافی لشکر ہونے پر محمول کیا۔ اور اس سے بدسلوکی کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اور جنید کی غرض سے رحبہ اور اس کے اعمال بھی اس سے طلب کرنے لگے۔ صلاح الدین نے اس کے جواب میں کہا۔ کہ یہ ناصر الدین محمد بن شیرکوہ کا ملک ہے۔ میں اس کو نہیں دے سکتا اس پر حلبی بھڑک اٹھے۔ اور دوسرے روز لشکر کو لے کر لڑائی پر کھڑے ہو گئے۔ صلاح الدین اگر اس حالت میں لڑ جاتا تو اس کی قلیل فوج شکست سے نہ بچ سکتی۔ مگر اس نے اپنی فوج کے انتظار میں لڑائی کو ٹالا۔ یہاں تک کہ مصری فوج بھی پہنچ گئی۔ جس میں سلطان کا بھائی ملک مظفر تقی الدین عمر بھی افسروں میں تھا۔ لڑائی میں حلبیوں کو شکست فاش ملی۔ اور بھاگ نکلے۔ صلاح الدین نے اپنے لشکر کو تاکید کر دی تھی کہ ہزیمت خوردہ لشکر کا تعاقب نہ کرے۔ اور قتل میں نہایت احتیاط کرے۔ صلاح الدین اس فتح کے بعد جو ۱۹۔ رمضان نشہ ہجری کو حاصل ہوئی۔ عید الفطر تک مرج قرا میں ٹھیرا رہا۔ وہیں ملک صالح کے مراسلہ جات صلح کے واسطے پہنچے۔ صلاح الدین نے اس حالت میں بھی صلح میں تامل نہ کیا۔ اور لکھ دیا کہ "ملک صالح کے دشمن کے دفعیہ کے واسطے صلاح الدین بنفسہ حاضر ہوا کریگا۔ سکہ اور خطبہ ملک صالح کے نام جاری رہیگا" ✦

مورخ تاج الدین اسمٰعیل اس لڑائی کے ذکر کے بعد بیان کرتا ہے۔ کہ صلاح الدین نے خطبہ اور سکہ سے ملک صالح کا نام نکال دیا۔ مگر یہ واقعہ قبل از وقت بیان کیا گیا ہے۔ صلاح الدین نے اس موقع پر صلح کا معاہدہ کر لیا تھا اور تکمیل معاہدہ کے بعد دمشق کو واپس ہوا۔ جب حماہ میں پہنچا۔ تو خلیفہ مستضی کی طرف سے خلعت اور سیاہ جھنڈے اور مصر اور شام کی سلطنت کا ایک توقیع پہنچا ✦

امرائے نوریہ کے حالات کی ابتری صلاح الدین کو چین سے نہیں بیٹھنے دینے لگی تھی۔ موصلیوں کو جب خبر پہنچی کہ حلب والوں نے سلطان سے مصالحت اور عہد و پیمان کر لیا ہے۔ تو انہوں نے حلبیوں کو لکھا کہ "تم نے اس مصالحت کے کرنے میں جلدی کی ہے۔ اس صلح کے کرنے میں تم نے غلطی کی ہے۔ اس کو توڑ ڈالو" اسی مراسلہ لیجانے والے قاصد کے ہاتھ انہوں نے دوسرا مراسلہ صلاح الدین کے پاس بھیجا اور اس کا عندیہ دریافت کرنے کے واسطے اس سے باہمی صلح کی درخواست کی۔ قاصد پہلے حلب پہنچا۔ اور حلبیوں نے اس کو یہ جواب لکھ دیا۔ کہ تم اطمینان رکھو۔ اس صلح پر ہم قائم نہ رہینگے۔ اور صلاح الدین سے لڑینگے۔ اس کے بعد یہ قاصد دمشق آیا۔ اور صلاح الدین کے پاس اپنے رسالت کے واسطے پہنچا۔ اس نے غلطی سے سلطان کے نام کا مراسلہ دینے

کے بجائے وہ تحریر سلطان کو دیدی جو حلبیوں نے موصل والوں کو فسخ مصالحت کی نسبت لکھی تھی۔ صلاح الدین نے یہ تحریر خاموشی سے پڑھ کر قاصد کو واپس دیدی کہ شاید تم نے غلطی سے خط بدل کر دیا ہے۔ قاصد اس وقت گھبرایا مگر صلاح الدین نے اس اتفاق سے حلبیوں کی نیت اور ارادے کو معلوم کر لیا۔ اس نے کسی آنے والے جنگ کے واسطے تیار رہنا مناسب سمجھا۔ اور اپنے بھائی عادل کو مصر لکھا کہ ضرورت کے واسطے فوج تیار رکھے +

سلطان نے ان حالات کی نسبت بغداد کو ایک مراسلہ لکھا۔ اور اس میں حلبیوں اور موصلیوں کے معاہد اور مصالحت کا حال لکھا اور پھر ان کے غدر اور تخلف العہد کی کیفیت بیان کی۔ اور خلیفہ سے درخواست کی کہ حلب اور موصل والوں کو اپنے عہد پر قائم رہنے کے واسطے لکھے۔ ورنہ میدان جنگ میں مسلمانوں کی خونریزی کی کوئی حد باقی نہیں رہیگی۔ اس کے بعد لکھا کہ "مجھے دو دشمنوں نے گھیرا ہوا ہے۔ ایک نام کے مسلمان اور دوسرے کافر فرنگی۔ خلیفہ کو چاہئے۔ کہ اطراف کے مسلمان بادشاہوں کو لکھے کہ میری امداد میں سستی نہ کریں۔ بیت المقدس فرنگیوں کے قبضہ میں ہے۔ کیا مسلمانوں کی رگوں میں خون جوش نہیں کھاتا۔ نہایت شرم کی بات ہے۔ کہ جس بیت المقدس کو مسلمانوں کا خلیفہ فتح کر چکا ہے وہ پھر مفتوح قوم کے ہاتھ میں رہے خلیفہ بغداد کے مراسلجات کا کم سے کم یہ اثر تو ضرور ہوگا۔ کہ اگر مسلمان میری امداد نہ کرینگے تو میرے ارادہ میں حرج تو نہ ہوگی"۔

سیف الدین والی موصل نے اس زمانہ میں اپنے بھائی عماد الدین صاحب سنجار پر چڑھائی کی ہوئی تھی۔ عماد الدین نے صلاح الدین سے بھی مدد لی تھی۔ مگر قریب تھا کہ سیف الدین اس پر غالب آجاوے سیف الدین کو اس وقت اندیشہ ہوا۔ کہ عماد الدین صلاح الدین سے نہ جا ملے اُس نے عماد الدین سے صلح کر لی۔ اور صلاح الدین سے لڑنے کے واسطے نصیبین میں پہنچ کر فوج جمع کرنے لگا۔ اور پھر فرات شامی پہنچ کر ملک صالح اور کمشتگین سے خط و کتابت شروع کی۔ اور لڑائی کی بابت ان کا ارادہ اور ہدایات معلوم کرنی چاہیں کمشتگین خود چلا آیا۔ اور سیف الدین کو ملکر بہت کچھ گفتگو کرنے کے بعد اس کو حلب ساتھ لے گیا۔ اور وہاں بالاشتراک سب نے جنگ کے واسطے ایک بڑے پیمانہ پر تیاری شروع کی۔ صلاح الدین فوج کے نہ پہنچنے کے سبب سے متردد تھا۔ مگر مخالفین کی تاخیر میں اس کی فوج پہنچ گئی۔ اور لشکر کو لے کر قرون حماہ پر جا اُترا۔ آخر دونو لشکروں کا مقابلہ ہو گیا۔ اور ۱۰ یا ۱۱ ماہ شوال ۵۷۱ھ ہجری کو بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ مورخ بہاؤ حلبیوں اور موصلیوں کی تعداد بیس ہزار بیان کرتا ہے۔ اور صلاح الدین کی فوج کی کل ایک ہزار۔ لڑائی کا فیصلہ صلاح الدین کے حق میں ہوا حلبی اور موصلی سخت شکست کھا کر بدحواس ہو کر بھاگے۔ اور قیدیوں کے علاوہ تمام اسباب اور ہر ایک قسم کا سامان وہیں میدان جنگ میں چھوڑ گئے۔ سلطان نے مفرور فوج کا تعاقب کرنے سے منع کیا ہوا تھا اور قیدیوں کو بھی احسانا رہا کر دیا۔ بلکہ ان کو خلعت و اکرام سے حلب روانہ کیا۔ سلطان (صلاح الدین (سیف الدین کے

خیموں میں جو وہ جوں کے توں نصب کئے ہوئے چھوڑ گئے تھے۔ جا اُترا۔ اور اس کے اصطبل کے گھوڑے۔ اور خزانہ اور خیمے سامان مطبخ اور ہر ایک چیز اپنی فوج میں تقسیم کردی۔ بیت الشراب میں ایک بڑی تعداد پنجروں کی ملی جن میں بلبلیں۔ فاختہ۔ قمریاں۔ اور طوطے اور اور جانور قید تھے۔ سلطان نے امیر مظفر الاقرع کو بلا کر کہا۔ کہ یہ تمام پنجرے سیف الدین کے پاس لے جا۔ اور اس کو جا کر کہو کہ وہ انہی جانوروں سے کھیلا کرے۔ میدان جنگ میں لڑائی کی زحمت اُٹھانے کو کیوں نکلتا ہے۔ سلطان نے موصلیوں کے لشکر میں یہی ایک عیب نہیں پایا تھا۔ اس کو معلوم ہوا کہ موصلی لشکر شرابی اور بدمست ہے۔ ان کے ساتھ بربط اور سارنگیاں اور دوسرے گانے بجانے کے سامان کثرت سے موجود تھے۔ اور یہ مشہور بات تھی کہ سو سے زیادہ گویا عورتیں سیف الدین کے ساتھ تھیں۔ سلطان نے یہ لہو و لعب کا سامان اپنے لشکر کو دکھایا۔ اور خدا سے پناہ مانگی۔ اور کہا جب یہ حالت تھی تو موصلی فوج شکست سے بہتر کسی چیز کی مستحق اور متوقع نہیں ہوسکتی تھی ۔

سیف الدین بھاگ کر بزاعہ کو گیا۔ اور وہیں مقیم رہا۔ اور اس کا متفرق لشکر بھی اس کے ساتھ وہیں جا ملا حلبی فوج حلب پہنچ گئی تھی۔ اور سلطان کے خوف سے اُنہوں نے قلعہ اور شہر کا استحکام کرلیا تھا۔ سلطان نے پہنچکر قلعہ اور شہر کا محاصرہ کرلیا۔ مگر پھر اس کی یہ صلاح ٹھیری کہ پہلے حلب کے اطراف کے قلعہ جات کو فتح کرکے حلبیوں کی طاقت کو ضعیف کردے۔ اس تجویز کے مطابق اس نے بزاعہ پر حملہ کیا۔ اور اس کو فتح کرکے عزالدین خشترین کو دیدیا۔ اور پھر منبج کی طرف بڑھا۔ منبج کا والی امیر قطب الدین نیال بن حسان تھا۔ یہ وہی شخص تھا۔ جو حلبیوں کا پیغام لے کر سلطان کے پاس گیا تھا۔ اور بڑی درشتی سے سلطان سے کلام کی تھی۔ اور اب پچھلی لڑائی میں موصلیوں کی فوج بھی یہی شخص لایا تھا۔ سلطان کے پہنچنے پر اس نے قلعہ اور تمام سامان۔ سونا۔ چاندی ظروف۔ پارچات غلہ وغیرہ سب سلطان کے حوالہ کردیا۔ ابن ابی طئے بیان کرتا ہے کہ فتح منبج کے بعد ذخائر قلعہ کو دیکھنے کے واسطے سلطان نے ایک اجلاس کیا۔ تین لاکھ دینار اور بیس لاکھ کی چاندی۔ اور ظروف زرین اور اسلحہ وغیرہ نکلے۔ بہت سے ظروف اور دوسری چیزوں پر **یوسف** کا نام کندہ تھا۔ لوگوں نے بیان کیا کہ یوسف اس کے بیٹے کا نام ہے۔ سلطان نے کہا میرے لئے یہ پیشین گوئی تھی۔ جو میرے نام پر پوری ہوئی۔ قطب الدین کو سلطان نے کوئی خدمت سپرد کرنی چاہی۔ مگر اس نے انکار کیا۔ اور سیف الدین کے پاس موصل چلا گیا۔ منبج سے فارغ ہو کر سلطان نے عزاز کا محاصرہ کیا۔ عزاز (اعزاز یا عزازیہ) وہ مضبوط اور مستحکم قلعہ ہے۔ جس کے واسطے عیسائیوں اور مسلمانوں میں سخت لڑائیاں ہوچکی تھیں۔ اور آخرکار نورالدین مرحوم نے اس کو عیسائیوں سے فتح کرلیا تھا۔ اس مشہور تاریخی مقام کے بعض حالات دیباچہ میں بیان ہوچکے ہیں سلطان کو عزاز کے محاصرہ میں یہ خوف تھا کہ حلبی فرنگیوں کو اپنی امداد کے واسطے بلائیں گے اور اس کے

واسطے اس کو بہت احتیاط کرنی پڑی۔ آخر اڑتیس ۳۸ یوم کے محاصرہ کے بعد ۱۱۔ ذوالحجہ کو سلطان نے قلعہ کو فتح کرلیا۔ حلبیوں سے گو کھلے ہاتھوں سلطان کے مقابلہ میں کچھ نہیں ہوسکتا تھا۔ مگر وہ بزدلانہ حیلے اُس کی جان لینے کے کرتے تھے۔ حشاشین ملاعین کو انہوں نے سلطان کے قتل کرنے پر آمادہ کر ہی رکھا تھا۔ عزاز کے محاصرہ کے دنوں میں ان درندوں نے پھر سلطان پر حملہ کیا۔ مناجیق (کلیں جو محاصرہ کے زمانہ میں قلعہ پر پتھر مارنے کیواسطے استعمال کی جاتی تھیں) کے اہتمام کو دیکھنے کے واسطے اور لوگوں کو حملہ کے واسطے اُکسانے اور برانگیختہ کرنے کو سلطان ہر روز جایا کرتا تھا۔ اور امیر جاولی اسدی کے خیمہ میں جو مناجیق کے قریب تھا۔ ٹھیرا کرتا تھا حشاشین ملاعین لشکر میں گھسے ہوئے تھے۔ ایک روز سلطان لشکر میں کھڑا تھا۔ کہ ایک حشیشہ نے اس پر دفعتہً حملہ کیا اور ایک سکین سلطان کے سر پر ماری۔ سر پر جو لوہے کا خود تھا اس نے سر کو تو سکین کی زد سے بچالیا۔ مگر رخسارے پر زخم ہوگیا۔ اور اس سے خون بہنے لگا۔ سلطان نے بڑھ کر اس کا سر پکڑ لیا۔ اور زور سے کھینچ کر زمین پر دے مارا۔ اسی حالت میں سیف الدین بازکوج نے پہنچ کر اس کا کام تمام کیا۔ پھر ایک دوسرا ملعون حملہ کرنے کو بڑھا۔ امیر داؤد بن منکلان نے اس کو روکا۔ حشیشہ نے اس کی پیشانی پر زخم لگا دیا۔ جس کے اثر سے وہ تیسرے دن مرگیا۔ ایک تیسرا حشیشہ بڑھا۔ مگر امیر علی بن ابی خوارس نے اس کو اپنی بغلوں میں پکڑ لیا۔ اور کشمکش ہونے لگی۔ امیر نے چلا کر کہا کہ یہ مجھ پر قابو پاتا جاتا ہے اس کو قتل کرڈالو۔ خواہ میں بھی قتل ہوجاؤں۔ ناصر الدین بن شیرکوہ نے ایک ہاتھ تلوار کا مارا جس سے وہ موذی واصل جہنم ہوا۔ ایک اور ملعون نکلکر بھاگا۔ مگر لوگوں نے اس کو قتل کرڈالا۔ سلطان سوار ہوکر اپنے خیمے کو آیا۔ سلطان کا زخم جلد اچھا ہوگیا۔ اور اس کے بعد وہ خود ہر ایک قسم کی احتیاط کرنے لگا۔ کہیں تنہا نہیں جاتا تھا۔ اور مشتبہ آدمی لشکر میں نہیں آنے دئیے جاتے تھے۔ عزاز کو فتح کرکے سلطان نے تقی الدین عمر کو اس کا متولی قرار دیا۔ اور خود حلبیوں کی متواتر تکالیف دہی سے تنگ آکر زیادہ پختہ ارادوں کے ساتھ حلب کو بڑھا۔ اور حلب پہنچ کر اس کا محاصرہ شروع کیا۔ لشکر کو حکم دیا کہ محاصرہ میں کسی قسم کی تعدی اور زیادتی نہ کریں۔ سعد الدین گمشتکین جو امراء حلب کا سرغنہ اور سب برائیوں کی جڑ تھا اس وقت حارم کو گیا ہوا تھا۔ کیونکہ اس کو سلطان کے محاصرہ عزاز کے وقت خوف پیدا ہوگیا تھا۔ کہ کہیں حارم کا محاصرہ نہ کرلے۔ سلطان حلب کی طرف نکل آیا۔ اور وہ وہیں حارم میں رہ گیا۔ اب اس کو یہ اندیشہ ہوا کہ حلب کے امرا اس محاصرہ میں جو سلطان نے شروع کیا ہے انجام صلح پر ہوگا۔ حلبی ضرور صلح کی درخواست کرینگے۔ اور سلطان ہرگز انکار نہ کریگا۔ اس کو خوف اب اس امر کا ہوا کہ میرے بغیر اگر یہ سب کچھ ہوگیا۔ تو ملک صالح میری گرفت سے نکلجاوے گا۔ اس نے اپنی معمولی ہوشیاری سے سلطان کو لکھا کہ اگر مجھے حلب جانے کی اجازت دیجاوے۔ تو میں آپ کے حسب منشا صلح کرادونگا۔ اور ملک صالح کو لکھا کہ میرے لئے صلاح الدین سے حلب آنے کی اجازت لے دو۔ اور میرے آئے بغیر کوئی امر نہ کرو۔ کیونکہ

جو کچھ مجھے کرنا ہے وہ نہ تو کوئی اور کرسکتا ہے ورنہ میں بیان ہی کرسکتا ہوں۔ غرض ملک صالح نے سلطان سے گمشتگین کے حلب آنے دینے کی درخواست کی اور سلطان نے مان لیا۔ جانبین سے امین بھیجے گئے۔ سلطان کی طرف سے عماد کاتب اور ایک اور شخص بطور امین گئے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہم حلب پہنچے تو ہم کو ایک تاریک مکان میں بند کر دیا گیا۔ ہمارے نوکر ہم سے علیحدہ کر دیئے گئے۔ اور شب کو ہمارے کھانے کی بھی کسی نے خبر نہ لی۔ صبح کے وقت ہم دونو ملک صالح کے دربار میں گئے۔ وہاں ہماری طرف کسی نے التفات ہی نہیں کیا۔ گویا ہم کو کوئی دیکھتا ہی نہیں تھا۔ گمشتگین اسی شب وہاں پہنچ گیا تھا۔ جب عماد اور اس کا ہمراہی سلطان کے واپس آئے۔ اور یہ سب ماجرا بیان کیا تو اس کو معلوم ہوا کہ گمشتگین کو بلانے کے واسطے اس کو دھوکا گیا ہے صرف اس کو بلانا تھا۔ اور کوئی مقصود نہ تھا۔

حلب کا محاصرہ اسی طرح کچھ عرصہ تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ اہل حلب آخر کار تنگ آگئے اور سلطان سے صلح کے خواستگار ہوئے۔ سلطان نے مان لیا۔ صلحنامہ لکھا گیا جس میں سلطان نے حلب اور اس کے اعمال ملک صالح کو بدستور دیدئے۔ اور قلعہ عزاز بھی بخش دیا۔ عزاز بخشنے کی نسبت کئی ایک عجیب روایتیں بیان کی گئی ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ صلح ہوجانے کے بعد ملک صالح نے سلطان سے عزاز مانگنا چاہا۔ مگر اس کے امیروں نے اس کو مشورہ دیا۔ کہ خود یہ درخواست نہ کرے بلکہ اپنی چھوٹی بہن سے سلطان کو کہلوائے۔ اس صلاح کے مطابق صالح نے اپنی چھوٹی بہن کو سلطان کے پاس بھیجا۔ نورالدین مرحوم کی یہ لڑکی جب سلطان کے پاس پہنچی تو سلطان اس کو دیکھتے ہی تعظیماً اُٹھ کھڑا ہوا۔ زمین کو بوسہ دیا۔ اور نورالدین مرحوم کو یاد کرکے بہت رویا۔ اس خاتون نے سلطان سے عزاز مانگا۔ سلطان نے بخوشی تمام عزاز کو تمام مال و اسباب و اسلحہ و غلہ سمیت اس کو دیدیا۔ اور بہت سے جواہرات اور مختلف قسم کے تحائف اس کی خدمت میں پیش کئے۔ اس واقعہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ صلاح الدین کے دل میں نورالدین مرحوم اور اس کے خاندان کی عزت و تعظیم و تکریم میں ایک ذرہ بھر بھی کمی نہیں ہوئی تھی۔

اس صلح میں باہم یہ قرار پایا تھا۔ کہ حماہ سے مصر تک صلاح الدین کی مفتوحات اس کے قبضہ میں رہیں ملک صالح دایہ کی اولاد کو چھوڑدے۔ حبشی۔ موصلی۔ اور دیار بکر والے اس صلح میں شامل کئے گئے۔ اور لکھا گیا کہ اگر معاہدین میں سے کوئی ایک اپنے عہد کو توڑیگا۔ تو باقی معاہدین ملکر اس کو سزا دینگے۔

تکمیل صلح کے بعد صلاح الدین نے اسمٰعیلی طاعین کو سزا دینے اور ان کو نیست و نابود کر دینے کا ارادہ کیا۔ سلطان نے اپنے اسی ارادہ کے مطابق ان کا قلع و قمع شروع کیا۔ اور اس سے بہتر کچھ نہ تھا۔ کہ اس ناپاک گروہ سے دنیا کو پاک اور صاف کر دیا جاتا۔ مگر اسمٰعیلیوں نے سلطان کے ماموں شہاب الدین محمود بن تکش سے

کر کر سفارش کرائی اور سلطان نے اُن کو معاف کر دیا +

ان مہموں سے فارغ ہو کر سلطان نے مصر کا عزم کیا۔ وہاں سے آئے ہوئے اس کو عرصہ گذر گیا تھا اور مصر کے انتظام و انصرام کو خود جا کر دیکھنا چاہتا تھا۔ اور ربیع الاول ۵۷۲ھ ہجری میں اپنے بھائی شمس الدولہ توران شاہ کو جو یمن سے کچھ عرصہ سے سلطان کو ملنے کے واسطے آیا ہوا تھا۔ دمشق میں چھوڑ کر مصر کو روانہ ہوا۔ مصر پہنچکر کچھ روز قاہرہ میں وہاں کے انتظام میں مصروف رہا۔ اور پھر سکندریہ کو گیا۔ وہاں جنگی بیڑوں کو قابل مرمت پاکر ان کی درستی کرائی اور جہاد کے واسطے تیار کر کے روانہ کر دیا۔ اور وہاں کی دوسری ضروریات کا بندوبست کر کے قاہرہ کو واپس پہنچا۔ قاہرہ کی فصیلوں اور عمارات اور قلعہ کی تعمیر وغیرہ کا ایک عظیم الشان کام شروع کرایا جس کی کیفیت کسی دوسرے باب میں بیان ہوگی۔ اس باب میں ہم کو صرف سلطان اور خاندان نوریہ کے باہمی تعلقات اور سلوک کے حالات کو بیان کرنا ہے۔ اور جو حالات بیان ہو چکے ہیں۔ ان سے یہ امر بخوبی ظاہر ہو گیا ہے۔ کہ خاندان نوریہ کی ایسی ابتر حالت میں موجودگی عیسائیوں کے برخلاف مسلمانوں کے مشترک مقاصد کے واسطے سخت مضر تھی۔ سلطان کو ان کوششوں کے راستہ میں جو وہ عیسائیوں کو شام اور بیت المقدس سے نکال لینے کے واسطے کرنا چاہتا تھا۔ امراء نوریہ سخت مزاحم اور مخل تھے۔ تاہم سلطان کی یہ خواہش تھی کہ وہ اپنے ان مقاصد میں خاندان نوریہ کو موجود اور قائم رکھ کر کامیاب ہو۔ اور ہر دفعہ اس نے اس گرتی ہوئی عمارت کے سنبھالنے کی کوشش کی۔ سلطان کو امراء نوریہ سے اپنی اس عظیم اور بزرگ مہم میں کچھ امداد ملنے کی تو کوئی توقع نہ تھی۔ ان سے وہ اسی امر کو غنیمت سمجھتا تھا۔ کہ اس کے کام میں سدِ راہ نہ ہوں۔ اور اس کی دشمنی اور مخالفت نہ کریں۔ اور اپنی حالت کو اپنی ہی اغراض اور حفاظت کے واسطے سنبھالے رہیں۔ مگر نزاع اور فساد اور تفرق اور دشمنیوں کا مواد ان کے اندر ہر وقت پک رہا تھا۔ اور اس وقت بھی جب سلطان مصر کو آیا ہوا تھا۔ خود غرض اور ناعاقبت اندیش امراء اپنی اپنی اغراض فاسدہ کے واسطے لڑ جھگڑ رہے تھے +

ماہ جمادی الاول میں سلطان قاہرہ سے جہاد کی غرض سے عسقلان کو گیا۔ اور وہاں رملہ پر اس نے ایک ہی مشہور شکست کھائی۔ اور اپنی شکستہ حالت کو درست کرنے کے لئے پھر مصر کو واپس پہنچا۔ وہاں حلبی امراء کے باہمی اختلاف کی خبریں سنتا رہتا تھا۔ کمشتکین کی تعدیوں اور طاقت کے بیجا استعمال سے اور حسد کی وجہ سے امراء نے تنگ آ کر عدل ابن عجمی کو اپنا پیشوا اور مرجع امور بنا لیا۔ لیکن اسمٰعیلیہ فرقہ کے کسی بدبخت شخص نے اس کو ایک نماز جمعہ کے بعد موقع پا کر قتل کر دیا۔ کمشتکین کے حاسدوں نے ملک صالح کے یہ کان بھرے کہ ابن عجمی کمشتکین کی سازش سے قتل ہوا ہے۔ ملک صالح نے کمشتکین کو پکڑ کر قید کر لیا۔ اور اس کی جاگیر (حارم وغیرہ) ضبط کر لیگئی اور آخر اس کو اُلٹا لٹکا کر اس کی ناک میں دھواں دیا گیا۔ اور اسی حالت میں وہ مر گیا۔ لیکن یہ واقعات امراء حلب کے

فتنہ و فساد کو اور بھڑکاتے تھے۔ اور ایسی حرکات کے واسطے دلیر کرتے تھے۔ کوئی مضبوط ہاتھ ان کو دبائے رکھنے کے واسطے نہ تھا۔ اب شام کی ضروریات اور حالات کی ابتری نے سلطان کو پھر مصر سے شام کو کھینچا۔ اور ۱۳ شوال کو دمشق پہنچ گیا۔ سیف الدین والی موصل فوت ہو چکا تھا۔ اور عز الدین مسعود اس کا جانشین ہوا تھا سلطان متفرق اور مختلف امور کے انتظام قلیج ارسلاں کی امداد اور چھوٹی بڑی لڑائیوں اور تسخیر ممالک میں مصروف رہا اور ان سے فراغت پا کر ایک دفعہ پھر مصر کو گیا۔

۵۷۷ھ میں مرض قولنج سے ملک صالح کا بھی انتقال ہو گیا۔ اور عز الدین مسعود صاحب موصل ہی اس کا بھی جانشین ہوا۔ عز الدین کچھ عرصہ تک تو حلب پر قابض رہا۔ مگر اس کو اندیشہ ہو گیا کہ حلب اور موصل دونوں پر وہ قبضہ نہیں رکھ سکتا۔ تو اس نے اپنے بھائی عماد الدین سے سنجار لے کر اس کی بجائے حلب اس کے حوالہ کر دیا سلطان نے جب ملک صالح کی وفات کی خبر سُنی تو فرنگیوں کی مداخلت اور حملوں کا خوف ہوا۔ اور بعض اور ضروریات بھی پیدا ہو چکی تھیں۔ وہ ایک دفعہ پھر مصر سے شام کو روانہ ہوا۔ اور یہ اس کا آخری سفر تھا جو اس نے ماہ محرم ۵۷۸ ہجری میں مصر سے شام کو کیا۔ کیونکہ اس کے بعد اس کو پھر مصر کو جانا نصیب نہیں ہوا۔

شام پہنچ کر سلطان بیروت پر عیسائیوں سے لڑا۔ اور وہاں سے فوج کی عمدہ تیاری اور فراہمی اسباب کے واسطے دمشق کو آیا۔ اس کا بھائی شمس الدولہ توران شاہ ۵۷۶ ہجری میں فوت ہو چکا تھا۔ اور یمن کے انتظام و اہتمام کے واسطے اپنے بھائی سیف الاسلام کو اُدھر روانہ کیا۔ بغداد میں خلیفہ مستضی بامر اللہ فوت ہو گیا تھا۔ اور اس کی جگہ خلافت پر ناصر لدین اللہ مقرر ہوا تھا۔

دمشق میں سلطان کو معلوم ہوا۔ کہ موصلیوں نے فرنگیوں کے پاس ایلچی بھیج کر اس امر پر انگیختہ کیا ہے کہ سلطان کے ساتھ لڑیں۔ موصلیوں کی یہ سازش گویا سلطان کے ساتھ صلح کے عہد و پیمان توڑ دینے کا اعلان تھا۔ اور سلطان اب ایک ہی دفعہ اس امر پر آمادہ ہو گیا۔ کہ عیسائیوں سے ان کے حملوں کی مدافعت یا اور ضروری لڑائیوں کے ساتھ ساتھ ان مسلمان امیروں سے جو نہ تو عیسائیوں کے مقابلہ میں اس کے مدعا کو حاصل ہونے دینگے۔ اور نہ اس کو چین سے بیٹھنے دینگے۔ شام کی سرزمین کو صاف کر دے۔ بغداد کو اس نے ایک مراسلہ میں لکھا۔ کہ میں نے نور الدین مرحوم کی خاطر سے حلب ملک صالح کے قبضہ میں رہنے دیا تھا۔ اب لشکر حلب نے ہماری قلمرو میں دست اندازی اور راذنمان پر حملہ کیا ہے اور فرنگیوں کے پاس ایلچی بھیج کر ان سے امداد طلب کی ہے۔ اور ہمارے برخلاف ان کو اشتعال دیا ہے۔ اور حشیشہ کے ساتھ انہوں نے خط و کتابت کی ہے جس کا مطلب ہم سے مخفی نہیں ہے (یعنی میرے مار ڈالنے کے لئے) میں تو حضور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں ہمہ تن مصروف ہوں۔ اور والی موصل میرے علاقہ پر حملہ کر رہا ہے۔ پس بہت فرق ہے درمیان اُس شخص کے

جو کافروں سے لڑ کر ان کو مارے ۔ اور اُس شخص کے جو مومنوں کی مخالفت میں کفار کو اپنی پناہ اور سپر بنائے اور اُن کو مال و دولت دے ۔ الخ ۔ سلطان نے اپنے اسی ارادہ کے پیروی میں حلب اور موصل اور اُن کے اطراف کے شہروں کو فتح کرنے کی کوشش شروع کر دی حلب اور موصل کے فتح کرنے سے اس کا مُدعا ان امراء سے ان کا ملک چھین لینے سے نہیں تھا ۔ بلکہ یہ مطلب تھا ۔ کہ وہ نیچا دیکھیں ۔ اور سلطان کے ساتھ صلح اور اس کی طاعت قبول کرنے کو مجبور ہو جائیں ۔ کہ عیسائیوں کے برخلاف اس کی کوششوں میں اس کو امداد دیں ۔ چنانچہ وہ ایک موقع پر عیسائیوں کو دو دم شکست دینے اور حلب کو فتح کرنے کی خبر بغداد کو لکھتے ہوئے لکھتا ہے کہ حلب کا قبضہ محض اس لئے اختیار کیا گیا ہے کہ دین اسلام کی حمایت ہو ۔ اور اسلامی لشکر طاقتور اور دشمنوں پر غلبہ پانے کے لئے تیار رہوں ۔ لڑائی کے واسطے ان کی طاقتیں مجتمع ہوں ۔ اور منتشر اور منقسم نہ ہو جائیں ۔ بلکہ اُن کی ایک ہی رائے اور ایک ہی مشترک غرض ہو اب اس نے قلعوں پر قلعے اور شہروں پر شہر فتح کرنے شروع کر دئے ۔ موصل کا محاصرہ کیا ۔ اور اُس کے مضافات کو فتح کرنے میں مصروف رہا ۔ موصلیوں نے شاہ ارمن سے مدد طلب کی اور موصلی اور حلبی اور ارمنی فوجیں سلطان کے مقابلہ کے واسطے جمع ہوئیں مگر جب سلطان حرّان کے قریب پہنچا ۔ تو سب منتشر ہو گئیں سلطان عیسائیوں سے بھی لڑتا رہا ۔ اور اپنی فتوحات کو متفرق طور پر اور حلبی اور موصلی امیروں کے مقبوضات میں وسیع کرتا رہا ۔ تمام چھوٹے بڑے امیروں نے اس کی اطاعت قبول کر لی ۔ اور خدمات جنگ کا اقرار کیا ۔ رفتہ رفتہ سلطان نے حلب کو جا گھیرا ۔ اور تنگ کیا ۔ یہاں تک کہ عماد الدین حلب کو بعض اور مقامات یعنی سنجار ۔ نصیبین ۔ خابور ۔ رقہ ۔ سروج کے بدلہ میں دینے کو راضی ہو گیا ۔ ماہ صفر ۵۷۹ ہجری میں یہ تبادلہ ہو گیا عماد الدین سے رکاب سلطانی میں حاضر رہنے اور ضروریات کے وقت فوج دینے کا اقرار لیا گیا فتح حلب کے بعد بھی سلسلہ فتوحات جاری رہا ۔ اور کرک پر عیسائیوں سے بھی لڑائیاں ہوئیں اور ۵۸۱ ہجری میں سلطان نے موصل کا عزم کیا ۔ کیونکہ اسلامی امیروں کی ریاستوں میں سے یہی ایک کانٹا باقی رہ گیا تھا ۔ موصل کا محاصرہ کر کے پھر وہ میافارقین کی طرف نکل گیا ۔ اور اسکو فتح کر کے تیسری دفعہ پھر موصل کی طرف بڑھا ۔ عز الدین مسعود صاحب موصل نے کسی خارجی امداد سے مایوس ہو کر اور سلطان کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر اس کے پاس ایلچی بھیجا ۔ اور ان شرائط پر صلح اور اطاعت کی درخواست کی کہ شہر زور مع توابع کے سلطان کو دیدے اور ولایت قرا ابلی اور موصل کے تمام ممبروں پر خطبہ اور سکہ سلطان کے نام پر جاری ہو ۔ سلطان نے ان شرائط کو منظور کر لیا ۔ اور سلطان امیروں سے جو اس کا مطلب اُن سے اعانت اور امداد حاصل کرنے کی نسبت اطمینان کرنے سے تھا ۔ وہ پورا ہو گیا ۔ اور دیار اسلامی میں خانہ جنگیوں سے امن ہو گیا ۔ اور ۵۸۲ ہجری میں سلطان دمشق کو واپس آیا ۔ تاکہ عیسائیوں سے مقابلہ کرنے کے واسطے اپنے آپ کو تیار کرے ۔

مؤرخ آرچر اس موقع پر لکھتا ہے کہ "صلاح الدین اس وقت تمام مسلمان امیروں کا امیر۔ اور شاہوں کا شہنشاہ تھا۔ وہ جنگ کے وقت اس کی پیروی کرنے والوں اور اس کے زیرِ حکم لڑنے والوں میں خاندان زنگی کے بہت سے شاہزادوں کو جو سنجار۔ موصل اور سار وبین میں حکمراں تھے شمار کر سکتا تھا۔ شاید روم کے قلیچ ارسلان کو بھی اور یقیناً خاندان ایوبیہ کے اُن امیروں کو جن کو اس نے وادی اور یمن سے دریائے نیل تک قائم کیا تھا صلاح الدین کی پولیسی کا تقتضا یہ تھا کہ مصر اور شام کے تمام بڑے شہر اس نے اپنے ہی خاندان کے ہاتھوں میں دے رکھے تھے۔ مثلاً اس کے عزیز اور رشتہ دار تقی الدین۔ عز الدین اور ناصر الدین ایڈیسہ (عز از)، بعلبک اور حمص کے حاکم تھے اس کے بیٹے ظاہر اور افضل حلب اور دمشق کے والی تھے۔ اور اس کا بھائی عادل مصر میں حکمراں تھا۔ تمام سرحد پر سلسلہ وار ایک خط میں ایسے مضبوط جنرل یا امیر پڑے ہوئے تھے اور منفرر تھے۔ جو عیسائیوں کی سرزمین میں لڑائی اور حملہ کرنے کے واسطے ایک لمحہ میں تیار ہو جاتے تھے۔ تمام مسلمان گویا اپنی حفاظت کی تنجاویز یا گاہ و بیگاہ کی یورشوں کی بجائے صرف ایک ہی سرگرم جنگ کے منتظر تھے۔ جب کہ شام اور مصر کا سلطان اور روم اور موصل کا سلطان السلاطین ایک غرض مشترک میں شریک ہو کر عیسائی حملہ آوروں کو شام سے نکال دینے کا ان کو حکم دیدے ؎

باب چہارم

سلطان کا جہاد اور بیت المقدس کی فتح

یہ مان بھی لیا جائے کہ سلطان نے بعض غلط یا صحیح بدگمانیوں اور شکوک کی وجہ سے عیسائیوں کے برخلاف جہاد اور عیسائیوں کو شام کی سرزمین سے نکالنے اور بیت المقدس کو اُن سے واپس لینے کی کوششوں میں نورالدین مرحوم کے ساتھ شریک ہونے میں پس و پیش کی ہو۔ مگر یہ کوئی نہیں کہہ سکتا۔ کہ عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی نُصرت اور جہاد کی خواہشیں کسی شخص میں سلطان سے زیادہ قوی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعض اور لوگوں کی مانند قدرت نے اس کو ایک ایسی ہی غرض کے واسطے پیدا کیا تھا۔ مسلمانوں امیروں کے ہاتھوں سے جو اُس کی اس قسم کی کوششوں میں مشکلات پیش آئیں۔ ممکن ہے کہ وہ کسی وقت چند لمحہ کے واسطے بیدل ہو گیا ہو مگر یہ خواہش اس کی طبیعت میں ہر ایک چیز سے زیادہ اور سب پر غالب تھی۔ اور کسی وقت بھی اس کو چین سے بیٹھنے نہیں دیتی تھی۔ نورالدین کے خاندان کے ساتھ وہ ایسا برتاؤ کرنا چاہتا تھا کہ دنیا اس پر حرف گیری نہ رکھے اور وہ اپنے مقاصد میں کامیاب بھی ہو جائے۔ مگر امراء نوریہ کے حالات نے اس امر کو ناممکن بنا دیا تھا۔ اور جب تک انہوں نے خود ہی اس کا رستہ صاف نہ کر دیا۔ وہ اپنے مدعا کے لئے بہت کم کر سکا ہے۔ تاہم اس کی دوراندیشی تدابیر حکمت عملیوں اور ہمت اور استقلال نے دن بدن اس کے ارادوں کی تائید کی۔ اور یہ سب سے بڑی کامیابی اس کو نصیب ہوئی کہ مسلمان امیروں کے ہاتھوں سے جب کہ وہ اس کے مقابلہ میں عیسائیوں کو مدد دینے یا لینے کو تیار تھے۔ اور لیتے دیتے تھے۔ اس نے کوئی ایسا نقصان نہیں اُٹھایا۔ جو اس کو اپنے ارادوں اور اغراض کے پورا کرنے کے قابل ہی نہ چھوڑتا۔ خدا کی مہربانی سے ایک بڑے لمبے امتحان کے وقت میں وہ ثابت قدمی سے اور حشیشیہ ملاعین کے ہاتھوں سے بچ رہا ۔

نورالدین مرحوم کی وفات کے بعد جب کہ وہ شام کی نسبت متردد تھا اور شام کو جانے کی تیاریوں میں تھا۔ اس کو

۵۶۹ ہجری میں سکندریہ کو عیسائیوں کے ایک بڑے سخت حملہ سے بچانا پڑا۔ یوروشلیم کے بادشاہ اموری کے مصر پر دانت لگے ہوئے تھے۔ اور عیسائی مورخ اس کو سنتے ہیں۔ کہ نورالدین کے بعد شام کے ضعف اور امرا کے اختلاف سے فائدہ اٹھانے کے بجائے اس نے شاہنشاہ قسطنطنیہ سے مدد لے کر مصر پر حملہ کر دیا۔ مگر بقول فرانسیسی مورخ کے دمیاطہ کا محاصرہ کر کے ناکام واپس آیا۔ مسلمان مورخوں نے اس کی کیفیت بتفصیل سے لکھی ہے کہ ۱۲۔ ذوالحجہ کو عیسائیوں کا جنگی بیڑا پہنچنا شروع ہوا۔ بیڑا اتنا بڑا تھا۔ کہ تمام سمندر عیسائی فوج سے بھر گیا۔ بقول ایک مورخ کے چھ سو جہازوں میں پندرہ سو گھوڑے۔ تیس ہزار پیادہ فوج اور اس کے سوائے بیشمار سامان رسد اور لڑائی کا اسباب اور منجنیق وغیرہ تھیں۔ کچھ مزاحمت کے بعد عیسائی فوج رات کو خشکی پر اتر آئی۔ اور صبح انہوں نے قلعہ پر حملہ کر دیا۔ سلطان نے سکندریہ اور دمیاطہ دونوں کی محافظت کے واسطے فوج روانہ کی۔ عیسائیوں نے محاصرہ شدت سے شروع کیا۔ اور مسلمان مجبور ہو گئے۔ کہ قلعہ سے باہر نکل پڑیں۔ چنانچہ انہوں نے تمام اطراف سے عیسائیوں پر حملہ کر کے ان کے عظیم دبابوں (پتھر مارنے کی بڑی کلیں) کو جلا دیا۔ اور منجنیق کو توڑ ڈالا۔ اور ایسی تلوار برسائی کہ فرنگیوں کے خون کے نالے بہ گئے۔ تیسرے دن عیسائیوں نے ہمت ہار دی۔ اور صرف بھاگ نکلنا اپنی سب سے بڑی کامیابی خیال کی۔ مگر خشکی مسلمانوں کا ملک تھا اور سمندر ہمیشہ کسی کا ساتھ نہیں دیتا۔ مسلمانوں کی تلوار سے جو بچ گئے ان کے ساتھ سمندر نے بیوفائی کی۔ اسباب غنیمت مسلمان جمع کر کے لے گئے۔ یوروشلیم کے بدقسمت بادشاہ اموری کی زندگی اسی صدمے کے خبط میں گذر گئی۔ اس شکست کے بعد اس نے یورپ سے اپیل کی مگر لاحاصل۔ پھر قسطنطنیہ گیا۔ اور رومی شاہنشاہ سے حمایت چاہی۔ مگر ان سب کوششوں سے موت نے اس کو نجات دلائی۔ اور ایک تیرہ برس کی عمر کا مجذوم بیٹا جانشینی کے واسطے چھوڑ گیا۔ ریمنڈ کونٹ آف ٹریپولی (قومس صاحب طرابلس) اس کی خوردسالی میں امور سلطنت کا پیشوا مقرر ہوا۔ جو آٹھ برس مسلمانوں کی قید میں رہ کر گیا تھا۔

سلطان کو جب مسلمان امیروں سے فراغت ملتی تھی یا ضرورت اور موقع ہوتا تھا۔ وہ عیسائیوں سے لڑنے کو ہمیشہ تیار اور آمادہ اور لڑتا رہتا تھا۔ اور اس کے سوائے ایک حصہ کو فوج کو جہاد میں مصروف رکھتا تھا۔ اگر وہ بالکل عیسائیوں کی طرف سے غفلت کرتا تو وہ خود نچلے بیٹھنے والے نہیں تھے۔ اور حملے کرتے تھے اور جب کبھی ان کو موقع مل گیا ہے۔ انہوں نے حدود دمشق تک بھی پہنچ کر قتل اور غارت کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ اس واسطے عیسائیوں کو مصروف رکھنے اور مخالف مسلمان امیروں سے مل جانے کا موقع نہ دینے کے لئے سلطان نے خود یا بعض امیروں یا عزیز شاہزادوں کی معرفت ان سے کم و بیش لڑائی جاری رکھی۔ سمندر کی طرف سے جہاد کے واسطے جہاز بھیجتا رہتا تھا۔ جو وقتاً فوقتاً کم و بیش کامیابی کی خبریں پہنچاتے رہتے تھے۔

عیسائیوں نے صقلیہ کے ایک جنگی بیڑے کی مدد سے مصر پر حملہ کیا۔ تو اس کی مدافعت کرنی بڑی جو بہت

جلد ہوگئی۔ ۵۷۳ھ ہجری میں مطابق ۱۱۷۷ء میں سلطان مصر ہی سے جہاد کی تیاری کرکے براہ راست غزہ اور عسقلان کی طرف گیا۔ عسقلان پہنچ کر سلطان کو کوئی فوج مقابلہ کرنے والی نظر نہ آئی اور لشکر شہروں میں متفرق ہوگیا۔ عیسائیوں نے آخر اپنے کو مقابلہ کے واسطے مضبوط کیا۔ اور لڑائی کے واسطے نکل کھڑے ہوئے۔ سلطان خود بیان کرتا ہے جب عیسائی لشکر قریب پہنچ چکا۔ تو مسلمانوں کی فوج نے دائیں صف کو بائیں طرف اور بائیں کو قلب کی طرف اس خیال سے پھیرنا چاہا۔ کہ رملہ کا ٹیلہ ہمارے پس پشت ہو جاویگا۔ اس حالت میں عیسائی فوج سخت حملہ کرکے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑی اور مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ سلطان خود مشکل سے جانبر ہوا۔ اس کا اپنا بیان ہے کہ ایک عیسائی سوار ہاتھ میں نیزہ لئے ہوئے میری طرف بڑھا۔ اور اس کے پیچھے دوسرا اور تیسرا آرہا تھا۔ اور قریب تھا کہ میرے سینہ میں وہ نیزہ مارے۔ کہ میرے ہمراہیوں میں سے تین شخص نکلے۔ اور تینوں کو مارڈالا۔ اور مجھ کو تمام لڑائی میں اپنے درمیان لئے رکھا۔ مسلمانوں کی فوج آخر پریشان ہوکر بھاگی۔ اور سلطان خود چند آدمیوں کے ساتھ تنہا واپس آتا ہوا ریگستان میں راستہ بھول گیا۔ اور سامان رسد ختم ہوگیا۔ کئی دن کی پیاس مصیبت جھیلکر بڑی مشکل سے مصر کو واپس پہنچا۔ مسلمانوں کی فوج کا عظیم نقصان ہوا۔ تقی الدین کا ایک خوبصورت نوجوان بیٹا مارا گیا۔ دوسرا قید ہوگیا۔ فقیہہ عیسے اور اس کا بھائی ظہیر چند ہمراہیوں کے ساتھ راستہ سے بھٹکے ہوئے عیسائیوں کے ہاتھ میں پڑکر قید ہوگئے۔ اور عرصہ کے بعد سلطان نے لاکھوں دینار دیکر ان سب کو قید سے چھڑایا۔ مگر مسلمانوں نے بہت جلد اس شکست کی تلافی کرنی شروع کردی۔ چند ہی مہینے کے بعد بالڈون عیسائی بادشاہ کو سخت شکست دی جس سے وہ مشکل سے جان بچاکر بھاگا۔ اور پھر تیسرے مہینہ میں سلطان خود ان پر حملہ آور ہوا اور ان کی ایک بڑی جمعیت کو شکست دے کر فورٹ جیکب (قلعہ یعقوب) جو انہوں نے ایک مضبوط نیا قلعہ بنایا تھا عیسائیوں سے چھین لیا۔ اور عیسائی امیروں کی ایک بڑی جماعت قید کرلی۔ عیسائی بادشاہ کو اب اس کے سوائے کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ کہ سلطان سے صلح کی درخواست کی۔ جس کو سلطان نے قبول کرلیا۔ اور دو سال کے واسطے باہمی صلحنامہ ہوگیا۔ اس عرصہ میں سلطان کو اپنی سلطنت کے اندرونی انتظام پر توجہ کرنے کا موقع مل گیا۔ طرابلس پر حملہ کرنے کے بعد جو صلح کے معاہدہ میں داخل نہ تھا۔ وہ مصر کو چلا گیا۔ اور وہاں کے ضروری کام میں مصروف رہا اور شام کی ضروریات کے سوائے عیسائیوں کی عہد شکنی نے اس کو تیسری دفعہ نیل کے کنارے چھوڑنے پر مجبور کیا۔

رینالڈ دی چیٹیلان اس شقی اور درندے کا نام ہے جس کے نزدیک عہد و پیمان ایمان اور انسانیت کچھ چیز نہ تھی۔ مسلمان مورخ اس کو ہنفری کہتے ہیں۔ فرانس سے وہ لوئیس کی فوج کے ساتھ ایشیا میں آیا تھا۔ اور ریمنڈ صاحب انطاکیہ کی فوج میں نوکر ہوگیا تھا .... ریمنڈ ایک لڑائی میں مارا گیا تو اس کی بیوہ سے چاہا گیا کہ وہ اپنے واسطے ایک خاوند منتخب کرے جو حکومت میں اس کا شریک ہو۔ اکثر شاہزادگان

ناموراُمرا۔ نائیٹ وغیرہ کو بواس کے شادی کرنے کے امید وار تھے! اس نے ناپسند کیا۔ اور اس مجہول النسب شخص رینا ڈو دی صیٹلان (ہنفری) کو پسند کیا جس پر تمام عیسائی سخت متعجب ہوئے۔ مگر اس نے اصرار سے اس کے ساتھ شادی کی۔ اس ورندہ نے سب سے اول تو اہل انطاکیہ کو ظلم و تعدی سے سخت تنگ کیا۔ اور پھر ادھر اُدھر حملے کرنے شروع کئے۔ مگر نورالدین کی فوج نے اس کو ایک موقع پر پکڑ لیا۔ اور کئی سالوں تک نورالدین کی قید میں رہا۔ آخر ایک عرصہ دراز کے بعد ایک شخص نے اس کو قید سے چھڑایا۔ اس وقت ریمنڈ کی کلاہ کانسٹنس جس نے اس کے ساتھ شادی کی تھی۔ مر چکی تھی۔ اب وہ پھر یوروشلیم میں پہنچا۔ اور کچھ روز کے بعد کرک کے عیسائی سردار ہوم فری متوفی کی بیوہ کے ساتھ شادی کر لینے میں کامیاب ہو گیا۔ اور پہلی شادی کی مانند اب بجائے انطاکیہ کے وہ کرک کا مالک ہو گیا جو عرب اور فلسطین کی سرحدات پر ایک قلعہ مع کچھ مضافات کے تھا۔ جن میں دو تین قلعہ جات اور تھے۔ اس بیوہ کے پہلے خاوند ہوم فری کا نام مسلمان مورخوں نے اس کو بھی دیدیا۔ اور اس کو اکثر ہنفری ہی لکھا ہے اور بعض نے اس کو برنس بھی لکھ دیا ہے۔ وہاں ایک بڑی تعداد ٹیپلر فرقہ کے سپاہیوں کی لیگیا اور کچھ فوجی جمعیت فراہم کر لی۔ اور پے درپے عرب کی سرحد پر حملے کرنے اور غارتگری اور رہزنی شروع کر دی۔ یوروشلیم کے بادشاہ نے اسی اثنا میں سلطان صلاح الدین کے ساتھ صلح کی تھی۔ اور مسلمان اور عیسائی ایک دوسرے کی طرف سے کچھ عرصہ کے واسطے مطمئن تھے۔ لیکن بقول مچاڈ "کوئی چیز ریناڈ (ہنفری) کو ہتھیار رکھ دینے کیطرف مائل نہیں کرتی تھی۔ ہر روز وہ کرک کے نواح میں تازہ حملے اور غارتیں کرتا تھا۔ اور مسلمان حاجیوں کے کارروان جو مکہ کی طرف جاتے ہوئے اسی راہ سے گذرتے تھے۔ اُن کو لوٹتا تھا۔ اقوام یا انسانیت کے حقوق کی اس کو چنداں پرواہ نہ تھی۔ عورتوں اور بچوں کو قید کرتا تھا۔ اور غیر مسلح آدمیوں کو بیدریغ قتل کرواتا تھا۔[۱]

صلاح الدین نے (عیسائی بادشاہ) بالڈون کے پاس اس عہد شکنی کی شکایت کی لیکن یوروشلیم کا بادشاہ اس معاملہ میں بے اختیار تھا۔ اور صلاح الدین کو کوئی طمانیت بخش جواب نہیں دے سکتا تھا۔ سلطان نے فرنگیوں کی اس حرکت سے غصہ کھا کر پندرہ سو عیسائی حاجی جو طوفان سے مصر کے ساحل پر جا پڑے تھے۔ پکڑ لئے اور دھمکی دی کہ اگر مسلمان قیدیوں کو نہیں چھوڑا جاویگا۔ تو وہ ان کو بھی نہیں چھوڑے گا۔ مگر نہ تو سلطان کی خواہشیں اور نہ بالڈون کی التجائیں اور نہ عیسائی حاجیوں کی قسمت اس (شقی) ریناڈ اور ٹیپلر سپاہیوں پر کوئی اثر پیدا کر سکیں۔ جو ہمیشہ سے مسلمانوں کے ساتھ کئے ہوئے معاہدوں کو ایک کھیل سمجھا کرتے تھے۔ اس پر صلاح الدین آخر کار مجبور ہو کر جنگ کے واسطے تیار ہوا۔ اور تیسری دفعہ نیل کے کناروں سے فوج لے کر فلسطین میں داخل ہونے کے واسطے نکلا۔ اس خطرہ کے قریب ہونے پر عیسائیوں نے مسلمانوں کے حملہ کے روکنے کے واسطے اپنی کوششوں

[۱] تاریخ کروسیڈ مچاڈ جلد اول صفحہ ۴۰۵ +

متفق کر لیا۔ شہر میں تمام قسم کے لوگوں کی ایک مجلس منعقد کی گئی۔ بالعموم سب پر ایک ٹیکس اس غرض سے لگایا گیا۔ کہ قلعجات اور شہروں کی اور شہروں کی قلعبندی وغیرہ کی مرمت کی جاوے۔ اور تمام عیسائی سرداروں۔ والیانِ ملک اور نائبوں نے ہتھیار پہن کر اٹھ کھڑے ہوئے لیکن ابھی وہ وقت نہیں پہنچا تھا کہ صلاح الدین یوروشلیم کی سلطنت کو فتح کرتا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اپنی ہر ایک مہم میں وہ عیسائیوں کی طاقت کو جانچتا اور آزماتا تھا۔ اور جب کوئی سخت مقابلہ پیش آتا تھا۔ تو مفید موقع کے واسطے صبر سے انتظار کرتا تھا۔ گیلی کو اپنے نائبوں کے ذریعہ سے تاخت و تاراج کرکے بیروت کا محاصرہ شروع کیا۔ لیکن دفعتاً اس نے اپنی افواج کو ہٹا لیا۔ اور اتابکوں کے ساتھ جنگ کرنے کو متوجہ ہوا۔ جو موصل اور جزیرہ کے بہت سے شہروں کے مالک تھے"۔ (میچاڈ جلد اول صفحہ ۴۰۵)

یہ حالات ہم نے عیسائی فرانسیسی مورخ کے الفاظ میں نقل کئے ہیں۔ تاکہ یہ امر بخوبی ظاہر ہو جاوے کہ اس تازہ عہد شکنی اور آئندہ تمام عیب خونریزی کا باعث عیسائی تھے۔ اور سلطان نے مجبوراً دفع ضرر کے واسطے ہتھیار اٹھائے تھے۔ اس رودرینالڈ (ہمفری) نے علاوہ اس کے کہ بیشمار بے گناہ اور بے ضرر حاجیوں اور تاجروں اور ان کی عورتوں اور معصوم بچوں کو قید کر لیا تھا۔ اور ہزارہا کو ان میں سے قتل کر ڈالا تھا۔ حجاج کا رستہ ہی روک دیا تھا۔ اور اس پر بھی اکتفا نہ کرکے اس ملعون نے حجاز پر چڑھائی کرنے اور حرمین شریفین کو فتح کرنے اور کعبہ اور مزارِ منورہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو لوٹنے کا ارادہ کیا تھا۔ اور تری اور خشکی دونو طرف سے فوجیں روانہ کیں۔ سلطان نے اس وحشتناک خبر کو سنکر سمندری فوج کے پیچھے مصر سے جہاز روانہ کئے۔ اور خشکی پر شام سے لشکر بھیجا۔ عیسائی مقام رابغ تک پہنچ گئے تھے۔ جب اسلامی فوج نے ان کو جا لیا۔ اور چن چن کر ایک ایک کو قتل کر ڈالا۔ سلطان اپنے ایک خط میں بغداد کو لکھتا ہے کہ فرنگی ایک امر مکروہ کے مرتکب ہوئے تھے انہوں نے جنگی جہاز تیار کرکے ان کو جری سپاہیوں اور آلات حرب اور سامان رسد سے پُر کیا۔ اور سواحل یمن و حجاز پر چڑھائی کر دی۔ اور اس نواح میں دور تک پہنچ گئے۔ اس علاقہ کے باشندے سخت خائف ہوئے۔ بلکہ اہل قبلہ کو بھی عواقب امور کی خرابی کے خیال سے سخت اندیشہ ہوا۔ مسلمانوں نے سمجھا کہ قیامت آگئی ہے۔ اور اللہ کا غضب اپنے بیت الحرام اور حبیب معظم کے مقام اور میراث انبیاء قدیم اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربت مبارک کا نگہبان تھا۔ اور انہوں نے اپنا معاملہ خدا کے سپرد کر دیا۔ فرنگیوں کے دو مطلب تھے۔ ایک تو وہ قلعہ ایلہ کو جو حجاز کے دہانہ پر ہے لینا چاہتے تھے۔ دوسرا اس سمندر میں جو ان کے ملک سے ملا ہوا ہے دخل دینا چاہتے تھے۔ چنانچہ ایک فریق نے قلعہ ایلہ کا قصد کیا کہ اہل قلعہ کو پانی سے محروم کر دیں۔ اور دوسرا فریق سواحل یمن و حجاز کو نکلا۔ تاکہ حاجیوں کو راستہ ہی میں حج سے روکیں۔ اور یمن کے تاجروں اور اہل عدن کو پکڑ لیں اور خونریزی کرکے عرب میں مفسدے برپا کریں۔ اس کے بعد مصر سے جہاز روانہ کئے جانے اور عیسائیوں کا قلع و قمع

کر دینے کا ذکر ہے۔ ریناڈ (ہنفری) ملعون کے بچ جانے کو عیسائی مورخ بھی معجزہ خیال کرتے ہیں +

اس زمانہ میں سلطان ابھی صرف عیسائیوں سے جہاد کرنے کے واسطے فارغ نہیں تھا حلب اور موصل سے ابھی اس کو فراغت نہیں ہوئی تھی۔ بانیہمہ اس نے عیسائیوں کے بھی حواس درست نہیں ہونے دئے۔ اور اسی عرصہ میں آمد حلب اور حارم کو فتح کرکے مطمئن ہو گیا۔ اور جہاد کے واسطے وہ جس وقت منتظر تھا وہ وقت آگیا۔ اس کا ایک سوانح نویس کہتا ہے کہ سلطان کی ہمت کو دیکھنا چاہئے۔ کہ اس کو حلب کی فتح نے جہاد سے نہ روکا بلکہ سلطان کی غرض ہی یہ تھی۔ کہ اسلامی شہروں کی طاقت کو مجتمع کرکے کفار سے جہاد کرنے پر آمادہ ہو +

ریناڈ یا رجینالڈ (ہنفری) کے اُن ناپاک اعمال سے کہ اُس نے مسلمان حاجیوں پر طرح طرح کے ظلم کئے۔ اور بے گناہ مسلمانوں اور عورتوں اور بچوں پر تعدیاں کیں۔ اور اپنی شقاوت سے حرمین شریفین کا قصد کرنے میں بھی تامل نہ کیا۔ سلطان نے غضبناک ہو کر یہ قسم کھائی تھی کہ اس شقی کو اپنے ہاتھ سے قتل کریگا اور جب تک اس کو مسلمان امراء حلب وغیرہ نے روکے رکھا اس غم اور غصہ کو وہ دل ہی دل میں کھایا کیا۔ اسکی بے چین طبیعت نے نہیں مانا۔ کہ ایک دن بھی حلب میں آرام کرے اور مسلسل لڑائیوں اور سفروں کی تکالیف اور تکان کو رفع کرے۔ ۲۲۔ ربیع الآخر کو سینچر کا ایک دن وہاں ٹھیرا۔ اور دوسرے ہی روز نکل کھڑا ہوا۔ اور متواتر کوچ کرتا ہوا۔ ۳ جمادی الاول کو دمشق میں جا پہنچا۔ اور ۲۷۔ جمادی الاول تک جہاد کے واسطے لشکروں کو آراستہ اور ساز و سامان کو درست کرکے دمشق سے روانہ ہو گیا۔ جالوت پر پہنچکر اس نے عیسائی لشکروں کی خبریں دریافت کیں۔ عزالدین جردیک کا اس تفحص کی حالت میں کرک اور شوبک کے حمائتی عیسائی لشکر سے مقابلہ ہو گیا جن کو شکست دے کر وہ سو فرنگی قید کر لایا۔ اور خبر لایا کہ عیسائیوں کی ایک بہت بڑی فوج ہے۔ جو بہت کم اس سرزمین میں جمع ہوئی ہے۔ انگریزی مورخ آرچر لکھتا ہے کہ جب اٹلی کے سوداگروں نے (مسلمانوں کے) اس حملہ کا حال سُنا تو اُنہوں نے اپنے سفر کو ترک کر دیا۔ اور بادشاہ کی فوج میں جا شریک ہوگئے بوڑھے آدمیوں نے بیان کیا کہ فلسطین کی سرزمین نے کروسیڈروں کی اتنی بڑی فوج کبھی نہیں دیکھی تھی۔ ایک ہزار تین سو نائیٹ (سوار) اور پندرہ ہزار سے زیادہ بخوبی مسلح پیادہ فوج تھی۔ ان کے درمیان یورپ کے بڑے بڑے امراء تھے۔ ہنری ڈیوک آف لورین۔ الف ڈی میلین جس کے ساتھ اکوئیٹن کے لارڈ بھی تھے۔ گوئی ڈی لوزگنن۔ ریجینالڈ۔ بالڈون۔ بالیئن۔ ریجینالڈ آف سیڈن۔ والٹر آف قیصاریہ۔ جوسلن ڈی کورٹنی وغیرہ شامل تھے مقام جالوت پر مسلمانوں اور اس عیسائی لشکر کا مقابلہ ہوا۔ سلطان کی ہیبت نے فرنگیوں کے دلوں کو بٹھا دیا۔ اور میدان میں نکل کر لڑنے کی بجائے اُنہوں نے اپنے گرد ایک خندق کھود کر اس کی پناہ میں صرف اپنی حفاظت کی کوشش کرنے لگے۔ مسلمانوں نے حملے کر کرکے ان کو بہت اکسایا کہ لڑائی کے واسطے اٹھیں مگر وہ کسی طرح جنگ

کے لئے آمادہ نہ ہوئے۔ جب مسلمان فوج ان کو طرح دینے کے واسطے ذرا ہٹ گئی۔ تو اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اسباب غنیمت مسلمانوں کے واسطے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ سلطان نے کرک کے قلعوں نابلس اور سبسطیہ پر حملہ کر کے ان کو توڑ ڈالا۔ اور بعض مقامات کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ ریجینالڈ (ہنفری) کو قلعہ کرک نے پناہ دی ہوئی تھی۔ اور سلطان ایک ہی سمت میں اپنے وقت کو مصروف نہیں رکھ سکتا تھا۔ سلطان کا بھائی ملک عادل اس وقت تک مصر میں نائب السلطان تھا فتح حلب کے بعد اس نے حلب کی حکومت طلب کی۔ اس درخواست کو منظور کر کے عادل کو شام میں بلالیا۔ اور تقی الدین کو اس کی جگہ مصر میں بھیجا۔ عادل کو ساتھ لے کر سلطان نے ایک دفعہ کرک پر چڑھائی کی۔ اور اس تمام علاقہ کو جس میں عیسائی مسلمان حاجیوں کو لوٹتے اور ان کا راستہ بند کرتے تھے۔ ویران اور تباہ کر دیا۔ اسی اثنا میں عیسائی افواج کی مقام دالہ پر جمع ہونے کی خبر آئی۔ اور سلطان ان کے مقابلہ کے واسطے فوج روانہ کرنے کی غرض سے دمشق کو لوٹا۔

دمشق میں پہنچ کر کچھ تو وہ ملک کے نظم و نسق صوبہ داران و حکام کے تغیر و تبدل اور سفارتوں سے ملاقات کرنے اور بعض اور ضروری انتظامات میں مصروف رہا۔ اور کچھ بیماری کی وجہ سے اس کو چند روز دمشق ہی میں ٹھیرے رہنا پڑا۔ ۵۸۰ ہجری کے آغاز میں وہ پھر کرک پر حملہ کرنے کو تیار ہوا۔ تقی الدین کو مصر سے اور عادل کو حلب سے بلایا۔ اور بعض اور مقامات سے بھی فوجیں طلب کیں۔ اور ۱۴ جمادی الاول کو کرک کا محاصرہ شروع کر دیا۔ منجنیق نصب کر دیں۔ مصری۔ شامی اور جزری فوجیں اکٹھی ہو کر محاصرہ پر جم گئیں فرنگیوں کو خبر پہنچی تو وہ اپنے سواروں اور پیادوں کی ایک جرار فوج کے ساتھ کرک کی مدد کے واسطے آئے مسلمانوں کو ایک تازہ مشکل پیش آگئی۔ کہ مصر کا راستہ بند ہو گیا۔ اور ایک بڑی فوج کی حمایت کے بغیر قافلے اس راستے سے گذر ہی نہیں سکتے تھے۔ مگر سلطان نے بڑی کوشش سے راستہ فرنگیوں سے صاف کر دیا۔ باہر سے آنے والی عیسائی فوج کے مقابلہ کے واسطے اس محاصرہ کو چھوڑ دینا پڑا۔ اور کرک کی نسبت اس دفعہ بھی کامیابی نہ ہوئی اور دمشق کو لوٹ گیا۔

۵۸۱ ہجری میں سلطان کو سب سے بڑا کام موصل کا پیش آیا۔ حلب کے بعد موصل اب تک مطیع نہ ہوا تھا۔ ماہ رمضان کو گذار کر وہ حلب کو گیا۔ اور وہاں لشکر کی ترتیب کر کے موصل کے محاصرہ کے واسطے بڑھا۔ اسی اثنا میں شاہ ارمن والی خلاط کے فوت ہو جانے کے سبب سے اس کو خلاط کے مطیع کرنے اور میافارقین کو فتح کرنے کا موقع ملا۔ اور اب تیسری دفعہ جب موصل کا محاصرہ شروع کیا تو اہل موصل بھی ہر ایک بیرونی امداد سے مایوس ہو کر اطاعت قبول کرنے کو راضی ہو گئے۔ اس زمانہ میں ایک بڑی مصیبت یہ آئی کہ سلطان بیمار ہو گیا۔ اور ایسا سخت بیمار ہو گیا کہ طبیبوں نے اس کے جانبر ہونے سے مایوسی ظاہر کر دی۔ ملک میں اس کی وفات بھی مشہور ہو گئی

اور اس نے وصیتیں بھی کر چھوڑیں۔ مگر خداوند کریم نے رحم کیا۔ اور جان بچ گئی۔ اور سلطان کچھ ضروری کام کرنے اور ملکو کے انتظام کی غرض سے دمشق چلا گیا ۔

اس مقام پر ہر ایک عیسائی مورخ نے عیسائیوں کی جماعت اور سلطنت کی اکثر خرابیوں کو بیان کیا ہے۔ جو بہت جلد ان کی طاقت کو صلاح الدین کے ہاتھوں سے مغلوب کر دینے والی تھیں۔ ان امور کو اگر اس غرض سے بیان کیا گیا ہے۔ کہ سلطان کی بزرگی میں وہ کچھ کمی پیدا کریں۔ تو یہ ایک غلط کوشش اپنے دل کو تسلی دینے کے واسطے کی گئی ہے۔ یہ ایسے حالات نہیں ہیں جو اسی وقت عیسائیوں میں پیدا ہو گئے۔ بلکہ مفصل لکھنے والوں کی تاریخ کا ایک صفحہ بھی ان سے خالی نہیں ہے۔ سلطنت میں عیسائی امرار کی بے اتفاقی کو بیان کیا گیا ہے۔ مگر یہ بے اتفاقی اسی روز سے اُن میں موجود تھی جس روز سے انہوں نے مشرق کی سرزمین میں قدم رکھا تھا۔ اور مسلمانوں کے تفرقہ اور کمزوری سے فائدہ اُٹھا کر ایک حصہ زمین پر قبضہ کر لیا تھا۔ عیسائی امرا ہمیشہ اپنے اپنے مقبوضات اور طاقت کو بڑھانے کے واسطے جھگڑتے رہتے تھے۔ اور مشرق میں آنے کی ان کی غرض ہوس ملک گیری کے سوائے کچھ اور بہت کم تھی۔ مذہب کا جادو ضرور اس وقت کام میں لایا جاتا تھا۔ اور وہ اثر بھی کرتا تھا جب مسلمانوں سے مقابلہ ہوتا تھا۔ اس وقت سب عیسائی امرا متفق اور جمع ہو جاتے تھے۔ اور یہ ایک ایسا امر تھا۔ جو ان کے ہمعصر مسلمان امرا میں نہیں پایا جاتا تھا۔ جماعت کے متعلق ان کی بدکرداری کو بیان کیا گیا ہے مثلاً ٹائر کا مقدس آرچ بشپ تحریر کرتا ہے کہ "تمام شہر یروشلیم میں مشکل سے ایک بھی باعصمت عورت پائی جاتی تھی"۔ میچاڈ لکھتا ہے کہ "عیسائی نوآبادیوں کے سرگروہ اور نیز گرجا کے سرار اور عہدہ دار بدکرداری اور شہوت رانی کی مثالیں قائم کرتے تھے۔ عیسائیوں نے ایک یروشلیم کی ملکہ بالڈون ثالث کی بیوہ کو دیکھا کہ اندرونی کس کے ساتھ اس کے ناجائز تعلقات تھے۔ اور اپنی عیاشیوں کی ہم صحبت کے ساتھ مسلمانوں میں پناہ لینے کے واسطے گئی۔ بوہمند (برنس) شاہ انطاکیہ نے اپنی بیگم ارنیا کو اس غرض سے چھوڑ دیا کہ اس کے ایک مصاحب کے ساتھ شادی کرے۔ ہرکیلی اس بطریق (یروشلیم) نے اپنا یہ (مقدس اور بزرگ) رتبہ ان ناپاک اور جہنمی اوصاف سے حاصل کیا۔ کہ یروشلیم کا خزانہ جو حاجیوں اور غریبوں کا حق تھا بدکار زنا کار رعوتوں کو بخشتا تھا" الخ۔ لیکن یہ حالات میچاڈ کی تاریخ کے ہر صفحہ پر ملتے ہیں۔ اس مقام پر ان کی خصوصیت کیا ہے۔ میچاڈ زمین اور آسمان کی علامتوں اور تغیرات اور غیر معمولی نشانات کو بھی عیسائیوں کی آئندہ خرابی کی شہادتوں میں شامل کرتا ہے۔

یروشلیم کا نوجوان اور مجذوم عیسائی بادشاہ فی الواقع کام کاج کے لائق نہ رہا تھا۔ اور اس نے خود ہی یروشلیم کو اپنے واسطے رکھ کر باقی مملکت پر اپنے بہنوئی گوئی ڈی لوزگنن کو نائب السلطنت مقرر کیا۔ لیکن سب لوگ گوئی سے خوش نہ تھے۔ اور خصوصاً ریمنڈ صاحب طرابلس جو اس عہدہ اور امتیاز کو اپنا حق سمجھتا تھا۔ خود بالڈون بھی گوئی

سے ناراض ہوگیا۔ اور عیسائی امراء کی ایک کونسل میں یہ فیصلہ ہوا۔ کہ بالڈون اپنے کمسن بھانجے کو اپنا جانشین مقرر کرے اور اپنے ہاتھ سے تاج پہنائے۔ چنانچہ اس نے اپنی بہن سائی بلا کے خورد سال لڑکے کو جو اس کے پہلے خاوند مانٹفرٹ سے تھا تاج پہنا دیا۔ اور اس کی کم سنی میں ریمنڈ صاحب طرابلس دس برس کے واسطے نائب الریاست مقرر ہوا۔ شاہ بالڈون نے اپنی اسی ناراضی میں جو اس کو گوئی سے تھی۔ اپنی بہن کا نکاح گوئی سے فسخ کر دینا چاہا۔ اور گوئی کو طلب کیا۔ مگر وہ اپنی بیگم کو لے کر عسقلان کو چلا گیا۔ اور جب بادشاہ وہاں پہنچا۔ تو اس پر قلعہ کے دروازے بند کر دئے۔ بالڈون اور بھی غضب آلود ہو کر یافہ کو چلا گیا۔ اور عکا میں ایک بڑی کونسل منعقد کی۔ گوئی کے دوستوں نے اس کی عفو تقصیر کی درخواست کی۔ جس کو بالڈون نے نامنظور کیا۔ گوئی نے عربوں کی ایک جماعت کو لوٹ کر جو شاہی حفاظت اور پناہ میں تھے۔ بادشاہ کو اور بھی ناراض کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ اور ریمنڈ صاحب طرابلس ایک طرف ہو گئے۔ اور گوئی اور ریجینالڈ (ہمفری) دوسری طرف۔ مسلمان مورخ اس موقع کے متعلق واقعات میں بیان کرتے ہیں۔ کہ کونس عیسائی بادشاہ سے ناراض ہو کر سلطان سے خط و کتابت کی تھی۔ اور امداد کے وعدے لئے تھے۔ لیکن مسلمان مورخ اس سے پہلے ریمنڈ صاحب طرابلس کو کونس صاحب طرابلس لکھتے آئے ہیں۔ اور گو ریمنڈ صاحب طرابلس بھی کچھ عرصہ بعد یروشلیم کی عیسائی جماعت سے ناراض ہو گیا تھا لیکن عیسائی مورخ صرف گوئی ڈی لوزگنن اور ریجینالڈ (ہمفری) کی نسبت بیان کرتے ہیں۔ کہ وہ سلطان سے خط و کتابت کر رہے تھے (تاریخ آرچر صفحہ ۲۶۸) اور اپنے مدعا اور سلامتی کے واسطے اس سے صلح کرنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن اس شور و شغب کے باوجود عکا کی اسی کونسل میں تمام عیسائیوں نے بالاتفاق یہ تجویز کی کہ شاہان یورپ کے پاس امداد کے واسطے اپیل اور درخواست کیجائے۔ چنانچہ بطریق ہرکلیس اور دو گرینڈ ماسٹروں کی نسبت تجویز کیا گیا۔ کہ ان کو اس غرض کے واسطے یورپ روانہ کیا جائے کہ پوپ لوسی اس ثالث کی سفارش اور تائید سے یورپ سے امداد کی درخواست کریں۔ یہ بطریق ابھی یورپ میں کروسیڈ کا وعظ کرتا۔ اور امداد مانگتا پھر رہا تھا۔ کہ بالڈون چہارم شاہ یروشلیم فوت ہو گیا ریمنڈ صاحب طرابلس نے جو نائب السلطنت تھا۔ سلطان سے چار سال کے واسطے صلح کر لینے سے عیسائیوں میں بہت کچھ شہرت حاصل کر لی۔ لیکن گوئی کے علاوہ ریمنڈ کا ایک اور مخالف کھڑا ہو گیا تھا۔ یہ شخص جیرارڈ ڈی ایڈفورٹ جو ایک فرانسیسی نایٹ تھا۔ رفتہ رفتہ نائیٹوں فرقہ ٹمپلر کا گرینڈ ماسٹر ہو گیا تھا۔ گوئی اس کی امداد سے ریمنڈ کے مقابلہ میں گوئے سبقت حاصل کرنے کی کوششوں میں ویسا ہی مصروف تھا۔ اور آخر کار بالڈون متوفی کی بہن اپنی منکوحہ سائی بلا کو راضی کر لینے میں کامیاب ہو گیا۔ اور یروشلیم میں ریمنڈ کی غیر حاضری میں تخت پر بٹھا دیا گیا۔ اس موقع پر بیان کیا جاتا ہے کہ ریمنڈ (کونس) صاحب طرابلس بھی سلطان سے خفیہ طور پر خط و کتابت کر رہا تھا۔ لیکن اس واقع کی صحت یا غلطی کی تحقیق کرنے کی کوشش کرنا بیفائدہ ہے۔ کیونکہ اس سے عیسائیوں کو کچھ نقصان

یا مسلمانوں کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا ہے عیسائیوں کی مصیبت اور خرابی کا وقت قریب تھا۔ اور اس کو وہی شخص ریجینالڈ ڈی چیٹیلن (جس کو مسلمان مورخ پہلے ہنفری لکھتے تھے اور اب برنس ارناط لکھنے لگے ہیں) لایا۔ اس نے سلطان سے صلح کی درخواست کی تھی۔ اور جہاں سلطان نے اور عیسائیوں کے ساتھ صلح کی تھی اس کے ساتھ بھی کر لی تھی۔ اور اس کو عیسائیوں کی ضمانت پر گویا امان دیدی تھی لیکن یہ بدکردار شخص اپنی حرکات سے باز نہیں آنے والا تھا۔ بقول عیسائی مورخ آرچر کے اس نے ایک قافلہ پر جس کا رستہ کرک کے علاقہ سے تھا حملہ کیا اور کاروان کو لوٹ لیا۔ آرچر لکھتا ہے کہ "اس کاروان پر حملہ کرنا یوروشلیم کی تباہی کا باعث تھا صلاح الدین نے جہاد کی قرنا پھونک دی یا نقارہ بجا دیا"۔

عیسائی مورخوں کے بیان کے مطابق ایک بڑی شکست عیسائیوں نے سلطانی فوج سے کھائی جو ملک افضل کے ماتحت اس علاقہ کی تسخیر کر رہی تھی۔ ریجینالڈ ڈی چیٹیلن (ہنفری یا برنس ارناط) کو فرانسیسی مورخ ریناڈ کا نام دیتا ہے اور لکھتا ہے کہ "ریناڈ نے مسلمانوں پر اپنی تاخت و تاراج جاری رکھی اور صلاح الدین کی شکایات کا جواب اس نے نئے عہدوں کے توڑنے سے دیا"۔ اس کے بعد وہ جنگ کی کیفیت بیان کرتا ہے۔ جو عیسائیوں نے سلطانی فوج سے کیا۔ یکم مئی ۱۱۸۷ء کو یہ لڑائی ہوئی اور تمام عیسائی فوج میں سے صرف تین شخص زندہ بچ کر واپس گئے۔ غرض یہ عیسائیوں ہی کی بدعہدی تھی جس نے سلطان کو پھر ہتھیار اٹھانے پر مجبور کیا۔ اور ۵۸۳ھ کے محرم کی پہلی تاریخ کو سبت کے دن دمشق سے ایک بڑا لشکر لے کر نکلا۔ سلطان کا ہمشیرہ زاد حسام الدین بن عمر اور سلطان کی ہمشیرہ حاجیوں کی جماعت کے ساتھ آنے والے تھے۔ اور اس شریر ہنفری یا برنس ارناط والی کرک سے جو حجاج کے قافلے لوٹتا تھا خوف تھا کہ ان کو تکلیف نہ پہنچے۔ اس واسطے سلطان بصرہ پر جا ٹھیرا۔ اور جب حجاج بخیر و عافیت پہنچ گئے۔ تو ان سے ملاقات کر کے اور فارغ ہو کر کرک پر جا اُترا۔ اور پھر شوبک کو نکل گیا۔ اور اس نواح میں عیسائی طاقتوں کو کمزور کرتا ہوا ۱۷۔ ربیع الاول کو مقام عشترا پر جا پہنچا۔ وہاں ملک افضل اور مظفر الدین مع تمام عساکر کے اس کے ساتھ شامل ہوئے۔ اور دوسرے علاقہ جات سے جو فوجیں آئی تھیں وہ بھی اسی جگہ پہنچ گئیں۔ وسط ربیع الآخر میں افواج کو ترتیب دی گئی اور ان پر عہدہ دار مقرر کر کے ایک جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ فتح و نصرت کی دعائیں مانگیں۔ جیسا کہ ہمیشہ اس کا دستور تھا۔ اور فوج کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ اور دشمن سے نبرد آزمائی کے واسطے نکلا۔

عیسائیوں نے اس شکست سے جو انہوں نے سلطانی فوج سے کھائی تھی۔ ایک مفید سبق حاصل کر لیا تھا بقول مچاڈ کے اس فاش شکست نے عیسائیوں کی باہمی بے اتفاقی کو رفع کر دیا۔ بادشاہ اور ریمنڈ صاحب طرابلس باہم راضی ہو گئے۔ اور ریمنڈ کے یوروشلیم آنے پر بادشاہ گوئی اس کو نہایت خلوص اور محبت سے ملا۔ اور مجمع عام

ہیں دونو شاہزادے ایک دوسرے کے بغلگیر ہوئے۔ ضرورت اور خطرہ کے وقت عیسائی ہمیشہ متفق ہو جایا کرتے تھے۔ سلطان کی فوج کشی کی خبریں وہ سُن چکے تھے۔ یوروشلیم میں ایک عام جلسہ میں سب باتفاق شریک ہوئے صلیب کی لکڑی جو عیسائیوں کے درمیان جوش پیدا کرنے کا ایک یقینی ذریعہ تھی باہر نکال کر دکھائی گئی اور پھر اس کو صفوریہ کے میدان میں جہاں عیسائی فوجیں اکٹھی ہو رہی تھیں۔ لے گئے۔ مجاہد کے بیان سے مطابق پچاس ہزار عیسائی فوج میدان صفوریہ میں خیمہ زن تھی۔ اور بعض اور روایات میں تو اسی ہزار تک بیان کی گئی ہے ✣

سلطان نے عیسائیوں کے اس اجتماع کی خبر سُن کر اُدھر ہی کا رُخ کیا۔ اور بحیرہ طبریہ کے غربی پہاڑ پران کے قریب جا اُترا۔ سلطان منتظر تھا کہ عیسائی فوجیں اس کی آمد کی خبر پاکر جنگ کے واسطے نکلینگی مگر انہوں نے اپنے مقام سے حرکت نہ کی۔ اس پر سلطان نے اپنی فوج کے بڑے حصہ کو وہیں مقیم رہنے دیا۔ اور خود ایک حصہ فوج کے ساتھ طبریہ کی طرف چلا گیا۔ اور بڑی عجلت سے طبریہ کے قلعہ کو توڑ کر فتح کر لیا۔ طبریہ کی فتح کا حال جب عیسائیوں نے سُنا۔ تو ان میں تاب ضبط نہ رہی۔ اور طبریہ کو چھڑانے کے واسطے انہوں نے اپنی جگہ سے حرکت کی۔ سلطان اسی انتظار میں تھا۔ عیسائی فوج کی حرکت کی خبر پا کر طبریہ سے ہٹ آیا۔ اور دشمن کے مقابلہ پر آ کھڑا ہوا۔ سلطان نے اپنی فوج کو بولی (جبل طبریہ) کی بلندی پر اس طرح سے آراستہ کیا تھا۔ کہ عیسائی فوج تینوں طرف سے گھر گئی۔ اور انہوں نے بالاتفاق یہ ارادہ کیا۔ کہ مسلمانوں کی فوج کی صفوں کو چیر کر یردن کے کنارے تک اپنا راستہ کھول لیں۔ اس ارادہ سے عیسائی فوج نے بڑھنا شروع کیا۔ اور مسلمانوں نے اطراف کی بلندی پر سے تیر برسانے شروع کئے۔ اور جب عیسائی فوج کچھ دور تک جا چکی تو سلطان بذات خود ایک حصہ فوج کو لے کر بلندی پر سے نیچے اُتر آیا۔ اور عیسائی فوج کا راستہ روک کر اسکے مقابلہ میں جم گیا۔ اور سواروں کی فوج کے ساتھ عیسائیوں پر پے در پے حملے کرنے شروع کئے ہر ایک حملہ میں عیسائی فوج کے پاؤں اکھڑ جاتے تھے۔ مگر صلیب کی لکڑی جو فوج کے آگے تھی ان کے جوشوں کو تازہ کر کے پھر لڑا لیتی تھی۔ اور وہیں کٹ کر گرے جاتے تھے۔ مسلمان سواروں کے حملوں کا کوئی چیز مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ وہ دشمن کی صفیں چیر پھاڑ کر نکلجاتے تھے۔ اور دُور تک عیسائیوں کو موت کے پیغام پہنچا آتے تھے۔ بقول مجاہد کے فتح مسلمانوں کی طرف مائل ہو چکی۔ لیکن رات نے دونو فوجوں کو اپنے تاریک پردوں کے نیچے چھپا لیا۔ اور فوجیں اسی طرح ہتھیار پہنے ہوئے جہاں تھیں صبح کے انتظار میں پڑی رہیں۔ ایسی قیامت کی رات میں آرام کس کو نصیب ہو سکتا تھا۔ سلطان تمام رات فوجوں کو جنگ کے واسطے برانگیختہ کرتا رہا۔ نہایت پُر جوش الفاظ میں ان کی ہمت اور حوصلوں کو بڑھانے کی کوشش کی۔

تیر اندازوں میں چار چار سو تیر تقسیم کر کے ان کو ایسے مقامات پر متعین کیا کہ عیسائی فوج ان کے احاطہ نہ نکل سکے عیسائیوں کی کیفیت کی نسبت مجاؤ لکھتا ہے کہ عیسائیوں نے تاریکی سے یہ فائدہ اُٹھایا۔ کہ اپنی صفوں کو قریب قریب یکجا کر لیا۔ لیکن ان کی طاقت صرف ہو چکی تھی۔ بعض وقت وہ ایک دوسرے کو موت کی پروا نہ کرنے کی تعلیم دیتے تھے۔ اور بعض وقت آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر خدا سے اپنی سلامتی کی دعائیں مانگتے تھے۔ کسی وقت وہ اُن مسلمانوں کو جو ان کے نزدیک تھے دھمکیاں دیتے تھے۔ اور اپنے خوف کو چھپانے کے واسطے تمام رات فوج میں ڈھول اور نرمیں بجاتے رہے۔ آخر کار صبح کی روشنی نمودار ہو گئی۔ جو تمام عیسائی فوج کی بربادی کا ایک نشان تھی۔ عیسائیوں نے جب صلاح الدین کی تمام فوج کو دیکھا۔ اور اپنے آپ کو سب طرف سے گھرا ہوا پایا۔ تو خوف زدہ اور متعجب ہو گئے۔ دونو فوجیں کچھ دیر تک ایک دوسرے کے سامنے اپنی اپنی صفوں میں آراستہ کھڑی رہیں۔ صلاح الدین حملہ کا حکم دینے کے واسطے اُفق پر روشنی کے اچھی طرح نمودار ہو جانے کا انتظار کر رہا تھا۔ جب صلاح الدین نے وہ مہلک لفظ پکار دیا۔ تو مسلمان سب طرف سے یکبارگی حملہ کر کے خوفناک آوازیں بلند کرتے ہوئے (جس سے اس کی مراد نعرہ اللہ اکبر سے ہے) ٹوٹ پڑے عیسائی فوج کچھ دیر تک تو جان توڑ کر لڑی۔ مگر ان کی قسمتیں ان کے دنوں کو ختم کر چکی تھیں۔ ان کی بائیں جانب کوہ حطین واقع تھا۔ تلواروں اور نیزوں کے سایہ میں پناہ نہ دیکھ کر وہ حطین کی طرف بڑھے۔ کہ اسی کو اپنا پناہ گاہ بنالیں۔ لیکن تعاقب کرنے والے مسلمان وہاں ان سے پہلے پہنچنے والے تھے۔ اور یہی مقام اس عظیم اور مہیب خونریزی کی یادگار ہونے والا تھا۔ صلیب کی لکڑی جو عکا کے پادری کے ہاتھ میں تھی۔ پادری کے کٹ کر گر جانے پر لڈا کے پادری نے سنبھالی۔ مگر وہ مع صلیب کے مسلمانوں کے ہاتھوں میں قید ہو گیا۔ صلیب کو پکڑنے کی کوشش کرنا بقیہ عیسائی فوج کی موت کا باعث ہو گیا۔ حطین کی زمین کشتوں کے پشتوں سے بھر گئی۔ خون کا دریا بہ نکلا۔ ایک روایت کے مطابق تیس ہزار عیسائی فوج کے خون سے زمین رنگی گئی۔ اور تیس ہزار ہی مسلمانوں کی قید میں آگئے۔ مسلمانوں کی فوج کے نقصان کا کوئی صحیح اندازہ بیان نہیں کیا گیا۔ مگر ایسی فتح آسانی سے حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔ عیسائی نائٹ اور سوار سر سے پاؤں تک لوہے کی زرہوں وغیرہ میں ایسے ڈھپے ہوئے ہوتے تھے۔ کہ سوائے آنکھ کے ان کے جسم کا کوئی مقام ننگا نہیں ہوتا تھا۔ اور کوئی ہتھیار آسانی سے ان پر کارگر نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک مسلمان مورخ اس امر کو بطور ایک عجیب واقع کے بیان کرتا ہے۔ کہ عیسائی سوار سرتاپا لوہے سے ڈھپے ہوئے تھے۔ اور ان کے جسم پر نیزہ اور تلوار سے کوئی زخم کرنا مشکل ہوتا تھا۔ اس واسطے پہلے گھوڑے کو قتل کر کے سوار کو زمین پر گرانا پڑتا تھا اور پھر اس کو مارا جاتا تھا۔ اسی سبب سے تمام بیشمار مال غنیمت میں کوئی گھوڑا مسلمانوں کے ہاتھ نہ آیا عیسائی

سنقتولوں کے سخت ہیبت ناک نظارے مورخوں نے بیان کئے ہیں۔ ان کی صفوں کی صفیں کٹی پڑی تھیں اور جدھر نظر جاتی تھی سوائے کٹے ہوئے سروں اور الگ کئے ہوئے اعضا اور بے سر تنوں کے ڈھیروں اور پشتوں کے کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ اسی طرح عیسائی قیدیوں کی تعداد بھی عظیم تھی۔ ایک ایک رسی میں تیس تیس۔ چالیس چالیس عیسائی باندھ دئے گئے۔ اور سو سو اور دو دو سو قیدیوں کو ایک ایک جگہ بند کیا گیا۔ جن پر ایک ہی مسلمان محافظ تھا۔ ایک شخص اپنا چشمدید واقع بیان کرتا ہے۔ کہ ایک مسلمان سپاہی اکیلا چالیس عیسائی قیدیوں کو خیمہ کی رسی سے باندھ کر ہانکتا ہوا لے جا رہا تھا۔ دمشق میں تین دینار کو ایک ایک عیسائی قیدی فروخت ہوا۔ اور ایک سپاہی نے جس کے پاس جوتا نہ تھا۔ اپنے حصہ کے ایک عیسائی قیدی کو ایک کفش دوز کے ہاتھ ایک جوتے کے بدلے فروخت کیا۔ مال غنیمت کی تقسیم سے ہر ایک غریب سپاہی بھی مالدار ہو گیا۔ غرض اس قسم کے حالات ہیں جو بیان کئے گئے ہیں جس سے ظاہر کیا جاتا ہے کہ حطین کی شکست نے عیسائیوں کی طاقت کو جڑ سے اکھیڑ دیا تھا۔ اور اس سے زیادہ ابتری اور تباہی کیا ہو سکتی ہے کہ عیسائیوں کی صلیب۔ عیسائیوں کا بادشاہ۔ ہر ایک عیسائی امیر اور نامور شخص مسلمانوں کے ہاتھ میں قید ہو گیا تھا۔ امرا۔ اور نامور والیان ملک عیسائیوں میں سے صرف ایک شخص ریمنڈ صاحب طرابلس جو فوج کے پچھلے حصہ پر متعین تھا۔ میدان جنگ سے جان بچا کر بھاگ سکا۔ مگر موت نے وہاں بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا۔ اور طرابلس میں پہنچ کر دل شکستگی سے یا ذات الجنب کی مرض سے مر گیا +

فتح کے بعد سلطان نے ایک دربار منعقد کیا۔ اور اس میں تمام شاہی قیدی اس کے سامنے پیش کئے گئے گوئی بادشاہ یوروشلیم اس کا بھائی جیفری۔ رینالڈ یا ریجینالڈ (ہنفری یا برنس ارناط) صاحب کرک اور تمام نامور عیسائی قیدی حاضر کئے گئے۔ سلطان نے بادشاہ کو اپنے پاس جگہ دی۔ اور باقی امرا کو بھی بٹھایا۔ اور بادشاہ گوئی سے جو ہیبت سلطانی سے کانپ رہا تھا۔ نرمی اور ملاطفت سے باتیں کیں۔ اور سرد پانی پینے کو منگوا کر دیا اس نے وہ پانی برنس ارناط والی کرک کو دینا چاہا۔ جس پر سلطان نے اس کو ٹوک دیا۔ کہ یہ پانی تم دیتے ہو۔ میں نہیں دیتا ہوں۔ جس سے اس کی مراد یہ تھی کہ سلطان سے وہ کوئی رعایت حاصل نہیں کر سکیگا۔ اسی ہنفری یا برنس ارناط نے بارہا سلطان سے عہدوں کو توڑا تھا۔ عاجز اور بے پناہ حاجیوں اور تاجروں کو لوٹا اور بیرحمی سے عورتوں اور بچوں کو قتل کیا تھا۔ حرمین شریفین پر حملہ کرنے کو گیا تھا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت گستاخانہ اور ناشائستہ کلمات کہے تھے۔ جن کو سنکر سلطان نے قسم کھائی تھی کہ اس کو پکڑے گا تو اپنے ہاتھ سے قتل کریگا۔ سلطان نے اس کو اس کی بدعہدیوں اور غداریوں کے واسطے ملامت کی اور اسی روز یا دوسرے روز شہر میں داخل ہونے کے بعد اپنے ہاتھ سے یا اپنے حکم سے قتل کرا دیا۔ اور بادشاہ گوئی اور امراء

قیدیوں کو زیر حفاظت دمشق میں بھیجدیا +

یکشنبہ کی صبح کو سلطان طبریہ میں داخل ہوا۔ اور ریمنڈ صاحب طرابلس کی بیگم کو جو طبریہ میں تھی۔ امان دے کر اس کے خاوند کے پاس طرابلس کو بھیجدیا۔ اور اگلے روز قیدیوں میں جو قیدی طبقہ ٹمپلرس (داویہ) اور ہاسپٹلرس (استباریہ) کے تھے۔ اور جن کے شر و فساد اور مسلمانوں کی سرزمین میں ہر وقت اور ہر زمانہ میں حملے کرنے سے سلطان ناراض تھا قتل کرنے کا حکم دیدیا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ ان کو بھی دمشق بھیجدیا۔ اور لکھدیا تھا۔ کہ ان ہر دو فرقوں یا طبقوں کا جو شخص اسلام لے آوے اس کو چھوڑ دیا جاوے اور باقیوں کو قتل کردیا جائے +

آخر ربیع الآخر ۵۸۳ھ ہجری کے چہارشنبہ کے روز سلطان نے عکا کی طرف کوچ کیا۔ یہ مشہور بندرگاہ جو تاجروں اور سوداگروں سے بھرا ہوا تھا اور جس نے بقول مورخ مچاؤ کے پچھلے زمانہ میں مغرب کی نہایت طاقتور قوموں کے حملوں کا تین برس تک مقابلہ کیا تھا۔ دو روز بھی سلطان کے مقابلہ میں ٹھیر سکا۔ سلطان نے اہل شہر کو امان اور آزادی دی کہ اپنے سب سے قیمتی اسباب جو لیجا سکیں لے کر وہاں سے چلے جائیں۔ جمعہ کے روز سلطان شہر میں داخل ہوا۔ اور قاضی فاضل بھی اس موقع پر مصر سے آگئے تھے۔ اور سب سے پہلے نماز جمعہ ساحل کے علاقہ میں عکا میں پڑھی گئی۔ اس کے بعد نابلس۔ جیفا۔ قیصاریہ۔ صفوریہ۔ ناصرہ یکے بعد دیگرے بہت جلد بغیر کسی مزاحمت کے فتح کر لئے گئے۔ اور اسی سلسلہ فتوحات میں تمام ساحل کو چند ہی ماہ میں سلطانی افواج نے سخر کر لیا۔ ایک مورخ نے ان میں سے بعض مشہور مقامات کے نام بترتیب ذیل یکجا لکھے ہیں۔ طبریہ۔ عکا۔ زریب۔ معلیا۔ اسکندرونہ۔ تبنین۔ ہونین۔ ناصرہ۔ غور۔ صفوریہ۔ فولہ۔ جنین۔ ارمین۔ دیوریہ۔ عفربلا۔ بیسان۔ سبسطیہ۔ نابلس۔ لجون۔ اریحا۔ سنجل۔ بیرہ۔ یافا۔ ارسوف۔ قیصاریہ۔ جیفا۔ صرفند۔ صیدا۔ بیروت۔ قلعہ ابی الحسن۔ جبیل۔ نجدل یابا۔ جبل الجلیل۔ مجدل حباب۔ دارم۔ غزہ۔ عسقلان۔ تل صافیہ۔ تل احمر۔ اطرون۔ بیت جبرل۔ جبل الخلیل۔ بیت اللحم۔ لاب۔ ریلہ۔ قریتا۔ القدس۔ صوبا۔ ہرمز۔ بتیع۔ عفرا۔ شقیف +

ان مقامات میں سے اکثر کو سلطان نے امن اور مصالحت کے ساتھ لے لئے۔ ان کے باشندوں کو اپنا مال و اسباب لے کر امن سے چلے جانے کی اجازت دی۔ مصالح ملکی کے لحاظ سے سلطان اپنی نرمی اور ملاطفت کے سلوک میں غلطی کر رہا تھا۔ کہ وہ ان متفرق باشندوں اور ان کی پریشان طاقتوں کو یکجا جمع ہو جانے اور اس جمعیت سے ایک مضبوط طاقت پیدا کر لینے کا موقع دے رہا تھا۔ اور اس خطرناک غلطی کا اس کو آخر خمیازہ اٹھانا پڑا۔ مگر کوئی اس قسم کا خیال اس کو اس وقت احسان اور مروت کرنے سے باز نہ رکھ سکا۔ وہ تمام

عیسایوں کو امن اماں دینے اور صلح کے ساتھ اطاعت قبول کرانے کے واسطے تیار رہا۔ بعض مقامات کے لوگ اس سے مقابلہ کرنے پر تیار ہوئے۔ مگر ان کو بھی اماں دینے کے واسطے جب وہ اماں مانگیں وہ ہر وقت آمادہ و تیار رہتا تھا۔ مثلاً عسقلان کے لوگوں نے جو ایک نہایت مضبوط اور ساتھ ہی نہایت مفید مقام تھا۔ کیونکہ مصر کے ساتھ براہ راست آمد و رفت کے تعلقات قائم کرنے کا ایک محفوظ اور کارآمد ذریعہ تھا۔ مقابلہ کیا اور جب سلطانی فوج نے قلعہ کو توڑ کر شگاف کر ڈالا۔ اور سلطان نے باشندوں کو اس وقت بھی امن قبول کرنے کے واسطے کہا۔ تو انہوں نے انکار کیا۔ اور مقابلہ کے ارادہ کو چھوڑا لیکن گوئی بادشاہ یوروشلیم نے جو سلطان کی قید میں سلطان کے ہمراہ تھا۔ اہل عسقلان کو سمجھایا۔ کہ تم لیے بگاڑ کی بنیا مدہ کوشش میں اپنے اہل و عیال کی جانوں کو خطرہ میں نہ ڈالو۔ اس پر انہوں نے سلطان کے پاس آ کر صلح اور امن کی درخواست کی اور سلطان نے بقول مجاہد کے ان کی شجاعت کی داد دینے میں جو شرائط انہوں نے پیش کیں منظور کر لیں اور اپنے بادشاہ کی نسبت ان کی محبت کے خیالات سے متاثر ہو کر بادشاہ کو ایک سال کے اختتام پر آزاد کر دینے کے لئے رضامند ہو گیا ✦

سلطان کو ان تمام مفتوحہ مقامات سے کثیر التعداد مسلمان قیدیوں کے آزاد کرنے کا موقع ملا۔ ایک شہر کے فتح کرنے کے بعد جو کام سب سے پہلے سلطان کرتا تھا۔ وہ قیدیوں کی زنجیریں توڑنا اور ان کو آزاد کرنا۔ اور کچھ مال و متاع دے کر رخصت کر دینا ہوتا تھا۔ اس سال میں سلطان نے دس ہزار سے زیادہ مسلمان قیدی آزاد کئے۔ جو مختلف مقامات میں عیسایوں کی قید میں تھے ✦

فتح بیت المقدس

ساحل کے تمام ملک کے فتح ہو جانے پر صرف صور اور بیت المقدس عیسایوں کے ہاتھ میں اور قابل فتح رہ گئے تھے اور یہ سب کچھ بیت المقدس کے واسطے تھا جو کیا گیا تھا۔ یہ وہ نورالدین مرحوم کی عمر بھر کی آرزو تھی جس کے پورا نہ ہونے پر سلطان نے اس کو اپنی زندگی کا مقصد اور تمنا قرار دیا تھا۔ اور اسی ایک بڑے مدعا کو پیش نظر رکھ کر اپنے تمام کاموں کی علت ٹھیرایا تھا۔ اسی غرض سے اس نے اسلامی حکومتوں کی منتشر طاقتوں اور پریشان اجزا کو جمع کر کے ایک متحد طاقت بنانے کے واسطے ایک عرصہ دراز تک لگاتار اور سرتوڑ کوششیں کی تھیں۔ اور یہی ان تھے جن کا تتمہ اس نے ایسے صبر اور تحمل کے ساتھ کیا تھا۔ اور

جن کے دماب اس قدر قریب پہنچ گیا تھا +

فتح عسقلان کے بعد سلطان نے تمام اسلامی لشکروں کو جو اطراف و جوانب میں منتشر ہوئے ہوئے تھے۔ بیت المقدس کی طرف کوچ کرنے کے واسطے جمع کیا۔ اور علماء و فضلاء اور ہنر اور علم کے اہل کمال کو جو اسی عرصہ میں سلطان کی کامیابی کی خبریں سُن کر مختلف ممالک و دیار سے اس کے پاس جمع ہو گئے تھے ساتھ لیا۔ اور خداوند پاک سے فتح و نصرت کی دعائیں مانگتے ہوئے اس مقدس گھر کی طرف راہی ہوئے۔ بیت المقدس کے قریب پہنچنے پر جب عیسائیوں کی فوج کے ایک دستہ سے اسلامی لشکر کی ایک آگے بڑھی ہوئی جماعت سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ تو سلطان نے تمام ارکان دولت اور بہادران اہل شجاعت اور شاہزادگان عالی قدر اور برادران عالی ہمت اور تمام امراء اور مصاحبین اور اہل لشکر سے ایک دربار مرتب کیا۔ اور ان سب سے صلاح مشورہ لیا۔ اور خاتمہ پر ان سب کو خطاب کر کے ایک پُر اثر تقریر کی اور کہا کہ :-

"اگر خداوند تعالیٰ کی مدد سے ہم نے دشمنوں کو بیت المقدس سے نکال دیا۔ تو ہم کیسے سعادتمند ہونگے۔ اور جب وہ ہمیں توفیق بخشیگا۔ تو ہم کتنی بڑی بھاری نعمت کے مالک ہو جائینگے۔ بیت المقدس اکیانوے برس سے کفار کے قبضہ میں ہے اور اس تمام عرصہ میں اس مقدس مقام پر کفر اور شرک ہوتا رہا ہے۔ اور ایک دن بلکہ ایک لحظہ بھی خدائے واحد کی عبادت نہیں ہوئی۔ اتنی مدت تک مسلمان بادشاہوں کی ہمتیں اس کی فتح سے قاصر رہی ہیں۔ اور اتنا زمانہ اس پر فرنگیوں کے قبضہ کا گذر گیا ہے پس خداوند تعالیٰ نے اس فتح کی فضیلت آل ایوب کے واسطے رکھی ہوئی تھی۔ کہ مسلمانوں کو ان کے ساتھ جمع کرے۔ اور ان کے دلوں کو ہماری فتح سے رضامند کرے۔ بیت المقدس کی فتح کے واسطے ہم کو دل اور جان سے کوشش کرنی چاہئے۔ اور بے حد سعی اور سرگرمی دکھانی چاہئے۔ بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ جس کی بنا تقوے پر ہے جو انبیاء اور اولیاء کا مقام اور پرہیزگاروں اور نکوکاروں کا معبد اور زمین کے ابدال اور آسمان کے فرشتوں کا زیارت گاہ ہے۔ غضب کی بات ہے کہ وہاں کفار کا قبضہ ہے۔ کافروں نے اس کو اپنا تیر نشانہ بنا رکھا ہے۔ افسوس۔ افسوس۔ اسی مقام سے مخلوق کا حشر و نشر ہوگی۔ خدا کے پیارے بندے جوق در جوق اس کی زیارت کو آتے ہیں۔ اس میں وہ بزرگ پتھر ہے جس پر جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج پر جانے کا منہاج بطور یادگار بنا ہوا ہے جس پر ایک بلند قبہ تاج کی مانند تیار کیا ہوا ہے۔ جہاں سے بجلی کی تیزی کے ساتھ براق برق رفتار پر حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر آسمان پر تشریف لیگئے۔ اور اس رات نے سراج الاولیاء سے وہ روشنی حاصل کی جس سے تمام جہان منور ہو گیا۔ اس کے دروازوں میں سے ایک دروازے کا نام باب الرحمۃ ہے

جس میں داخل ہونے والا داخل بہشت ہوگا۔ اس میں حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ السلام کا تخت اور حضرت داؤد علیہ السلام کا محراب ہے۔ اس میں چشمۂ سلوان ہے جس کے دیکھنے والے کو حوض کوثر یاد آجاتا ہے یہ بیت المقدس مسلمانوں کا پہلا قبلہ ہے۔ اور دو مبارک گھروں سے دوسرا اور دو حرمین شریفین سے تیسرا ہے۔ وہ اُن تین مسجدوں میں سے ایک مسجد ہے۔ جن کے بارہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ان کی طرف سفر کیا جائے۔ اور لوگ ارادتمندی سے وہاں جائیں کچھ عجب نہیں کہ خداوند تعالیٰ وہ پاک مقام مسلمانوں کے ہاتھ میں دیدے کہ اُس کا ذکر اُس نے کلام پاک میں حضرت اشرف الانبیاء کے ساتھ مفصل بیان فرمایا ہے۔ سبحان الذی اسری بعبدہٖ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی۔ اس کے فضائل اور مناقب بیشمار ہیں۔ اسی سے رسول خاتم الانبیاء (صلے اللہ علیہ وسلم) کا معراج ہوا اس کی زمین پاک اور مقدس کہلائی۔ کس قدر پیغمبروں نے یہاں عمریں گذاریں اولیا، اور شہدا، اور علما، اور فضلا، اور صلحا، کا تو کچھ ذکر ہی نہیں۔ یہ برکتوں کا چشمہ اور خوشیوں کا پرورش گاہ ہے۔ یہ مبارک صخرہ شریفہ اور قدیم قبلہ ہے جس میں خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اور آسمانی برکتوں کا نزول متواتر اس مقام پر ہوا۔ اس کے پاس رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام پیغمبروں کی امامت کی حضرت روح الامین ہمراہ تھے۔ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہیں سے اعلیٰ علیین کو صعود فرمایا۔ اسی میں حضرت مریم علیہا السلام کا وہ محراب ہے جس کے حق میں پروردگار عالمین فرماتا ہے کلما دخل علیھا ذکریا المحراب وجد عندھا رزقا۔ خدا کے نیک بندے اس میں تمام دن عبادت کرتے اور راتوں بیدار رہتے ہیں۔ یہ وہی مسجد ہے جسکی بنا حضرت داؤد علیہ السلام نے ڈالی اور حضرت سلیمان علیہ السلام اس کی حفاظت کی وصیت کر گئے۔ اس سے بڑھ کر اس کی بزرگی کی دلیل کیا ہو سکتی ہے کہ پروردگار نے اس کی تعریف کو سُبحان الذی سے شروع کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کمال سعی سے اس کو فتح کیا تھا۔ کیونکہ اس کی تعریف میں خدا تبارک وتعالیٰ نے ایک بزرگ سورہ کو شروع کیا اور قرآن کا نصف بھی وہیں سے شروع ہوتا ہے۔ بس یہ مقام کیا ہی بزرگ اور عالیشان ہے اور یہ مسجد کیسی عالی قدر اور اکرم ہے جس کا وصف بیان نہیں ہو سکتا۔ باری تعالیٰ اُس کے علو شان کو اس طرح بیان فرماتا ہے الذی بارکنا حولہ۔ یعنی یہ وہ مقام ہے جس کے اردگرد کو ہم نے برکت بخشی۔ اور اپنی کمال قدرت کے آیات اپنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اس مقام پر دکھائے۔ اسی مقام کے فضائل ہم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنے ہیں۔ جو بذریعہ روایت ہم تک پہنچے ہیں۔ غرض سلطان نے ایک ایسی موثر اور دلکش تقریر کی کہ سامعین وجد کرنے لگ گئے۔ اور خاتمہ تقریر پر سلطان نے خداوند تعالیٰ کی قسم کھائی کہ جب تک بیت المقدس

پر اسلام کے جھنڈے نصب کروں اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کی پیروی نہ کروں اور صخرہ مبارک پر قابض نہ ہو جاؤں۔ اپنی کوشش کے پاؤں کو نہ ہٹاؤں گا۔ اور اس قسم کے پورا کرنے تک لڑونگا" ع

یا تن رسد بجاناں یا جاں ز تن در آید +

۱۵۔ رجب ۵۸۳ھ ہجری کو سلطان بیت المقدس کے مغرب کی طرف جا اُترا۔ اور محصور عیسائیوں کو کہا کہ بغیر خونریزی اور کشت و خون کے جس کو وہ ایک ایسے مقدس مقام میں پسند نہیں کرتا تھا۔ اطاعت قبول کرلیں۔ لیکن جب انہوں نے اس کے جواب میں متمردانہ انکار پیش کیا۔ تو سلطان حملہ کرکے اور نقب لگا کر اس کو فتح کرنے کی تدابیر کرنے لگا +

مسلمان اور عیسائی مورخ اس امر میں متفق ہیں کہ یوروشلیم میں اس وقت ایک لاکھ سے زیادہ متنفس موجود تھے جن میں بقول ایک مسلمان مورخ کے ساٹھ ہزار عیسائی جنگ کرنے کے لائق تھے شکست حطین کے بعد کوئی عیسائی امیر یا سردار سوائے بطریق یوروشلیم کے وہاں نہ رہا تھا۔ بالیان ایک عیسائی سردار بھی حطین کی شکست سے بھاگ کر صور میں جا کر پناہ گزین ہوا تھا۔ وہاں سے (بقول مورخ آرچر) اس نے سلطان سے اجازت مانگی کہ اس کو اپنی بیوی اور بچے یوروشلیم میں پہنچا دینے کے لئے وہاں ایک دن کے لئے جانے دیا جائے اور پختہ اقرار کیا کہ اگر اجازت دیدی گئی تو ایک شب سے زیادہ وہاں نہ ٹھہریگا سلطان نے از راہ اخلاق و مروت اس کو اجازت مطلوبہ دیدی۔ لیکن جب یوروشلیم میں پہنچ گیا۔ تو لوگوں نے اسے وہیں رہ جانے کی ترغیب دی۔ اور بطریق ہرکلی اس نے بھی فتوے دیدیا۔ کہ اس اقرار کا پورا کرنا بمقابلہ اس کو توڑنے کے بڑا گناہ ہوگا۔ چنانچہ وہ بدعہدی کرکے وہاں رہنے کو رضامند ہو گیا۔ اور اس طرح ایک عیسائی سردار یوروشلیم میں موجود ہو گیا۔ بطریق اور دوسرے سرگرم عیسائیوں نے موجودہ عیسائیوں کے درمیان جوش اور سرگرمی پیدا کرنے کی ہر ایک تدبیر کی۔ ان کے درمیان نہایت پُرجوش تقریریں کیں۔ ان کی ہمت اور دلیری کو بڑھایا اور شہر کی حفاظت کرنے پر آمادہ کیا +

سلطان پانچ روز تک شہر کی جانب غرب ٹھیرا رہا۔ اور افواج کی تقسیم تعین کرتا رہا جمعہ کے دن ۲۰۔ رجب کو خود شمالی جانب ٹھیرا۔ اور اس جانب سے فصیل کو نقب لگانی شروع کی منجنیق نصب کر دئے۔ اور لڑائی شروع ہوگئی۔ ایک روز مسلمانوں نے سخت حملہ کیا۔ اور امیر عزالدین عیسے جیسے بہادر کی قیمتی جان پکڑ اپنی جانوں پر کھیل گئے۔ اور عیسائی فوج کو سخت حملہ سے پیچھے ہٹاتے اور پریشان کرکے فصیل تک پہنچ گئے خندق کو پُر کر دیا۔ اور فصیل کو نقب لگا کر گرا دیا۔ عیسائی فوج میں مسلمانوں کی اس بے دھڑک دلیری اور حیرتناک کامیابی سے ابتری اور بیدلی پھیل گئی۔ اور سوائے امان طلب کرنے کے کوئی چارہ نہ دیکھا جنرل عیسائی

جمع ہوکر سلطان کے پاس امان طلب کرنے کی غرض سے آئے۔ اور آخر کار سلطان نے اس شرط پر امان دیدی کہ عیسائی باشندوں میں سے تمام مرد فی کس دس دینار اور عورتیں فی کس پانچ دینار۔ اور بچے فی کس دو دینار جزیہ دیکیں اپنا ضروری اسباب اور جائیں لے کر شہر سے چلے جائیں۔ اور جو اس فدیہ یعنی زر معافی کو ادا نہ کرسکیں بطور غلاموں کے مسلمانوں کے قبضہ میں رہینگے۔ عیسائی اس شرط پر رضامند ہو گئے۔ اور بالیان بن بارزان اور بطریق اعظم اور داویہ (ٹمپلرس) اور اسبتباریہ (ہاسپٹلرس) کے رئیس اس رقم کے ادا کرنے کے ضامن ہوئے۔ بالیان نے تیس ہزار دینار مفلس لوگوں کے واسطے ادا کئے۔ اور اس جزیہ کے ادا کرنے والے تمام لوگ امن کے ساتھ شہر سے نکل گئے۔ ایک بہت بڑی تعداد لوگوں کی بغیر جزیہ ادا کرنے کے ہر ایک ممکن ذریعہ سے یعنی دیواروں سے لٹک کر اور اور طریقوں سے نکل گئی۔ اور باقیوں کی نسبت بھی جو جزیہ ادا نہیں کرسکتے تھے۔ سلطان نے ایسی فیاضی روا رکھی جس کی نظیر دنیا میں بہت کم ملیگی۔ ملک عادل کی درخواست پر اور اپنے بیٹوں اور عزیزوں کی درخواستوں پر بیشمار لوگ جو جزیہ ادا نہیں کرسکتے تھے۔ آزاد کردئے۔ پھر بالیان اور بطریق کی درخواست پر بھی ایک بڑی جماعت کو آزادی دی۔ اور سب کے بعد ایک بڑی جماعت اپنے نام پر چھوڑ دی۔ عیسائی ملکہ کو مع اپنی تمام دولت اور بیشمار مال و اسباب اور زر و جواہر کے اپنے ملازموں اور متعلقین سمیت اپنے خاوند کے پاس جانے کی اجازت دی۔ اور کسی شخص سے خواہ وہ کتنی ہی دولت اور مال لے کر نکلا۔ سوائے اس جزیہ کی معین رقم کے کچھ زائد طلب یا وصول کرنے کی کسی ایک مسلمان نے پروا نہیں کی۔
سلطان کا یہ سلوک جو اس نے عیسائیوں کے ساتھ کیا۔ اسلامی فیاضی اور رحم اور احسان اور سلوک کی ایک ایسی مثال ہے جس پر خونخوار اور درندہ خصلت عیسائی دنیا کو اسلام اور مسلمانوں پر خونریزی کے الزام لگانے اور اسلام کو خونریزی کا مترادف قرار دینے کے بجائے اس کے روبرو شرمندہ ہونا چاہئے۔ یہی شام کی سرزمین اور وہ ایک صدی سے زیادہ عرصہ کے واقعات جو دونوں قوموں سے دنیا نے دیکھے اس امر کا فیصلہ کرنے کے واسطے کافی ہیں۔ عیسائیوں نے فتح بیت المقدس کے وقت جس خونریزی کو روا رکھا۔ اور جو ظلم اور ستم بے گناہ مسلمانوں پر کیا۔ اور جو بے انتہا اور بے حساب خون مرد عورتوں اور بچوں کا گرایا۔ وہ تاریخ کے صفحوں سے پونچھا نہیں ڈالا گیا۔
گاڈفری اور ریمنڈ وغیرہ فاتحین بیت المقدس نے جو خط اس وقت پوپ کو فتح بیت المقدس کی نسبت لکھا تھا۔ اس میں فتح کی خبر لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ "اگر تم معلوم کرنا چاہتے ہو کہ ہم نے اُن دشمنوں کے ساتھ جن کو ہم نے شہر میں پایا۔ کیا کیا۔ تو تم کو بتایا جاتا ہے کہ رواق سلیمان اور گرجا میں ہمارے گھوڑے گھٹنوں تک مسلمانوں کے ناپاک خون میں چلتے رہے"۔ (میچاڈ جلد سوم ضمیمہ صفحہ ۳۶۲) اسی خونریزی کو کسیقدر زیادہ تفصیل سے بیان کرنے کے واسطے فرانسیسی مورخ کے الفاظ جو ہم نے دیباچہ میں نقل کئے ہیں۔ دوہرائے جا سکتے ہیں کہ "اس امر کی اُمید

کی جا سکتی تھی کہ یہ یادگار واقعہ (فتح بیت المقدس) ان عیسائیوں کے دلوں میں رحم کے خیالات پیدا کر دیتا۔ لیکن مسلمانوں کی دھمکیوں اور عرصہ دراز کی دلآزاریوں سے جوش کھا کر اور ان مصائب سے جو انہوں نے شہر کا محاصرہ کرنے کے زمانہ میں اٹھائی تھیں اور اس مقابلہ سے جو مسلمانوں نے شہر میں بھی کیا تھا غضبناک ہو کر انہوں نے یوروشلیم کے اس شہر کو جس کو وہ آزاد کرنے کے لئے آئے تھے۔ جس کو وہ اپنا آئندہ ملک خیال کرتے تھے۔ خون اور ماتم سے بھر دیا۔ خونریزی بہت جلد عام ہو گئی۔ کیونکہ وہ تمام لوگ جو گاڈفری اور ٹینکرڈ کی تلواروں سے بچے پادریوں کے ہاتھ میں پڑ گئے۔ جو ویسے ہی خون کے پیاسے تھے۔ مسلمانوں کا بازاروں اور گھروں میں قتل عام کیا گیا۔ یوروشلیم میں مفتوحین کے واسطے کوئی جائے پناہ نہ تھی۔ بعضوں نے اپنے آپ کو فصیلوں پر سے گرا کر موت سے بچنے کی کوشش کی اور دوسرے محلوں میں برجوں میں اور خاص کر مسجدوں میں گروہ در گروہ جمع ہو گئے لیکن کہیں بھی وہ عیسائیوں کے تعاقب سے نہ بچے۔ جب عیسائیوں نے مسجد عمرؓ پر قبضہ کر لیا جس میں مسلمانوں نے تھوڑی دیر کے واسطے اپنے آپ کو بچایا تھا۔ تو خونریزی کے نظاروں کا ایک ہیبتناک تکرار شروع ہوا۔ جو ٹیٹس کی فتح بیت المقدس کے وقت عمل میں آئے تھے۔ (اس واقعہ کی طرف دیباچہ میں اشارہ کیا جا چکا ہے) سوار اور پیادے مفتوحین کے ساتھ کھچا کھچ مسجد میں گھس کر بھر گئے۔ اس ہیبتناک شور و غل کے درمیان آہوں۔ چیخوں اور موت کی فریادوں کے سوائے کچھ سنائی نہیں پڑتا تھا۔ فاتحین بھاگنے کی کوشش کرنے والوں کے تعاقب میں لاشوں کے ڈھیروں کو گھوڑوں کے سموں سے تاڑ رہے تھے۔ ریمنڈ ڈی اگائلس اپنی چشم دید کیفیت بیان کرتا ہے کہ گنبد کے نیچے اور مسجد کے صحن میں گھوڑوں کے گھٹنوں اور لگاموں تک خون بھر کر اٹھ آیا تھا۔ اس ہولناک واقعہ کو جو ایک ہی مقام میں دو دفعہ ہوا۔ اچھی طرح بیان کرنے کے واسطے مورخ جونس کے الفاظ لکھنے کافی ہونگے "کہ مقتولین کی تعداد ان سپاہیوں سے بہت ہی زیادہ تھی جنہوں نے ان کو اپنے بدلہ کا شکار بنایا تھا۔ اور بردوں کے قریب کے پہاڑ ان چیخوں سے جو گرجا سے نکل رہی تھیں گونج رہے تھے" (میچاڈ جلد اول صفحہ ۲۲۵)۔

فرانسیسی مورخ کا عیسائیوں کی خونریزی کے واسطے یہ ضعیف عذر پیش کرنا کہ مسلمانوں نے ان کو دھمکیاں دی تھیں ایک ایسا بودا اور بدصورت عذر ہے کہ ایک لمحہ سے زیادہ سامنے نہیں ٹھہر سکتا۔ وہ بھول گیا ہے کہ یہی دھمکیاں بیت المقدس کے عیسائیوں نے صلاح الدین کو دی تھیں۔ اور اس کے بیت المقدس داخل ہونے سے ایک ہی روز پہلے کہا تھا کہ ہم پانچ ہزار مسلمان قیدیوں کو جو ہمارے پاس ہیں مار ڈالینگے۔ گھروں کو آگ لگا دینگے۔ قلعوں کو ویران کر دینگے۔ صخرہ شریفہ کو اکھیڑ کر لے جائینگے۔ صخرہ کا قبہ گرا دینگے۔ چشمہ سلوان کو نیست و نابود کر دینگے۔ سب عمارات اور خوبصورت مکانات گرا کر خاک میں ملا دینگے۔ اپنے مال و مویشی سب ہلاک

کرو گئے۔ اور تمہارے لئے کچھ نہ چھوڑینگے وغیرہ۔ اب ہی یہ بات کہ عیسایوں کو محاصرہ میں تکلیفیں اُٹھانا پڑی تھیں۔ صلاح الدین سے بہت کم جس نے پہلے ہی روز سے عیسایوں سے جہاد اور مسلمانوں سے لڑائی اور جنگ فتح بیت المقدس کے واسطے شروع کیا تھا۔ اور دس پندرہ برس کی مسلسل مصیبتوں اور متواتر قربانیوں کے بعد اپنے اس مدعا کامیاب ہؤا تھا۔

مسلمانوں نے فتح بیت المقدس ہیں اور ہر ایک شہر میں جو انہوں نے یکے بعد دیگرے عیسایوں سے فتح کیا۔ اور جن کی تعداد سینکڑوں سے کم نہ تھی۔ جن شرائط پر عیسایوں کو امان دی ان سے ایک لمحہ کے واسطے انحراف نہیں کیا۔ اور کسی ایک عیسائی بھی اس کے مال و دولت کو لے جانے اور تمام تر آزادی سے ان شرائط کن سے فائدہ اُٹھانے دینے پر اعتراض نہیں کیا۔ حالانکہ عیسایوں نے چند مواقع پر مسلمانوں کے شہروں کو امان دے فتح کیا ہے تو ایک دفعہ بھی شرائط امن کو پورا نہیں کیا۔ جب مسلمان شہروں سے اپنا مال و اسباب لیکر نکلے ہیں تو عیسایوں نے ان پر حملہ کر دیا ہے اور اسی فرانسیسی مورخ کو اپنے صفحوں میں ان تاریخی واقعات کو لکھنا پڑا ہے اور کتنی دفعہ یہ الفاظ لکھنے پڑے ہیں کہ عیسائی مال و دولت کو دیکھ کر رہ نہ سکے۔ اور بادشاہ ان کو ایسی حرکت سے روکنے اور سزا دینے پر قادر نہ تھا۔ اس قسم کی وعدہ خلافیوں اور غداریوں سے جو عیسائی بادشاہ سے لے کر ہر ایک عام عیسائی تک نے بیسیوں دفعہ اور ہر دفعہ کیں عیسائی مورخوں کی تاریخوں کے صفحے پر ہیں۔ اور کرو سیڈ کی تاریخوں سے اس قسم کے بیشمار واقعات جمع کئے جا سکتے ہیں۔ ہم نے بعض واقعات کا ان مواقع پر بیان کیا ہے اور اس سے زیادہ بیان کرنے کی کوشش کرنا اس وقت بیفائدہ ہے فتح بیت المقدس اور سلطان کے عیسایوں کے ساتھ سلوک کی نسبت ایک مختصر کیفیت فرانسیسی مورخ اور ایک انگریزی مورخ کی۔ تاریخوں سے انہیں کے الفاظ میں نقل کر دینا اس جگہ بے جا نہ ہوگا۔

فرانسیسی مورخ صلاح الدین کے یوروشلیم پہنچنے اور اسی جگہ خیمہ لگانے کا جہاں گاڈفری۔ ٹنکرڈ اور رابرٹ (ابتدائی عیسائی فاتحین) نے خیمے لگائے تھے۔ ذکر کرکے اور بعد ازاں عیسایوں کے مسلمانوں سے مقابلے کرنے اور ان پر حملہ کرنے اور لڑائیاں لڑنے۔ مگر آخر کار ناکامیاب ہونے اور دوسرے حالات محاصرہ و جنگ بیان کرنے کے بعد اس مقام پر پہنچ کر جہاں عیسایوں نے سلطان سے امان طلب کی اور بعض شرائط پر شہر اس کے سپرد کر دینا چاہا۔ لکھتا ہے کہ " ایک دن جب کہ عیسایوں کے نائب اس (سلطان) سے امان دینے کی شرائط قبول کر لینے کے واسطے بہت سخت منت سماجت کر رہے تھے۔ اس (سلطان) نے شہر کی طرف رُخ کیا۔ اور اپنے جھنڈوں کی طرف جو شہر پناہ پر اُڑ رہے تھے اشارہ کر کے کہا کہ تم اس شہر کی نسبت جس کو ہم فتح کر چکے ہیں منظوری کے واسطے کیونکر شرائط پیش کر سکتے ہو۔ مگر مسلمان ہٹا دئے گئے تھے۔ اور

بیلیئو (نام شخص) نے عیسائیوں کی اس کامیابی سے برانگیختہ ہو کر سلطان کو کہا۔ کہ تم دیکھتے ہو۔ کہ یوروشلیم اپنے محافظوں کے بغیر نہیں ہے۔ اگر ہم تم سے کوئی رحم حاصل نہ کر سکینگے۔ تو ہم ایک خطرناک ارادہ کر لینگے۔ اور ہماری مایوسی کے نتائج تم کو خوف زدہ کر دینگے۔ یہ معابد اور محلات جن کے فتح کرنے کے تم خواہشمند ہو۔ بالکل برباد کر دیئے جائینگے تمام مال و دولت جو مسلمانوں کے ہوس و حرص کو مشتعل کرتی ہے۔ آگ کا شکار ہو جائیگی۔ ہم عمرؓ کی مسجد کو ویران کر دینگے اور یعقوبؑ کا مخفی حکمتوں والا پتھر جس کی تم پرستش کرتے ہو توڑ ڈالا جاویگا۔ اور پیس کر سرمہ کر دیا جاویگا۔ یوروشلیم میں پانچ ہزار مسلمان قیدی ہیں وہ سب تلوار سے ذبح کر دیئے جائینگے ہم اپنے ہاتھوں سے اپنی عورتوں اور بچوں کو مار ڈالینگے۔ اور اس طرح ان کو تمہارا غلام بننے کی شرم سے بچا لینگے۔ جب بیت المقدس کو ہم بربادی کا ایک ڈھیر اور ایک بڑی قبر بنا دینگے تو اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کی ناراض روحوں کو ساتھ لے کر اور تلوار اور آگ سے مسلح ہو کر باہر نکلینگے۔ اور ہم میں سے کوئی بہشت میں نہ جائیگا۔ جب تک دس مسلمانوں کو دوزخ میں نہ بھیجدیگا۔ اس طرح ہم ایک عالیشان موت کرینگے۔ اور یوروشلیم کے خدا کی لعنتیں تمہارے سر پر چھو کر مرینگے۔ (عیسائیوں کی یہ بڑی زرم دھمکی تھی جو فرانسیسی مورخ کو یاد ہی نہیں رہی۔ مولف) اس پُرجوش تقریر نے سلطان کو خائف کر دیا۔ اور اس نے عیسائی نائبوں کو پھر اگلے روز آنے کے واسطے کہا۔ اس نے اپنے علماء سے مشورہ کیا جنہوں نے یہ رائے دی کہ وہ بغیر اپنی قسم کو توڑنے کے محصورین کو ان کی تجویز کی ہوئی امان دے سکتا ہے اگلے روز سلطان کے خیمہ میں شرائط نامہ پر دستخط ہو گئے۔ اور اس طرح یوروشلیم اٹھاسی برس عیسائیوں کے زیر تحت رہ کر پھر مسلمانوں (جن کو وہ کافر کہتا ہے۔) کے قبضہ میں آگیا۔ لاطینی مورخوں نے بیان کیا ہے کہ کروسیڈر جمعہ کے دن شہر میں داخل ہوئے اور اسی گھنٹہ میں جس میں مسیحؑ نے نوع انسان کے گناہوں کا کفارہ ہونے واسطے موت برداشت کی تھی۔ مسلمانوں نے شہر کو پھر جمعہ کے دن ہی لیا۔ اور وہ سالانہ جمعہ جس میں ان کے مذہب کے مطابق محمد صلی اللہ علیہ وسلم یوروشلیم سے آسمان کی طرف روانہ ہوئے (اس سے مراد معراج کا دن ہے) اس واقعہ نے جس سے ممکن ہے کہ صلاح الدین کو امان بخشنے کے اقرار نامہ پر دستخط کرنے کی ترغیب دی ہو۔ اور مسلمانوں کے درمیان اس کی اس نئی فتح کو بہت عظیم اور عالیشان بنا دیا۔ اور اسے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی عنایات کا باعث خیال کیا گیا"۔

"امان نامہ پر دستخط ہو جانے کے بعد تمام جنگ کرنے والے لوگوں کو جو شلیم میں تھے صور یا طرابلس کو چلے جانے کی اجازت مل گئی۔ فاتح نے باشندوں کو ان کی جانیں بخشیں اور ان کو اپنی آزادی خریدنے کی اجازت دیدی۔ تمام عیسائیوں کو باستثنائے یونانیوں اور شامی عیسائیوں کے چار دن تک یوروشلیم سے چلے جانے کا حکم دیا گیا (شامی اور یونانی عیسائیوں کے ساتھ قطعاً رعایت کیگئی۔ اور ان کو ہر ایک آزادی دی گئی۔ یہ سلطان کا ایک دراحسان تھا مولف) زر مخلصی (جزیہ) کی شرح دس دینار ہر ایک مرد کے واسطے پانچ عورت اور دو دینار بچے کے واسطے مقرر کئے گئے اور جو پنی

آزادی خریدنہ سکے غلام بننے کو تھے۔ اس شرائط پر عیسائیوں نے پہلے بہت خوشی منائی۔ لیکن جب وہ دن قریب پہنچا۔ جس پر انہوں نے یوروشلیم سے رخصت ہونا تھا۔ بیت المقدس کو چھوڑنے کے سخت رنج اور غم کے سوائے ان کو کچھ نہیں سوجھتا تھا۔ انہوں نے مسیح ؑ کی قبر کو اپنے آنسوؤں سے تر کر دیا۔ اور متاسف تھے کہ وہ کیوں اس کی حفاظت کرنے میں نہ مر گئے۔ انہوں نے کالوری اور گرجاؤں کو جن کو وہ پھر نہیں دیکھنے والے تھے۔ روتے اور چلاتے ہوئے جا کر دیکھا۔ بازوں میں ایک دوسرے کو گلے لگایا۔ اور اپنے مہلک اختلافات پر آنسو بہائے اور غم کیا......

آخر کار وہ مہلک دن آ گیا جب کہ عیسائیوں کو یوروشلیم چھوڑنا تھا۔ داؤد کے دروازے کے سوائے جہاں سے لوگوں کو باہر گذرنا تھا۔ اور سب دروازے بند کر دئے گئے صلاح الدین ایک تخت پر بیٹھا ہوا عیسائیوں کو باہر جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ سب سے پہلے بطریق یہ معیت پادریاں آیا جنہوں نے مقدس ظروف (یا تصویریں وغیرہ) مسیح کی مقدس قبر کے گرجا کے زیورات یا اسباب یا آرائش اور دو خزانے اٹھائے ہوئے تھے جن کی نسبت ایک عرب مورخ لکھتا ہے کہ خدا ہی ان کی قیمت کو جانتا تھا۔ ان کے بعد یوروشلیم کی ملکہ نوابوں (بیرنس، اور سواروں (نائیٹس) کے ہمراہ آئی۔ ملکہ کے ہمراہ ایک بہت بڑی تعداد عورتوں کی تھی۔ جنہوں نے گود میں اپنے بچے اٹھائے ہوئے تھے۔ اور بہت دردناک چیخیں مار رہی تھیں۔ ان میں سے بہت سی صلاح الدین کے تخت کے قریب گئیں۔ اور اس کو کہا کہ تم اپنے پاؤں میں ان جنگ آوروں کی عورتیں لڑکیاں اور بچے دیکھتے ہو جن کو تم نے قید میں روک لیا ہے۔ ہم ہمیشہ کے لئے اپنے ملک کو جس کو انہوں نے بہادری سے بچایا ہے۔ چھوڑتی ہیں۔ وہ ہماری زندگیوں کا سہارا تھے۔ ان کو کھو دینے میں ہم اپنی آخری امیدیں کھو چکی ہیں۔ اگر تم اُن کو ہمیں دیدو۔ تو ہماری جلا وطنی کی مصیبتیں کم ہو جاوینگی۔ اور ہم زمین پر بے یار و مددگار نہ ہونگی" +

وہ سلطان ان کی درخواست سے متاثر ہوا۔ اور اس قدر دل شکستہ خاندانوں کی مصیبتوں کو دور کر دینے کا وعدہ کیا۔ اُس نے بچے اُن کی ماؤں کے پاس پہنچا دئے۔ اور خاوند اُن کی جوروں کے پاس بھیج دئے۔ جو کہ ان قیدیوں میں گرفتار تھے۔ جن کی زرخلصی (فدیہ یا جزیہ) ادا نہیں کی گئی تھی بہت سے عیسائیوں نے اپنے نہایت قیمتی مال و اسباب چھوڑنے تھے۔ اور بعضوں نے اپنے کندھوں پر اپنے ضعیف العمر والدین اٹھائے ہوئے تھے۔ اور دوسروں نے کمزور یا بیمار دوستوں کو اٹھایا ہوا تھا۔ اس نظارہ کو دیکھ کر صلاح الدین کا دل بھر آیا۔ اور اپنے دشمنوں کے اوصاف اور نیکی کی تعریف کر کے ان کو قیمتی تحائف اور انعامات دئے۔ اس نے تمام مصیبت زدوں پر رحم کیا۔ اور ہاسپیٹلرس (فرقہ استباریہ کے لوگوں) کو اجازت دی کہ شہر میں رہکر عیسائی حاجیوں کی خبر گیری اور خدمت کریں۔ اور ایسے لوگوں کی مدد کریں جو سخت بیماری کے باعث یوروشلیم سے جا نہیں سکتے ہیں +

"جب مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ شروع کیا۔ اُس وقت بیت المقدس میں ایک لاکھ سے زیادہ عیسائی تھے۔ ان کے بہت بڑے حصے میں خود ہی اپنی آزادی خریدنے کی قابلیت موجود تھی۔ اور بیلیئو دی ابلین جس کے پاس شہر کی حفاظت کے واسطے خزانہ موجود تھا۔ وہ اس نے باشندوں کے ایک حصہ کی آزادی حاصل کرنے میں صرف کیا۔ ملک عادل سلطان کے بھائی نے دو ہزار قیدیوں کا فدیہ (زرِ مخلصی یا جزیہ) ادا کیا صلاح الدین نے اس کی مثال کی پیروی کی۔ اور غریبوں اور یتیموں کی ایک بہت بڑی تعداد کو زنجیروں سے آزاد کر دیا۔ وہاں قید میں صرف چودہ ہزار کے قریب عیسائی رہ گئے۔ جس میں چار یا پانچ ہزار کمسن بچے تھے۔ جو اپنی مصائب سے بے خبر تھے۔ لیکن جن کی قسمت پر عیسائی اس امر کے یقین سے اور بھی زیادہ نالاں تھے۔ کہ یہ جنگ کے بیگناہ مظلوم محمد صلعم کی بت پرستی میں پرورش پائینگے"۔ (جو یقیناً مسیح کی بُت پرستی سے کروڑوں درجہ بہتر تھی۔ مولف) +

ان حالات کے قلمبند کرنے کے بعد فرانسیسی مورخ لکھتا ہے کہ "بہت سی جدید مورخوں یا مصنفوں نے صلاح الدین کے اس فیاضانہ سلوک کو اُن نصرت انگیز واقعات کے ساتھ جو پہلے کروسیڈروں سے یوروشلیم میں داخل ہونے کے وقت پیدا کئے گئے تھے مقابلہ کیا ہے لیکن ہم کو نہیں بھولنا چاہئے۔ کہ عیسایوں نے شہر کو حوالہ کر دینے کی درخواست کی تھی اور مسلمان مجنونانہ ہٹ کے ساتھ عرصہ دراز تک محصور رہے تھے اور گاڈفری کے ہمراہیوں نے جو ایک نامعلوم سرزمین میں معاند قوموں کے درمیان میں تھے بیشمار خطرات برداشت کرکے اور تمام قسم کی مصیبتیں اُٹھا کر شہر کو حملہ سے فتح کیا تھا۔ لیکن ہماری التماس یہ ہے کہ اس بات کے کہنے سے ہم عیسایوں کو حق بجانب نہیں بیان کرنا چاہتے۔ اور نہ ان تعریفوں کو ضعیف کرنا چاہتے ہیں جو صلاح الدین کی تاریخ کے ذمہ ہیں۔ اور جو اس نے ان لوگوں سے بھی حاصل کی ہیں جن کو اس نے فتح کیا تھا"۔ میچاؤ جلد ۱۔ صفحہ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲ +

باوجود اس تنگدلی کے جو فرانسیسی مورخ سلطان کی بجا تعریف میں مضائقہ کرنے سے ظاہر کرتا ہے۔ آخرکار وہ ان کے تسلیم کرنے میں مجبور ہو جاتا ہے۔ ایک جدید زمانہ کا انگریزی مورخ اپنی مختصر تاریخ میں اس سے زیادہ انصاف سے سلطان کے ان احسانات کو تسلیم کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ :-

"غریب عیسایوں کی آزادی خریدنے کی ہر ایک کوشش کرنے اور ہر ایک بازار میں ٹیکس لگانے اور بادشاہ انگلستان کا خزانہ جو ہسپتال والوں کی مشترک فنڈ میں داخل کر دینے کے بعد بھی ایک بڑی تعداد ان لوگوں کی رہ گئی۔ جن کا کوئی فدیہ (جزیہ) نہیں ادا کر سکتا جن کی قسمت میں اس صورت میں دائمی غلامی یا موت تھی۔ ان کی دردناک حالت پر رحم کرکے صلاح الدین کا بھادر اور فیاض دل بھائی عادل سلطان کے پاس گیا۔

اور شہر کے فتح کرنے میں اپنی خدمات یاد دلا کر عرض کی کہ اس کے حصہ غنیمت کا ایک ہزار غلام اس کو دیدیا جائے
صلاح الدین نے دریافت کیا کہ وہ کس غرض کے لیئے انہیں طلب کرتا ہے عادل نے جواب دیا کہ جو سلوک
وہ چاہے گا ان کے ساتھ کریگا۔ اس پر وہ لوگ اس کے سپرد کر دیئے گئے۔ اور اس نے فوراً ان کو آزاد کر دیا
اس کے بعد بطریق نے جا کر ایسی ہی درخواست کی اور سات سو آدمی پائے۔ اور اس کے بعد بالیان کو پانچسو
اور ملے۔ تب صلاح الدین نے کہا کہ میرے بھائی نے اپنی خیرات کی ہے۔ بطریق اور بالیان نے اپنی اپنی کی
ہے۔ اب میں اپنی بھی کرونگا۔ اور اس پر حکم دیا کہ تمام معمر آدمی جو شہر میں تھے آزاد کر دیئے جائیں۔ یہ وہ
خیرات تھی۔ جو صلاح الدین نے بے تعداد غریب آدمیوں کو چھوڑ دینے سے کی۔" (آرچر صفحہ ۲۸۰) +

غرض صلاح الدین کی اس فیاضی اور رحم اور احسان کی نظیر تاریخ کے صفحوں میں مشکل سے مل سکتی ہے اور
تنگ دل اور بے رحم اور خود غرض عیسائی دنیا لوان تہذیب اور شائستگی کے دعاوی کے باوجود جن میں
اکثر اور عموماً خود غرضی کا ہاتھ پوشیدہ ہوتا ہے۔ اُنیس سو برس میں بھی اس کی مثال نہیں پیدا کر سکیگی۔ اور
صلاح الدین کی اس عدیم النظیر مثال کی موجودگی میں بھی وہ اسلام پر ہر ایک قسم کے حملے کرتے ہیں۔ مگر اس وقت
ان کی نظر دو ہزار برس کے عیسائیوں کے افعال پر نہیں ہوتی۔ بلکہ اقوال و الفاظ پر ہوتی ہے۔ جو حضرت مسیح نے
انجیل میں بیان فرمائے ہیں مگر خدا نے کسی عیسائی کو ان پر عمل کرنے کی توفیق نہیں دی +

بیت المقدس پر سلطانی قبضہ جمعہ کے دن عین نماز جمعہ کے وقت ہوا۔ اور اتفاق حسنہ سے اس دن
کی رات لیلۃ المعراج تھی۔ اور کچھ شک نہیں کہ سلطان کے دل پر شہر کو امان دینے اور ان کی شرائط منظور
کرنے میں ان دو مبارک اتفاقات نے بہت کچھ اثر کیا ہوگا قلعوں اور بلندیوں پر سلطانی جھنڈے
گاڑ دیئے گئے۔ اسلامی عظمت اور شوکت کے نشان بلند ہوئے۔ اور سلطان اپنے خیمہ میں بیت المقدس کے
میدان میں مبارکبادیں حاصل کرنے کے واسطے بیٹھا۔ امراء اور علماء اور فضلاء اور صوفی لوگ سلطان کی ملاقات
اور مبارکباد دینے کو آتے تھے۔ اور سلطان کے گرد بیٹھتے جاتے تھے۔ تمام ارکان دولت حاضر ہو گئے۔
سلطان کا چہرہ خوشی اور انبساط سے چمک رہا تھا محتاجوں اور اہل لشکر کو انعام و اکرام مل رہے تھے۔ سب طرف
سے مبارکبادی کی صدائیں آ رہی تھیں۔ قاری لوگ اس کے گرد بیٹھے ہوئے نہایت خوش الحانی سے قرآن کریم
پڑھ رہے تھے شعراء مبارکباد کے قصائد سنا رہے تھے۔ مسجد اقصٰے کی آزادی پر مکرر مبارکبادیں سنا رہا
تھا۔ اور اہل اسلام کو مژدہ سنا رہا تھا۔ حجر اسود نے صخرہ شریفہ کو مبارکبادیں کہیں۔ منزل وحی نے محل الاسرا
کو خوش خبری بھیجی۔ جناب سید المرسلینؐ کے مقام نے مقام مرسلین کو مژدہ سنایا۔ مقام ابراہیمؑ نے مقام قدم
مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبارکبادیں کہیں۔ یکشنبہ کے روز عماد کاتب سلطان جو بیماری کے سبب دمشق میں

ٹھیرا ہوا تھا۔ اس مبارک کامیابی کی خبر سُننے سے (جیسا کہ وہ خود بیان کرتا ہے) اس کی بیماری جاتی رہی ملتفز ہو گیا۔ سلطان کو اس کے آجانے سے نہایت خوشی ہوئی۔ اور اسی روز اس سے بہت خطوط اس مبارک خبر کے متعلق لکھوائے۔ اور ہر طرف روانہ کئے۔ دربار بغداد کو ایک طویل مراسلہ لکھا گیا جس میں اس کامیابی کی خبر کو رنگین عبارت اور دلچسپ مضمون میں بیان کیا گیا۔ اور تفصیل واقعات قلمبند کی گئی۔ اسی طرح اور بہت سے خطوط لکھو گئے۔ قاضی فاضل بھی بیماری کے سبب سے دمشق میں ٹھیرا ہوا تھا۔ اس کو سلطان نے خط میں لکھا کہ "آپ کی دعا اور ہمت بزرگانہ کی برکات سے اس فتح کی مشکلات جو اہل عالم کی نظر میں مشکل آ رہی تھیں۔ خداوند تعالےٰ نے آسان کر دیں۔ اور نسیم نصرت چل نکلی۔ . . . . ہم اور بیت المقدس آپ کے قدوم کے مشتاق اور دیدار کے خواہاں ہیں۔ تشریف لائیے۔ اور اس خانہ خدا کی زیارت سے جو بیت الحرام کا بھائی ہے مشرف ہوجئے" +

سیف الاسلام کو جو یمن میں خط لکھا۔ اُس میں لکھا کہ "بیت المقدس فتح ہوا۔ جو کیا نوے سال تک کفار کے قبضہ میں رہکر حق مرتہن کی طرح اس پر کفر کا قبضہ مستقل ہوچکا تھا۔ مدت دراز تک ان کی قید میں رہ کر کفر کے پنجہ میں پھنس ہی چکا تھا۔ اس کے ارکان ضعیف ہوچکے تھے۔ غم بڑھ گیا تھا۔ اور اس کا حسن زائل ہو گیا تھا۔ اس کی زمین خشک اور شادابی معدوم ہوچکی تھی۔ خوف غالب اور امید گم ہو گئی تھی۔ اسلام کو اس کا غم لگا ہوا تھا۔ کیونکہ خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کی بجائے وہاں عیسےٰ کو ابن اللہ کہکر پکارا جاتا تھا۔ وہاں تثلیث قائم اور صلیب حاکم تھی۔ توحید کا وہاں نام و نشان نہ رہا تھا۔ شاہان ماضیہ کے دلوں میں اس کے چھڑانے کی آرزو تھی۔ مگر شیطان کفر کے غلبہ ہی سے رضامند رہا لیکن مشیت ایزدی میں شیطان کا دفع کرنا تھا۔ پس اب اس کے گھروں میں قرآن شریف کی تلاوت اور حدیث کی روائت اور علوم دینی کی تعلیم جاری ہے۔ صخرہ مقدسہ عروس نو کی طرح چمک رہا ہے۔" ایک اور خط میں لکھا۔ کہ "بیت المقدس کو پاک کرنے سے اسلام کو تسلی ہوئی . . . . . . ضلالت کی جگہ ہدایت آ گئی۔ مسافر اسلام اپنے گھر میں آ کر آباد ہوا۔ کافر وہاں سے غمگین اور متاسف ہو کر نکل گئے۔ دولت عباسیہ کی عظمت کے جھنڈے لہراتے ہیں . . . . ماہ ہدایت نے اپنے مطلع سے طلوع کیا ہے۔ اور ضلالت کی تاریکی جا رہی ہے جو خدا سے دُور تھے۔ وہ مسجد اقصیٰ سے دور کئے گئے الخ" +

محمد بن قادسی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے اور بعض اور مورخوں نے بھی خیال کیا ہے کہ سُلطان نے بیت المقدس میں خود بنفسہ منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھا۔ اور سیاہ لباس پہن کر نماز جمعہ پڑھی۔ اس سے ان کی مراد اسی پہلے جمعہ سے ہے۔ جو بیت المقدس کی فتح کا دن تھا۔ لیکن یہ غلطی ہے۔ کیونکہ فتح کا دن اگرچہ جمعہ کا دن تھا۔ مگر نماز کا وقت

تنگ ہوگیا تھا۔ اور اس کے علاوہ مسجد اقصٰے کی حالت عیسایوں نے ایسی بگاڑ دی تھی کہ بہت کچھ تبدیلی اور درستی کے بغیر اس میں نماز نہیں پڑھی جا سکتی تھی۔ سب سے پہلے سلطان نے اس کی درستی کا حکم دیا۔ فرقہ داویہ (ٹیمپلرس) کے عیسایوں نے مسجد کے قدیم محراب کو بالکل چھپا دیا تھا۔ اس کے مغرب کیطرف ایک جدید عمارت گرجا بنا کر محراب کو اس کے اندر داخل کر دیا تھا۔ اور محراب دیواروں میں غائب ہو گیا تھا۔ محراب کے نصف حصہ پر دیوار بنا کر ان بدبختوں نے بیت الخلا بنایا ہوا تھا۔ اور نصف کو علیحدہ کر کے وہاں غلہ بھرنے کی جگہ بنائی ہوئی تھی سلطان کے حکم سے یہ جدید دیواریں اور مغربی طرف کا گرجا وغیرہ گرا دیئے گئے اور محراب کی اصلی صورت نکال کر جہاں اس کی مرمت اور درستی کی ضرورت تھی کر دی گئی۔ غرض مسجد کو اس کی اصلی حالت میں لا کر اس کو عرق گلاب سے جو دمشق سے لایا گیا تھا۔ دھویا گیا۔ اور صاف کر کے نماز پڑھنے کے واسطے صاف اور آراستہ کی گئی۔ منبر رکھا گیا۔ اور محراب کے اوپر قندیلیں لٹکائی گئیں۔ اور قرآن شریف کی تلاوت شروع کی گئی۔ اور وہیں نمازیں پڑھی جانے لگیں اور ناقوس کی صدا کی بجائے خدائے واحد کی اذانیں کہی جانے لگیں۔

۴۔ شعبان کو دوسرے جمعہ کا دن جو نماز جمعہ ادا کرنے کے واسطے پہلا جمعہ تھا ایک عجیب وغریب شان و شوکت کا دن تھا۔ خطیبوں نے خطبے تیار کئے تھے اور ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ اس کو خطبہ پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ بیشمار لوگ ہر ایک درجہ اور رتبہ کے اور ہر ایک دیار و ملک کے علماء و فضلا جو سلطان کے ساتھ رہتے تھے۔ اور ہر ایک علم و ہنر کے نامور آدمی بیت المقدس میں پہلی نماز جمعہ ادا کرنے کے واسطے جمع ہوئے۔ ایک غیر معمولی جوش سب کے چہروں سے عیاں تھا اور دلوں پر رقت طاری تھی۔ اذان کہے جانے کے بعد سلطان نے قاضی محی الدین ابی المعالی محمد بن ذکی الدین قریشی کی طرف منبر پر چڑھنے کے لئے اشارہ کیا خطیب نے منبر پر چڑھ کر اس فصاحت اور بلاغت سے خطبہ پڑھنا شروع کیا۔ کہ لوگ نقش دیوار کی طرح ساکت اور خاموش ہو گئے۔ سامعین کے دل ہل گئے۔ اور ان کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ بیت المقدس کی تقدیس اور مسجد اقصٰی کی بنا سے شروع کر کے اس کے فتح کے حالات تک واقعات کو کمال خوبصورتی اور اختصار کے ساتھ بیان کیا۔ اور خداوند کریم کی منت اور احسان بیان کر کے خلیفہ اور سلطان کے لئے دعا کی اور ان اللہ یامرکم بالعدل والاحسان پر ختم کیا خطبہ ختم کرنے کے بعد منبر سے اتر کر امامت کرائی۔ اور ادائے نماز کے بعد سلطان کے ایما سے زین العابدین ابوالحسن علی بن نجا وعظ کرنے کے واسطے کھڑا ہوا۔ اور نہایت معجز بیانی اور خوش الحانی اور طلاقت لسانی سے خوف اور

رجا۔ سعادت وشقاوت۔ ہلاکت ونجات کے مضامین پر ایسا عمدہ اور مؤثر وعظ کہا کہ سامعین ڈاڑھیں مار مار کر روئے اور سب پر وجد کی سی حالت طاری ہوگئی۔ اور بعد ازاں سب نے سلطان کی دوام نصرت کے واسطے دعائیں مانگیں +

اس روز جس منبر پر خطبہ پڑھا گیا تھا بیان کیا جاتا ہے۔ وہ ایک معمولی منبر تھا۔ سلطان نور الدین کا منبر اس کے بعد وہاں لاکر رکھا گیا۔ سلطان نور الدین محمود بن زنگی نے اس واقعہ سے تئیس[۲۳] برس پیشتر بیت المقدس کی اس بزرگ مسجد میں رکھنے اور بعد فتح اس پر خطبہ پڑھے جانے کے واسطے ایک عالیشان منبر جس کو نہایت صنعت اور کاریگری سے بڑے بڑے صناعوں کی عرصہ دراز کی محنت اور صرف زر کثیر کے بعد بنوایا تھا۔ اور اُس کو اپنے خزانہ میں محفوظ رکھا تھا۔ مگر سلطان مرحوم کی یہ آرزو فتح بیت المقدس کی پوری نہ ہوئی۔ اور منبر اس طرح پڑا رہ گیا۔ سلطان نے اس کو منگوا بھیجا۔ اور مسجد اقصیٰ کے محراب میں رکھ کر بزرگ نور الدین کی اس تمنا کو پورا کیا۔ جو وہ حسرت کی طرح اپنے دل میں لے کر دنیائے فانی سے چل بسا تھا۔ بیت المقدس کی عمارات اور امکنہ متبرکہ اور دوسرے کوائف میں جو تبدیلیاں اور درستیاں کی گئیں۔ عماد لکھتا ہے صخرہ مقدسہ پر فرنگیوں نے ایک گرجا تعمیر کر لیا تھا۔ جو شکل وصورت اس کی مسلمانوں کے وقت میں تھی اس کو بدل ڈالا تھا۔ اور نئی عمارتوں میں اس کو بالکل چھپا دیا تھا۔ اس کے اوپر بڑی بڑی تصویریں لٹکا دی تھیں۔ اور صخرہ کو کھود کر اس میں بھی خنازیر وغیرہ کی تصویریں بنائی تھیں۔ قربانگاہ کو بالکل برباد کر ڈالا تھا۔ اس میں غلیظ اشیاء بھر دی تھیں۔ وہاں بھی تصویریں لگائی ہوئی تھیں اور پادریوں کے رہنے کے مکان اور انجیلوں کا کتب خانہ بنایا ہوا تھا۔ ان سب کو سلطان نے ان کی اصلی شکل میں تبدیل کر دیا۔ ایک موقع پر جس کو مقام قدم مسیح کہتے ہیں۔ ایک چھوٹا سا قبہ تعمیر کرکے اس پر سونا چڑھایا تھا۔ اور اس کے گرد ستون کھڑے کر کے ان پر ایک بلند گرجا تعمیر کیا تھا جس کے اندر وہ قبہ چھپ گیا تھا۔ اور کوئی اس کی زیارت نہیں کر سکتا تھا۔ سلطان نے اس حجاب کو اٹھوا کر اس پر ایک لوہے کی تاروں کا پنجرہ بنوا دیا۔ اس کے ارد گرد قندیلیں لگائیں۔ جن سے وہ مقام رات کو روشنی سے جگمگا جاتا تھا۔ وہاں حفاظت کے واسطے پہرہ مقرر تھا۔ اور سنگ مرمر کے کثیر التعداد بُت جو اس کے اندر سے نکلے تھے توڑ واکر پھینک دیئے۔ مسلمانوں کو اس امر کے دیکھنے سے بہت رنج ہوا کہ عیسائی صخرہ شریف سے ٹکڑے کاٹ کاٹ کر قسطنطنیہ کو لیگئے تھے۔ جن کو وہاں سونے کے برابر فروخت کرتے تھے۔ اور اس کے بُت بنواتے تھے۔ سلطان

نے صخرہ کی حفاظت کا انتظام کر کے اس پر امام مقرر کر دیا۔ اور بہت سی اراضی اور باغات اور مکانات بطور وقف کے اس کے واسطے جاگیر مقرر کر دئیے۔ اور قلمی قرآن شریف موٹے حروف میں لکھے ہوئے لوگوں کے پڑھنے کے واسطے وہاں رکھوا دئیے۔ محراب داؤد علیہ السلام مسجد اقصےٰ سے باہر ایک قلعہ میں شہر کے دروازہ کے پاس ایک نہایت رفیع الشان عمارت تھی۔ اور اس قلعہ میں والیٔ بیت المقدس رہا کرتا تھا۔ سلطان نے اس کی بھی مرمت کرائی۔ دیواریں صاف اور سفید کرائیں۔ اور پھاٹک اور دروازوں سے درست کروا دیا۔ اور امام اور موذن وہاں رہنے کو مقرر کئے۔ اور مساجد کی تعمیر کرائی اور جو ضروریات لوگوں کی تھیں۔ ان کا تہیہ کر دیا۔ اس قلعہ میں جو حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھر تھے اور زیارت گاہ تھے درست کر دیئے گئے۔ فقہائے شافعیہ کے لئے ایک مدرسہ قائم کیا۔ اور صلحائے صوفیہ کے واسطے ایک مہمان خانہ بنایا۔ دوسرے علوم کی تعلیم و تدریس کے واسطے بہت سے اور مدارس مقرر کئے۔ اور صوفیہ کرام اور معلموں اور طالب علموں کے واسطے ان کی تمام ضروریات کا انتظام کر دیا۔ غرض بیت المقدس کی بزرگی ایک فیاض اور عالی ہمت مسلمان بادشاہ سے جس اہتمام کی خواہش کر سکتی تھی۔ اس سے زیادہ اہتمام سلطان کیا۔ اور بیت المقدس کے ساتھ سلطان کی یہ فیاضانہ اور اسلامی دلچسپی صرف اُس کی ذات تک مخصوص و محدود نہیں رہی۔ اس کے بعد اس کے بھائی عادل اور اس کے بیٹوں اور جانشینوں نے بیت المقدس کی عظمت و بزرگی اور شان و شوکت کے بڑھانے کے واسطے اس سے بھی بڑے بڑے کام کئے اور اپنے اسنا موروثانہ تعلق کو اس مقدس مقام کے ساتھ آخر تک نباہ دیا +

اس مبارک فتح کے واسطے سلطان کے پاس تمام اسلامی فرمانرواؤں کے پاس سے اور ہر طرف سے قاصد مبارکبادی کے خطوط لائے۔ دربار بغداد سے ایک غلط فہمی کے باعث کچھ کشیدگی سی پیدا ہو گئی۔ جو بہت جلد رفع ہو گئی۔ شعرا نے اس کی تعریف میں بیشمار قصائد لکھے۔ جو بجائے خود ایک دفتر عظیم ہیں۔ عماد کے قصیدے کے چند اشعار تمثیلاً یہ ہیں:-

نزعت لباس الکفر عن قدس ارضھا	بیت المقدس سے تو نے کفر کا لباس اتار تو ڈالا۔
والبستھا الدین الذی کشف اللبسا	اور اس کو دین کا لباس پہنایا۔ جس نے تمام بتوں کی پردہ دری کی۔
وعادت ببیت اللہ احکام دینہ	اللہ کے گھر میں احکام دین واپس آ گئے۔
فلا بطرکا ابقیت فیھا ولا قسا	نہ وہاں کوئی پادری رہا نہ قسیس۔

وقد شاع فی الآفاق عنك بشارة — تمام جہان میں یہ خوش خبری تیری مشتہر ہوگئی۔
بأن أذان القدس قد بطل النفسا — بیت المقدس کی اذان سے ناقوس باطل ہوگئے۔
جری بالذی تہوی القضا وظاہرت — تقدیر نے جو چاہا تھا وہ ہوگیا۔
ملائکۃ الرحمان اجنادك الحسا — کہ تیری بہادر فوجیں جو خدا کے فرشتے ہیں کفار پر غالب ہوئیں۔

سلطان ایک عرصہ تک بیت المقدس میں مقیم رہ کر معاملات ملکی کی تدابیر میں مصروف رہا۔ اور اپنی محنت کے اس مبارک اور میٹھے پھل کو کھاتا اور حظوظ ولذات روحانی حاصل کرتا رہا مشہور اور مضبوط مقامات سے صور کا قلعہ عیسائیوں کے قبضہ میں رہ گیا تھا۔ اور سلطان کو اس کے فتح کرنے کا فکر تھا۔ سیف الدین علی بن احمد مشطوب نے جو صور کے قریب صیدا اور بیروت میں سلطان کا نائب تھا۔ سلطان کو خط لکھ کر محاصرہ صور کی ترغیب دلائی۔ اور سلطان ۲۵۔ شعبان کو جمعہ کے دن بیت المقدس سے صور کے عزم سے روانہ ہوا۔ اور ۹۔ رمضان کو جمعہ کے روز وہاں پہنچ گیا۔ اور صور کا محاصرہ شروع کر دیا۔ قلعہ صور کو پانی نے محاصرین کے حملہ سے بہت کچھ بچایا ہوا تھا۔ تاہم سلطان تیرہ روز تک محاصرہ پر پڑا رہا۔ سمندر میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے جہازوں میں مقابلہ ہوتا رہتا تھا۔ اور ایک دوسرے کی ہار جیت ہوتی رہتی تھی۔ محاصرہ نے طول کھینچا۔ تو لوگ سامان رسد کی کمی اور شدت سرما سے تنگ آ گئے۔ اور سلطان سے محاصرہ اٹھانے کے واسطے عرض کرنے لگے۔ سلطان کی اور بعض امرا مثلاً فقیہہ عیسےٰ اور حسام الدین و عزالدین جردیک کی یہ رائے تھی۔ کہ جب قلعہ کی فصیل ٹوٹ چکی ہے اور بہت محنت اور زر صرف ہو چکی ہے بغیر فتح قلعہ کو نہ چھوڑنا چاہیے۔ مگر اکثر لوگ بددل ہوئے ہوتے تھے۔ اور سلطان نے آخر کار محاصرہ اٹھالینا مناسب سمجھا۔ اور آخر کار شوال میں شدید سردی کی حالت میں وہاں سے کوچ کیا۔ محاصرہ صور کے زمانہ میں ہونین فتح ہو چکا تھا۔ سلطان نے بدرالدین یلدرم کو وہاں حاکم کر کے بھیجدیا۔ اور خود عکا میں انتظام اور رفاہ عام کے کاموں میں چند مدت تک مصروف رہا۔

۵۸۴ھ کے آغاز یعنی وسط ماہ محرم میں سلطان عکا سے حصن کوکب کی طرف روانہ ہوا۔ اور وہاں پہنچ کر اس کا محاصرہ شروع کیا۔ مگر اس مدعا کی دشواری نے بالفعل اس سے اس کو ملتوی کرا دیا۔ وہیں بعض والیان ملک کے سفیروں نے اس سے ملاقات کی۔ اور اس کے بعد وہ دمشق کو چلدیا۔ اور ۶۔ ربیع الاول کو وہاں پہنچا۔ سلطان چودہ ماہ کے بعد دمشق کو واپس آیا تھا

اور چند روز وہاں قیام کرنا چاہتا تھا۔ لیکن پانچویں ہی دن دفعتاً اس کو خبر پہنچی کہ فرنگیوں نے جبیل پر چڑھائی کی ہے۔ اور اس کا محاصرہ کر لیا ہے۔ اس خبر کے سنتے ہی اس نے لشکروں کو طلب کیا۔ اور خود سیدھا جبیل کو نکلا۔ لیکن ابھی وہ راستہ ہی میں تھا۔ کہ فرنگی اس کی آمد کی خبر سُنکر وہاں سے ہٹ کر چلے گئے۔ سلطان کو عماد الدین اور لشکر موصل اور مظفر الدین کے حلب کو آپ کی خدمت میں جہاد کے واسطے آنے کی خبر ملی۔ پس وہ ملک بالائی ساحل کے ارادہ سے حصن الاکراد کی طرف چلا۔ اور اس کے مقابل میں ایک بلند ٹیلے پر جا اُترا۔ اور شاہزادہ ملک ظاہر اور ملک مظفر کو کہلا بھیجا کہ وہ تو جمع ہو کر تیزین پر انطاکیہ کے مقابل جا اُتریں۔ اور اس طرف سے دشمن کے حملہ کا خیال رکھیں۔ سلطان حصن الاکراد کے فتح کرنے کی تجاویز سوچتا رہا۔ مگر کوئی تدبیر کارگر معلوم نہ ہوئی۔ دو دفعہ اس نے طرابلس کو تاخت و تاراج کیا۔ اور پھر اہل لشکر کی رخصت کے ختم ہونے اور سامان کے پھر جمع ہونے کے وقت کا انتظار کرنے کے واسطے دمشق کو چلا آیا۔ اور چند روز تک وہاں رہکر عدل گستری اور انتظام ملک اور اہتمام جہاد میں مصروف رہا۔ جب فوجوں کے جمع ہونے کا وقت ہو گیا۔ تو وہ بلاد بالائی ساحل کے فتح کرنے کے عزم سے اس طرف روانہ ہؤا۔ راستہ میں اس کو خبر ملی۔ کہ عماد الدین صاحب سنجار اپنے تمام لشکروں کو ہمراہ لے کر علاقہ حمص میں نہر عاصی پر اُترا ہوا ہے۔ سلطان نے ان کے پہنچنے کا انتظار کیا۔ اور عماد الدین سے بڑے تپاک سے ملاقات کرکے اس کے لشکروں کو اپنے لشکر میں شریک کرکے حصن الاکراد کے قریب جا اترا۔ قبائل عرب بھی پہنچ گئے۔ اور حصن الاکراد کے گرد کے قلعے فتح کرتا رہا۔ ۶۔ جمادی الاول کو اس نے انطرطوس کو جا گھیرا۔ اور اس کو فتح کرکے جبلہ کی طرف بڑھا۔ وہاں پہنچتے ہی شہر پر قبضہ ہو گیا۔ مگر اہل قلعہ مقابلہ پر آمادہ رہے۔ ۱۹۔ تاریخ کو جب اہل قلعہ عاجز آ گئے۔ تو انہوں نے امان چاہی جو سلطان نے دیدی۔ اور قلعہ پر قبضہ ہو گیا۔ ۲۳۔ جمادی الاول تک وہاں ٹھیر کر سلطان نے لاذقیہ کو کوچ کیا۔ اور شب تک اس کے قریب پہنچ گیا۔ فرنگی صبح کو خبر پاکر قلعوں میں پناہ گزین ہو گئے۔ یہ تین قلعے ایک بلندی پر تھے۔ اسلامی لشکر نے نقب لگانی شروع کر دی۔ اور قلعہ کی جڑوں کو اکھاڑ ڈالا۔ تیسرے ہی دن اہل قلعہ نے امان چاہی اور شہر چھوڑ جانے یا جزیہ ادا کرنے کی شرط پر امان دیگئی۔ لاذقیہ ایک نہایت فراخ اور آباد اور خوبصورت شہر تھا۔ عمارتیں پختہ اور رفیع الشان تھیں۔ نواحی باغات نہایت دلفریب اور سرسبز شاداب تھے۔ چاروں طرف نہریں جاری تھیں۔ بڑے بڑے عالیشان گرجے جن کی دیواروں میں سنگ مرمر لگا ہوا تھا۔ اور ان پر نصب نقوش نقش تھے۔

مسلمانوں نے ان تصویروں کو مٹا دیا۔ اور بعض مکانات کو بھی گرا دیا جس کا بعد ازاں ان کو بہت افسوس ہوا۔ لاذقیہ کے عیسائیوں نے وطن کی الفت کے سبب سے اس کو ترک کرنا گوارا نہ کیا۔ اور جزیہ دینا قبول کرکے وہیں رہنا اختیار کیا۔ سلطان جب شہر میں داخل ہوا۔ تو اُن سے الفت اور دلدہی کی باتیں کیں اور ان کی تسکین اور تشفی کی۔ شہر اور بازاروں کی سیر کرکے لاذقیہ کے بندر کو دیکھنے کے واسطے گیا۔ اور ایسے خوبصورت شہر کے فتح ہونے پر خداوند کریم کا شکر کیا۔ سیف الاسلام کو ایک خط میں لکھتا ہے۔ کہ "لاذقیہ نہایت فراخ اور دلکشا شہر ہے۔ اس کی منازل خوبصورت اور عمارات دلکش ہیں اور گرد ونواح میں باغات اور نہریں ہیں۔ یہ شہر ساحل کے تمام شہروں میں خوبصورت اور پختہ ہے اور سمندر کے اس ساحل کے بندرگاہوں میں ایسا خوبصورت بندر کسی کا نہیں ہے۔ جہازوں کے ٹھیرنے کا مقام نہایت مناسب اور موزوں ہے۔ یہ شہر بہشت تھا جس میں جہنمی رہتے تھے۔ مگر کفر کی بجائے اسلام کے آجانے سے پھر بہشت ہوگیا ہے"۔

۲۷۔ جمادی الاول کو سُلطان نے لاذقیہ سے صیہون کی طرف کوچ کیا۔ اور ۲۹۔ کو وہاں پہنچ کر محاصرہ شروع کر دیا۔ صیہون کا قلعہ نہایت پختہ اور بلند تھا۔ گویا آسمان سے باتیں کر رہا تھا۔ اس کے گرد نہایت عمیق اور ہیبتناک خندق تھی۔ جس کا عرض ایک سو بیس[۱۲] گز تھا۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ قلعہ مشکل سے فتح ہوگا۔ تین فصیلوں نے شہر کو پناہ دی ہوئی تھی۔ مگر جب منجنیق نے کام شروع کیا۔ تو فصیل کا ایک بڑا قطعہ گر پڑا۔ اور اندر جانے کا راستہ ہوگیا۔ سُلطان نے خود پیش قدمی کی اور لشکر نے اللہ اکبر کے نعرے بلند کرکے فصیل پر چڑھنا اور جنگ شروع کر دیا۔ اور ایسے جان توڑ کر لڑے۔ کہ عیسائیوں کی ہمت ٹوٹ گئی۔ اور امان مانگنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ سلطان نے انہیں شرائط پر جو اہل یوروشلیم سے مقرر ہوئیں تھیں۔ ان کو امان دیدی۔ اور قلعہ پر قبضہ کرکے وہاں کا انتظام اور تقرر حکام کر دیا۔ وہاں سے سُلطان بکاس کی طرف روانہ ہوا اور بکاس اور شغر اور سرمانیہ کو اسی طرح فتح کر لیا۔ ایک مورخ کہتا ہے کہ سلطان کی فتوحات جبلہ سے لیکر سرمانیہ تک تمام حسن اتفاق سے جمعہ کے دن ہوئیں اور یہ علامت خطیبوں کی دعاؤں کی قبولیت کی تھی۔ جو وہ منبروں پر سلطان کے واسطے مانگا کرتے تھے۔ ان مفتوحہ مقامات سے ہر ایک جگہ ایک تعداد مسلمان قیدیوں کی ملتی تھی۔ جو سب سے پہلے آزاد کر دئے جاتے تھے +

سلطان وہاں سے فارغ ہوکر حصن برزیہ کی طرف چلا۔ جو ایک بلند پہاڑ کی چوٹی پر ایک نہایت پختہ اور مضبوط قلعہ تھا۔ اس کے دشوار گذار راہوں اور پختگی کے سبب سے یہ امر مشہور عوام تھا کہ اس قلعہ کو کوئی

فتح نہیں کرسکتا۔ سلطان کو ان مشکلات نے اس کے فتح کرنے پر اور بھی زیادہ حریص کیا۔ اور ۲۵۔ جمادی الآخر کو وہاں پہنچکر منجنیق سے کام لینا شروع کر دیا۔ دو روز تک کوئی مفید نتیجہ نہ پیدا ہوا۔ تو لشکر کے تین حصے کرکے ہر ایک کو باری باری سے حملہ کرنے کا کام سپرد کر دیا۔ پہلے روز عماد الدین والی سنجار کی باری تھی۔ بہت شجاعت سے اس نے حملہ اور لڑائی کی مگر کچھ پیش رفت نہ گئی۔ دوسرے روز سلطان کی اپنی نوبت تھی۔ سلطان نے لشکر کے درمیان کھڑے ہوکر نعرہ اللہ اکبر بلند کیا۔ اور لشکر نے متفق ہوکر یکبارگی حملہ کیا۔ اور فصیل تک پہنچکر اسی طرح بڑھی ہوئے جوشوں سے کسی خطرہ کی پروا نہ کرکے فصیل پر چڑھ گئے۔ اور فرنگیوں سے سخت لڑائی لڑے۔ آخرکار عیسائی شکست کھا گئے۔ اور امان مانگنے کو مجبور ہوئے۔ اس قلعہ میں اس کی پختگی کے باعث اور مقامات کے مفرورین بھی جمع ہو گئے تھے۔ اور بہت مخلوقات اس میں سے جزیہ دیکر نکلی۔ والی قلعہ ایک جلیل القدر عیسائی والی انطاکیہ کا رشتہ دار تھا۔ سلطان نے اس سے نرمی اور ملاطفت سے سلوک کیا۔ اور اس کی خواہش کے مطابق اس کو تمام قرابتیوں سمیت انطاکیہ کو عزت کے ساتھ روانہ کیا۔ ایک دوسری روایت یہ ہے کہ قلعہ کی والیہ۔ برنس صاحب انطاکیہ کی زوجہ تھی۔ اور قیدیوں میں وہ اور اس کی بیٹی بھی گرفتار ہوئی تھی۔ سلطان کو جب یہ حال معلوم ہوا۔ تو ان کو مع ان کے خدام کے آزاد کر دیا۔ اور تحفے اور انعام دے کر انطاکیہ کو روانہ کر دیا۔ اور اس کے بعد سلطان نے اسی طرح حصن دربساک اور بغراس کو فتح کیا۔ اور یہ آخری دو قلعے تھے۔ جو انطاکیہ کے نواح میں اور اس کے منہ پر واقع تھے۔ ان کے فتح ہوجانے سے انطاکیہ اکیلا اپنے آپ کو سنبھالنے کے واسطے رہ گیا۔ گویا کہ انطاکیہ کے اعضا کٹ گئے۔ اور کمزور ضعیف رہ گیا۔ سلطان اب انطاکیہ کی فصیلوں کے نیچے پہنچ گیا تھا۔ اور ایک تھوڑی سی کوشش سے انطاکیہ فتح ہوجاتا۔ لیکن اسلامی فوجیں ایک عرصہ سخت اور کٹھن کام اور مسلسل لڑائیوں سے درماندہ ہوگئیں تھیں۔ وطن کی محبتیں ان کو کشش کر رہی تھیں۔ صرف غربا کی ہمتیں ہی ضعیف نہیں ہوئی تھیں۔ بلکہ عماد الدین صاحب سنجار بھی بہت بیقراری سے رخصت طلب کرتا تھا۔ انطاکیہ کے والی کے سفیر سلطان کے پاس صلح کی درخواست کرنے کے واسطے آچکے ہوئے تھے۔ سلطان کو اسلامی لشکر کے آرام کرنے کی ضرورت نے درخواست صلح منظور کر لینے کی تحریک کی۔ اور موسم سرما کے آٹھ ماہ کے واسطے اس نے والی انطاکیہ سے صلح کر لی۔ اور ایک شرط یہ ٹھہرائی کہ تمام مسلمان قیدی جو انطاکیہ میں ہیں۔ رہا کر دئیے جائیں۔ اس سے فارغ ہوکر سلطان نے حلب اور حماہ کے راستہ سے دمشق کو کوچ کیا۔ اس کے دمشق

پہنچنے پر ماہ رمضان آگیا۔ یہ ایک قدرتی تحریک آرام کرنے کی تھی۔ مگر سلطان کی کمال ہمت اور شوق جہاد نے اس کو آرام کرنے کی طرف مائل نہ ہونے دیا۔ اور قریب کے قلعوں میں سے حوران کے علاقہ میں صفد اور کوکب دو قلعے غیر مفتوحہ باقی تھے۔ ان ایام میں ان کو فتح کرنے کا عزم کرلیا۔

جس زمانہ میں سلطان بلاد انطاکیہ میں عیسائیوں کے شہروں کو فتح کر رہا تھا۔ ملک عادل نواح کرک میں عیسائیوں سے جنگ کر رہا تھا۔ خاص کرک پر بھی اس نے اپنے خسر سعد الدین کمشبہ کے ماتحت فوج بھیجی ہوئی تھی۔ جس نے آخر کار عیسائیوں کو عرصہ تک محصور رکھ کر تنگ کر دیا۔ اور وہ امداد اور سامان رسد کے پہنچنے سے مایوس ہو کر نہایت عاجزی سے ملک عادل سے امان طلب کرنے پر مجبور ہو گئے۔ ملک عادل نے امان دیدی اور قلعہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ کرک کی فتح ایک بہت بڑی کامیابی تھی۔ جو مسلمانوں کو حاصل ہوئی۔ عماد نے ایک خط میں لکھا کہ اور کرک پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا یہ وہ قلعہ ہے جس کے والی نے حجاز (مکہ اور مدینہ) پر حملہ کرنے اور اس کو فتح کرنے کا ارادہ کیا تھا خدا نے اُس کو ذلیل کیا۔ اور ہمارے پھندے میں ایسا پھنسا کہ مشکل سے جانبر ہوا۔ اور مخلصی کو غنیمت سمجھا (والی کرک جنگ حطین میں قید ہو گیا تھا۔ اور بعد فتح کرک سلطان نے اس کو چھوڑ دیا تھا) ہم نے اس کو سال کے ابتدا میں موت کا مزہ چکھا دیا تھا۔ اب ہم اس کے قلعہ کے مالک ہو گئے ہیں۔ جس کی نسبت اسی سال میں بڑے دعوے کرتا تھا۔ کفر عاجز ہو کر اسلام کے پاؤں پر گرا۔ اور اس قلعہ کے فتح ہونے سے اسلام کا بول بالا ہو گیا۔

فتح کرک کے بعد صفد اور کوکب دو قلعے مضبوط باقی رہ گئے تھے۔ سلطان نے ماہ رمضان میں آرام کرنے کے بجائے ان کی فتح کے واسطے جہاد کرنا پسند کیا۔ اور شروع رمضان میں دمشق سے صفد کو روانہ ہوا۔ قلعہ بلند تھا۔ عمیق خندقوں سے گھرا ہوا تھا۔ اور شدت بارش و باران سے محاصرہ میں کافی ترقی بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ خیموں کے ارد گرد سب طرف پانی بھرا ہوا تھا۔ کیچڑ میں چلنا پھرنا بھی دشوار تھا۔ مگر سلطان تھا کہ اس جہاد میں اُسی سرگرمی اور شوق سے مصروف تھا۔ اس تکلیف کو وہ راحت اور اس مصیبت کو وہ عشرت سمجھتا تھا۔ کوئی مشکل اس کو اپنے ارادہ سے باز نہیں رکھ سکتی تھی۔ اور کوئی وقت اسے تھکا نہیں سکتی تھی۔ دن بھر فوج کے ساتھ حملے کرنے میں شریک رہتا تھا۔ اور رات بھر منجنیقوں کے نصب کرنے کے کام کو اپنی ہر وقت کھلی رہنے والی آنکھوں سے دیکھتا تھا۔ صفد کی امداد کے واسطے عیسائیوں نے صور سے بھی کچھ فوج بھیجی تھی۔ جو گھاٹیوں میں چھپی ہوئی تھی۔ ایک مسلمان امیر شکار کھیلنے کو گیا۔ تو اس کا [illegible] آیا۔ اور اسلامی فوج کے سپاہیوں

نے ان جنگل باش عیسایوں ہی کا شکار کر ڈالا۔ اور ایک بھی ان میں سے بھاگ کر کہیں نہ جا سکا لیکن سلطان نے ان کے ساتھ ملاطفت کا برتاؤ کیا۔ اور چھٹو دن قلعہ صفد فتح ہو گیا۔ اور سلطان قلعہ کوکب کی طرف متوجہ ہوا۔ یہ قلعہ بلندی میں سچ مچ کوکب ہی تھا جس کو عربی مورخ عنقا کا آشیانہ یا چاند کی منزل سے تشبیہ دیتا ہے۔ مگر سلطان کی ہمت سے باوجود بارش و باران کی مصیبت اور اسی قسم کی تکلیف کے فتح ہو گیا۔

فتح کوکب نے اسلامی فتوحات کے تمام سلسلے کو ملا دیا۔ چنانچہ عماد بغداد کے خط میں سلطان کی طرف سے لکھتا ہے۔ کہ "اب ہمارے لئے تمام مملکت قدس (بیت المقدس) کی حد میں اطراف مصر عریش سے لے کر ممالک حجاز تک ادھر کرک سے شوبک تک راستہ کھل گیا جس میں بلاد ساحلیہ اعمال بیروت تک شامل ہیں۔ اس مملکت میں اب صور کے سوائے کوئی جگہ غیر مفتوح نہیں رہی۔ اور اقلیم انطاکیہ کے تمام قلعے جن پر فرنگیوں اور آرمینیوں کا قبضہ تھا سب فتح ہو گئے ہیں۔ بلکہ سرحد کے قلعے جبلہ اور لاذقیہ بھی بلاد لادن تک ہمارے قبضہ میں آگئے ہیں۔ اب صرف انطاکیہ مع چند چھوٹے چھوٹے قلعوں کے باقی ہے۔ کوئی علاقہ نہیں رہا جس کے مضافات نہ فتح کر لئے گئے ہوں نہ صرف طرابلس ایک ایسا علاقہ ہے جس کے مضافات میں سے صرف جبیل فتح ہوا ہے۔ اب کچھ عرصہ کے بعد اس کو فتح کیا جاویگا۔ اور اس کو عذاب الٰہی سے بچانے والا کوئی نہیں ہے۔ میرا ارادہ اس پر حملہ کرنے کا پختہ ہو چکا ہے۔ اور اس کی حدود میں بیت المقدس کی جانب جبیل سے عسقلان تک فوجیں اور سامان جنگ اور کثیر التعداد آلات و اسلحہ جمع کر دئیے گئے ہیں۔ میرا بیٹا افضل اس ولایت کی حفاظت اور نگہداشت پر متعین ہے۔ اور میرا چھوٹا بیٹا عثمان مصر اور اس کے نواح میں انتظام پر مقرر ہے۔ ان فتوحات سے فارغ ہو کر سلطان ملک عادل کو ہمراہ لئے ہوئے بیت المقدس کو روانہ ہوا۔ اور عید الضحیٰ تک وہاں انتظام و اہتمام میں مصروف رہا۔ اس کے بعد عسقلان کو گیا۔ اور اور ملک کے انتظام اور بندوبست اور رعایا کے حالات کے تفحص اور ضروری احکام کے اجرا میں مصروف رہا۔ ملک عادل کو شاہزادہ عزیز عثمان کے ساتھ مصر روانہ کر دیا۔ اور خود عکا کے علاقہ کی طرف گیا۔ لشکروں کا جائزہ لیا۔ نئی فوجیں بھرتی کیں اور لشکروں کو سرحدوں کی حفاظت کے واسطے مقرر کر کے روانہ کیا۔ عکا کی حفاظت اور استحکام کے واسطے مجوزہ عمارات کی ترقی کو جو بہاؤالدین قراقوش کے زیر اہتمام بن رہی تھیں۔ دیکھتا رہا۔ اور خود دمشق کو روانہ ہوا۔ حکام کی تبدیلیوں اور تقرریوں کی بابت احکام جاری کرنے اور ہر ایک قسم کی انتظامی ضروریات پر متوجہ ہوا

وسط ماہ صفر ۵۸۵ھ ہجری میں دربار بغداد کا سفیر سلطان کے پاس آیا۔ اور اس کی واپسی پر سلطان نے اپنا سفیر اس کے ہمراہ بھیجا۔ اور عجیب غریب تحائف اور قیمتی اور نادر اشیار مع عیسائی قیدیوں اور غنیمت کے بیش قیمت اسباب اور عیسائی بادشاہ کے تاج اور لباس اور صلیب اعظم کے جو صخرہ مقدسہ پر نصب کی ہوئی تھی خلیفہ کی خدمت میں بیت المقدس کی عظیم کامیابی کے نشان کے طور پر روانہ کر دیئے ✣

آغاز ربیع الاول ۵۸۵ھ ہجری تک سلطان دمشق میں رہا۔ ۳۔ ربیع الاول کو پھر جہاد کے عزم سے نکل کھڑا ہوا شقیف ارنون کا جو بانیاس کے قریب ایک مضبوط قلعہ تھا۔ جا کر محاصرہ کیا۔ والی شقیف کی حکمت عملیوں نے کچھ عرصہ تک سلطان کو وہاں روکے رکھا۔ اور اس عرصہ میں سلطان نے اپنے وعدہ کے موافق عیسائی بادشاہ گوئی کو جو جنگ حطین کے وقت سے اس کی قید میں تھا۔ اس شرط پر اور انجیل پر یہ قسمیہ عہد لے کر آزاد کر دیا۔ کہ وہ سلطان کے خلاف تلوار نہیں اٹھائیگا۔ اور کبھی اس کے مقابلہ میں جنگ نہیں کریگا۔ سلطان نے سینکڑوں دفعہ کے تجربہ اور ہر ایک عیسائی کی بدعہدی کو ہزاروں دفعہ دیکھنے کے بعد ایک عیسائی کے عہد اور قسم پر خواہ وہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔ اعتبار کر لینے کی خطرناک غلطی کی۔ اس کے تکلیف دہ نتائج کسی اور بہتر طریقہ میں بیان نہیں کئے جا سکتے۔ جو ہمارے ایک آئندہ باب سے معلوم ہونگے ✣



باب پنجم

عیسائی دنیا کی جدوجہد

سلطان کی عظمت کا اعلان

مسلمانوں کی فتح بیت المقدس کی خبر یورپ میں بقول عیسائی مورخ کے اکتوبر ۱۱۸۷ء کے اختتام پر پہنچی۔ اور اس زمانہ میں اس امر کا اندازہ کرنا بھی محال ہے کہ مغربی دنیا کو اس خبر سے کیسا کچھ صدمہ پہنچا۔ عیسائی دنیا کی آنکھوں میں دنیا تاریک ہوگئی۔ پوپ اربن ثالث کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اسی خبر کو سنکر فرط غم اور اندوہ سے دل شکستہ ہو کر مر گیا[۱]۔ بقول فرانسیسی مورخ کے عیسائیوں نے اپنے ممالک کی تمام مصیبتیں یوروشلیم پر رونے کے واسطے فراموش کردیں اور تمام پرائیویٹ کنبوں کے واسطے یہ غم سب غموں سے بڑھ گیا۔ پادری شہر بہ شہر ایسی تصویریں لئے پھرتے تھے جن میں حضرت مسیح ع کی قبر کو گھوڑوں کے سُم روندرہے تھے۔ اور محمد[۳] نے مسیح کو زمین پر گرا دیا تھا" یوروشلیم کے بادشاہ اور عیسائی نائٹوں کے مقید ہونے اور خداوند کی کواری عورتوں کی قسمت بچوں کی مصیبتوں پر نوحے اور دردناک گیت پڑھے اور گائے جاتے تھے[۲]۔ اس کے علاوہ عجیب لغو اور

---

[۱] عیسائی مورخ آرچر کی رائے میں پوپ اربن اس خبر کے پہنچنے سے ہفتہ عشرہ پہلے مرا ہے۔ اور اس واسطے وہ اسکی موت کو اس خبر سے منسوب نہیں کرتا۔ مگر ایک ایسی خبر کا جلدی سفر کرکے ایک ہفتہ پہلے پہنچ جانا بھی ناممکن نہیں ہے +

[۲] حالانکہ یہ تمام باتیں غلط اور مصنوعی تھیں۔ سلطان نے عیسائی بادشاہ کو قید سے بہت جلد رہا کر دیا تھا۔ اور عیسائی لوگوں کے ساتھ جو رحم اور عفو کا سلوک سلطان نے کیا تھا اس کا دنیا کی تاریخ میں نہیں تو عیسائیوں کی تاریخ میں تو کہیں نشان بھی نہیں ہے۔ مگر عیسائیوں کا یہ جنون سلطان کے افعال کے واسطے کوئی موازنہ قائم کرنے والا نہیں ہے (مؤلف) +

لایعنی قصے اور افسانے معجزات اور اظہار عجائبات کے مشہو کئے گئے۔ مثلاً یہ کہ رگورڈ بیان کرتا ہے کہ جس روز صلاح الدین بیت المقدس میں داخل ہوا۔ گیٹون سے عیسائی فقیروں نے چاند کو آسمان سے زمین پر اترتے اور پھر آسمان پر چڑھتے دیکھا۔ بہت سے گرجاؤں میں صلیبوں اور عیسائی ولیوں کی تصویروں سے عیسائی دینداروں کے سامنے خون کے آنسو نکلے۔ مچاڈ صفحہ ۴۳۰ +

عیسائی دنیا میں دفعتاً تبدیلی ہوگئی۔ مسیح ع کی قبر کے واسطے روتے ہوئے وہ انجیل کے احکام پر عمل کرنے لگے۔ اور بہتر ہو گئے۔ عیاشی شہروں سے خارج ہو گئے۔ تکالیف بھول گئیں۔ اور خیرات افراط سے دیجاتی تھی۔ عیسائی راکھ پر سوتے تھے۔ اور اون کا کپڑا پہنتے تھے۔ اور مختلف قسم کی تکالیف اپنے واسطے خود ہی اختیار کرتے تھے +

ولیم آرچ بشپ آف ٹائر مشرق سے یورپ کو آیا۔ کہ شاہان یورپ سے عیسائیوں کے واسطے امداد طلب کرے۔ فرانس اور انگلستان اس وقت باہم جنگ کر رہے تھے۔ ولیم نے ایک بڑی مجلس میں صلاح الدین کی فتح بیت المقدس کا حال بیان کیا۔ جس سے سامعین پھوٹ پھوٹ کر روئے اور پھر اس نے ایک ایسی مؤثر اور پُرجوش تقریر کی کہ عیسائیوں میں پھر وہی جنون اور جوش پیدا ہوگیا۔ ولیم نے مذہب کے نام سے جو ملامتیں عیسائی بادشاہوں اور سرداروں کو کیں ان کا بھی نہایت اثر ہوا۔ اور ہنری دوم بادشاہ انگلستان اور فلپ آگسٹس بادشاہ فرانس جو اس وقت تک ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے۔ گلے مل کر روئے۔ اور سب سے پہلے صلیب حاصل کی۔ رچرڈ ڈیوک آف گوائین (جو ہنری بادشاہ کا بیٹا تھا) فلپ کونٹ فلینڈرس۔ ہف کونٹ آف برگنڈی۔ ہنری کونٹ شمپین۔ تھیاٹ کونٹ آف بلائیس۔ رٹرو کونٹ آف پرچی اور کثیر التعداد سرداروں اور نائیٹوں اور فرانس اور انگلستان کے اکثر بشپوں نے ارض مقدس کو چھڑانے کی قسم کھائی اور تیاریاں ہونے لگیں (مچاڈ صفحہ ۴۳۴) +

اس مقدس مہم کے واسطے روپیہ کی ضرورت تھی اور اس کا انصرام کرنے کے واسطے بادشاہوں اور سرداروں اور بشپوں (پادریوں) کی ایک مجلس منعقد ہوئی۔ اور اس مجلس نے یہ فیصلہ کیا کہ جو لوگ صلیب نہ لیں یعنی بذات خود شریک جنگ نہ ہوں وہ اپنی آمدنیوں اور ہر ایک قسم کی جائداد کا ایک دسواں حصہ خرچ کے واسطے دیں۔ صلاح الدین کے ہتھیاروں کا جو خوف اور ہیبت تمام عیسائی دنیا پر چھا گئی تھی۔ وہ اس شکل میں ظاہر ہوئی کہ اس خرچ یا محصول کا نام۔ سلاڈین ٹائتھ (Saladin Tithe) یعنی عشر صلاح الدین رکھا گیا۔ یہ ٹیکس جس کو بعض

انگریزی مورخوں نے بجائے عشر صلاح الدین کہنے کے صرف صلاح الدین ٹیکس کہا ہے۔ انگلستان و فرانس میں وصول کیا گیا۔ اور اس عشر کے دینے سے انکار کرنے والے کے واسطے مذہب اور برادری سے اخراج کا حکم تھا۔ یعنی صلاح الدین کے نام کا حسب ایج جو شخص ادا نہیں کرتا تھا وہ عیسائی نہیں رہتا تھا۔ پادریوں نے پہلے کچھ چون وچرا کی۔ اور اپنے مالوں سے مسیح کے نام کو زیادہ عزیز سمجھنے کی طرف میلان ظاہر کیا۔ اور کہا کہ ان کی مقدس دعائیں ہر ایک ضرورت کے پورا کرنے اور ہر ایک مدد کے واسطے کافی ہیں۔ مگر وہ بھی آخر کار مجبور ہوگئے۔ جو اقرار ایک فاتح کے قیمتی ہتھیاروں اور ڈرانے والے نام کا یورپ نے صلاح الدین کے واسطے کیا ہے۔ وہ کسی فاتح کو دنیا میں اور کہیں نہیں نصیب ہوا ہوگا۔ اور عشر صلاح الدین اور ٹیکس صلاح الدین اس کی ایک دائمی یادگار تاریخ کے صفحوں پر رہنے والی ہے۔ مورخ گبن کہتا ہے کہ "سب سے زیادہ شریف یادگار (noble monument) ایک فاتح کی ناموری کی اور اس خوف و ہیبت کی جو اس نے پیدا کیا عشر صلاح الدین (Saladin tenth) ہے۔ رابسن مترجم میچاڈ کہتا ہے کہ "یہ ایک نہایت عجیب و غریب واقع ہے اور صرف صلاح الدین کی ناموری ہی کا ہمارے پاس اعلان نہیں کرتا ہے۔ جو ایک دور و دراز ملک میں بادشاہ تھا۔ بلکہ ویسے ہی اس خوف اور دہشت کا اظہار ہوتا ہے۔ جو یورپ کو اس کے نام سے تھی۔ باوجود ایک بڑی تشبیہ کے ہم نے اپنے انکم ٹیکس کا نام بونا پارٹ ٹیکس نہیں رکھا تھا۔ جیسا کہ ہم نے کیا ہوتا"۔ جو شاہی فرامین عشر صلاح الدین کی نسبت لکھ کر مشتہر کیے گئے تھے۔ اس کی نقل میچاڈ کی کتاب کے ضمیمہ میں قوم ہے اور صلاح الدین کی عظمت اور ناموری کے اقرار کی اصلی شہادت ہے ✣

اسی اثنا میں فرانس اور انگلستان میں پھر جھگڑا اور جنگ ہوگیا۔ اور عشر صلاح الدین کا ایک حصہ اس میں صرف ہوگیا۔ اسی تنازعہ میں ہنری شاہ انگلستان اور اس کے بیٹے مندی رچرڈ کے درمیان سخت بگاڑ ہوگیا۔ مگر آخر کار کچھ مصالحت ہوگئی۔ ہنری اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد رچرڈ کو بددعائیں دیتا ہوا۔ اس دنیا سے گذر گیا۔ اور رچرڈ انگلستان کا بادشاہ ہوا۔ انگلستان کے تخت پر بیٹھ کر اس نے اپنے بیت المقدس کے چھڑانے کے وعدے کو پھر یاد کیا۔ اور سرگرمی سے تیاری میں مصروف ہوا۔ انگریزی قوم کی اس تیاری کے ایک معنی بے پناہ یہودیوں پر ظلم کرنا تھا۔ پہلے کروسیڈوں میں بھی روپیہ کی ضرورت اسی بدنصیب قوم کا خون بہا کر پوری کی گئی تھی۔ کیونکہ روپیہ کے ذخائر ہمیشہ ان کے قبضے میں خیال کیے جاتے تھے۔ اس دفعہ بھی لنڈن اور یارک وغیرہ شہروں میں انہیں کی ایک بہت بڑی تعداد کا قتل عام کیا گیا (میچاڈ صفحہ ۴۱۳)۔ لیکن اس لوٹ سے اور عشر صلاح الدین سے

جو نہایت جبر اور تشدد سے وصول کیا جاتا تھا۔ انگلستان کے بادشاہ کی ضرورت اور خواہش پوری نہ ہوئی رچرڈ نے جاگیرات خاصہ بیچ دیں۔ اور سلطنت کے تمام بڑے عہدوں کو فروخت کردیا۔ اور کہتا تھا کہ شہر لنڈن بھی بیچنے کو تیار ہوں۔ اگر کوئی اس کا خریدار پیدا ہوسکے۔ اس کے بعد وہ نارمنڈی میں گیا۔ اور اس دولتمند صوبہ کی جاگیرات سے بہت سارو پیہ جمع کیا۔ (مچاڈ صفحہ ۲۴۴) +

انگلستان اور فرانس دو نو جب اس سفر کی تیاریاں کر چکے۔ تو دونو بادشاہوں نے ایک ملاقات کی اور سمندر کے راستے سفر کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور فوج وغیرہ کے اچھے چلن کے واسطے کچھ قواعد مقرر کئے۔ خاص جرائم کے واسطے خاص سزائیں تجویز کیں۔ اور چونکہ پہلے کروسیڈ دل میں عورتوں کی شمولیت سے خرابیاں پیدا ہوئی تھیں۔ اس دفعہ عورتوں کا ساتھ لے جانا ممنوع قرار دیا گیا۔ اور جوا کھیلنے کی مختلف کھیلیں بند کردی گئیں۔ فرانس کے بادشاہ اور اکثر والیان ریاست اور سرداروں کا اپنے ملکوں کو واپس آنے کا ارادہ یا یقین نہیں تھا۔ اُنہوں نے اپنے پیچھے انتظام ملک کے واسطے وصیتیں کردیں۔ اور رچرڈ اور فلپ دو نو سمندر کے راستے سے مختلف مقامات سے روانہ ہوگئے۔ جو جھگڑے اور تنازعات ان دو نو بادشاہوں میں یا اور جو اور واقعات ان پر مسلمانوں سے جنگ کرنے کے مقام پر پہنچنے سے پہلے گذرے ہیں وہ ہمارے مضمون کی وسعت سے خارج ہیں +

ولیم آف ٹائر یعنی اس کروسیڈ کا واعظ فرانس سے جرمنی کو گیا تھا۔ کہ فریڈرک باربروشہنشاہ جرمنی کو اس جنگ میں شریک ہونے اور صلیب لینے کی ترغیب دی۔ فریڈرک اگرچہ ایک مسن سیدہ بادشاہ تھا لیکن اپنی شجاعت کے سبب سے بڑا نامور اور چالیس لڑائیوں میں داد مردانگی دے چکا تھا۔ دنیوی شان و شوکت میں وہ بڑا مشہور تھا۔ اور اب اس کو اپنے مذہبی پُرجوش ہمعصروں میں ناموری حاصل کرنے کا شوق ہوا۔ اور اس جنگ کے واسطے جانے کو تیار ہوگیا۔ اور اقرار کرلیا۔ ایک مجلس میں جرمنی کے امراء اور والیان ممالک اور مذہبی عہدہ دار جمع ہوئے۔ اور ولیم کے ہاتھ سے کروسیڈ کا نشان حاصل کیا۔ بادشاہ کے بعد اس کے بیٹے ڈیوک آف سوابیا۔ لیوپولڈ ڈیوک آف آسٹریا۔ برتھولڈ ڈیوک آف مریویا۔ ہرمن مارکوئیس ڈیوک آف بیڈن۔ کونٹ آف نسو۔ اور اور بہت سے سرداروں اور پادریوں نے صلیبیں لیں اور مسیح کی قبر کو چھڑانے کے واسطے قسمیں کھائیں۔ تمام گرجاؤں میں جنگ کا وعظ کیا گیا۔ اور معجزات کا زور و شور سے بیان کیا گیا ہے۔ اور جو لوگ جنگ میں جانے کو تیار ہوئے۔ اُن کی بھیڑ اور مجمع اس قدر عظیم تھا کہ ان کے جوشوں کو ٹھنڈا کرنے کیواسطے

تدابیریں کرنی پڑیں - یہی فریڈرک دوسرے کروسیڈ میں اپنے چچا کانرڈ کے ساتھ گیا تھا - اور آدمیوں کے ہجوم کی کثرت سے جو مصیبتیں اس پر نازل ہوئی تھیں - اُن سے اچھی طرح واقف تھا - اس واسطے اس نے حکم دیا کہ صرف وہ لوگ جا سکینگے - جو تین مارک دسکہ چاندی کے اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں - اور تمام آوارہ گرد و اور مہم جو لوگوں کو خارج کر دیا ۔

فریڈرک نے اپنی روانگی سے پیشتر شاہنشاہ قسطنطنیہ اور سلطان قونیہ کے پاس سفیر بھیجے اور ان کے ملک سے بآزادی گذرنے کی درخواست کی اور بعدازاں خود سلطان صلاح الدین کے پاس سفارت بھیجی - اور لکھا کہ یورشلیم اور دوسرے عیسائی شہر جو عیسائیوں کے قبضہ میں تھے - ان کو واپس دیدے - ورنہ اس کے ساتھ جنگ کریگا - شاہنشاہ فریڈرک کا یہ نامہ اور سلطان صلاح الدین کا جواب بیرونی اس میتھئو پیرس اور جیافری ڈی ونسوف تین قدیم مورخین کروسیڈ کی تاریخوں میں محفوظ ہیں - فریڈرک کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ صلاح الدین نے اس سے پہلے کبھی کوئی خط فریڈرک کو لکھا تھا - چنانچہ فریڈرک اپنے خط کے آغاز میں لکھتا ہے - کہ آپ کے نامہ کے جواب میں ہم خط لکھنے والے تھے - لیکن اب یہ سنکر کہ آپ نے ارض مقدس کو ناپاک کیا ہے - اور ایک مجرمانہ دلیری کی ہے - ہم باختیارات شاہنشاہ دائمی ورمحافظ فلسطین وغیرہ آپ کو بارہ ماہ کی میعاد کے واسطے خالی کرنے اس سرزمین کی اور عیسائیوں کی طمانیت کرنے کے واسطے دیتے ہیں - ورنہ آپ کے خلاف جنگ کرینگے - اس کے بعد کچھ شیخی بگھاری ہوئی ہے - کہ ہم ایسے ہیں اور ویسے ہیں - اور عجیب بے سروپا باتوں کا ذکر ہے - اور اپنی سلطنت کی بزرگی اور بیشمار معاونین کے ناموں سے ڈرایا ہے - سلطان صلاح الدین نے بھی اس کا جواب ترکی بہ ترکی دیا ہے اور اپنے معاونین کے نام گنانے اور اپنی طاقت کی فضیلت وغیرہ بیان کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ہے - اور لکھا ہے - کہ عیسائی اگر امن اور خیریت چاہتے ہیں - تو دو چار شہر جو ان کے قبضہ میں رہگئے ہیں - اُن کو چھوڑ کر چلے جائیں - ورنہ وہ بھی اسی طرح بزور شمشیر اس سے فتح کئے جاوینگے ۔

فریڈرک ایک لاکھ منتخب فوج لیکر روانہ ہوا - اور ہنگری اور بلگیریا کو عبور کرکے یونانی سلطنت میں داخل ہوا - قسطنطنیہ میں آئیزک انگیلس تخت نشین تھا - اس کی نسبت عیسائی مورخ شکایت کرتے ہیں کہ اس نے شاہنشاہ فریڈرک کے ساتھ عہد و پیمان کرنے کے ساتھ ہی سلطان صلاح الدین سے بھی خط وکتابت اور عیسائی حملہ آوروں کے خلاف جنگ کرنے کی سازش کی - اور کروسیڈروں سے لڑائی بھی کر گذرا - مگر شکستیں کھا کر خاموش ہو رہا - یونانیوں سے گذر کر قونیہ کے ترکوں سے فریڈرک کی فوج کو مقابلہ پیش آیا - مگر وہ بڑھتا چلا گیا - کوہ طور کو عبور کرکے شام کی طرف روانہ ہوا - مگر دریائے

سلف کے کناروں سے آگے بڑھنا اس کی قسمت میں نہیں تھا بعض مورخ کہتے ہیں کہ نہانے کے واسطے دریا میں گھسا تھا۔ اور بعض کا قول ہے کہ دریا عبور کرنے کے واسطے اس نے گھوڑا دریا میں ڈالا تھا۔ غوطے کھاتا ہوا۔ اور نیم جان دریا سے نکالا گیا۔ اور تھوڑی دیر بعد یوروشلیم کی طرف منہ کئے ہوئے جس کو مسلمانوں سے چھڑانے آیا تھا۔ مگر اس کا دیکھنا بھی اس کے نصیب میں نہیں تھا۔ سب سے بڑا اور نامور عیسائی بادشاہ دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اس کی فوج نے اس کی موت پر بہت گریہ وزاری کی اور اس کی ہڈیوں کو بیت المقدس میں دفن کرنے کے واسطے جمع کیا۔ مگر اس سرزمین میں اس کو قبر بھی حاصل نہیں ہوئی۔ فوج کی حکمرانی شاہنشاہ فریڈرک کے بیٹے فریڈرک ڈیوک آف سوابیا کے سپرد ہوئی۔ مگر بھوک تکان اور بیماری سے اس کا اس قدر نقصان ہوا کہ کہا جاتا ہے کہ ایک لاکھ فوج میں سے سات سو سوار اور پانچ ہزار پیادے باقی رہ گئے تھے۔ جو آخرکار عکا کا محاصرہ کرنے والی عیسائی فوج کے ساتھ شریک ہو گئی ✤

باب ششم

عیسائی دنیا اور سلطان کا مقابلہ

یورپ میں جب کروسیڈ کا وعظ اس زور و شور سے ہو رہا تھا۔ اور مسلمانوں کی فتح بیت المقدس پر ماتم اور اس کو مسلمانوں سے چھڑا لینے کے واسطے ایسی سرگرمی سے تیاریاں ہو رہی تھیں سلطان صلاح الدین اپنی فتوحات کی وسعت میں مصروف تھا۔ اور اس مشرقی عیسائی سلطنت کے تمام شہروں سے صرف صور (ٹائر) باقی رہ گیا تھا۔ جس کو ایک عیسائی سردار مرکیس (کانرڈ) نے پہنچکر بچا لیا تھا مرکیس کے صور میں داخل ہو کر اس پر قبضہ کر لینے پر تمام بچے کھچے عیسائی اور ٹمپلر اور ہاسپٹلر فرقہ کے سپاہی اس میں جمع ہو گئے تھے۔ اور ایک اچھی جمعیت صور کی حفاظت کے واسطے پیدا ہو گئی تھی۔ لیکن سلطان نے بہت عرصہ تک صور کو بغیر فتح کئے نہ چھوڑا ہوتا۔ اگر سلطان کی اپنی غلطی نے میدان کارزار کو ایک دوسری سمت میں تبدیل کر کے اس کی تمام توجہ کو اس طرف مصروف نہ کر دیا ہوتا۔ ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں کہ سلطان نے عیسائی بادشاہ گوئی کو جو جنگ حطین میں مسلمانوں کے ہاتھ میں قید ہو گیا تھا۔ انجیل پر قسم کھلوا کر کہ وہ سلطان کے برخلاف کبھی ہتھیار نہیں اٹھائیگا۔ قید اور غلامی سے آزاد کر دیا تھا۔ سلطان کی غلطی یہی تھی۔ کہ اس نے ایک عیسائی کی قسم پر خواہ وہ بادشاہ ہی تھا۔ اعتبار کر لیا تھا۔ گوئی نے قید سے آزاد ہوتے ہی سب سے اول اپنے پادری سے اس قسمیہ عہد و پیماں کو کالعدم کرایا۔ اور اپنی کھوئی ہوئی حکومت کو پھر حاصل کرنیکے واسطے عیسائیوں کو طلب کیا۔ مگر اس وقت اُنہوں نے اس کی حمایت و شراکت کو نامنظور کیا۔ تاہم نو دس ہزار عیسائی اس نے اپنے گرد جمع کر لئے۔ اور عکا کے محاصرہ کا ارادہ کر کے عکا کی جانب بڑھا ۔

عکا بحیرہ روم کے ساحل پر ایک نہایت مفید اور کارآمد بندرگاہ تھا۔ اور ایک بڑے میدان کے

انتہا پر جو تین طرف سے بلند پہاڑیوں اور ایک طرف سے سمندر سے محیط تھا۔ واقع تھا عیسائیوں کی اس شرقی سلطنت کے واسطے ایک نہایت فائدہ بخش مقام ہونے کے سبب سے مشہور ہو چکا تھا۔ مغرب کے عیسائی حاجی اور مجاہد جو سمندر کے راستہ سے آتے تھے۔ اسی بندر پر اترتے تھے۔ یورپ کی تجارت کی درآمد برآمد اسی راستہ سے ہوتی تھی۔ سلطان صلاح الدین نے اس کو فتح بیت المقدس کے بعد عیسائیوں سے چھین لیا تھا۔ اور اس کی مرمت اور درستی کر کے بہت مضبوط بنا دیا تھا۔ بادشاہ گوئی نے اس کے محاصرہ کا ارادہ اس خیال سے نہیں کیا تھا۔ کہ وہ دس ہزار عیسائی فوج کے ساتھ اس کو فتح کر لینے کی توقع کر سکتا تھا۔ بلکہ اس کا مدعا یہ تھا۔ کہ یورپ سے جو بیشمار فوجیں اور کروسیڈ بیت المقدس کی حمایت کے واسطے روانہ ہوئے ہیں وہ اسی مقام پر اُتریں گے۔ اور قدرتی طور پر ان کی معاونت سے فائدہ حاصل کرے گا۔ اور اپنی عزت اور رسوخ کو پھر قائم کرے گا۔ عکا اسی سبب سے عیسائیوں اور مسلمانوں کی زور آزمائی کی جگہ قرار پانے کے واسطے مشہور ہونے والا تھا۔ اور عیسائی بادشاہ کو اپنی توقعات میں حد سے زیادہ کامیابی حاصل ہوئی۔ یورپ سے عیسائی کروسیڈرز کی فوجیں اسی مقام پر مسلسل اور متواتر طور پر پہنچنی شروع ہوئیں۔ اور فرانسیسی اور انگریزی اور فلیمش کروسیڈ رجو فلپ اور رچرڈ سے پیشتر روانہ ہوئی تھیں۔ اپنے وقت کے ایک مشہور کپتان اور سپہ سالار جیفویس کے ماتحت عکا پر آاتریں ؛

ان کے بعد جینوا۔ وینس پیسا اور صوبہ جات اٹلی کی فوجیں وارد ہوئیں۔ اس کروسیڈ میں جنوبی اور مغربی یورپ کے سوائے شمالی یورپ میں بھی نہایت سرگرمی سے کروسیڈ کا وعظ کیا گیا تھا اور ان طرف سے بھی عیسائیوں نے اپنے مقدس جنگ کیواسطے ہتھیار اُٹھائے تھے۔ جو اب عکا کے عیسائی محاصرین میں شامل ہو گئے تھے۔ رچرڈ اور فلپ کے پہنچنے سے پہلے اسی ہزار عیسائی فوج عکا کے محاصرہ میں جمع ہو چکی تھی۔ اور عکا پر حملے کرنے شروع کر دئے تھے۔ (مچاڈ صفحہ ۵۵۲) یہی تیسرا کروسیڈ تمام کروسیڈوں میں زیادہ مشہور اور ممتاز ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے کروسیڈوں میں صرف عام عیسائی اور دوسرے درجہ کے رئیس شریک ہوتے تھے۔ اس تیسرے کروسیڈ میں اول درجہ کے خود مختار اور سلاطین یورپ نے ہتھیار اُٹھائے تھے۔ اور اپنی طاقت سے بڑھ کر فوج اور روپیہ ہر ایک وسیلہ سے جمع کیا تھا۔ اور گویا تمام یورپ یکبارگی ایشیا کی سرزمین پر ٹوٹ پڑا تھا۔ اس کے بعد کے کروسیڈوں میں بھی اگرچہ بعض مشہور بادشاہ یورپ سے مسلمانوں سے جنگ کرنے اور بیت المقدس کی حمایت کے واسطے ہیں۔ مگر ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ بادشاہ شریک ہو کر نہیں آئے۔ اور

شام میں جمع نہیں ہونے ۔ پس اسی کروسیڈ میں سلطان کو تمام یورپ کا مقابلہ کرنے کو تھا ۔

سلطان نے آغاز میں بادشاہ گوئی کی اس عہد شکنی اور عکا کا محاصرہ کرنے کی کوششوں کو نہایت حقارت کی نگاہ سے دیکھا ۔ اور چنداں قابل توجہ ہی نہیں خیال کیا ۔ لیکن جب اس نے یورپ سے کثیر التعداد عیسائیوں کی آمد اور عکا کے محاصرہ میں شریک ہونے کی خبریں سنیں تو لشکروں کو جمع کیا ۔ اور عکا کیطرف روانگی کا حکم دیا ۔ اور نہایت حکمت عملی سے فوجوں کو مختلف رستوں سے نکال کر لاتا ہوا ۔ عکا میں پہنچ گیا ۔ مرج عکا میں خیمے نصب کر دئیے ۔ اور فوج کی آراستگی میں مصروف ہوا ۔ عیسائیوں نے عکا کے مسلمانوں کا محاصرہ کیا ہوا تھا ۔ اور سلطان کی فوج نے عیسائی محاصرین کو گھیر لیا مسلمانوں کا لشکر نہر ملو سے تل عیاضیہ تک پھیلا ہوا تھا ۔ عیسائی فوجوں کی آمد کا تانتا بندھا ہوا تھا ۔ اور مسلمانوں کی فوجیں جو سلطان نے طلب کی تھیں ۔ وہ بھی متواتر آ رہی تھیں ۔ تقی الدین حماۃ سے اور مظفر الدین بن زید الدین بھی پہنچ گئے ۔ عیسائی اگرچہ عکا کا احاطہ کئے تھے ۔ لیکن شروع میں وہ مسلمانوں کی آمد و رفت کو شہر اور لشکر کے درمیان روک نہیں سکتے تھے ۔ جب مزید عیسائی فوجیں پہنچ گئیں تو انہوں نے شہر کا احاطہ کامل طور پر کر لیا ۔ اور مسلمانوں کی آمد و رفت کو مسدود کر دیا ۔ سلطان کو یہ امر نہایت ناگوار گذرا ۔ اور ابتدا میں گو وہ بعض مصلحتوں سے عیسائیوں پر حملہ کرنے سے اپنی فوج کے جوش کو روکے ہوا تھا ۔ لیکن اس وقت اس نے حملہ کی تیاری کا حکم دیدیا ۔ اور یکم شعبان ۵۸۵ھ کو نماز جمعہ کے بعد حملہ کر کے عیسائی فوج کو ہلا دیا ۔ رات تک جنگ ہوتی رہی ۔ اور فوجیں ہتھیار پہنے ہوئے ہی اپنی اپنی جگہ پر پڑی رہیں ۔ اگلی صبح کو سلطان نے مسلمانوں کی فوج کا ایک منتخب دستہ فوج عکا کی شمال کی طرف سے بھیجا ۔ جس نے دشمن پر حملہ کر کے ایک فاش شکست دی ۔ اور جماعت کثیر قتل کر ڈالی ۔ اور جب عیسائی ہزیمت خوردہ ہو کر بھاگے تو اس خالی جگہ میں مسلمانوں کی فوج کے پہرے قائم کر دئیے جس سے شمال کی طرف سے عیسائیوں کی فوجوں کی آمد بند ہو گئی ۔ اور مسلمانوں کی آمد و رفت کے واسطے قلعہ کا دروازہ کھل گیا ۔ اور ایک اکیلے مرد تک کو آنے جانے میں کچھ دقت نہ رہی ۔ سلطان ظہر کے وقت خود عکا میں داخل ہوا ۔ اور فصیل پر چڑھ کر عیسائیوں کے لشکر کا مقابلہ کرتا رہا ۔ اگلا دن شہر اور لشکر کی اسلامی فوجوں کی تبدیلی میں گذرا ۔ اور سلطان نہایت مصروفیت سے ہر ایک امر کے اہتمام میں مصروف تھا ۔ یہاں تک کہ اس کے طبیبوں کا بیان ہے ۔ جمعہ سے اتوار تک سلطان نے کوئی طعام نہیں کھایا ۔ اور ہمہ تن انتظام فوج اور آراستگی لشکر میں مستغرق رہا محصور مسلمانوں کا ہر ایک مقام سے جہاں کہیں ضروری تھا ۔ مزید استحکام کیا ۔ اور تازہ فوج شہر میں

داخل کر کے منتخب اور بہادر اور جری افسر اُن پر مقرر کئے۔ اور لڑائی شروع ہو گئی۔ محصور مسلمان شہر کے اندر سے نکلکر عیسائیوں پر حملہ کرتے تھے۔ اور بیرونی لشکر باہر سے حملہ آور ہوتا تھا۔ عیسائی فوج نے اپنے گرد خندقیں کھود لی تھیں۔ اور حملوں کی مدافعت کے علاوہ حملہ کرنے کے موقعوں سے بھی نہیں چوکتی تھیں۔ ۹ شعبان کو اُنہوں نے نکلکر مسلمانوں پر حملہ کرنے کی تیاری کی۔ اور فوج کو آراستہ کیا۔ مسلمان لشکر پہلے سے تیار تھا۔ اور سلطان کے للکارنے پر ایک ہی دفعہ عیسائیوں پر ٹوٹ پڑے عیسائیوں نے شکست کھا کر اپنے خیموں تک پہنچنا غنیمت سمجھا۔ اور پھر کئی روز تک خیموں سے نکل کر حملہ کرنے کا حوصلہ ان کو نہ ہُوا۔ سلطان نے اسی سبب سے ان کے لشکر سے پرے ہٹ جانا مناسب سمجھا تا کہ اس احاطہ میں وسعت ہو۔ اور عیسائیوں کو خیموں سے نکلنے کی تحریص ہو۔ اپنے لشکر کو اُس نے تل عیاضیہ پر جما دیا۔ اور عیسائیوں کی حرکت کا انتظار کرنے لگا۔ ۱۱ شعبان کو فرنگیوں کے لشکر میں حرکت پیدا ہوئی۔ اور تمام سوار اور پیادے اپنے خیموں سے نکل کھڑے ہوئے۔ نئی عیسائی فوجوں اور جہازوں کی آمد سے عیسائیوں کے دل بڑھ گئے تھے۔ اور مسلمان دمیاطا در سکندریہ سے جہازوں کے نہ پہنچنے کے سبب سے متردد تھے۔ عیسائی فوج کی تعداد اب بہت بڑھ گئی تھی۔ نہایت مشہور بہادر اور سپہ سالار ان میں موجود تھے۔ مرکیس (کانرڈ) اپنی فوج کے ساتھ ان میں شریک ہُوچکا تھا اور بڑے اطمینان اور جوش کے ساتھ اپنی خندقوں سے نکلکر اُنہوں نے فوج کو میدان میں آراستہ کیا۔ گویٔی بادشاہ کے آگے تخت پر ایک انجیل رکھی ہوئی تھی۔ جو اطلس کے پردوں سے ڈھپی ہوئی تھی۔ اور چار آدمیوں نے تخت انجیل کو اُٹھایا ہُوا تھا۔ ممالک یورپ اور تمام اقوام کی فوجیں اپنے اپنے سرداروں کے زیر حکم دائیں بائیں اور قلب میں آراستہ تھیں۔ اور ایک مضبوط دستہ فوج جہاں مطلوب ہو۔ ضرورت کے وقت امداد کرنے کو علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ عیسائی لشکر کو اپنی مضبوطی اور طاقت پر اس قدر اعتماد اور ناز تھا۔ کہ ایک عیسائی نے جوش میں آکر آواز بلند کہا کہ "خدا کو اِس وقت خاموش رہنا چاہیئے۔ اور فتح ہماری ہے"۔

عیسائی لشکر کو نکلتا اور تیار ہوتا دیکھ کر سلطان نے اپنے لشکر کو تیاری کا حکم دیا اور نہایت احتیاط سے چپ و راست اور صفوں کو ترتیب دیا۔ لشکر کے قلب اور میمنہ کے قلب میں ملک افضل اور ملک ظاہر دو نوں شاہزادے تھے۔ میمنہ میں موصلیوں کی فوج میں ظہیر الدین ابن البلنکری تھا۔ دیار بکر کے لشکر میں قطب الدین صاحب حصن اور حسام الدین عمر بن لاچین صاحب نابلس اور قائماز نجمی تھا اور ایک طرف ملک مظفر تقی الدین سمندر کے کنارہ کی جانب اپنے لشکر میں تھا۔ میسرہ میں قلب کے

قریب سیف الدین علی بن احمد شلوب جو کردوں میں سے ایک مشہور سردار تھا۔ اور امیر مجلی اور جماعت مہرانیہ وہکاریہ اور بہاءالدین نقش سنجار کے لشکر کا سپہ سالار اور سلطانی مملوکوں کا ایک طائفہ اور مظفر الدین بن زین الدین کھڑے تھے۔ اور میسرہ کے اخیر پر اسدی مملوک استادہ تھے۔ افعل فرانسیسی مورخ سے سلطان نے فوج کی ترتیب اس طرح پر کی تھی۔ عیسائیوں کو دریا اور سمندر کے درمیان محیط کر لیا تھا کہ اگر عیسائی شکست کھا گئے تو ان کی واپسی کی کوئی صورت نہیں رہیگی +

عیسائی تیر اندازوں اور عیسائیوں کے رسالہ نے اول حملہ کیا چونکہ یہ حملہ عیسائیوں کے میمنہ نے مسلمانوں کے میسرہ پر حملہ کیا تھا۔ تقی الدین جو سمندر کی طرف تھا۔ سامنے بڑھا۔ سلطان نے قلب سے اس کی امداد کرکے اس کو قوی کر دیا۔ قلب میں جو لوگ معین تھے۔ انہوں نے اس کمی سے اپنا ضعف محسوس کیا۔ تو وہ قلب سے میمنہ کیطرف پھر گئے۔ عیسائیوں نے اس موقع پر شدید حملہ کیا۔ اور دیار بکر کی فوجوں پر جا پڑے جو پیچھے ہونے کے سبب سے جنگ سے غافل تھے۔ وہ سامنے سے ہٹ کر بھاگ نکلے۔ اور میمنہ کو بے پناہ چھوڑ گئے۔ دشمن اپنے حملہ میں بڑھتے چلے آئے۔ یہاں تک کہ مقام عیاضیہ تک پہنچ کر تل کا محاصرہ کر لیا۔ اور سلطانی خیمہ کے محافظوں کو قتل کر دیا۔ ہزیمت خوردہ لشکر بھاگ کر بہت دور نکل گئے۔ اقحوانہ سے گذر کر طبریہ پُل کو عبور کرتا تو بجائے خود رہا۔ بعضوں کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے دمشق ہی میں پہنچ کر دم لیا۔ مسلمانوں کے میمنہ کو شکست ہوئی تھی قلب کے لشکر پہلے ہی منتشر ہو گئے تھے۔ میسرہ کی فوجیں بدستور جمی رہیں اور سلطان قلب میں چند مملوکوں کے ہمراہ کھڑا رہ گیا۔ اور نہایت خطرہ کی حالت میں تھا مگر ایک تجربہ کار اور بہادر جنرل کی طرح ایک لمحہ کے واسطے بھی اس کو استقلال نے نہیں چھوڑا۔ اور کوئی ہراس اس کے چہرے سے نہیں معلوم ہوا۔ عیسائی لشکر جب خیموں کے لوٹنے اور محافظوں کے قتل کرنے میں مصروف تھا۔ وہ باقیماندہ لشکر کو جمع کر کے ترتیب دے رہا تھا۔ اور بڑھ کر اور فوجوں کو چیرتا ہوا تل کے نیچے آ کھڑا ہوا۔ جس پر خیمے نصب تھے۔ اس وقت صرف چند آدمی اس کے ہمراہ تھے۔ جو عیسائی فوج مسلمانوں کے کیمپ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اس کو باقی عیسائی لشکر سے اس نے کاٹ دیا۔ اور ان پر حملہ کر کے سب کو کاٹ ڈالا۔ صرف چند نفر عیسائی بچے جو بھاگے جا رہے تھے اور مسلمان ان کے تعاقب میں ان کے پیچھے تھے۔ عیسائی لشکر اپنی فوج کی شکست کے خیال سے یکایک دل چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ اور میسرہ کی مسلمان فوج مع ملک مظفر کے جو میمنہ سے آ کر ان میں شریک ہوا تھا۔ عیسائیوں پر ٹوٹ پڑی اور ایسا شدید حملہ کیا کہ عیسائیوں کے حواس باختہ ہو گئے۔ عیسائی اپنے خیموں میں جا گھسے۔ مگر مسلمانوں نے ان کو وہاں بھی نہ چھوڑا اور جب تک تھک نہ گئے اپنے مقام پر واپس نہ آئے۔ تمام میدان عیسائیوں

کی لاشوں سے بھرا ہوا تھا۔ جو عیسائی سمندر میں غرق ہوئے ان کے علاوہ مقتولین کی لاشوں کا شمار سات ہزار سے کم نہیں تھا۔ اور بہت سے مشہور اور نامی سرداروں کی لاشیں انہیں مقتولین میں تھیں۔ مسلمان مورخ اپنا نقصان بہت کم بیان کرتے ہیں۔ اور کمی کو بھگوڑوں کی کثرت تعداد سے منسوب کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے خیموں تک جب عیسائی پہنچ گئے تھے تو ان کے محافظ مملوک اور غلام بھی بھاگتے ہوئے خیموں سے جو کچھ ہاتھ لگا اٹھا لے بھاگے تھے۔ عیسائیوں کو تو مسلمانوں کی غنیمت لے کر اپنے خیموں تک سلامت پہنچنا نصیب نہ ہوا تھا۔ لیکن جو مال و متاع فراری لے گئے تھے اس کو سلطان نے فرامین لکھ کر اور قاصد بھیجکر مشکل سے واپس جمع کرایا۔ اور لوگوں کی اپنی شناخت پر اُن میں تقسیم کر دیا +

سلطان نے جس استقلال اور دلیری کے ساتھ اس جنگ کی بگڑی ہوئی صورت بنایا۔ اور مسلمانوں کو سنبھال کر ان کی شکست کو فتح سے تبدیل کر دیا۔ اس کے ایک بے نظیر جرنیل اور سپہ سالار ہونے کا یہ اکیلا واقع بجائے خود ایک عمدہ ثبوت ہے۔ اور اس کی تصدیق فرانسیسی مورخ کے اقوال سے بوجہ احسن ہوتی ہے۔ جو اس جنگ کی کیفیت کو حسب ذیل بیان کرتا ہے۔ مسلمانوں کی پہلی ہزیمت کا حال بیان کر کے لکھتا ہے۔ کہ "صلاح الدین میدان جنگ میں تقریباً تنہا رہ گیا۔ اور کئی دفعہ سخت خطرہ میں تھا۔ اپنے چند وفادار مملوکوں کے ساتھ اس نے اپنی پریشان شدہ فوجوں کو جمع کرنے کی کوشش کی اور آخر کار ان کا دل بڑھانے میں کامیاب ہو گیا۔ جوں ہی اس کو سہارے کے اسباب مل گئے۔ وہ اپنی مشہور اور ممتاز سرگرمی کے ساتھ لڑائی کے لئے واپس آیا۔ اور عیسائیوں پر ٹوٹ پڑا جس کو اس نے فتح کی تمام بے ترتیبی میں پریشان اور تتر بتر کر دیا۔ مسلمانوں کے رسالہ نے اپنی باری میں حملہ کیا۔ اور فرنگیوں کے رسالہ کو منتشر کر دیا۔ عیسائی فوج کی مختلف جماعتیں ایک دوسری سے جلد علیحدہ ہو گئیں۔ اور بھاگتے میں سنبھل کر جمع ہونے کی بیفائدہ کوششیں کیں۔ اس وقت ٹیپلر (فرقہ)، کاگرینڈ ماسٹر فوج ارزرو (پسماندہ) (جو فوج کہ ضرورت کے وقت امداد دینے کے واسطے علیحدہ کی ہوئی تھی) لے کر کمک کے واسطے بڑھا تاکہ مفرورین کو تھامے۔ لیکن مسلمانوں کے رسالہ سے اس کا مقابلہ اُن کے پورے زور کی رفتار میں ہوا۔ جو ہر چیز کو اپنے سامنے سے پیستا اور فنا کرتے جا رہے تھے۔ پہلے ہی حملہ میں یہ فوج ارزرو ٹوٹ گئی۔ اور کئی دفعہ پھر حملہ کرنے کے واسطے آئی۔ لیکن مسلمان سواروں کے ناقابل روک حملہ کے سامنے کھڑی نہ ہو سکی۔ تمام طرف سے کروسیڈروں کے ہاتھ سے فتح نکلی جا رہی تھی۔ اور تمام طرف پریشانی اور ابتری پھیلی جا رہی تھی۔ جب دست چپ کی فوج بھاگ گئی اور فوج رولیف کا دستہ مسلمانوں کو روکنے کی بیفائدہ کوشش کر رہا تھا۔ تو دست راست اور قلب پر صرف

حلب اور موصل و سنجار کے شاہزادوں نے ہی تقی الدین عمر کی شمولیت سے حملہ نہیں کیا۔ بلکہ عکا کے محصورین بھی صفیں باندھکر اور شہر سے نکلکر عیسائیوں پر ٹوٹ پڑے۔ مسلمانوں نے نہایت ہیبتناک کشت وخون کیا اور عیسائی فوج کا ہرایک حصہ شکست کھاکر بھاگ نکلا۔ اور اگران کا کیمپ مسلمانوں کے ہاتھوں میں پڑجاتا توسوائے کامل بربادی کے اور کچھ نہیں ہوسکتا تھا۔ فتحمند فوج فوراً حملہ کرنے کے واسطے خندقوں پر بڑھی۔ لیکن چند توں کی گہرائی۔ اور جیاؤزی اور جیقوبیس کی بہادری نے مسلمانوں کے رسالے عیسائیوں کی آخری پناہ گاہ کو بچالیا۔" جنگ کے وقت میں صلاح الدین ایک ہی وقت میں ہرایک جگہ نظر آتا تھا میمنہ میں پھر جنگ کو تازہ کرکے وہ قلب میں واپس آیا۔ اور پھر میسرہ کو نکل گیا۔ دس دفعہ اس نے عیسائی فوج کی صفوں کو عبور کیا اور رسالہ کے ہرایک حملہ کی خود ہدایت کرتا تھا۔ تمام دن جنگ ہوتا رہا۔ شام کو بھی عیسائی لشکر کے گرد کئی مقابلے ہوتے رہے۔ اور صرف رات کے پڑجانے سے دونو لشکروں کو آرام ملا۔" (مچاڈ صفحہ ۵۹ ہم و ۴۰۰ ہم) ؛

عیسائیوں میں تو اب یہ تاب اور جرأت باقی نہیں رہی تھی۔ کہ کچھ مدت تک مسلمانوں کی طرف رُخ کریں۔ اور سلطان نے بھی اپنے لشکر کو وہاں سے اٹھ کر خروبہ پر ڈیرے لگانے کا حکم دیا۔ اسلامی لشکر پچاس دن سے برابر ہتھیار پہنے رہا تھا۔ کسل اور تکان رفع کرنے واسطے سلطان نے چند روز ان کو آرام دینا ضروری خیال کیا۔ اسی عرصہ میں ملک عادل کی تازہ فوج کے ساتھ پہنچ جانے کی توقع تھی۔ اور مفرورین کو واپس بلا لینے کی کوشش کرنی بھی خیال تھا۔ موسم سرما قریب آگیا تھا۔ اور سامان رسد کی کمی محسوس ہونے لگی۔ اس فراہمی کے واسطے بھی انتظام کرنا ضروری تھا۔ ان وجوہات سے سلطان نے اپنی اس عظیم فتح سے عیسائیوں کو تنگ کرنے کا فائدہ اُٹھانے کی بجائے لشکر کو ہٹاکر آرام دینا مناسب سمجھا ؛

اسلامی لشکر کے ہٹ جانے سے عیسائیوں کو بڑے اطمینان سے اپنے قیام اور اپنی توپیں جمانے کے واسطے سب سے بہتر مواقع منتخب کرنے اور اپنی حفاظت کا کامل انتظام کرلینے کا موقع ملا۔ اطراف عکا کی پہاڑیوں پر اُنہوں نے محفوظ اور مستحکم مقامات کو آپس میں تقسیم کرکے خیمے لگائے۔ اور اپنے گرد شبانہ روز محنت کرکے نہایت گہری خندقیں کھودیں۔ اور اپنے خیموں کے گرد بلند دیواریں تعمیر کرلیں اور اس کام سے فارغ ہوکر عکا کے محاصرہ میں سرگرمی سے مصروف ہوئے۔ اپنی کلوں سے برابر پتھر مارتے تھے اور ہر روز تازہ جوش سے حملے کرتے تھے۔ اور اس زمانہ میں ان کو جدید کلیں بنانے کا موقع مل گیا تھا ؛

سلطان کو اپنے لشکر کے واسطے سامان رسد فراہم کرنے کے علاوہ محصورین عکا کو رسد پہنچانی پڑتی تھی۔ اور یہ ایک حیرت انگیز بات ہے۔ کہ برابر دو سال تک اہل عکا کو ذخائر غلہ وغیرہ پہنچاتا رہا۔ درانحالیکہ عکا چاروں طرف سے عیسائیوں نے گھیرا ہوا تھا۔ سمندر کی سمت میں عیسائیوں کے جہاز تھے۔ اور خشکی کی اطراف میں فوجیں تھیں۔ لیکن سمندر کی طرف سے برابر عکا میں رسد پہنچتی رہی اس کام کے واسطے بعض اوقات مسلمانوں کے جہازوں کو عیسائیوں کے جہازوں سے جنگ کرکے رستہ لینا پڑتا تھا۔ اور بعض دفعہ حکمت عملیوں سے کام لینا پڑتا تھا۔ سلطان نے ملک عادل کو طلبی کا فرمان لکھا ہوا تھا۔ اور مصری جنگی جہازوں کا بیڑا اور ذخائر غلہ وغیرہ لانے کا حکم دیا ہوا تھا۔ یہ بیڑا پچاس جہازوں کا وسط ذیقعد میں امیر حسام الدین لولو کے زیر حکم پہنچ گیا۔ اور یہ اپنے وقت مشہور امیر البحر اپنے بیڑا جہازات کو ایسی حکمت عملی سے لایا کہ عیسائیوں کو اس کے آنے کی خبر ہی نہ ہوئی۔ اور دفعتاً فرنگیوں کے جہازوں پر آن پڑا۔ اور ان کو متفرق اور پریشان کرکے ان کے اموال اور آلات چھین لئے۔ فرنگیوں کے دو بڑے جہازوں پر جن پر غلہ اور فوجیں اور اسباب لدے ہوئے تھے۔ قبضہ کر لیا۔ حسام الدین لولو بحری لڑائیوں کے فن میں ہمیشہ سے مشہور تھا۔ بحری لڑائیوں کے فنون کا اس کو موجد کہا جاتا ہے اور اپنے وقت کا سب سے بڑا امیر البحر تھا۔ فرنگیوں کے جہازوں کو پریشان کرنے کے بعد سلطان نے عکا میں آلاتِ جنگ اور سامانِ ضروری پہنچا دیا۔ اس عرصہ میں والی موصل نے نفطا بعض اور ڈھالیں اور تیروں کے گٹھے جس قدر جمع ہو سکے لاکر سلطان کے پاس بھیجدئے۔ اور سلطان کا شکریہ حاصل کیا۔

سلطان نے اطراف کے مسلمان رؤسا کو جنگ میں شریک ہونے کے واسطے فرامین اور خطوط لکھے تھے۔ اور دربار بغداد کو بھی ایک نامہ لکھا تھا جس کا مختصر مضمون پڑھنے کے واسطے دلچسپ ہوگا۔ لکھتا ہے کہ "تین مہینوں سے تثلیث نے توحید پر ہتھیار اٹھائے ہوئے تھے اور کفر نے اپنے پر پھیلائے ہوئے تھے۔ مگر خدا کے فضل سے گذشتہ ہولناک معرکوں میں بیس ہزار سے زیادہ جنگ آور فرنگی سوار اور پیادے قتل ہو چکے ہیں۔ لیکن اس پر بھی ان میں کمی نہیں ہوئی ہے دو چار ہوں تو وہ ختم ہو جاویں۔ ان کی تعداد مور و ملخ سے زیادہ ہے۔ سمندر کے اس جانب اور تمام ممالک کفار میں کوئی گاؤں کوئی قصبہ کوئی جزیرہ کوئی علاقہ ایسا نہیں ہے جہاں اس جنگ کی تیاریاں نہ ہو رہی ہوں۔ جنگی جہازات کثرت سے تیار کرتے ہیں اور تمام علاقوں سے قاصدوں اور واعظوں کے ذریعہ سے گھروں میں خاموش بیٹھنے والے لوگوں کو ابھار کر اور جنگ پر آمادہ کرکے لئے چلے آ رہے ہیں

انہوں نے اپنی دولتیں اور خزانے اسی کام کے واسطے وقف کر دیئے ہیں۔ اور اپنے ذخائر اور رشتہ عیں قربان کر دی ہیں۔ گرجاؤں سے پادری اپنے دفینے لے کر نکل آئے ہیں۔ اور صلیبیں اُٹھائے ہوئے فوجوں کے ساتھ منازل طے کرتے اور مصیبتیں اُٹھاتے چھنی ہوئی صلیب کو واپس لینے کے واسطے چلے آتے ہیں صلیب کے چھن جانے کو وہ ایک عظیم مصیبت سمجھتے ہیں۔ اور اپنے مجمعوں میں منادی اور وعظ کرتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں اور ہم مذہبوں کو مسلمانوں نے برباد کر دیا ہے۔ دین عیسائی کو خاک میں ملا دیا ہے۔ اب جو شخص اسلام کا مقابلہ کریگا۔ اُس کے گناہ بخشے جائینگے اور تقصیریں معاف ہو جائینگی۔ جو سفر نہ کر سکے اُس کو مال و زر سے مدد کرنی فرض ہے۔ غرض مرنے اور مارنے پر آمادہ ہو کر ہتھیار اُٹھائے ہوئے برابر چلے آ رہے ہیں۔ اور اُن کی آمد کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا ہے"۔

اس کے بعد سلطان اپنے خط میں ایک عجیب واقعہ کا ذکر کرتا ہے۔ جس کا بیان کرنا عیسائی اخلاق اور معاشرت کی حالت ظاہر کرنے کی غرض سے نامناسب نہ ہوگا۔ لکھتا ہے کہ "ایک جہاز میں تین سو حسین عیسائی عورتیں جزائر سے جمع ہو کر آئی ہیں۔ جو لوگوں کو اپنے حُسن پر فریفتہ کرتی ہیں۔ اور ان کو گناہ گاری کی طرف بُلاتی ہیں۔ اور خواہشمند مردوں سے کچھ دریغ نہیں کرتیں۔ وہ اپنی قوم کی ہمدردی میں اپنے نازک وجودوں کو قربان کر چکی ہیں۔ مسافروں اور مجرد لوگوں کو مفتون کر رہی ہیں۔ اور یہ قربانی اور عصمت کی بربادی اعلےٰ ثواب اور بہترین نیکی کا ذریعہ خیال کرتی ہیں"۔

پھر ایک دوسرا واقعہ اسی قسم کا بیان کرتا ہے کہ "سمندر سے ایک جلیل القدر عیسائی بیگم اپنے جہاز میں پانچ سو سواروں کو سوار کر لائی ہے۔ اس کے ہمراہ نوکر چاکر اور غلام بھی ہیں اور ہر ایک محتاج کی حاجت براری کی ذمہ دار ہے۔ خرچ و خوراک وغیرہ کے علاوہ اُن کی نفسانی خواہشوں کو بھی پورا کرتی ہے فرنگیوں میں عورتیں بھی شاہ سوار ہیں۔ اور زرہیں اور خود پہنتی ہیں۔ میدان جنگ میں شریک ہوتی ہوتی ہیں۔ اور گھروں میں اُن کی دوسری حاجتیں پوری کرتی ہیں۔ اور ان افعال کو عبادت اور ذریعہ حصول سعادت دارین خیال کرتی ہیں۔ لڑائی میں بھڑکدار لباس پہنے ہوئے وہ مردوں کے پاس پہنچکر اپنے ناز و نیاز سے ان کے دلوں کو بڑھاتی ہیں۔ اور جنگ پر اُبھارنے میں کمال دسترس رکھتی ہیں کبھی میٹھی باتوں سے رغبت دلاتی ہیں اور کبھی ترش رو ہو کر للکارتی ہیں اور کہتی ہیں کہ صلیب کیواسطے اپنی جانیں قربان کر دو۔ اسی فنا میں بقا ہے۔ غرض یہ بیدین مرد اور عورتیں گمراہی میں باہم کیسے متفق ہیں"۔

سلطان کے طلبی افواج کے خطوط پر بعض مقامات سے فوجیں اور بعض سے فوج لانے یا روانہ کرنے

کے وعدے آرہے تھے۔ کہ اسی اثنا میں سلطان کے پاس شاہنشاہ فریڈرک والی جرمنی (جس کو عرب مورخ ملک لمان کے نام سے پکارتے ہیں) کے ایک کثیر التعداد فوج کے ساتھ مسلمانوں سے جنگ کرنے کے واسطے چلے آنے کی متواتر خبریں پہنچیں۔ ہم شاہنشاہ فریڈرک کی ایک لاکھ فوج لے کر روانگی اور راستہ میں غرق ہو جانے کی کیفیت لکھ چکے ہیں۔ سلطان کے پاس یہ خبریں اُس زمانہ میں پہنچی تھیں جب وہ عکا سے ایک طرف ہٹ کر فوج کو آرام دینے کے واسطے پڑا ہوا تھا۔ عرب مورخوں نے اسکی فوج کی تعداد دو لاکھ بیان کی ہے۔ جو عیسائی مورخوں کے قول کے مقابلہ میں قابل اعتماد نہیں ہے۔ اسکے بعد وہ شاہنشاہ کے قسطنطنیہ میں پہنچنے۔ اور شاہنشاہ قسطنطنیہ کی سلطان سے خط وکتابت کرنے اور دوستی کا عہد و پیمان کرنے کی کیفیت بیان کرتے ہیں۔ اور پھر قونیہ میں شاہنشاہ فریڈرک کے پہنچنے اور پھر آرمینیا میں آنے اور والی آرمینیا کا شاہنشاہ اور سلطان دونو سے خط وکتابت کرنے اور آخر کار شاہنشاہ کے غرق ہو جانے کا حال مختلف صورتوں میں بیان کرتے ہیں۔ اور پھر اس کے بیٹے کے ولی عہد اور فوج کا سپہ سالار ہونے اور فوج کے مختلف مصائب میں گرفتار ہونے اور بھوک اور مصیبت سے تباہ ہونے اور گھوڑوں کے کھا جانے اور اپنے مالوں کو نہ اُٹھا سکنے کے سبب سے دفن کر دینے اور دربدر خاک بسر بھٹکتے پھرنے اور بالآخر پانچ ہزار باقیماندہ آدمیوں کے شکستہ حالت میں عکا کی فوج میں شریک ہو جانا لکھتے ہیں +

سلطان کو اس عظیم فوج کی آمد سے فکرمند ہونا ضروری تھا۔ اس نے قاضی ابن شداد کو خطوط دیکر صاحب سنجار اور والی موصل واربل اور دربار بغداد کو بھیجا کہ ان سے فوجیں اور کمک طلب کیجائے دربار بغداد نے انعامات کا وعدہ کیا۔ اور دوسروں نے فوجیں لے کر آنے کا۔ ملک عادل اسی اثنا میں مصر سے پہنچ گیا۔ اور مصری جہازات کا ایک بیڑا ذخائر غلہ وغیرہ لے کر آگیا۔ جس سے عکا کو ہر قسم کے ذخیروں اور ہتھیاروں اور جنگی بہادروں سے پُر کر دیا۔ موسم سرما اب ختم ہو رہا تھا۔ اور بلاد سے لشکر اسلامی آنے شروع ہو گئے تھے +

سابق الدین والی نسیرز۔ اور عز الدین ابراہیم بن مقدم اپنی فوجوں اور عربوں اور ترکوں کی ساتھ پہنچ گئے سلطان نے اپنے قیام گاہ سے حرکت کر کے تل کیسانی پر ڈیرا لگایا۔ اور لشکر کی ترتیب اور آراستگی کا انتظام کر دیا۔ شاہزادہ ملک ظاہر حلب سے پہنچ گیا۔ اور عماد الدین محمود بن بہرام ارتقی اور مظفر الدین کوکری اور ان کے بعد عماد الدین زنگی بن مودود صاحب سنجار۔ معز الدین سنجر شاہ بن سیف الدین غازی بن مودود زنگی اور زین الدین یوسف بن زین الدین علی والی اربل اپنے اپنے لشکروں کے ساتھ پہنچے۔ اور

سلطان نے ان کے مناسب اعزاز و اکرام کئے۔ اور خصوصیت کے ساتھ لشکر میں اُتارا۔ خلیفہ بغداد کا سفیر کچھ نفط تیار یعنی اُڑانے والی بارود اور چند اس کام کے ہوشیار آدمی اور بیس ہزار دینار لے کر آیا۔ سلطان نے دینار واپس کر دیئے۔ اور سامان اور آدمی رکھ لئے۔ سلطان کے تل کیسان پر پہنچتے ہی لڑائی شروع ہو چکی تھی۔ کیونکہ سلطان کو خبر ملی تھی۔ کہ فرنگیوں کے شہر کے محاصرہ پر حملہ اور لڑائی شروع کر دی ہے۔ سلطان ان کو شہر سے ہٹانے کے عزم سے سوار ہوا۔ لڑائی شروع ہو کر رات تک رہی اور سلطان قلعہ تل حجل کے قریب جا ٹھیرا۔ عیسائیوں نے اس فرصت کے زمانہ میں تین بڑے عظیم برج یا کلیں جیسی کہ پہلے کروسیڈ میں فتح بیت المقدس کے وقت عیسائیوں نے تیار کی تھیں اور انہیں کی مدد سے شہر فتح کیا تھا۔ تیار کرلی تھیں۔ یہ برج پہاڑ کی طرح بلند اور شہر کی فصیل سے بھی اونچے تھے۔ اور مسلمانوں کو ان سے نہایت خوف اور دہشت پیدا ہو گئی اور ان کے دلوں میں رعب اور مایوسی جاگزین ہو گئی تھی۔ سلطان ان برجوں کے جلانے کی فکر میں مصروف تھا۔ اور انعامات مشتہر کئے۔ اور بہت کچھ حیلے تھے۔ مگر کچھ پیش نہ گئی تھی۔ ایک شخص دمشق کے باشندے المعروف علی بن عریف نے جو نحاس کا کام کرنے والا (ٹھٹھیار) تھا۔ اس نے سلطان سے عرض کی کہ بعض ضروری اشیاء اگر مجھے مہیا کر دی جائیں۔ تو میں ان برجوں اور کلوں کو جلا دونگا۔ اول تو بہت کم لوگوں کو اس کا یقین ہوتا تھا۔ مگر اسکو ادویات اور ضروری اشیاء مہیا کر دی گئیں۔ جن کو اس نے رال کے ساتھ مرکب کر کے پکایا۔ اور ایک چھوٹی سی دیگچی کو آگ لگا کر برج پر پھینکا۔ تو برج آگ سے جل اُٹھا۔ اور شعلے آسمان کو بلند ہوئے اسطرح دوسرے اور تیسرے کو آگ لگا دی۔ جو جل کر خاک ہو گئے۔ سلطان نے اس ہنرمند نوجوان کی جس کو پہلے بعض امیروں کی اپنے دعوے پر جھڑکیاں بھی سہنی پڑی تھیں۔ نہایت قدردانی کی اور انعام سے مالا مال کر دیا۔ فرانسیسی مورخ ان برجوں کی بابت لکھتا ہے کہ "یہ تینوں برج عکا کی دیواروں سے بلند تھے۔ اور شہر کو تباہی کی دھمکی دے رہے تھے۔ جب کروسیڈر صلاح الدین کے حملوں کی مدافعت میں مصروف تھے۔ تو جلتے ہوئے تیر اور نفط سے بھرے ہوئے برتن ان کی کلوں یعنی برجوں پر مارے گئے۔ اور پھینکے گئے۔ جو فصیل کے پاس بلا حفاظت چھوڑے ہوئے تھے۔ دفعتاً عیسائیوں نے ہوا میں آگ کے شعلے بلند ہوتے دیکھے۔ اور ان کے لکڑی کے برج جو ایک نہ بجھنے والی آگ سے جل رہے تھے انکی آنکھوں کے سامنے جلکر خاک سیاہ ہو گئے۔ گویا کہ آسمان سے ان پر بجلی گری تھی۔ اس آتشزدگی سے کروسیڈروں میں ایسی ہیبت اور خوف طاری ہوا۔ کہ بعض لوگ اس یقین سے کہ خدا عیسائیوں کے معاملہ کی حفاظت اور حمایت نہیں کرتا ہے محاصرہ کو چھوڑ کر یورپ کو چلے گئے (مچاؤ صفحہ ۴۶۴)" ؛

سلطان مصر سے اور جہازوں کے آنے کا منتظر تھا۔ جن کے واسطے اس نے احکام جاری کئے ہوئے تھے۔ تمام فوج کے مصارف رسد اور غلہ کا مدار تمامتر مصر پر تھا۔ اور مصر سے یہ آمد برابر جاری تھی۔ اسی انتظار میں علاء الدین والی موصل کا بیٹا سمندر میں جہازات لے کر پہنچا۔ سلطان ان کو مصری جہازات کا بیڑا خیال کر کے سوار ہوا۔ اور عیسایوں پر اس نیت سے حملہ کرنے کا حکم دیدیا کہ عیسائی اپنے جہازات کو تیار کر کے اس کا مقابلہ نہ کریں۔ مگر عیسائی اس ارادہ کو سمجھ گئے۔ اور جہازوں کو درست کر کے اس کی مزاحمت کے واسطے تیار ہوئے۔ خشکی پر سلطانی فوج نے ایک طرف سے حملہ کیا۔ محصورین عکا نے دوسری طرف سے اور تیسری لڑائی سمندر میں جہازوں میں شروع ہوگئی۔ مسلمانوں نے ایک جہاز کھویا اور کئی جہاز عیسایوں کے اسباب اور غلہ سے لدے ہوئے اس کے عوض میں گرفتار کر لئے۔ اور خوشی کے نعرے مارتے ہوئے اپنی فرودگاہ کو رات ہو جانے پر واپس آگئے ✦

فرانسیسی مورخ انہیں واقعات کی نسبت لکھتا ہے کہ عکا کے راستے اکثر یورپ اور شام اور مصر کے جہازوں سے پُر نظر آتے تھے۔ مصر اور شام سے شہر کے واسطے رسد آتی تھی اور یورپ سے عیسائی فوج کے واسطے۔ فاصلہ پر بادبانوں صلیب اور اسلامی جھنڈے چڑھے ہوئے اور ساتھ ساتھ چلے آتے نظر آتے تھے۔ بعض اوقات مسلمان اور فرنگی اپنے اپنے ذخائر اور ہتھیاروں سے لدے ہوئے جہازوں کے درمیان لڑائی کے نظارے دیکھتے تھے۔ جو ساحل کے قریب واقع ہوتے تھے اس سمندری لڑائی کے دیکھنے پر مسلمان اور عیسائی مجاہد شور و غل سے اپنی امیدوں اور خوفوں کا اعلان کرتے تھے۔ بعض دفعہ دونو فوجوں میں اس قدر جوش پیدا ہو جاتا تھا کہ اپنی فتحمندی کا یقین کرنے کے واسطے یا سمندر والوں کی شکست کا بدلہ لینے کی غرض سے خشکی میں آپس میں لڑ پڑتے تھے ✦

شاہنشاہ فریڈرک والی جرمنی (ملک الماں) کی آمد کی افواہوں کا اس وقت تک خاتمہ نہیں ہوا تھا اور اس کی موت کی خبر ابھی نہیں پہنچی تھی۔ مسلمانوں میں اب تک اس کی آمد کی خبروں سے وہی ہراس تھا اور سلطان نے آخر کار اپنے ارکان دولت کے مشورہ سے یہ قرار دیا تھا۔ کہ سرحد پر فوجیں بھیجکر اس تازہ دشمن کی آمد کی نگہداشت اور مزاحمت کرے اور خود عکا کے محاصرین کے مقابلہ پر مقیم رہے۔ چنانچہ اسی سلسلہ انتظام میں ملک ظاہر اور ملک مظفر۔ ناصر الدین بن تقی الدین اور عز الدین ابن المقدم فوجوں کے ساتھ سرحد کو بھیجے گئے۔ اور ملک افضل بیمار ہو کر دمشق کو چلا گیا ✦

عیسایوں نے مسلمانوں کی فوج کی اس کمی کو دیکھ کر جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ اس خیال سے کہ فریڈرک کے آنے سے پہلے عکا کو فتح کر کے اپنی نیکنامی پیدا کر لیں۔ انہوں نے ۲۰۔ جمادی الاول ۵۸۶ھ ہجری کو

ناگاہ مسلمانوں کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ اور حملہ کی زد ملک عادل کے خیموں پر تھی۔ سلطان شور کے سُنتے ہی سب سے اول اپنے خیمہ سے نکلا۔ اور آواز بلند پکار کر کہا **یالاسلام** تمام سوار ہتھیار پہن کر نکل کھڑے ہوئے اور فوجیں تیار ہو کر اپنی اپنی جگہ پر موجود ہوگئیں۔ ملک عادل نے میمنہ کو آراستہ کر دیا۔ اور بعض سرداروں نے الگ ہٹ جا کر دشمن کو اور آگے بڑھ جانے کا موقع دیا۔ جب عیسائی خیموں کے قریب پہنچ گئے۔ یا یہ کہ لوٹ کی طرف جھکے۔ تو مسلمانوں نے دفعتاً ان پر حملہ کر دیا۔ اور ایسی سختی سے حملہ کیا۔ کہ عیسائیوں کو ہوش سنبھالنے سے پہلے شکست ہوگئی اور پس پا ہو کر سوائے اپنے لشکر کی طرف بھاگنے کے کچھ نہ سوجھی فرانسیسی مورخ اس لڑائی کو پہلی لڑائی سے بالکل مشابہ بیان کرتا ہے۔ کہ پہلے مسلمانوں کو شکست ہوئی اور اس کے بعد جب عیسائی لوٹ کی طرف متوجہ ہوئے۔ تو مسلمانوں نے جمع ہو کر ان کو شکست دیدی مگر ان واقعات میں عیسائی مورخوں کا ماخذ بھی زیادہ تر عرب مورخ ہیں۔ اور انہیں پر زیادہ اعتماد ہو سکتا ہے۔ بہرحال ہزیمت خوردہ عیسائی فوج کا مسلمانوں نے تعاقب کیا۔ اور اس قدر عیسائیوں کو قتل کیا۔ کہ خون کی ندیاں بہ گئیں۔ ملک عادل کے خیموں سے لے کر عیسائیوں کے خیموں تک تین کوس کا میدان عیسائی مردوں کی لاشوں سے بھرا ہوا تھا۔ اور ان کا شمار کرنا بھی ممکن نہیں معلوم ہوتا تھا۔ شمار کرنے والوں نے مسلمان مقتولوں کی تعداد دس غیر معروف آدمی۔ اور عیسائیوں کی لاشوں کی شمار دس ہزار اور بعض نے سات ہزار بتائی ہے اور یہ کہ پانچ ہزار سے ہر حال میں زائد تھی۔ سلطان نے اس فتح اور فیروزمندی کی خبر کی نسبت اسی وقت تیس چالیس خطوط لکھوا کر مختلف اطراف کو روانہ کئے فرانسیسی مورخ عیسائیوں کی اس شکست اور شدید نقصان کا ذکر کرنے کے بعد لکھتا ہے۔ کہ " جب عیسائی اس طرح پسپا اور تتر بتر کئے جا رہے تھے عکا کے محصور مسلمانوں نے شہر سے نکل کر عیسائیوں کے کیمپ پر حملہ کیا۔ اور عورتوں اور بچوں کی ایک تعداد پکڑ کر لے گئے۔ جو وہاں بے حفاظت چھوڑے تھے۔ کروسیڈر عیسائی جن کو رات کی تاریکی نے تباہی سے بچا لیا۔ جب اپنے کیمپ میں واپس آئے تو اپنی دوگانہ شکست پر آہ و بکا کرتے تھے۔ لوٹے ہوئے خیموں کے نظارے اور ان نقصانات نے جو ان کے ہوئے تھے ان کے حوصلوں کو پست کر دیا۔ اور شاہنشاہ فریڈرک باربروسہ والی جرمنی کی موت کی خبر نے جو اس کے بعد جلد ہی ان کے پاس پہنچ گئی ان کی مصیبت اور بدبختی کے جام کو لبریز کر دیا۔ سرگروہوں کو اس قدر مایوسی ہوئی کہ انہوں نے یورپ کو واپس جانے کا ارادہ کر لیا۔ اور وہاں سے بلا مزاحمت روانہ ہونے کی غرض سے وہ صلاح الدین کے ساتھ ایک نہایت شرمناک اور ذلیل صلح کر لینے کے وسائل تلاش کر رہے تھے۔ جب کہ یورپ سے ایک بیڑا جہازوں کا عکا میں پہنچ گیا جس میں فرانسیسی اور انگریزی اور

اطالیہ کی فوجوں کی ایک بہت بڑی تعداد تھی۔ اور ان کا حکمراں ہنری کونٹ آف شامپین تھا۔ اسکی آمد سے عیسائیوں کو پھر ایک دفعہ ڈھارس بندھی (مچاڈ صفحہ ۴۶۷)۔

کونٹ ہنری جس کو مسلمان مورخ کندھیری کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ رچرڈ بادشاہ انگلستان کا رشتہ دار تھا۔ اور ایک کثیر تعداد فوج کی اور بہت کچھ نقد وجنس لے کر پہنچا تھا۔ فرانسیسی اور اطالیہ فوج کے علاوہ جو نئی آئی تھی۔ صرف ہنری دس ہزار فوج اپنے ہمراہ لایا تھا۔ اس پر عربی مورخ کہتا ہے کہ جس قدر عیسائی مارے گئے تھے۔ اس سے وہ چند اور آ گئے۔ اور جس قدر اموال ان کے لوٹے گئے تھے۔ اس سے بدرجہا اور زیادہ پہنچ گئے۔ ہنری نے عیسائیوں میں ایک تازہ جوش پیدا کر کے عکا پر متواتر حملے شروع کر دئیے۔ اور بہت سی منجنیقیں (پتھر مارنے کی کلیں) نصب کر دیں۔ مگر محصور مسلمانوں کی بہادری اور پرجوش مدافعت کے سامنے کچھ پیش نہ گئی۔ وہ کلیں بھی مسلمانوں نے جلا دیں اور حملہ آوروں کو ہر دفعہ نہایت نقصان کے ساتھ پسپا کیا۔ بقول فرانسیسی مورخ کے کہ محصورین ان کو برابر مار کر ہٹا دیتے تھے۔ اور یہ مسلمان جو شہر میں بند تھے۔ ایک لمبے محاصرہ کی مصائب کو نہایت جرأتی اور بہادرانہ اور شجاعانہ استقلال اور مضبوطی کے ساتھ برداشت کرتے تھے۔ امیر قراقوش اور مکوب اپنے سپاہیوں کے دل بڑھانے کی کوششوں میں کبھی نہیں تھکتے تھے۔ نہایت ہوشیاری کے ساتھ ہر جگہ موجود پائے جاتے تھے۔ کبھی زور استعمال کرتے تھے۔ اور اکثر حکمت عملی سے کام لیتے تھے ۔۔۔ مسلمانوں نے محاصرین کی تمام کلیں جلا ڈالیں اور کئی دفعہ باہر نکل کر عیسائیوں پر حملہ کیا۔ اور ان کو اپنے کیمپ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔" (مچاڈ صفحہ ۴۶۷)۔

وہی مورخ لکھتا ہے کہ "محصورین کو سمندر کی طرف سے روزانہ کمک اور ذخائر غلہ وغیرہ پہنچتے رہتے تھے۔ بعض دفعہ ایک کشتی نظر بچا کر کنارہ پر سے گذرتی ہوئی عکا میں رات کی تاریکی کے پردہ میں پہنچ جاتی اور بعض اوقات بیروت کے جہاز جن کو بے دین عیسائی چلاتے تھے سفید جھنڈے پر سرخ صلیب[۱] آویزاں کئے ہوئے محاصرین کی حفاظت کو دھوکا دے کر نکل جاتے (مچاڈ صفحہ ۴۶۷)۔

درحقیقت عکا کا اس مدت دراز تک محصور رہنا اس امداد اور کمک کی وجہ سے تھا۔ جو سلطان متواتر محصورین کو پہنچاتا رہتا تھا۔ اور ہر وقت ان کے حال سے خبر رکھتا تھا۔ ان خبروں کے لانے

---

[۱] یہ ایک خاص واقع کی طرف اشارہ ہے جو انہیں دنوں میں ہوا۔ عکا میں رسد کی ضرورت شدید ہونے پر مسلمانوں سے لڑ بھڑ کر نکلنے پر بھروسہ نہ کر کے عیسائیوں کی سی شکلیں بنالیں۔ اور جہاز پر صلیب کا سا نشان کھڑا کر کے عیسائیوں کے جہازوں کو دھوکا دیکر سلامت نکل گئے۔

اور لے جانے کا سب سے بڑا ذریعہ نامہ بر کبوتر تھے۔ عکا کے محاصرہ کے زمانہ میں اول سے آخر تک نامہ بر کبوتروں سے کام لیا گیا۔ اور ان کی امداد نہایت مفید اور قیمتی ثابت ہوئی۔ بعض جگہ بیان کیا گیا ہے کہ عکا اور لشکر سلطانی کے درمیان کبوتر دونو طرف سے خبریں لاتے تھے۔ اور بعض جگہ صرف یہ کہ لشکر سے جب لوگ عکا میں جاتے تھے تو کبوتروں کو ساتھ لیجاتے تھے۔ اور خطوط کے جواب اور خبریں لکھ کر کبوتروں کے پروں میں باندھ کر واپس کر دیتے تھے۔ جو اُن کو لشکر میں واپس پہنچا دیتے تھے۔ کبوتروں کی ڈاک کے علاوہ جو ایک دوسرا ذریعہ خبر رسانی کا تھا۔ وہ پیراک لوگوں کی ایک جماعت تھی۔ یہ لوگ فن شناوری میں نہایت کمال رکھتے تھے۔ اور دن اور رات میں بیدھڑک سمندر کو عبور کر کے آتے اور چلے جاتے تھے خطوط رسانی کے علاوہ وہ بعض اوقات اسباب کو جہازوں سے اپنی پیٹھوں پر لے کر عکا میں پہنچا دیتے تھے۔ اس فن کے لوگوں میں ایک شخص سب سے زیادہ ممتاز اور باکمال تھا۔ جس کا ذکر دونو عرب اور عیسائی مورخوں نے نہایت خصوصیت اور حیرت سے کیا ہے۔ اس کا نام عیسٰے تھا۔ اور یہی کام اس کے سپرد تھا کہ شہر اور لشکر ایک دوسرے کے حالات سے مطلع رکھے۔ علاوہ خطوط اور خبروں کے وہ نقدی بھی جب

۱؎ کبوتروں کے ذریعے سے خبر رسانی اور کبوتروں کی ڈاک کی تاریخ کا پتہ لگانا گو مشکل ہو لیکن مسلمانوں کے عہد سلطنت میں اس بھولی صورت والے مگر ہوشیار اور وفادار نامہ برسے اکثر کام لیا گیا ہے۔ سلاطین اسلام میں شاید سب سے اول نورالدین محمود زنگی نے اس طرف توجہ کی ہے۔ کیونکہ اس کی حکومت ایران کے مشرق سے نوبہ کی سرحد تک پھیل گئی تھی۔ مصر اور شام بندرگاہ جو بحر روم کے مشرقی اور جنوبی سواحل پر تھے۔ اُن پر آئے دن یورپ کی فوجیں حملہ آور ہوتی تھیں۔ اور نورالدین کی قلمرو میں قتل اور غارت کا سیلاب بہاتی تھیں اور اس سے پہلے کہ ان کے حملہ کی خبر ہو اور مدافعت کے لئے سرحد پر فوج کشی کی جاوے۔ اہل یورپ اپنا کام کر کے واپس چلے جاتے تھے ۵۶۶ ہجری میں نورالدین نے اپنی وسیع قلمرو کا انتظام کرنے اور اس کو یورپ کے حملوں سے محفوظ رکھنے کے لئے یہ تجویز کی۔ کہ موصل کے نامہ بر کبوتروں سے جن کو مناسیب کہتے تھے۔ پیغام رسانی کا کام لیا جاوے۔ اس نے اپنے تمام ملک میں جا بجا ان کی چوکیاں مقرر کیں۔ اخبار نویس کو حکم تھا کہ جب کوئی غنیم اس کی چوکی کے قریب حملہ آور ہو۔ یا کوئی ضروری اور اہم واقع پیش آئے فوراً ایک کاغذ کے پرزے پر اسکی خبر لکھے اور اگلی چوکی کے کبوتر جو اس کے پاس ہیں ان میں سے ایک کے بازو میں وہ کاغذ کا پرزہ باندھ کے چھوڑ دے کبوتر نہایت تیزی سے اُڑتا تھا۔ اور سیدھا اگلی چوکی پر پہنچ جاتا تھا۔ جہاں اس کبوتر کا اصلی مقام ہے۔ اس چوکی کا نگہبان اس کبوتر کے بازو سے کاغذ کھول کر دوسرے کبوتر کے بازو میں باندھ دیتا تھا۔ جو اس اگلی چوکی کا ہوتا تھا اسی طرح منزل بمنزل ایک کبوتر کے بازو سے کاغذ کھولا جاتا۔ اور دوسرے کبوتر کے بازو سے باندھا جاتا۔ اور نورالدین کے پاس نہایت سرعت سے خبر پہنچ جاتی تھی۔ اور اس سے پہلے کہ غنیم اس ملک میں کسی قلعہ یا بندرگاہ پر حملہ آور ہو۔

کبھی ضرورت ہوتی تو وہ شہر میں پہنچا دیتا تھا۔ اور اپنی اور ان کی رسید کبوتروں کے ذریعہ سے لشکر میں بھیج دیتا تھا۔ اس کو اپنے فن میں اس درجہ کمال تھا۔ کہ غوطہ لگا کر عیسائیوں کے جہازوں کے نیچے سے گذرتا ہوا شہر تک پہنچ جاتا تھا۔ اور جب تک ایک حادثہ سے اس کی زندگی کا خاتمہ نہیں ہوا۔ وہ اس کام کو برابر کرتا رہا۔ کونٹ ہنری جب اپنی نووارد ی کے تازہ جوشوں کو ٹھنڈا کر چکا۔ تو شاہنشاہ فریدرک کا بیٹا

بقیہ حاشیہ۔ نورالدین کی فوج جو مقام حملہ سے قریب ہوتی تھی۔ اس کا حکم پاتے ہی فوراً اس مقام پر پہنچ جاتی تھی۔ اور دشمن کی غافل اور بے خبر فوج کو پسپا کر دیتی تھی۔ اس عمدہ تدبیر کا اثر یہ ہوا۔ کہ نورالدین کی تمام قلمرو اندرونی اور بیرونی خطروں سے محفوظ ہو گئی۔ اور اس کی حکومت اور سیاست کا رعب خاص و عام کے دلوں میں دوڑ گیا۔ مصر میں خلفائے فاطمیین نے اس محکمہ کی طرف خاص توجہ مبذول کی تھی۔ نامہ بر کبوتروں کے پالنے اور ان کی غور و پرداخت کے لئے ایک مستقل دفتر تھا بہت سے دفتر تھے جن میں کبوتروں کے نسب نامے درج ہوتے تھے۔ ناصرالدین اللہ جو بغداد کے اخیر خلفائے عباسیہ میں نامور ہوا ہے۔ اُس نے ۵۹۱ھ ہجری میں نامہ بر کبوتروں کے لئے ایک وسیع محکمہ قائم کیا اور اپنی تمام قلمرو میں اخبار نویس پھیلا دیئے۔ اعلےٰ نسل کے کبوتر نہایت تلاش اور تحقیق سے خرید کئے جاتے کتابوں میں ان کے نسب نامے نہایت غور و تفتیش سے لکھے جاتے تھے۔ کبوتروں کے پالنے اور فروخت کرنے والے خوب جانتے تھے کہ ان کے کبوتر کس کس نامی کبوتر کی نسل سے ہیں اعلےٰ نسل کا ایک ایک کبوتر ہزار دینار تک قیمت پاتا تھا۔ ناصرالدین اللہ کی اس کوشش اور حسن تدبیر کا یہ اثر تھا۔ کہ اس کے تمام قلمرو میں اس سرے سے اُس سرے تک کوئی نیا واقع یا حادثہ ایسا نہیں ہوتا تھا جس کی اس کو خبر نہ ہو۔ مصر اور ہندوستان میں اس کے نام سے ایسا ڈرتے تھے۔ جیسا کہ بغداد کے باشندے جو اس کی سلطنت اور حکومت کا مرکز تھا۔ چین کی سرحد سے اندلس تک اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اور اس کا رُعب حکومت تمام ملکوں پر چھا گیا تھا۔

قاضی محی الدین بن عبدالظاہر نے ایک مستقل کتاب نامہ بر کبوترو کے حالات پر لکھی ہے جس کا نام تمائم الحمائم ہے۔ اس میں نامہ بر کبوتروں کے نسب نامے ان کے عادات خصائل۔ پیغام رسانی اور پیغام نویسی کے طریقے اور ان کے متعلق بہت سے دلچسپ واقعات کئے ہیں۔ جلال الدین سیوطی نے کتاب حسن المحاضرہ فی اخبار مصر و القاہرہ میں چند دلچسپ باتیں اس کتاب سے نقل کی ہیں وہ لکھتے ہیں کہ خبر جس کاغذ پر لکھی جاتی تھی۔ اس کو کبوتر کے بازو میں باندھتے تھے تاکہ بارش سے محفوظ رہے۔ آئین سلطنت تھا۔ کہ جب کبوتر آسمان سے محل شاہی پر اُترتا تھا۔ فوراً خلیفہ کو خبر کیجاتی تھی۔ خود خلیفہ خبر کے پڑھنے میں ایک ساعت توقف نہیں کرتا تھا کیونکہ اگر ایک لحظہ بھی غفلت کیجاتی۔ تو بہت سے مہمات ملکی کے فوت ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ خود خلیفہ اپنے ہاتھ سے کاغذ کھولتا اور پڑھتا تھا۔ اس وقت اگر خلیفہ کے سامنے خاصہ چُنا ہوتا۔ تو فوراً کھانے سے دست بردار ہوتا۔ حکم تھا کہ اگر خلیفہ اس وقت بستر خواب پر ہوں تو فوراً جگا دیئے جائیں۔ سو کر اُٹھنے کا

فریڈرک ڈیوک آف سوابیا (جس کو مسلمان مورخ اس کے باپ کی طرح الملک کہتے ہیں) جرمنی کی ایک لاکھ فوج کے مابقی پانچہزار آدمیوں کو ساتھ لئے ہوئے عکا میں پہنچا۔ اور اپنی باری میں ناموری حاصل کرنے کیواسطے گرم جوش ہوا۔ اس نے دو کلیں نہایت عجیب و غریب شکل کی بنائیں جن میں سے ایک کو دبابہ اور دوسری کو کبشہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ ان عظیم الہیبت اور پُرخوف کلوں کی تیاری سے مسلمان متردد ہوئے۔ مگر تیروں کو نفط میں جلا کر چرخیوں کے ذریعے سے ان کلوں پر مارا گیا جس سے پہلے ایک اور پھر دوسری کل جل کر خاک سیاہ ہوگئیں۔ اور مسلمانوں کو اس سے نہایت خوشی اور اطمینان حاصل ہوا۔ اس جنگ کے اختتام پر مشہور شناور عیسٰے کی وفات کا ذکر کیا گیا ہے کہ ایک روز کچھ خطوط اور ہزار دینار کی تین تھیلیاں کمر میں

بقیہ حاشیہ ۔ انتظار نہ کیا جاوے۔ خبر ایک خاص قسم کے کاغذ پر لکھی جاتی تھی۔ جو ورق الطیر کے نام سے مشہور تھا خبر لکھنے کے وقت کاغذ پر حاشیہ نہیں چھوڑتے تھے۔ عموماً خبر کے اول بسم اللہ نہیں لکھتے تھے۔ اور آخر میں دن اور وقت کے سوا سنہ بھی نہیں لکھتے تھے۔ مخاطب کی نسبت تعریف اور القاب کے لمبے چوڑے الفاظ نہیں لکھے جاتے تھے۔ صرف ایک واقع کو مختصر الفاظ میں لکھتے تھے۔ اور عبارت حشو و زوائد سے بالکل پاک ہوتی تھی۔ عبارت کے آخر میں بطور نیک تفاول کے یہ الفاظ لکھے جاتے تھے "حسبنا ونعم الوکیل"۔ اگر دو کبوتر ایک ساتھ چھوڑے جاتے تو ایک کبوتر کا حال دوسرے کے کاغذ میں درج کر دیتے تھے۔ تاکہ اگر ان میں سے کوئی کبوتر وقت پر نہ پہنچے تو اس کے آنے کا انتظار کیا جاوے ؎

قاضی محی الدین ابن عبدالظاہر۔ قاضی فاضل۔ اور عماد کاتب نے جو فن انشاء کے ہیرو خیال کئے گئے ہیں نامہ بر کبوتروں کی تعریف اور اُن کے حالات میں قلم کا زور دکھایا ہے اور رنگین اور مسجع طرز کی نہایت فصیح بلیغ نثریں لکھی ہیں۔ قاضی فاضل نے نامہ بر کبوتروں کو **ملائکۃ الملوک**۔ انبیاء الطیر۔ خطباء الطیر وغیرہ القاب سے ملقب کیا ہے۔ جو ان کے لئے بہت موزوں ہیں۔ ابو محمد قیروانی نے متعدد نظمیں ان کبوتروں کے حالات پر لکھی ہیں ؎

کبوتروں کی ڈاک مصر اور شام میں نور الدین زنگی کے وقت سے **حاکم بامر اللہ** کے زمانہ تک جو مصر میں خلفائے عباسیہ کی یادگار تھا۔ برابر دو سو برس تک جاری رہی ہے۔ ابن فضل اللہ دمشقی جو اس خلیفہ کے دربار میں تھا اور جس نے ۷۴۹ہجری میں وفات پائی۔ **التعریف بالمصطلح الشریف** میں لکھتا ہے کہ میرے زمانہ میں مصر کے جنوب اور ملک نوبہ کی سرحد پر قوص۔ اسوان۔ عیذاب تک جو کبوتروں کی ڈاک جاری تھی بند ہوگئی ہے لیکن شام اور مصر میں اب بھی کبوتروں کی ڈاک کی بہت سی منزلیں آباد ہیں۔ اور اُن میں ڈاک جاری ہے اس کے بعد ابن فضل اللہ نے اپنے زمانہ کی منزلیں گنوائی ہیں جن کو ضروری اور دلچسپ سمجھ کر ہم یہاں نقل کرتے ہیں:۔

باندھے ہوئے شہر کو جارہا تھا۔ کہ عیسائیوں کے جہازوں کے نیچے سے گذرتے ہوئے اس کو کوئی حادثہ پیش آیا۔ اور فوت ہوگیا۔ جب سیدی کبوتر واپس نہ آیا۔ تو مسلمانوں کو تردد ہوا۔ اور آخر کار لہروں نے ایک دن اسکی لاش خشکی پر چھوڑ دی اور وہ خطوط اور دینار اسی طرح اس کی کمر میں بندھے ہوئے مل گئے۔ عیسائی اس امر کو بخوبی سمجھ چکے تھے کہ جب تک عکا میں فوج اور ہتھیار اور غلہ برابر پہنچتا رہیگا۔ عکا پر کبھی ان کو غلبہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس واسطے انہوں نے اس خط وکتابت اور وسائل آمد و رفت کے روکنے کی فکر شروع کی۔ اور

کبوترونکی ڈاک کی منزلیں

نام مقام   **کیفیت**

قاہرہ سے اسکندریہ تک

قاہرہ ...... دمیاط

قاہرہ .... سویز

قاہرہ ...... بلبیس (بلبیس مصر کا شہر ہے اور شام کے راستہ پر فسطاط سے تیس میل کے فاصلہ پر ہے)

بلبیس ... صالحیہ (صالحیہ فرات اور دجلہ کے درمیان دوابہ میں واقع ہے)

صالحیہ ...... قطیا (قطیا مصر کے راہ میں ایک قصبہ ہے جو ریگستان میں واقع ہے)

قطیا .... دارہ

دارہ .... غزہ (غزہ شام کی انتہائی سرحد پر ہے جو مصر سے ملتی ہے)

غزہ .... بلد الخلیل

غزہ .... بیت المقدس

غزہ .... نابلس (نابلس فلسطین میں بیت المقدس سے ۳۰ میل پر ہے)

غزہ .... لُد (لد بیت المقدس کے قریب ایک قصبہ ہے)

لُد ..... قاقون (قاقون فلسطین میں لد کے قریب ایک قلعہ ہے)

جنین .... صفد (صفد حمص کی سرحد پر ایک پہاڑی قصبہ ہے)

جنین ...... بیسان (بیسان صوبہ اردن کا ایک شہر ہے)

اربد ...... طفس

طفس صنمین (صنمین دمشق سے دو منزل کے فاصلہ پر ہے)

یہ قرار دیا کہ عکا کا بُرج ڈہان جلا کر اس پر قبضہ کر لیا جائے۔ یہ بُرج بندر عکا کے مُنہ پر سمندر میں ایک پتھر پر بنا کیا ہُوا تھا۔ اور بندر کی محافظت میں اس سے نہایت مدد ملتی تھی۔ اس میں مسلمان سپاہی گذرنے والے جہازوں کی امداد اور حمایت کے واسطے رہتے تھے۔ اور جہاز وہاں پہنچ کر دشمن کی زد سے محفوظ ہو جاتا تھا

بقیہ حاشیہ

نام مقام		کیفیت
سنین	دمشق	
بیسان	اذرعات	(اذرعات ملک شام میں ایک قصبہ ہے)
طفس	اذرعات	
دمشق	بعلبک	
دمشق	قارا	
دمشق	قریتین	(قریتین تدمر سے دو منزل کے فاصلہ پر ہے)
قارا	حمص	(اگر حمص سے دمشق کو جائیں تو قارا پہلی منزل پڑتا ہے)
حمص	حماہ	
حماہ	معرہ	(معرہ حلب کے نواح میں اس سے ۱۵ میل کے فاصلہ پر ہے)
معرہ	حلب	
حلب	بیرہ	(بیرہ حلب کے قریب ایک قلعہ ہے)
حلب	قلعۃ المسلمین	
حلب	بھسنی	(بسنی ایک قلعہ ہے جو دریائے فرات کی مغربی کنارہ پر سمیاط کے قریب واقع ہے)
قریتین ...	تدمر	(تدمر حلب سے ۵ دن کی راہ پر قدیم شہر ہے)
تدمر	سخنہ	(سخنہ تدمر کے قریب ہے)
سخنہ	قباقب	(سخنہ اور قباقب کے درمیان چند روز سے کبوتروں کی ڈاک بند ہو گئی ہے)
قباقب	رحبہ	(تدمر سے قباقب اور قباقب سے رحبہ کی طرف کبوتر اڑائے جاتے ہیں)

(ابن فضل اللہ

اس میں شک نہیں کہ مصر اور شام میں کبوتروں کی ڈاک ابن فضل کے زمانہ تک جاری تھی اور اس سلطنت کے انتظام میں برابر مدد کیجاتی تھی۔ لیکن معلوم نہیں ہوتی کہ اُس وقت سے کب تک جاری رہی اور کب بند ہوئی +

اور شہر کے مسلمانوں کو اپنے جہاز کی امداد کے واسطے وہاں تک پہنچنے میں کوئی چیز مانع نہیں ہوتی تھی۔ اور عیسائی جہازوں کے روکنے کیلئے عاجز ہو جاتے تھے۔ عیسائیوں نے برج ذبان اور اس کے ساکنین اور محافظین کے جلانے اور اس کو خالی کرا کر اس پر قبضہ کر لینے کے واسطے یہ تجویز کی کہ اپنے جہازوں پر ایک بلند برج تیار کیا جس کو بارود اور ایندھن سے بھر دیا۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ برج ذبان کے پاس پہنچ کر اس کو آگ لگا دی جائے۔ تاکہ برج اور اس میں رہنے والے جل جائیں۔ مسلمانوں کے جہازوں پر آگ پھینکنے اور برج ذبان کی مدد سے روکنے کے واسطے ایک دوسرے جہاز میں ایندھن وغیرہ جمع کیا ایک روز ہوا کو موافق پا کر عیسائی ان جہازوں کو برج پر حملہ کرنے کے واسطے لے گئے۔ اور جب آگ لگا چکے۔ تو بقول فرانسیسی مورخ کے ہوا مخالف ہو گئی۔ انہی کے جہازوں پر لوٹ کر ان کو جلانے لگی۔ یا جہازوں کے لوہے تپ جانے سے آگ لگانے والی شی بھول گئے۔ اور برج تک پہنچ ہی نہ سکے غرض ڈیوک آف آسٹریا کے سوائے جس نے خون آلود سمندر میں کود پڑنے سے تیر کر اپنی جان بچائی اور تمام عیسائی سمندر میں غرق ہو گئے۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کی ان تھکانے والی لڑائیوں کا کوئی انجام نظر نہیں آتا تھا خشکی اور سمندر میں آئے دن لڑائیاں جاری رہتی تھیں عیسائی اور مسلمان دونو ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے پر تُلے رہتے تھے۔ مسلمانوں کا اگر کوئی جہاز عیسائیوں کو مل جاتا تھا۔ تو عیسائی پکڑ لیتے تھے اور اگر مسلمانوں کے ہاتھ آجاتا تھا تو وہ گرفتار کر لیتے تھے۔ اس کے علاوہ جب عیسائی محتاج غلہ وغیرہ ختم ہو جانے پر ادھر اُدھر لوٹ مار کے ارادہ سے نکلتے تھے۔ تو مسلمان کمین گاہوں میں چھپ کر عیسائیوں کی ان جماعتوں پر حملے کرتے تھے اور اس طرح صدہا عیسائیوں کا خون بہاتے رہتے تھے۔ سلطان بیمار ہو گیا تھا۔ اور گھوڑے پر سوار نہیں ہو سکتا تھا۔ اور تل خروبہ پر ایک ایسی جگہ اس نے خیمہ لگا لیا تھا جہاں سے فوجوں کو دیکھ کر ان کو ہدایات دے سکے (مجاڈ صفحہ ۲۶۸)+

لڑائی اس طرح جاری رہی۔ عیسائی تنگ آ کر بار بار حملے کرتے تھے۔ مگر ہر دفعہ نقصان اٹھا کر لوٹتے تھے۔ موسم سرما قریب پہنچنے لگا۔ اور سلطانی فوج کے مسلمان امرا بھی مدت کے سفر اور جنگ سے تنگ آکر اپنے گھروں کو واپس جانے کی خواہش کرنے لگے۔ بعض نے شکایات ہی شروع کر دیں سنجر شاہ والی جزیرہ کو جب اجازت نہ ملی تو گھبرا کر بلا اجازت ہی چلدیا۔ اور کسی قدر جبر سے واپس لایا گیا۔ عماد الدین والی سنجار نے بھی چلا جانا چاہا۔ مگر سلطان نے یہ شعر اس کے پاس لکھ کر بھیجا ؎

من ضاع مثلی من یدیه | جس شخص نے میرے جیسا آدمی اپنے ہاتھ سے کھویا +
فلیت شعری من استفاد ا | کاش مجھے معلوم ہوتا کہ اس کو کیا حاصل ہوا +

عماد الدین یہ شعر پڑھ کر خاموش ہوگیا۔ اور پھر جانے کا نام نہ لیا۔ بایں ہمہ اس سے زیادہ عرصہ تک اِن رؤسا کو رُکنا مناسب نہ تھا۔ اور کچھ اور لڑائیوں کے بعد جب سلطان نے دیکھا کہ اب عیسائیوں میں جان نہیں ہے اس نے تمام امراء اور رؤسا کو اپنے اپنے وطنوں کو نہایت عزت سے اور احترام سے رخصت کردیا۔ اور موسم سرما اپنے گھروں میں گذارنے کی اجازت دی۔ عماد الدین صاحب سنجار۔ اس کا بھتیجا ملک مظاہر۔ تقی الدین علاؤالدین والی موصل کا بیٹا اور تمام امیر یکے بعد دیگرے رخصت ہوگئے۔ اور سلطان کے پاس سوائے چند امراء اور حلقہ خاص کے لوگوں کے کوئی باقی نہیں رہا۔

عیسائی لشکر کی جو حالت اس وقت تھی وہ سلطان کو تنہا رہنے کی صورت میں خائف نہیں کرسکتی تھی عیسائیوں کے لشکر کی کیفیت ہم کو عیسائی مورخ کے الفاظ میں بیان کرنی چاہئے۔ کہ "عیسائیوں نے بار بار حملے کئے۔ مگر دشمن پر ان کا کچھ اثر نہ ہوا۔ اور تمام دن جنگ کرنے اور فتح سے مایوس ہوکر اپنے خیموں میں واپس آتے تھے۔ جہاں قحط جو اب شدت سے محسوس ہونے لگا تھا۔ کوئی چیز ان کو اپنے تکان کے رفع کرنے اور تروتازہ ہونے کے لئے نہیں ملتی تھی۔ کروسیڈروں کی جماعتوں کے مختلف سردار اپنی زیرحکم فوجوں کی خوراک کے ذمہ دار تھے۔ اور ان کے پاس کسی وقت ایک ہفتہ سے زیادہ کی خوراک نہیں ہوتی تھی۔ جب کوئی عیسائی بیڑا آجاتا تھا۔ تو افراط ہوجاتی تھی۔ اور جب کوئی جہاز نہیں پہنچتا تھا تو اُن کو اپنی ضروریات زندگی کی بھی محتاجی ہوجاتی تھی۔ جب جاڑا آگیا۔ اور سمندر زیادہ طوفانی ہوگیا۔ تو احتیاج قدر نہایت زیادہ ہوگئی۔ جب کروسیڈر اپنے گرد و نواح کی زمینوں پر سامان رسد کے واسطے لوٹ مار کرنے کو نکلتے تھے تو مسلمانوں کی کمینگاہوں میں لڑنا پڑتا تھا۔ بعض دفعہ مایوسی سے تنگ آکر دشمن کی خندقوں اور احاطوں حملہ کرتے تھے۔ لیکن ہمیشہ مار کر ہٹا دئیے جاتے تھے۔ آخر کار قحط عیسائیوں کے لشکر میں خوفناک نقصان کرنے لگا۔ غلہ کا ایک پیمانہ جس میں پچاس پونڈ آٹا ہوتا تھا۔ نوے کرون کے عوض ملتا تھا جس نرخ پر امراء اور شہزادے بھی نہیں خرید سکتے تھے۔ سرداروں نے اس امر پر اصرار کیا۔ کہ غلہ وغیرہ جو لشکر کو لایا جاتا ہے۔ اس کی قیمت مقرر کی جاوے۔ تو تجارت کرنے والوں نے اس پر اپنے غلوں کو دفن کردیا۔ اور جن اسباب سے گرانی کو کم کرنی کی کوشش کی گئی تھی۔ انہی سے وہ اور زیادہ ہوگئی۔ کروسیڈر اپنے گھوڑوں کو مار کر کھا جانے کو مجبور ہوئے۔ اور اس کے بعد چمڑا اور ساز اور پُرانی کھالیں کھا گئے۔ جو تُل کر سونے کے ہم وزن بکتی تھیں۔ بہت سے عیسائیوں نے قحط سے اپنے لشکر سے بھاگ کر صلاح الدین کے پاس جاکر پناہ لی۔ اور بعضوں نے اس مصیبت سے جان بچانے کے واسطے مذہب اسلام اختیار کرلیا۔ اور دوسروں نے مسلمانوں کے جہازوں پر جاکر اور سمندر کے خطرات اٹھاکر

قبرس میں اور ساحل شام پر غارت گری شروع کر دی تھی۔ تمام برسات کے موسم میں میدانوں میں پانی جمع رہا۔ اور کرو سینڈر پہاڑیوں پر جمع ہوئے پڑے رہے۔ جو لاشیں دریاؤں کے کناروں پر پڑی رہ گئی تھیں ان کے سڑ جانے اور تعفن سے متعدی بیماری پیدا ہو کر قحط کی مصائب کے ساتھ شریک ہو گئی۔ لشکر میں ماتم اور تدفین کی رسموں کے سوائے کچھ کام نہ رہا۔ دو سو سے تین سو تک حاجی (عیسائی) روز مرہ مر جاتے تھے بعض نہایت نامور سرداروں نے اس متعدی بیماری سے وہ موت پائی۔ جس کا انہوں نے میدان جنگ میں کئی دفعہ مقابلہ کیا تھا۔ فریڈرک ڈیوک آف سوابیا (شاہنشاہ فریڈرک متوفی کا بیٹا) جنگ کے خطروں سے بچا رہ کر اپنے خیمہ میں مر گیا۔ اس کے بدنصیب ہمراہیوں نے اس کی یاد میں آنسو بہائے اور عیسائیوں کے معاملہ سے مایوس ہو کر جس کے واسطے انہوں نے اس قدر مصیبتیں اُٹھائی تھیں۔ مغرب کو واپس چلے گئے ✦

عکا میں جو محصور فوج مسلمانوں کی تھی۔ اور جس نے اپنی ان تھک محنت اور جلادت سے شہر کو عیسائیوں کے ہاتھ سے محفوظ رکھا تھا۔ آخر اس زمانہ دراز کی اسیری اور جنگ کی صعوبتوں سے گھبرا گئی۔ موسم سرما میں سمندر کے طوفان کے سبب سے جب عیسائی اپنے جہازات کو جزیروں یا صوبوں میں منتقل کرنے کے لئے گئے۔ تو سلطان نے جو شفر عم میں ٹھیرا ہوا تھا۔ ان افواج کی تبدیلی کرنے کا موقع دیکھا۔ ملک عادل کو اس کے اہتمام کے واسطے حیفا کو روانہ کر دیا۔ جس نے شہر کی فوج کو نکال کر اس کی بجائے نئے لشکر شہر میں داخل کئے۔ اور ان کے واسطے ایک سال کی ضرورت کا غلہ اور سامان شہر میں فراہم کر دیا۔ اگرچہ یہ تبدیلی مجبوراً کرنی پڑی مگر وہ ایک مہلک غلطی سے محفوظ نہیں تھی۔ جو فوج شہر سے نکالی گئی تھی وہ نہایت تربیت یافتہ اور صابر اور اس کے سردار نہایت تجربہ کار اور کار آزمودہ اور مدبر افسر تھے۔ نئی فوج اور اس کے سردار نہایت خام اور ناتجربہ کار تھے۔ اور ایسے ہی افسروں کے ماتحت طوعاً و کرہاً شہر میں داخل کیا گیا۔ اپنی خواہش اور رضامندی سے وہ شہر میں نہیں داخل ہونا چاہتے تھے ترغیب اور تحریص اور تخویف سے انہوں نے یہ تبدیلی منظور کی۔ اور اس خطرناک غلطی کا نتیجہ عکا کا ضعف تھا ✦

اس تمام موسم سرما میں سلطان بیمار رہا۔ اور رفتہ رفتہ ضعیف ہوتا گیا۔ مسلمانوں اور عیسائیوں میں لڑائیاں اور حوادث ہوتے رہے۔ جب فلپ بادشاہ فرانس اور رچرڈ بادشاہ انگلینڈ کی مدد کی خبریں

---

[1] بہت سے عیسائیوں نے سلطان کے پاس آ کر درخواست کی تھی کہ اگر ان کو جہاز ملیں تو سمندر میں عیسائیوں کو لوٹینگے۔ چنانچہ انہوں نے ساحل شام پر اور جزیرہ قبرس میں گرجاؤں اور گھروں کو مدت تک لوٹنا جاری رکھا ✦

مشہور ہوئیں۔ تو سلطان نے اسلامی فوجوں کی طلبی کے واسطے خط لکھوائے۔ اور بلاد اسلامی میں خطیبوں نے مسلمانوں کو جہاد کی طرف راغب کیا۔ موسم بہار کی آمد پر مسلمان امیروں نے آنا شروع کیا۔ مگر اس دفعہ ان کی پہلی کی سی کثرت نہیں تھی۔ سب سے بڑی غلطی تقی الدین نے کی۔ جو اپنے علاقہ کا انتظام کرنے گیا تھا۔ اور وہاں گرد و نواح کے علاقوں سے جنگ کرنا شروع کر دیا۔ اس وہ خود مع اپنی فوجوں کے رُکا۔ اور مشرقی فوجیں اس کے جنگ کے خوف سے عکا کو روانہ نہ ہو سکیں +

عیسائیوں کی نئی فوجیں موروملخ کی طرح آ رہی تھیں پہلے فلپ بادشاہ فرانس پہنچا۔ اور اسکے بعد رچرڈ شاہ انگلستان۔ رچرڈ اپنی دلیری اور شجاعت کے واسطے تمام یورپ میں مشہور تھا عیسائیوں نے اس کے آنے پر بڑے جوش سے خوشیاں منائیں۔ فرانسیسی مورخ لکھتا ہے کہ "فرنگیوں نے رچرڈ کی آمد پر تمام لشکر میں چراغاں کرنے سے خوشیاں ظاہر کیں۔ جب انگریزی لشکر عیسائی فوجوں کے ساتھ شامل ہو گئے۔ تو عکا نے اپنی دیواروں کے نیچے وہ تمام نامور کپتان اور جنگجو بہادر دیکھ لئے جن پر کہ یورپ کو فخر تھا۔ فرنگیوں کے خیمہ اس وسیع میدان میں پھیلے ہوئے تھے۔ اور ان کی فوجیں ایک نہایت شاہانہ اور ہیبت ناک نظارہ پیش کرتی تھیں۔ ایک تماشا دیکھنے والا شخص ساحل سمندر پر کھڑا ہو کر عکا کے میناروں اور عیسائیوں کے کیمپ کو جس میں انہوں نے مکانات اور کوچے بنا لئے تھے جو ہر وقت چلنے پھرنے والوں سے بھرے رہتے تھے۔ دیکھتا تو وہ خیال کرتا۔ کہ وہ دو رقیب شہر دیکھ رہا ہے۔ جو ایک دوسرے سے جنگ کر رہے ہیں۔ ہر ایک قوم کا سردار اور محلہ جدا تھا۔ اور عیسائی کروسیڈروں میں اس قدر زبانیں بولی جاتی تھیں۔ کہ مسلمانوں کو ان تمام قوموں کے قیدیوں کی زبانیں سمجھنے کے واسطے مترجم نہیں مل سکتے تھے"۔ (میچاڈ صفحہ ۷، ۸) +

عیسائیوں کی اس بے شمار فوج کو جو تازہ جوش اور تازہ روح رکھتی تھی اپنا کام شروع کرنے سے کوئی چیز مانع نہ تھی۔ انہوں نے پتھر پھینکنے کی کلیں اور اپنے سامان تیار کر کے شہر پر حملے کرنے شروع کر دئیے۔ اہل شہر کے نقاروں کے آواز نے جب سلطان کو عیسائیوں کے حملوں کی خبر دی۔ تو وہ بھی لشکر لے کر سوار ہوا۔ اور عیسائیوں پر حملے کرنے شروع کر دئیے۔ اور ان کا رُخ شہر کی طرف سے پھیر دیا۔ عیسائیوں نے بڑے بڑے بُرج اور کلیں بنائی تھیں۔ مگر شہر کے مسلمانوں نے موقع پا کر ان کو جلا دیا۔ اسی اثنا میں فلپ اور رچرڈ دو نو بیمار ہو گئے۔ اور رچرڈ نے سلطان سے خط و کتابت شروع کر دی بقول عرب مورخوں کے اس نے سلطان سے ملاقات کرنے کی درخواست کی۔ اور برف اور میوے مانگ بھیجے۔ عیسائی مورخوں کا بیان ہے۔ کہ دو نو بادشاہ سلطان سے خط و کتابت کرتے تھے۔ اور

سلطان نے برف اور میوے ان کی بیماری کے زمانہ میں بھیجے تھے۔ اور دونو بادشاہ ایکدوسرے پر سلطان سے خفیہ خط و کتابت کرنے کا الزام لگاتے تھے۔

شہر پر حملے برابر کئے جا رہے تھے۔ اور رچرڈ اور فلپ کے صحت یاب ہونے پر بہت سرگرمی سے محاصرہ شروع کیا گیا۔ فرانسیسی مورخ لکھتا ہے کہ "محاصرہ نئے جوش کے ساتھ شروع کیا گیا۔ لیکن مسلمانوں نے اس قوت کو جو عیسائیوں نے ضائع کیا تھا۔ شہر کو مضبوط کرنے میں خرچ کیا تھا۔ جب محاصرین شہر کی دیواروں کے نزدیک آتے تھے۔ تو مسلمان ان کا ایسا سخت مقابلہ کرتے تھے۔ جن کی ان کو ہرگز توقع نہیں ہوتی تھی۔ درانحالیکہ صلاح الدین کی فوج ان کے خطوط پر برابر متواتر حملے کر رہی تھی ہر صبح کو عکا کی دیواروں اور سلطان کے لشکر سے نقاروں اور باجوں کی آواز آتی تھی جو جنگ کا نشان ہوتا تھا۔ سلطان اپنی فوج کے دل بڑھاتا تھا۔ اور ملک عادل اپنے امیروں کے سامنے جلادت اور تہور کے نمونے پیش کرتا تھا۔ ان پہاڑیوں کے نیچے جن پر عیسائی مقیم تھے۔ بہت سے جنگ ہوئے۔ دو دفعہ عیسائیوں نے بہت زور سے ہلہ کیا۔ اور دو دفعہ صلاح الدین کے حملہ سے بچنے کے واسطے بہت جلد اپنے خیموں سے لوٹ آئے۔ ہر روز عیسائی اپنی کوششوں کو تازہ اور دوبالا کرتے تھے۔ اور صلاح الدین کے حملوں کو روکتے تھے یا شہر پر حملہ کرتے تھے۔ ان میں سے ایک حملہ میں انہوں نے شہر کی خندقوں کو اپنے مردوں اور مقتولوں اور گھوڑوں کی لاشوں سے جن کو دشمن کی تلواروں یا نیزوں نے قتل کیا تھا۔ یا بیماری سے مرے تھے بھر دیا۔ مسلمانوں نے ان بھیانک لاشوں کو اٹھا کر خندق کے کناروں پر پھینکدیا۔ اور خندق کو خالی کر دیا۔ جس کے کناروں پر دشمن کے نیزے اور تلواریں ہر وقت تازہ قربانیاں کرتی رہتی تھیں۔ موت۔ رکاوٹ۔ یا تکان عیسائیوں پر کوئی اثر نہیں کرتی تھی۔ جب ان کے لکڑی کے برج اور پتھر پھینکنے کی کلیں جلا کر خاک کر دی گئیں۔ تو انہوں نے زمین کھود کر اس کے نیچے راستے بنائے اور فصیل کی بنیادوں تک جا پہنچے۔ ہر روز کچھ تازہ وسائل اور نئی کلیں شہر کے فتح کرنے کے واسطے ایجاد کی جاتی تھیں۔ ایک عربی مورخ بیان کرتا ہے کہ انہوں نے اپنے کیمپ کے نزدیک ایک مٹی کی نہایت بلند پہاڑی بنا کر کھڑی کر دی۔ اور اس پر متواتر مٹی پھینک پھینک کر اس پہاڑ کو شہر کے نزدیک پہنچا دیا۔ یہ (تودہ) ایک تیر کی مار کے نصف فاصلہ تک پہنچ گیا تھا۔ جب کہ مسلمان شہر سے نکل آئے۔ اور اس عظیم تودہ خاک کے سامنے (لشکر پر) ٹوٹ پڑے جو ہر روز نزدیک ہوتا جاتا تھا۔ اور شہر کو دھمکی دے رہا تھا۔ تلواروں گینتیوں اور بیلچوں سے مسلح ہو کر انہوں نے اس فوج پر حملہ کیا۔ جو اس تودہ کو بڑھائے لئے آتی تھی مسلمانوں نے

اس کو گھسیٹ کر میدان میں پھینک دینے کی ہر ایک کوشش کی لیکن اس کی ترقی کو صرف اس قدر روک سکے کہ اس کے راستے میں فراخ اور گہری خندقیں کھودیں"۔

شہر کی فوجوں نے اپنی قلت اور شکستہ حالی کے باوجود کچھ شک نہیں ہے کہ داد مردانگی دی۔ تمام یورپ کی فوجیں جوان کے دروازوں پر پڑی ہوئی تھیں۔ ان کو خائف نہیں کر سکتی تھیں۔ بارہا وہ شہر سے نکل کر عیسائی لشکر پر حملہ آور ہوئے۔ اور قتل اور غارت کر کے واپس چلے گئے۔ پُر کی ہوئی خندقوں کو خالی کر دیا کلوں کو جلا دیا۔ دمدموں کو اکھیڑ پھینکنے کی کوئی کوشش اٹھا نہیں رکھی۔ مگر متواتر راتوں کے جاگنے اور قلت سامان اور کمی فوج اور شب و روز کی لڑائی سے آخر تھک کر چور ہو گئے۔ سلطان اس حالت سے جس قدر رنج اور غم میں مُبتلا تھا۔ اس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے فوج اندر داخل کرنے کی کوشش کی۔ مگر کافی تعداد میں داخل نہ کر سکا۔ وہ خود راتوں نہیں سوتا تھا۔ اور دن رات بے چینی اور سواری میں گذر جاتے تھے شہر کی فوج کی مایوسانہ تحریریں جن میں وہ اپنی تکلیف اور شکستہ حالی اور مجبور ہو کر شہر عیسائیوں کے حوالے کر دینے کی خبریں لکھتے تھے۔ سلطان کو اور بھی حواس باختہ کر دیتی تھیں اور غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے تھے فرانسیسی مورخ شہر کی فوج کی زبوں حالت کی خود تصدیق کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ" فصیل کا بڑا حصہ گرنے لگ گیا تھا اور ضرور تھا کہ محاصرین کے واسطے راستہ نکل آئے۔ جنگ قحط اور بیماری نے محصورین کو بہت ضعیف کر دیا تھا۔ شہر میں کافی سپاہی باقی نہیں رہے تھے۔ جو فصیلوں کی حفاظت کرتے۔ اور کلوں کو ادھر اُدھر لے جاتے۔ جو عیسائیوں کی کلوں کا جواب دیتی تھیں۔ شہر کو صرف ذخیروں اور غلہ وغیرہ کی محتاجی نہیں تھی بلکہ ان کے پاس سامان جنگ۔ بارود۔ اور یونانی آتش (نفط) باقی نہیں رہے تھے۔ یہ جنگ آور لوگ جنھوں نے اس قدر زحمتیں برداشت کی تھیں۔ اس حال میں بُزدل ہونے لگ گئے۔ اور صلاح الدین اُور امیروں کی شکایت کرنے لگے"۔ (میچاڈ صفحہ ۹۰۷) پھر لکھتا ہے کہ اس حالت میں انہوں نے فلپ شاہ فرانس کے ساتھ مصالحت کے بارہ میں گفتگو شروع کی۔ اس نے یہ شرط تجویز کی کہ مسلمان تمام بلاد ساحل کو جو جنگ طبریاس کے بعد فتح کی تھیں چھوڑ دیں۔ اس جواب پر مسلمان امیر بھڑک اُٹھا۔ اور کہا کہ میں اور میرے ہمراہی شہر کی ویرانی کے نیچے مر جائینگے۔ اور عکا کی اس طرح حفاظت کرینگے جس طرح ایک زخمی شیر اپنے گھر انے کی کرتا ہے۔ عیسائیوں کی بے شمار فوجیں طوفان کی طرح شہر پر ٹوٹی پڑتی تھیں سلطان عقب سے حملے کرنے میں برابر مصروف تھا۔ مگر اس کی اپنی قلت فوج عیسائیوں کے کثیر لشکر پر کچھ اثر نہیں پیدا کر سکتی تھی شہر کے مُسلمان مایوسی سے مقابلہ کر رہے تھے فصیل پر چڑھنے والے عیسائیوں کو مار ڈالتے تھے۔ یا جلا دیتے تھے۔ مگر سامان جنگ کی کمی سے ہر ساعت ناامید ہوتے جاتے تھے۔ اور

آخر کار ان میں بعض نے راتوں رات کشتیوں میں سوار ہو کر شہر سے نکل بھاگنا شروع کیا۔ بھاگنے والوں نے شہر کی فوجوں کی رہی سہی ہمت کو بھی پست کر دیا۔ خود سلطان نے آخر کار اہل شہر کو بچانے کی یہی تجویز سوچی کہ ان کو ہدایت کی کہ اپنا اسباب اور سامان لے کر رات کو شہر سے نکل آئیں اور جہاز میں بیٹھ کر لشکر کو پہنچ جائیں۔ اس رات وہ اپنی تیاری کو مکمل نہ کر سکے۔ اور صبح کو دو غلاموں نے بھاگ جا کر عیسائیوں کو اس ارادہ سے مطلع کر دیا۔ اور عیسائیوں نے نہایت پختگی سے دروازوں کو روک لیا۔ سلطان اس وقت عیسائیوں کے ساتھ صلح کے بارہ میں خط و کتابت کر رہا تھا۔ وہ ان کی شرائط کو منظور نہیں کرتا تھا۔ اور عیسائی اس کی شرطیں نہیں مانتے تھے۔ شہر کے لوگ اپنی تنگی میں ہر ایک چیز کے قبول کر لینے کو تیار تھے۔ اور انہوں نے عیسائیوں کو دو لاکھ دینار دینے اور عیسائی قیدی چھوڑ دینے۔ اور صلیب اعظم واپس کر دینے کے اقرار پر صلح کر لی۔ اور عکا کے لوگ بطور ضمانت کے ایفائے عہد تک عیسائیوں کے قبضہ میں رہنے قرار پائے سلطان نے جب ان شرائط صلح کا حال سنا۔ تو غصہ سے بھڑک اٹھا اور غضب آلود ہو کر ایک سب سے آخری کوشش شہر کو عیسائیوں سے بچا لینے کی کرنے کو تیار ہو گیا۔ مگر اسی تیاری میں اس نے عیسائیوں کا جھنڈا شہر کی فصیل پر اڑتا دیکھا۔ اہل شہر نے شہر عیسائیوں کے حوالے کر دیا تھا۔ سلطان کے پاس اب دانت پیس کر بیٹھ جانے کے سوائے کیا تھا۔ یہ واقع ۱۷ جمادی الاول ۵۸۷ھ ہجری کو ہوا +

عیسائی مورخ کی داستان انہی واقعات سے مشابہ ہے۔ لکھتا ہے کہ مسلمانوں کا شاندار اور ناقابل مفتوح جوشش کئی روز تک اسی طرح رہا۔ لیکن جب ان کو کوئی امداد نہ پہنچی۔ بہت سے امیروں نے آخر کار عکا کی سلامتی سے مایوس ہو کر اپنے آپ کو راتوں رات کشتیوں میں ڈال دیا۔ اور صلاح الدین کے غصہ کو عیسائیوں کی تلواروں سے مرنے پر ترجیح دے کر اپنے لشکر میں پناہ لینے کو چلے گئے۔ اس فراری اور ان کے برے حال کی شکستہ حالت نے مسلمانوں کو ہیبت زدہ کر دیا۔ جب کبوتر اور پیراک صلاح الدین کے پاس متواتر محصورین کی مصیبت کی خبریں پہنچا رہے تھے۔ محصورین نے شب کے وقت شہر کو چھوڑ دینے کا ارادہ کر لیا۔ اور ہر ایک خطرہ برداشت کر کے اسلامی لشکر میں پہنچ جانا چاہا۔ لیکن یہ ارادہ عیسائیوں کو معلوم ہو گیا۔ اور ہر ایک دروازے اور راستے کو جہاں سے وہ نکل سکتے تھے۔ روک لیا۔ اور سخت حفاظت کرنی شروع کر دی شہر کے امیروں اور رئیسوں کو معلوم ہو گیا۔ کہ سوائے فلپ (شاہ فرانس) کے رحم کے اب ان کی کوئی امید باقی نہیں رہی ہے۔ اور یہ اقرار کیا کہ اگر وہ ان کو زندگی اور آزادی دیدے گا تو وہ عیسائیوں کو سو سو قیدی اور اصلی صلیب دلوا دینگے۔ امن دینے کی صورت میں انہوں نے عیسائی فوج

کے سرداروں کو دو لاکھ دینار دینے کا وعدہ کیا۔ اور محصورین کا مع عکا کی تمام آبادی کے عہدنامہ کے پورا ہونے تک عیسائیوں کے قبضہ میں رہنا قرار پایا۔ ایک مسلمان سپاہی صلاح الدین کے پاس بھیجا گیا۔ کہ اس کو اس امر سے مطلع کرے۔ کہ شہر امن مانگنے کو مجبور ہوا ہے۔ سلطان جو کہ شہر کو بچانے کے واسطے ایک آخری کوشش کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔ اس خبر کو سُن کر سخت رنجیدہ ہؤا۔ اس نے اپنے مشیروں کو جمع کیا۔ کہ وہ اس سپردگی شہر اور امن طلبی کو پسند کرتے ہیں یا نہیں۔ لیکن ابھی خاص امرا اس کے خیمہ میں جمع نہیں ہوئے تھے۔ جب کہ انہوں نے کروسیڈروں کے جھنڈے کو فصیل اور برجوں پر اُڑتے دیکھا (مچاڈ صفحہ ۱۸۴)+

خاتمہ جنگ کی نسبت وہی مورخ کہتا ہے۔ کہ "اس مشہور محاصرہ کا یہ نتیجہ ہؤا جو تین برس تک رہا۔ اور جس میں کروسیڈروں نے اس سے زیادہ خون بہایا۔ اور زیادہ بہادری دکھائی جتنی کہ تمام ایشیا کو مطیع کر لینے کے واسطے کافی ہوتی۔ سو سے زیادہ لڑائیاں اور نو بڑے جنگ شہر کی دیواروں کے سامنے ہوئے۔ بہت سی تر و تازہ فوجیں برباد ہوتی ہوئی فوجوں کو کمک کرنے کے واسطے آئیں۔ اور اپنی باری میں دوسری فوجوں نے ان کی جگہ لی۔ یورپ کے امرا میں سے بڑے بڑے بہادر تلوار یا بیماری سے اس محاصرہ میں مر گئے"۔ اس کے بعد وہ ناموز مقتولین میں سے تیرہ آدمیوں کے نام لکھتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اِن کے علاوہ اور بہت سے مشہور آدمی اس جنگ کی نذر ہوئے (مچاڈ صفحہ ۱۸۴)+

عکا کے تھکا دینے والے محاصرہ کے حالات اگر خود ہی نہ چھوڑ دئے جائیں تو ختم ہونے والے نہیں ہیں۔ تین برس کے عرصہ میں جو جو واقعات گذرے اُن کی تفصیل بجائے خود اس کتاب کا مضمون ہونی چاہیئے یورپ کے عیسائیوں کو عرصہ دراز تک مشرق کے مسلمانوں کے قریب رہنے اور ان سے بُہت کچھ سیکھنے اور ایک دوسرے کو دیکھنے اور جاننے کا موقع جو اس محاصرہ کے زمانہ میں ملا۔ اور کہیں بہت کم مل سکتا تھا اس محاصرہ کے نہایت عجیب واقعات بھی کچھ کم نہیں ہیں۔ مسلمان اور عیسائی مبارز بہت دفعہ ایک دوسرے سے تنہا دست بدست لڑنے کو نکلتے تھے۔ اور دونو فوجیں امن سے ان کا تماشا دیکھتی تھیں بعض دفعہ مختلف اقوام کے عیسائی آپس میں زور آزمائی کے واسطے تیار رہتے تھے۔ اس وقت عیسائیوں اور مسلمانوں کا جنگ فراموش ہو جاتا تھا۔ اور مسلمان اس نظارہ کو دیکھنے کے واسطے مدعو کئے جاتے تھے حیرت انگیز دلیری اور ذاتی قربانی کی مثالیں بھی اس موقع کی کچھ کم نہیں ہیں۔ ایک دفعہ مسلمانوں نے جب اپنے جہاز کو عیسائیوں کے قابو میں دیکھا۔ تو اس میں سوراخ کر کے ڈبو دیا۔ اور عیسائیوں کو ان جہازوں کے

سامانوں سے محروم رکھنے کے واسطے خود ڈوب مرے۔ ایک مسلمان امیر جمال الدین بن ارکگر کی کشتی کو ایک دفعہ عیسایوں نے گھیر لیا۔ اور اس کے ملاح اسے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس نے عیسایوں کے سردار سے کہا کہ اب وہ اس کے قابو میں ہے اور اس سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہے۔ عیسائی سردار آگے بڑھا۔ تو جمال الدین نے اس کو ایسا زور سے بغل میں دبایا۔ کہ جان بلب ہو گیا۔ اور اس کو لپیٹے ہوئے سمندر میں کود پڑا۔ اور اپنے ساتھ ایک عیسائی سردار کا خاتمہ کر کے گیا +

سلطان کو عکا کے اس طرح کھوئے جانے کا جو رنج اور اندوہ ہوا۔ وہ بے حد و بے پایاں تھا عرب مورخ کہتا ہے کہ سلطان کا رنج اس شفیق والدہ کی طرح تھا جو اپنا پیارا بچہ کھو بیٹھتی ہے مسلمان اس کو تسلی دیتے تھے۔ مگر کسی طرح اس کی تسلی نہیں ہوتی تھی۔ لیکن اسی پر اس کے غم کا خاتمہ نہیں ہونے والا تھا۔ ایک اور دردناک خبر اس کے واسطے ذخیرہ میں تھی عیسائی سلطان سے اس عہد نامہ کی شرائط پورا کرنے کے واسطے خط و کتابت کر رہے تھے۔ جو اہل شہر نے عیسایوں سے کی تھیں سلطان ان کے قیدی چھوڑنے اور صلیب دینے کو تیار تھا۔ بلکہ شاہان کے نائبوں کو دے بھی دی تھی۔ اور قیدی دمشق سے منگوا لئے تھے۔ لیکن پیشتر اس کے کہ وہ تمام شرائط عہد کا ایفا کرتا۔ عیسایوں سے درخواست کرتا تھا۔ کہ مسلمان قیدیوں کو چھوڑ دیا جاوے۔ اس کو عیسایوں کی بدعہدی کا خوف تھا۔ اور اسی پر اصرار کر رہا تھا۔ کہ ظالم اور سفاک اور درندہ رچرڈ نے ان بے گناہ قیدیوں کو جن کو رسیوں سے باندھا ہوا تھا۔ ایک ہی وقت میں ایک ہی مقام پر قتل کر ڈالا۔ عیسائی مورخ ان کی تعداد پانچ ہزار بیان کرتا ہے۔ اور مسلمان تین ہزار۔ مگر سلطان کے دل کو ایک تازہ صدمہ پہنچانے کے واسطے ایک مسلمان کے قتل کا درد بھی کافی ہوتا تھا۔ فرانسیسی مورخ رچرڈ کی اس خونخوار حرکت کی نسبت لکھتا ہے کہ نہ تو اس نے ان غیر مسلح اور بے پناہ دشمنوں پر رحم کیا اور عیسایوں پر جن سے مسلمان اس خون کا بدلہ لئے بغیر نہیں رہنے والے تھے۔ اور پانچ ہزار مسلمانوں کا خون بہا دیا۔ پھر کہتا ہے کہ "رچرڈ کے اس فعل سے جس سے تمام عیسائی فوج کو رنج ہوا۔ رچرڈ کی کریکٹر (خصلت) کا کما حقہ اندازہ کیا جا سکتا تھا۔ اور اس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس کے تشدد سے کس قدر خوف کرنا چاہئے۔ ایک وحشی اور بیرحم دشمن کبھی فیاض رقیب نہیں بن سکتا"۔ ایسے ہی وحشیانہ تشددات کے باعث فلپ شاہ فرانس سے بھی اس کا بگاڑ بڑھتا گیا۔ اور وہ آخر کار اپنی دس ہزار فوج اور پانچسو سوار ڈیوک آف برگنڈی کے زیر حکم چھوڑ کر فرانس کو واپس چلا گیا۔ فلپ کے جانے کی یہی وجہ تھی۔ یا اپنی اغراض یا یہ کہ اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ مسلمانوں سے ایک شہر کے

فتح کرنے میں تین سال کا عرصہ اور یورپ کے عیسائیوں کی لاکھوں جانیں ضائع ہوئی ہیں۔ تو بیت المقدس اور بلاد ساحل کس قیمت کو ملینگے۔ بہرحال وہ شام سے یورپ چلا گیا۔ اور رچرڈ ایک لاکھ عیسائی فوج کے ساتھ بیت المقدس اور بلاد ساحل مسلمانوں سے فتح کرنے کے واسطے پیچھے رہا (مچاڈ صفحہ ۴۸۸)۔

سلطان عکا کے کھوئے جانے پر بلاد ساحل کے شہروں اور بیت المقدس کے شہروں کا فکر کرنے کے واسطے روانہ ہو چلا تھا۔ جب اُس کو مسلمان قیدیوں کی خونریزی کی خبر ملی۔ تو اپنے لشکر کو لوٹا کر عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ اور رات تک کشت و خون کا بازار گرم رہا۔ مگر عیسائیوں کو مار کر ہٹا دینے کا نتیجہ مسلمانوں کے واسطے یہی تھا کہ ان بے پناہ مقتولوں کی لاشیں دیکھ کر ان پر گریہ و زاری کریں۔

سلطان بلاد ساحل کے شہروں کے انتظام کے واسطے احکام دیکر اور کچھ آگے بڑھ کر عیسائیوں کے انتظار میں پڑ رہا۔ جب عیسائی قیصاریہ کے ارادہ سے ساحل کو چلے تو سلطانی فوج نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اور جب موقع پاتے تھے۔ عیسائی لشکر پر اس طرح گرتے تھے جس طرح بھوکا شیر شکار پر گرتا ہے۔ سلطان خود تیراندازوں کی صفوں میں کھڑا ہو کر ان کو ہدایتیں دیتا تھا۔ اگرچہ عیسائی فوج کی کثرت اور ان کے آہنی لباسوں اور زرہوں اور خودوں کے سبب سے جن پر تیر اور تلوار بہت کم اثر کرتے تھے۔ اس کو بہت احتیاط کرنی پڑتی تھی۔ مگر ان کا احاطہ کسی وقت نہیں چھوڑتا تھا۔ اور ان کو حرکت کرنے کا موقع بہت کم دیتا تھا۔

عیسائی مورخ لکھتا ہے کہ "صلاح الدین نے جس کو عرب کے مورخ اکثر اُس مادہ شیر سے تشبیہ دیتے ہیں جس نے اپنا بچہ کھویا ہو۔ کروسیڈروں کی روانگی کی خبر سنکر اپنی فوج جمع کی۔ اور ان کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ کبھی ان سے آگے بڑھ جاتا تھا۔ اور فوج ہراول پر حملہ کرتا تھا۔ اور کبھی ان کے بازوں کے دستوں پر آفت لے آتا تھا۔ اور جو سپاہی اصلی جمعیت سے الگ ہو جاتا تھا۔ اس کو پکڑ لیتا تھا۔ اگرچہ قیصاریہ عکا سے بارہ فرسنگ کے فاصلہ پر تھا۔ لیکن کروسیڈر اس راستہ کو چھ روز سے کم میں طے نہ کر سکے تمام عیسائی جو فوج کے ساتھ نہیں رہ سکتے تھے۔ اور صلاح الدین کے قابو میں آ جاتے تھے اس کے حکم سے مار ڈالے جاتے تھے۔ اور اُن کی لاشیں محصورین عکا کی خونریزی کے بدلہ میں ساحل پر پھینک دی جاتی تھیں (مچاڈ صفحہ ۴۸۶) عرب مورخ اسی کو دوسرے لفظوں میں یوں کہتے ہیں۔ کہ عیسائیوں کو کتنے کی موت مار ڈالا جاتا تھا۔

سلطان کی اس غضبناک مستعدی نے رچرڈ کے حوصلوں کو بہت جلد پست کر دیا۔ اور پہلے تو خبر رساں چوکیوں کے افسر عزالدین ابراہیم بن المقدم کے ساتھ صلح کی گفتگو شروع کی۔ اور اس کا جواب جب صرف

لڑائی سے ملا۔ تو رچرڈ نے ملک عادل (برادر سلطان) سے ایک علیحدہ ملاقات کی خواہش کی۔ اور اس سے صلح کی تحریک کی لیکن شرائط میں جب بلاد ساحل کو طلب کیا۔ تو ملک عادل نے ایسا ترش جواب دیا۔ کہ رچرڈ دیر تک اُس کی ترشی نہ بھول سکا۔ عیسائی مورخ اس واقعہ کو اس طرح بیان کرتا ہے۔ کہ "رچرڈ نے جب خطروں اور رکاوٹوں کو اپنے راستہ میں روز افزوں دیکھا تو اس نے ملک عادل سے ملاقات کی خواہش کی۔ اور صلح کی تجویز پیش کی۔ بدیں شرط کہ مسلمان عیسائیوں کو یورشلیم واپس دیدیں۔ ملک عادل نے جواب دیا کہ صلاح الدین کی فوج کا سب سے آخری سپاہی مرجائے گا۔ لیکن اسلامی فتوحات کو نہ چھوڑیگا۔ رچرڈ اس جواب سے غضب آلودہ ہُوا۔ اور قسم کھائی کہ جس چیز کے دینے سے صلاح الدین انکار کرتا ہے وہ اس سے فتح کرکے لے گا اور فوج کو کوچ کا حکم دیا"۔ (میجاڈ صفحہ ۴۸۶)

عیسائی فوج ارسوف کی طرف روانہ ہوئی۔ اور سلطانی فوج نے گو ارسوف تک بھی ان کو آسانی سے نہیں پہنچنے دیا۔ لیکن ارسوف میں ایک کھلے جنگ اور مقابلہ کے واسطے عیسائیوں کا انتظار کرنے لگے۔

۱۴۔ رمضان ۵۸۷ھ ہجری کو یہ عظیم جنگ واقع ہُوا۔ عیسائیوں کے رسالہ نے سب سے پہلے حملہ کیا۔ مگر دونوں میں نقصان عظیم اُٹھا کر پسپا ہُوا۔ جنیفولیس ڈی اینیز جو عیسائی رسالہ کا افسر تھا۔ تیسرے حملہ میں اس کا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں کٹ گیا۔ اور رچرڈ کو بدلا لینے کے واسطے پکارتا ہُوا راہی عدم ہُوا۔ اس بہادر شخص کی موت پر عیسائی بہت روئے اور پھر رچرڈ نے خود تمام فوج کے ساتھ حملہ کیا۔ لیکن مسلمانوں کے ایک منتخب دستہ فوج نے جب پیچھے سے حملہ کردیا۔ تو اس کو پسپا ہونا پڑا۔ میدان جنگ بہت تنگ تھا۔ اور عیسائی اور مسلمان دست بدست ایک گھمسان لڑائی میں لڑ رہے تھے۔ جو قیامت سے مشابہ تھی انگریزی مورخ رچرڈ کی نسبت اس قدر لایعنی اور لاطائل افسانے بیان کرتے ہیں جن کی اصلیت کچھ بھی نہیں ہے۔ ان میں سے ایک مورخ کہتا ہے کہ اس لڑائی میں رچرڈ اور صلاح الدین کا ایک دوسرے سے اصالتاً مقابلہ ہوگیا۔ اور دونو باہم زور آزمائی کرنے لگے۔ اور دونو فوجیں اپنی فتح و شکست کو اپنے بادشاہوں کی ہار جیت پر مبنی کرکے تشویش میں نتیجہ کو دیکھنے لگیں۔ مگر رچرڈ اور صلاح الدین دونو اس جنگ کے بعد زندہ تھے اور اسی سے یہ فسانہ اور تمام افسانوں کی طرح لغو معلوم ہوتا ہے۔ جنگ ارسوف کا نتیجہ عیسائی بیان کرتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ اور مسلمان بیان کرتے ہیں کہ عیسائیوں کو شکست ہوئی۔ اور انہوں نے ارسوف کی دیواروں کی آڑ میں پناہ لی۔ ورنہ ان میں سے ایک بھی زندہ نہ رہا ہوتا۔ بہرحال جانبین کا نقصان عظیم ہُوا۔ سلطان اپنے خطوں میں لکھتا ہے کہ مقتول عیسائیوں کا شمار تو معلوم نہیں ایک ہزار گھوڑا عیسائیوں کا قتل ہوگیا تھا۔

عیسائی یافہ کیطرف روانہ ہوئے۔ مگر سلطان نے یافہ کی فصیل گرا کر اس کو اس لائق نہیں چھوڑا تھا۔ کہ ضرورت کے وقت عیسائیوں کو پناہ دیسکے۔ اب سلطان کو عسقلان کی فکر تھی۔ اس کو بیت المقدس کی حفاظت کو مضبوط کرنے کا فکر تھا۔ اور ہر ایک شہر کو مضبوط کرنے کے واسطے موقع نہیں دیکھتا تھا۔ رچرڈ عسقلان کا محاصرہ کرنے کا ارادہ کر رہا۔ اور سلطان اپنی طاقت کو تقسیم کرنا مفید نہیں سمجھتا تھا۔ اور نہ وہ عکا اور عسقلان دونو عیسائیوں کو اپنے قبضہ میں جمع کرنے دینا چاہتا تھا۔ اس واسطے اس نے فصیل عسقلان گرا دینے کا ارادہ کیا۔ اس امر سے اس کو نہایت رنج تھا کہ ایسے مضبوط اور خوبصورت شہر کی شہر پناہ کو گرا دے۔ مگر مصلحت وقت کے لحاظ سے کوئی چارہ نہ تھا۔ اس نے عسقلان کے گرانے کا حکم دیدیا جس سے اہل اسلام کو رنج پیدا ہوا۔ سلطان خود کہتا تھا۔ کہ میری اولاد کے مرجانے کا اتنا رنج نہ ہوتا۔ جتنا عسقلان کو گرانے سے ہوتا ہے۔ مگر اسلام کی ہمدردی اور مصلحت کا مقتضا یہی ہے اور اب اس سے کچھ چارہ نہیں ہے فوج کو فصیل کے مختلف حصوں اور برجوں کے گرانے پر متعین کیا۔ اور خود رات دن کھڑا ہوا اس شکست کے کام کی نگرانی کرتا تھا۔ بادشاہی ذخیرہ میں جس قدر غلہ تھا اہل شہر کو اس کے لیجانے کی عام اجازت دیدی۔ اور شہر پناہ گرتی رہی۔ لیکن جب دیکھا کہ دشمن کے آنے سے پہلے اس کا گرنا مشکل ہے۔ آگ لگا کر جلا دینے کا حکم دیدیا۔ اور اس کو جلتا ہوا چھوڑ کر اور معماروں کو اس کے گرانے پر متعین کرکے خود نطرون کے قلعہ کو چلا گیا +

جب رچرڈ عسقلان پہنچا تو اس کی ویرانی کو دیکھ کر اس کو بھی بہت رنج ہوا۔ اور اس کو مکرر بنا کرنے اور اس کی مرمت اور درستی کرنے میں مصروف ہوا۔ فرانسیسی مورخ کہتا ہے کہ "یہ ایک عجیب نظارہ تھا کہ مغرب کے تیس ہزار جنگجو شام کے ایک شہر کی دیواریں بنانے میں مصروف تھے"۔ (مچاڈ صفحہ ۴۹۰) لیکن یہاں یہ بات کھٹکتی ہے کہ اسی مورخ نے فلپ کے چلے جانے کے بعد رچرڈ کے ماتحت عیسائی فوج کی تعداد ایک لاکھ بیان کی تھی۔ اور اب صرف تیس ہزار بیان کرتا ہے۔ ستر ہزار فوج عکا کی غیر ضروری حفاظت کے واسطے نہیں چھوڑی گئی ہوگی۔ پس اگر سلطان نے مقتول مسلمان قیدیوں کے ایک ایک شخص کے واسطے دس دس عیسائی بھی قتل کر دیئے تھے۔ تو ان کے خون ناحق کا وہ عیسائیوں سے بدلا لے چکا تھا۔ عیسائی فوجیں رچرڈ کے ماتحت تھیں رچرڈ کے عسقلان کی تعمیر میں مصروف ہونے سے ناخوش تھیں۔ مگر وہ اسی کام میں مصروف تھا۔ عیسائی مورخ لکھتا ہے۔ کہ "جب عیسائی فوج اس طرح ناراض تھی تو صور کا والی (کانرڈ یا مرکیس) جس سے رچرڈ نے بدسلوکی کی تھی۔ سلطان سے صلح کی خط و کتابت کرنے لگا۔ اور یہ وعدہ کیا کہ اگر مسلمان اس کو اس کے دشمنوں سے بچائیں تو وہ عکا مسلمانوں کو واپس دیدیگا

انگلستان کے بادشاہ کو جب اس نمایاں خط وکتابت کی خبر ملی۔ تو اس نے کانڑو (مرکیس) کے منصوبوں کو شکست دینے کے واسطے خود صلاح الدین کے آگے صلح کی شرائط پیش کیں۔ اس نے اس عدہ کی تجدید کی۔ جو ملک عادل سے کیا تھا۔ کہ اگر یوروشلیم اور صلیب کی لکڑی عیسائیوں کو دیدی جائے۔ تو وہ یورپ کو لوٹ جاویگا۔ صلاح الدین نے اس کا جواب دیا۔ کہ یوروشلیم کبھی تمہارا نہیں تھا۔ اور ہمارا اس کو چھوڑنا ہمارے لئے گناہ ہے۔ کیونکہ ہمارے مذہبی امور اس سے متعلق ہیں۔ صلیب کی لکڑی کی نسبت اس نے جواب دیا کہ یہ ایک شرمناک شرک کی چیز ہے۔ اور اس نے بادشاہ جارجیا اور شہنشاہ قسطنطنیہ دو کو دینے سے انکار کیا تھا۔ جب وہ اس کے واسطے بڑی بڑی رقمیں پیش کرتے تھے۔ جو فوائد مجھے اس صلح سے حاصل ہوں۔ وہ اس بت پرستی کی شرمناک یادگار کو عیسائیوں کو دیدینے کے برابر نہیں ہو سکتے مچاڈ صفحہ ۱۹۸) مسلمان مورخ ان صلح کی تجاویز کو اسی طرح بیان کرتے ہیں اور پھر صلح کے دوسرے پیغام کا ذکر کرتے ہیں۔ جس کو رچرڈ نے ملک عادل کو بلا کر اس کے سامنے پیش کیا۔ اس کی ایک ہی نئی شرط یہ تھی کہ ملک عادل رچرڈ کی بہن جین کو جو والی صقلیہ کی بیوہ تھی اپنے نکاح میں قبول کرے اور بلاد ساحل کی حکومت میں اس کو اپنے ساتھ شریک رکھے۔ عادل نے یہ تجویز عماد کے ذریعہ سے سلطان کی خدمت میں پیش کی۔ اگرچہ سلطان اور مسلمان علماء کو اس انوکھی تجویز سے نہایت تعجب ہوا۔ لیکن سلطان نے اس سے انکار نہیں کیا۔ مگر عیسائی پادریوں نے رچرڈ اور جین کو گرجے اور پوپ کے غضب سے اس قدر ڈرایا۔ کہ وہ اس ارادہ کو چھوڑ دینے پر مجبور ہوا +

اس کے بعد رچرڈ کی طرف سے مصالحت کی درخواستوں اور تجویزوں کا ایک سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ جو وہ سلطان کے سامنے پیش کرتا ہے۔ ملک عادل کو بلا کر اس کو اپنا مہمان رکھنا اور دونو کا مل کر طعام کھانا کئی دفعہ بیان کیا گیا ہے۔ رچرڈ کے وکیل صلح کے پیغام اور شرائط کے متعلق گفتگو کرنے کے واسطے اکثر آتے جاتے ہیں اور رچرڈ اور سلطان کی آئندہ تمام نقل وحرکت میں یہ سلسلہ جاری رہتا ہے +

اس کے بعد سلطان کے رملہ کو یازور کے نواح میں عیسائیوں سے ایک سخت جنگ ہونے کا واقع بیان کیا گیا ہے۔ پھر رچرڈ کے لوٹ مار شروع کرنے کے واقعات ہیں۔ اور پھر اس کے بعد ملک عادل سے صلح کے واسطے ملاقات کرنا۔ اور سلطان کی ملاقات کی خواہش ظاہر کرنے کا ذکر ہے جس کے جواب میں ملک عادل نے کہا کہ سلطان اس طرح ملنا موجب فساد سمجھتا ہے۔ اس کے بعد وہ عیسائیوں کے رملہ کو کوچ کرنے اور بیت المقدس کا عزم کرنے کا بیان ہے۔ اور یہ کہ سلطان

بیت المقدس کی درستی اور مرمت کا کام بڑے زور سے کرا رہا تھا۔ نئی فصیل بنانی شروع کی خندقیں کو فراخ کیا۔ اور یہ کام شاہزادوں اور لشکریوں پر تقسیم کردیا۔ اور خود مع شاہزادوں کے صرف تعمیر و مرمت کی نگرانی ہی نہیں کرتا تھا۔ بلکہ مزدوروں میں پتھر اٹھانے سے بھی دریغ نہیں کرتا تھا۔

عیسائی مورخ رچرڈ کی صلح کی درخواست اور سلطان کے صلیب دینے سے انکار کرنے کے ذکر کے بعد لکھتا ہے۔ کہ رچرڈ نے جو اصلی صلیب کی واپسی کو چنداں ضروری خیال نہیں کرتا تھا۔ اپنی اس درخواست کو دوبارہ پیش نہیں کیا۔ لیکن وہ صلح کا خواستگار اور خواہشمند تھا۔ اور اس نے اور تجاویز پیش کیں۔ جن میں اس نے بڑی ہوشیاری سے سلطان کے بھائی ملک عادل کی ہوس کے واسطے دلچسپی پیدا کردی۔ رچرڈ کی بہن ولیم والی صقلیہ کی بیوہ اس مسلمان شاہزادہ کے نکاح کے واسطے پیش کی گئی۔ تاکہ وہ دونوں صلاح الدین اور رچرڈ کی زیر نگرانی مسلمانوں اور عیسائیوں دریوشلیم کی سلطنت پر حکمراں رہیں۔ ملک عادل نے اس تجویز کو صلاح الدین کے سامنے پیش کرنے کا کام مورخ عماد کے سپرد کیا۔ اور وہ (صلاح الدین) بلا اکراہ اس کو پسند کرتا معلوم ہوتا تھا۔ اس عجیب شئے کی تجویز نے علما اور فقہا کے درمیان نہایت حیرت پیدا کی۔ اور عیسائی پادریوں کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو وہ نہایت غضبناک ہو گئے۔ اور جین اور رچرڈ دونوں کو گرجا کے طوفان کی دھمکی دی۔ اس تجویز کی تعمیل اور تکمیل ایک مذہبی جنگ کے درمیان ناممکن معلوم ہوتی تھی۔ اور ہر ایک امر ہم کو اس امر کا یقین دلاتا ہے۔ کہ صلاح الدین بظاہر اس تجویز پر توجہ کرنے کے بہانہ سے یوروشلیم کی مضبوطی کے واسطے وقت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ جو عیسائی اب تک اس سے طلب کرتے تھے حلب سے عمدہ کاریگر بلا کر اس کے حکم سے خندق کے فراخ کرنے اور فصیل کی مرمت کرنے پر لگائے گئے۔ مسلمان کاریگروں کے درمیان دو ہزار عیسائی قیدی تھے۔ جن کو قلعے بنانے کا حکم تھا۔ جن میں مسلمان رہتے تھے۔ صلاح الدین اپنی موجودگی اور اپنی مثال سے کام کرنے والوں کو جوش دلاتا تھا۔ اور اپنے آدمیوں اور سپاہیوں کی سرگرمی کو اکثر مسلمانوں کی فتوحات اور عکا میں ان کے بھائیوں کی خونریزی یاد دلا کر تازہ کرتا تھا" (میجاڈ صفحہ ۴۹۲)۔

یہی مورخ اس کے بعد بیان کرتا ہے کہ عیسائیوں نے رچرڈ پر یوروشلیم کو روانہ ہونے کے واسطے دباؤ ڈالا۔ اور وہ روانہ ہوا۔ مگر مسلمان اس کو ہر قدم پر روکتے تھے۔ اور سامانِ رسد کسی طرف سے پہنچنے نہیں دیتے تھے۔ اس کے بعد بیان کرتا ہے کہ عیسائیوں میں بہت جوش تھا۔ مگر رچرڈ بیت المقدس

کی طرف جانے سے ڈرتا تھا۔ اور آخر کار دفعتًا عسقلان کو لوٹ آیا۔ اِس کے بعد وہ کانرڈ (مرکیس) صاحب صور کے قتل کئے جانے کا ذکر کرتا ہے۔ اور اس کا الزام بظن غالب رچرڈ پر لگاتا ہے۔ رچرڈ نے کانرڈ (مرکیس) کی بیوہ کا اپنے بھتیجے کونٹ ہنری (کندھری) سے نکاح کرادیا اور اس کو صور کا مالک بنادیا۔ اس واقع نے کہ مشرق میں اس کی قریبی رشتہ دار کو حکومت مل گئی تھی۔ اس کو پھر یورپیم اور بلاد ساحل کو فتح کرنے اور اپنے بھتیجے کی حکومت کو وسیع کرنے کا جوش دلایا۔ اور پھر وہ یوروشلیم کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں سلطان ہر ایک قسم کی تیاری اور مضبوطی کر لینے کے بعد اپنی فوج کے ساتھ پڑا ہوا تھا۔ عیسائیوں کو پھر وہی چپہ چپہ پر مشکلات پیش آئیں اور ایک مقام پر ٹھیر کر پھر اسی امر کا فیصلہ کرنے کے واسطے جمع ہونے کہ یوروشلیم کی طرف بڑھنا چاہئیے یا واپس جانا چاہئیے۔ فیصلا آخر واپس جانے پر ہوا۔ اور عیسائی فوج پھر ایک دفعہ یوروشلیم کو پیٹھ دکھا کر سمندر کو چلی۔ رچرڈ چلتے وقت یوروشلیم کی طرف مُنہ کر کے رو پڑا۔ اور اپنے مُنہ کے سامنے ڈھال رکھ کر کہا۔ کہ جس شہر کو میں فتح کرنے کے واسطے آیا تھا اُس کی طرف دیکھنے کے بھی لائق نہیں ہوں۔ (مچاڈ صفحہ ۴۹۷)۔ اس کے بعد رچرڈ کی ڈاکہ زنی کا ذکر ہے۔ جس کو عیسائی اور خصوصًا انگریزی مورخ بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں۔ کہ اس نے مسلمانوں کے کاروانوں کو لوٹ لیا۔ اور رہزنی کرتا رہا۔ مگر اس سے اس کو سوائے ایک بدنامی کے جو عیسائیوں کی نظروں میں شہرت تھی اور کچھ حاصل نہیں ہونے والا تھا۔ آخر اس نے زیادہ زور اور عرب مورخوں کے قول کے مطابق زیادہ عاجزی اور انکسار سے سلطان سے صلح کے واسطے درخواستیں کیں۔ اور سلطان کو خائف کرنے کے واسطے اور جلد صلح کر لینے کی غرض سے یہ افواہ مشہور کر دی کہ پوپ نے دو لاکھ نئے کروسیڈروں کی فوج مشرق کو بھیجی ہے۔ مگر سلطان ایسی کچی گولیاں نہیں کھیلا تھا۔ کہ اس پر ان باتوں کا کچھ اثر ہوتا +

عرب مورخ اس کے بعد صلح کے پیغامات کی آمد و رفت کے سوائے کوئی قابل ذکر واقع نہیں بیان کرتے ہیں۔ سلطان بیت المقدس سے نکل کر عیسائیوں کی فوج کے عقب میں اسی طرح بڑھا چلا آرہا تھا۔ اور معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ ان کا پیچھا نہیں چھوڑنا چاہتا۔ رچرڈ نے جب مصر کی حدود کی طرف رُخ کیا۔ تو سلطان نے بڑھ کر یافہ کا محاصرہ کر کے دو روز میں شہر کو فتح کر کے آگ لگا دی +

رچرڈ کی شجاعت اور بہادری کی نسبت جو وہ تمام لاطائل کہانیاں بیان کیجاتی ہیں۔ ان میں سے

ایک اسی یافہ کے اِس موقع کی نسبت ہے جب سلطان نے اس کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا تھا۔ انگریزی مورخ کہتے ہیں کہ رچرڈ اس خبر کو سُنکر آٹھ دس سواروں کے ساتھ وہاں پُہنچا۔ اور تمام سلطانی فوج کو بھگا دیا۔ عرب مورخ اس واقع کا کہیں ذکر نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ رچرڈ نے ایک مسلمان سردار کے سامنے اپنی نہایت حیرت ظاہر کی۔ اور کہا کہ اس کو کبھی یقین نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ یہ شہر دو ماہ سے پہلے فتح ہو جاویگا۔ جس کو سلطان نے دو روز میں فتح کر لیا ہے۔ اور اسی سردار سے سلطان کو صلح کی طرف مائل کرنے کے واسطے کہا۔ رچرڈ کی نسبت انگریزی مورخوں کی اس کہانی کی حقیقت کا اندازہ کرنے کے واسطے ہم ایک اور واقع کا ذکر کرتے ہیں جس کو عیسائی اور مسلمان مورخوں نے بالاتفاق بیان کیا ہے کہ جب رچرڈ عکا سے نکلکر یافہ کے مقام پر ٹھیرا ہوا تھا۔ تو ایک دن شکار کے واسطے باہر نکل گیا۔ اور گرمی اور تکان سے ماندہ ہو کر ایک درخت کے نیچے پڑ کر سو رہا۔ دفعتاً چند مسلمان سوار وہاں پر آپہنچے جن کا شور سُنکر رچرڈ گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اور اپنی حفاظت کرنے لگا۔ قریب تھا کہ وہ اس کو پکڑ کر مار ڈالیں کہ اس کا ایک مصاحب جس کا نام ولیم پورسلٹ تھا۔ عربی زبان میں چلا اُٹھا۔ کہ "میں بادشاہ ہوں مجھے چھوڑ دو" اِن الفاظ کو سُنتے ہی مسلمانوں نے اس فیاض سپاہی کو پکڑ لیا۔ اور باندھ کر سلطان کے پاس لے گئے۔ مچاڈ کہتا ہے کہ اس طرح ایک فرانسیسی نائٹ نے انگلستان کے بادشاہ کی جان بچادی جو خیر سنا تا ہوا اپنے لشکر کو واپس گیا (مچاڈ صفحہ ۴۹۰) اسی رچرڈ نے جو شکار میں اکیلا نہیں ہو سکتا تھا۔ اور چند مصاحبوں اور سپاہیوں کا اس کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔ اگر آٹھ دس آدمیوں کے ساتھ سلطان کی فوج کو یافہ میں بھگا دیا تھا۔ تو اس کا یقین کچھ انگریزی مورخ ہی کر سکتے ہیں +

رچرڈ کی طرف سے صلح کے پیغامات اور سلطان کے جواب ایک طویل مضمون ہے سلطان ان شرائط کو جو رچرڈ پیش کرتا تھا نہیں مانتا تھا۔ اور ابتدا میں وہ درحقیقت کوئی صلح نہیں کرنا چاہتا تھا۔ جب رچرڈ کی طرف سے سوائے صلح کے پیغاموں کے اور کچھ سُنائی نہ دینے لگا۔ تو اس نے رملہ کی نواح میں اپنے مسلمان امرا کی ایک مجلس منعقد کی اور اس میں اپنی تقریر میں صاف بیان کیا کہ وہ صلح نہیں کرنا چاہتا۔ اور سب کو سمجھایا کہ خدا نے ہم کو ہمیشہ فتح و نصرت دی ہے اور اب بھی وہ ہمارے ساتھ ہے۔ ہمارے ہاتھوں سے اسلام کو نصرت ہوئی ہے۔ اور اس کام کو ہمیں ادھورا نہیں چھوڑنا چاہیے۔ مجھے خوف ہے کہ اس صلح کی میعاد میں جو ایک وقت کے واسطے کیجائے

موت مجھ کو نہ چھوڑے اور یہ کام جو شروع کیا ہوا ہے پورا ہونے سے رہ جائے۔ سلطان کی اس تقریر اور استقلال پر تمام امیر عش عش کر اٹھے۔ مگر انہوں نے صلح کرنے کی طرف میلان ظاہر کیا۔ اور کہا۔ کہ فوجیں تھک گئی ہیں گھوڑے بغیر چارے کے کام کے لائق نہیں ہیں۔ اگر صلح کر لینگے تو ہم اپنے شہروں اور قلعوں کو درست اور مضبوط کر لینگے۔ اور فرنگیوں کی بدعہدی کی عادت ہم کو ان سے لڑائی کرنے کے بہتیرے موقعے دیدے گی۔ سلطان اپنے امیروں کی ہمت کا اندازہ کر کے رچرڈ کے پیغامات صلح کی طرف زیادہ توجہ کرنے لگا۔ اگر صرف عرب مورخوں پر اعتماد کیا جاوے تو رچرڈ نے کچھ کم عاجزی نہیں کی تھی۔ اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ رچرڈ کو اپنی تمام شرائط کو چھوڑ کر سلطان کی شرطوں کو ہی منظور کرنا پڑا جس میں اس نے اول سے آخر تک کوئی تبدیلی نہیں کی عیسائیوں کو یوروشلیم کی زیارت کی اجازت دیجاوے۔ یہ اجازت اس نے پہلے سے دی ہوئی تھی۔ اصلی صلیب جس کو عیسائی بہت اصرار سے مانگتے تھے نہیں دی۔ صور پہلے سے عیسائیوں کے قبضہ میں تھا۔ اور عکا انہوں نے تازہ فتح کیا تھا۔ یہ دونو شہر عیسائیوں سے متعلق ہوئے عسقلان جس کو عیسائیوں نے تعمیر کر کے پھر آباد کیا تھا اس کو مکرر گرا دینے کا فیصلہ ہوا۔ رملہ اور لُدّ کا عیسائیوں اور مسلمانوں میں نصفا نصف رہنے کا۔ ۲۲ شعبان ۵۸۸ ہجری کو یہ صلحنامہ تین برس اور آٹھ ماہ کے واسطے لکھا گیا۔ اور سلطان کی خواہش سے بلاد اسماعیلیہ اور انطاکیہ اور طرابلس بھی اس صلح میں داخل کئے گئے۔ سلطان نے مع اپنے امیروں کے اور رچرڈ نے مع اپنے سرداروں کے ایک مجلس میں اس صلحنامہ پر دستخط کر کے سوائے دونو بادشاہوں کے اور سب امرا اور سرداروں نے قسمیں کھائیں اور صلح مکمل ہو گئی۔ عیسائی مورخ لکھتا ہے کہ "صلح کی تکمیل کھیلوں اور اکھاڑوں اور جشن سے مشتہر کر دیگئی۔ جن میں مسلمان اور عیسائیوں نے مذہبی جوش اور ایک دوسرے کی نفرت کو بالائے طاق رکھ دیا۔ بہت سے مغربی جنگآوروں نے صلاح الدین کی دعوت سے بیت المقدس کی زیارت کی۔ جس کو وہ فتح نہیں کر سکتے تھے۔ اور پھر یورپ کو روانہ ہو گئے (میچاڈ صفحہ ۵۰۱)"۔

اس تیسرے کروسیڈ کے خاتمہ پر جو ریمارک فرانسیسی مورخ نے کئے ہیں۔ ہم ان کو ذیل میں درج کر دیتے ہیں۔ لکھتا ہے کہ "تیسرا کروسیڈ اس طرح ختم ہو گیا جس میں مغرب کی تمام سلح طاقتوں نے عکا کی فتح اور عسقلان کی بربادی سے بڑھ کر کوئی فائدہ حاصل نہ کیا۔ اس میں جرمنی نے بغیر کسی عظمت کے اپنے شہنشاہوں میں سے ایک سب سے بڑا شہنشاہ اور اپنی فوجوں میں سے سب سے

عمدہ فوج کھوئی۔ اگر ہم عرب مورخوں پر اعتماد کریں۔ تو عکا کے سامنے چھ لاکھ کروسیڈر آئے اور مشکل سے ایک لاکھ سپاہی ان میں سے اپنے وطنوں کو واپس گئے۔ یورپ کو اس نقصان پر نوحہ کرنے کی اور بھی بڑی وجوہات تھیں۔ کیونکہ اس کی فوجوں میں سے پہلی مہموں کی نسبت بہت ہی عمدہ فوجیں اس جنگ میں آئی تھیں۔ مجرم اور آوارہ گرد اور بدمعاش لوگوں کو اس فوج میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ مغرب (یورپ) کو اپنے جن نامور بہادر اور جنگجوؤں پر فخر تھا ان سب نے اس جنگ میں ہتھیار اُٹھائے تھے۔ جو کروسیڈر صلاح الدین کے مقابلہ میں آئے تھے بہتر مسلح تھے اور بہتر تربیت یافتہ تھے۔ بمقابلہ ان کے جو ان سے پہلے فلسطین میں داخل ہوئے تھے۔ پیادے سپاہی غلیل استعمال کرتے تھے۔ جو دوسرے کروسیڈ میں ممنوع تھی۔ ان کے زرہ۔ بکتر اور جوشن اور ڈھالوں پر موٹا چمڑا چڑھا ہوا تھا۔ جو مسلمانوں کے تیروں کو دفع کرتی تھیں۔ اور میدان جنگ میں سپاہی (عیسائی) اکثر بہت بھالوں اور تیروں سے چھدے ہوئے جن کو عرب خارپشت سے تشبیہ دیتے تھے۔ اپنی جماعت میں کھڑے ہوئے لڑ رہے ہوتے تھے مسلمانوں نے بھی اسی طرح جنگ کے فن میں کچھ ترقی کی تھی۔ اور برچھے اور نیزے کا استعمال کرنے لگ گئے تھے۔ جو وہ پہلے کروسیڈروں کے شام میں آنے کے وقت نہیں کرتے تھے۔ مسلمان فوجیں پریشان اور مخلوط گروہ نہیں ہوتے تھے۔ وہ عرصہ دراز تک اپنے جھنڈوں کے نیچے کھڑے ہو کر لڑتے تھے۔ اور لڑائی میں بہت کم بےقاعدگی ظاہر کرتے تھے۔ کُرد اور تُرک حملہ کرنے اور شہروں اور قلعوں کی حفاظت کرنے کے فن میں فرنگیوں پر ترجیح رکھتے تھے۔ . . . .

. . . فرنگیوں نے اس کروسیڈ میں پہلے سے زیادہ تہذیب ظاہر کی تھی۔ بڑے بڑے شاہنشاہوں کا آپس میں لڑنا۔ اور ایک دوسرے کے اوصاف کی قدر کرنا۔ اور فیاضی روا رکھنا۔ دُنیا کے واسطے ایک نیا نظارہ تھا۔ کروسیڈ بعض دفعہ صلاح الدین کے دسترخوان پر بار پاتے تھے اور مسلمان امیر رچرڈ سے مدعو کئے جاتے تھے۔ اس طرح باہم ملنے جُلنے سے مسلمان اور عیسائی اپنے رواج۔ عادات۔ خیالات۔ علم اور نیز اوصاف حسنہ کا باہم ایک سرتناک تبادلہ کر سکتے تھے یہ تیسرا کروسیڈ جو صلاح الدین کے واسطے اس قدر عظمت اور جلال کا باعث تھا یورپ کے واسطے بھی فوائد سے بالکل خالی نہ تھا (میچاڈ صفحہ ۵۰۱-۵۰۲-۵۰۶) +

سلطان نے صلح کے بعد اپنی سلطنت میں منادی کرادی کہ عیسائیوں اور مسلمانوں میں صلح ہوگئی ہے اور مسلمان عیسائیوں کے شہروں میں اور عیسائی مسلمانوں کے شہروں میں بآزادی آجا سکتے

ہیں۔اور شام سے حج کا راستہ کھل گیا ہے۔حاجی بلاخوف وخطر سفر کر سکتے ہیں۔اس کے بعد اس نے عسقلان کی مکرر بنائی ہوئی فصیلوں کو گرانے اور عیسائیوں کو وہاں سے نکالکر شہر منہدم کرنے کیواسطے آدمی مقرر کیئے اور بیت المقدس میں جاکر وہاں کی تعمیرات اور درستی سے اطمینان کر کے اور قاضی بہاؤالدین یوسف بن رافع بن تمیم کو وہاں امین مقرر کر کے خود سرحدی مقامات کا دورہ کرتے ہوئے اور سرحد کی حفاظت کو دیکھتے ہوئے دمشق جانے کو تیار ہؤا۔اس کا ارادہ حج کرنے جانے کا تھا اور مصر اور یمن کو اس امر کی اطلاع بھیجی اور تیاری کا حکم دیا۔لیکن سلطان کے مصاحبوں اور مشیروں نے ایسے موقع پر حج کے واسطے جانا ملک کے واسطے مضر ظاہر کیا۔اور کہا کہ عیسائیوں کی بدعہدی اور فریب تو ہی مشہور ہے اور ان پر اعتبار کرنا نہایت خطرناک ہے سلطان نے عزم حج کو ملتوی کر دیا۔بیت المقدس سے ۵۔شوال ۵۸۸ھ ہجری کو روانہ ہو کر نابلس حماہ۔جبنین۔بیسان۔کوکب۔طبریہ۔صفد۔تبنین۔ہونین۔عین الذہب۔مرج عیون۔جرمد وغیرہ وغیرہ مقامات سے گذرتا ہؤا۔اور ان کو دیکھتا ہؤا دمشق کو پہنچا۔دمشق کے لوگ مرج بتوس پر آکر ملے۔سلطان کو دمشق سے نکلے ہوئے چار برس گذر گئے تھے۔اہل دمشق اس کے دیدار کو ترس گئے تھے۔اس کی واپسی کا دن دمشق میں عید کا دن تھا۔کہ ان کا یوسف کنعان میں واپس آگیا تھا۔دمشق میں ایکدفعہ پھر رونق کا بازار گرم ہوگیا۔سلاطین کے سفیر سلطان کے دربار میں حاضر ہوئے اور سلطان کی زیارت کے واسطے لوگ ہر طرف سے اُمڈے چلے آتے تھے۔سلطان نے اپنا دست کرم دراز کیا۔اور جود وسخا سے کسی کو محتاج نہ چھوڑا۔۱۲ صفر ۵۸۹ھ ہجری کو حاجیوں کا قافلہ حج بیت اللہ سے واپس آیا۔اور سلطان ان کی ملاقات کے واسطے نکلا۔حاجیوں کو ملکر اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔اور اس سال بھی خود حج کو نہ جا سکنے پر متاسف ہؤا۔حاجیوں سے حرمین شریفین اور امیر مکہ اور اہل مکہ کے حالات دریافت کرتا رہا۔اور یہ کہ مصر کے غلے اور صدقات فقرا اور مجاورین کو کس طرح پہنچتے ہیں۔حاجیوں کو ان کے بخیریت واپس آنے پر مبارکباد دی۔اور ان کو مل کر نہایت خوش ہؤا یمن سے اس کا بھتیجا سیف الاسلام سلطان کی ملاقات کے واسطے آیا۔جس سے اس کو خوشی ہوئی۔اور بہت اکرام سے اس سے ملاقات کی +

عیسائیوں کے ساتھ ایک موقت صلح ہو جانے سے ظاہر سلطان کے لئے اب کوئی کام نہیں رہا مگر اس سے بیکار بیٹھنا ناممکن تھا۔اس نے ملک عادل اور ملک افضل سے مشورہ کیا۔کہ فرنگیوں کی اس صلح کے زمانہ میں ہم کو کیا کرنا چاہئے۔ملک عادل نے فتح خلاط کا مشورہ دیا۔اور ملک افضل نے فتح روم کا

سلطان نے کہا کہ دونو پر ایک ہی وقت میں حملہ کرنا چاہئے۔ مَیں روم پر حملہ کرونگا۔ اور عادل ایک شاہزادے کو ہمراہ لے کر خلاط پر حملہ کرے۔ ان دونو کے فتح کرنے کے بعد آذربیجان اور عجم کے شہروں پر حملہ کرینگے۔ یہی تجویز قرار دے کر سلطان نے عادل کو کرک کیطرف تیاری کے واسطے بھیجا۔ مگر اس کے واپس آنے پر سلطان اس جہان فانی میں موجود نہیں تھا ✦

خاتمہ

ہر انکہ زاد بنا چار بایدش نوشید
ز جام دہر مئے کُلّ من علیہا فان

۱۶ صفر ۵۸۹ھ ہجری کو سلطان تپ سے بیمار ہو گیا۔ اور اس بیماری نے طول کھینچا۔ اور مرض دن بدن بڑھتا گیا۔ شہر اور اس کے ارکان دولت میں کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ کوئی شخص شہر میں ایسا نہ تھا۔ جو اسکے واسطے دعائے خیر نہ کرتا ہو۔ اور اپنی زندگی اس کے واسطے نہ دیدینا چاہتا ہو۔ مگر موت کا کوئی علاج نہیں ہے۔ اور آخر اسی لا علاج مرض سے ۲۷ صفر ۵۸۹ھ ہجری چارشنبہ کے دن نماز صبح کے بعد اس کا روح قالب عنصری سے پرواز کر گیا۔ اور بہشت جاودانی میں جا پہنچا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ سلطان کی وفات کا دن دمشق میں قیامت کا دن تھا۔ اس کا مورخ کہتا ہے کہ یہ ایسا دن تھا کہ اسلام پر اس سے بڑھکر کوئی مصیبت کا دن نہیں گذرا۔ اسلام اور مسلمانوں کو خلفاء راشدین کے زمانہ سے ایسے درد اور اندوہ کا وقت کبھی پیش نہیں آیا تمام شہر بلکہ تمام ملک میں تہلکہ بپا ہو گیا۔ اور درد و غم کا اندازہ سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا تھا۔ خدا کی قسم ہے میں اکثر لوگوں سے سُنتا تھا کہ وہ سلطان کے واسطے اپنی جانیں قربان کرنے پر تیار تھے۔ اگر قربانی قبول کی جاتی۔ تو ہم سب سلطان کی جگہ قربان ہو جاتے۔ اور اس کی قیمتی جان بچا لیتے۔ یہ دن بڑی مصیبت کا دن تھا۔ ہر ایک آدمی غم اور اندوہ اور گریہ زاری میں مُبتلا تھا کسی کو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کی ہوش نہ تھی۔ اکثر لوگ غم سے بیہوش ہو گئے تھے۔ نماز ظہر تک یہی حالت

رہی۔ اس وقت اگر کوئی شاعر افسوس کا شعر پڑھتا یا کوئی واعظ غم کا وعظ کہتا (اس وقت شاعروں اور واعظوں کو نوحہ کرنے سے ممانعت تھی) تو یقین تھا کہ سامعین رنج کے سب مر جاتے۔ دولعی فقیہ نے سلطان کو غسل دیا۔ لوگوں کے رنج و غم کا یہ حال تھا۔ کہ کوئی اس کے منہ دیکھنے کی تاب نہیں رکھتا تھا۔ تابوت اور کفن قاضی فاضل نے اپنے رزق حلال سے جو اپنے ہاتھ کی کمائی سے پیدا کیا ہوا تھا۔ مہیا کیا۔ سلطان کا منہ دیکھکر تمام خلقت ڈاڑھیں مار مار کر رونے لگی۔ اس گریہ و زاری کی آواز آسمان تک پہنچتی تھی۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ تمام دنیا رو رہی ہے۔ لوگوں کو روتے روتے غش آ گئے جنازہ اٹھایا گیا۔ اور لوگوں نے کئی دفعہ اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ پھر اس کو اس باغ میں لے آئے۔ جس میں بیماری کی حالت میں رہا تھا اور اس کے مغربی دالان میں دفن کیا گیا۔ بغداد میں اور اسی طرح بلاد اسلامی میں اس کی وفات کی خبر سے ماتم کے دن تھے۔ اور لوگوں کی آنکھوں میں دنیا تاریک ہو گئی تھی۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جس تلوار سے سلطان جہاد کرتا تھا۔ وہ اس کے پہلو میں دفن کر دی گئی۔ عماد نے اپنی کتاب کو سلطان کی وفات کے ایک طویل مرثیہ سے ختم کیا ہے جس میں ۲۳۲ شعر ہیں اور جن میں سے چند یہ ہیں:-

شمس الهدى والملك عم شتاته	ہدایت جاتی رہی اور ملک میں کھلبلی مچ گئی +
والدهر ساء واقلعت حسناته	زمانہ برا ہوا اور اس کی خوبیاں جاتی رہیں +
این الذی مذلم یزل مخشیة	کہاں گیا جسکی بخششوں کی امید کی جاتی تھی +
مرجوة رهباته وهباته	اور جسکے خوف سے ہیبتیں آتی تھیں +
این الذی کانت له طاعتنا	کہاں گیا جس کی اطاعت ہم کرتے تھے +
مبذولة ولربه طاعاته	اور اسکی اطاعتیں خدا کے لئے تھیں +
بالله این الناصر الملك الذی	خدا کی قسم وہ ملک ناصر کہاں گیا +
لله خالصة صفت نیاته	جسکے ارادے خاص اللہ کے لئے تھے +
این الذی ما زال سلطانا لنا	وہ کہاں گیا۔ جو ہمارا بادشاہ رہا +
یرجی نداه وتتقی سطواته	اسکی بخشش کی امید کیجاتی تھی اور اسکے خوف سے ڈرا جاتا تھا +
این الذی شرف الزمان بفضله	وہ کہاں گیا جسکی بزرگی سے زمانہ نے بزرگی پائی +
وسمت على الفضلاء تشریفاته	اور اسکے انعام اکرام فضلا پر تھے +
این الذی عنت الفرنج لبأسه	وہ کہاں گیا جس کے خوف سے فرنگیوں کے منہ ذلت کے
ذلا ومنها ادركت ثاراته	مارے پڑے ہوئے۔ اور اس نے ان سے کین لئے +

اعلال اعناق العدا أسيافه	اُس کی تلواریں دشمنوں کی گردنوں کی زنجیریں +
اطواق اجياد الورى منانه	اور اس کے احسان لوگوں کے گھوڑوں کے طوق ہیں +
لم يجد تدبير الطبيب وكم وكم	طبیب کی تدبیر نے کوئی نفع نہیں دیا۔ حالانکہ بسا اوقات
اجدت لطب الدهر تدبيراته	زمانہ نے اسکی تدبیروں سے طب کا نفع اُٹھایا +
من في الجهاد صفاحه ما اغمدت	فتحمندی کر ساتھ کسکی تلواریں میان میں نہیں ڈالی گئیں۔
بالنصر حتى اغمدت صفحاته	اور افسوس ہے کہ اُسکی تلواریں میان میں ڈالی گئیں +
من في الصدور الكفر صدر قناته	اسکے نیزہ کا پھل کافروں کے سینہ میں لگا۔ یہاں تک کہ کافر
حتى توارت بالصاح قناته	چیختا رہا۔ اور وہ اس کے سینہ میں دھس گیا +
لذ المتاعب في الجهاد ولم تكن	جہاد میں تھکنے والوں نے لذت حاصل کی۔ مگر جب سے سلطان
مذ عاش قط لذاته لذاته	پیدا ہوا۔ اس کی ذات کو فرصت حاصل نہ ہوئی +
مسعودة غدواته محمودة	اس کی لڑائیاں مسعود اور اس کا چلنا محمود۔
روحاته ميمونة ضحواته	اور اس کا دشمنوں کو تنگ کرنا مبارک تھا +
في نصرة الاسلام يسهر دائما	اسلام کی مدد میں ہمیشہ بیدار رہتا تھا۔
ليطول في روض الجنان سناته	تا کہ جنت میں اس کا سونا طویل ہو +
لا تحسبوه مات شخص واحد	یہ نہ سمجھو کہ ایک شخص فوت ہوا۔
فممات كل العالمين مماته	بلکہ اس کے مرنے سے تمام جہان کا مرنا ہے +
ملك عن الاسلام كان محاميا	وہ ایک بادشاہ تھا جو ہمیشہ اسلام کا حامی رہا
ابدا اذا ما اسلمته حماته	(اگرچہ) اسکو اسکے حمایت کرنے والے چھوڑ جاتے تھے ؞
قد اظلمت مذ غاب عنها دوره	جب دنیا سے غائب ہوا تو اسلام کے گھروں میں اندھیرا چھا گیا۔
لما خلت من بدره داراته	اس کے بدر سے اُس کا دورہ جاتا رہا +
دفن السماح فليس ينشر بعد ما	جوانمردی دفن کی گئی پس ہلاک ہونے کے بعد
اودى الى يوم النشور رفاته	اسکی بوسیدہ ہڈیاں قیامت تک کھودی جاوینگی +
الدين بعد ابي المظفر يوسف	ابو مظفر یوسف کے بعد
اقوت قواه واقفرت ساحاته	دین کی قوتیں فوت ہو گئیں اور اسکے میدان خالی ہو گئے +
جبل تضعضع من تضعضع ركنه	وہ ایک پہاڑ تھا جس نے اس کے رکنوں کو ہلا دیا۔ اس نے

ادکاننا وہدّنا ہدّاته	ہمارے رکنوں کو ہلایا جس نے اس کو گرایا۔ اس نے ہمکو گرایا +
ماکنت اعلم ان طودا شامخا	میں نہیں جانتا تھا کہ یہ بلند پہاڑ
یھوی ولا تھوی بنا مھواته	گرجائے گا اور ہماری سب امیدیں خاک میں مل جائینگی +
ماکنت اعلم ان بحرًا طامیا	میں نہیں جانتا تھا کہ یہ لہریں مارتا ہوا دریا ہم میں بند ہو جائیگا
فینا یطم وتنتھی ذخراته	اور اس کی لہریں ختم ہو جائینگی +
بحرا خلا من وارديه ولم تزل	وہ دریا پانی سے خالی ہوگیا جس کے اردگرد
محفوفة بوفوده حفاته	ہمیشہ پینے والے ڈھکے رہتے تھے +
من للیتامی والارامل راحم	وہ سلطان یتیموں اور بیوہ عورتوں کے لئے رحم کرنیوالا تھا
متعطف مفضونة صدقاته	اس کے عنایات وصدقات بے شمار تھے +
لوکان فی عصر النبی لانزلت	اگر یہ سلطان رسول صلعم کے زمانہ میں ہوتا تو
فی ذکره من ذکره ایاته	اسکے ذکر میں قرآن شریف کے اندر آیات نازل ہوتیں +
فعلی صلاح الدین یوسف دائما	صلاح الدین یوسف پر ہمیشہ
رضوان رب العرش بل صلواته	اللہ کی خوشنودی بلکہ اس کی رحمتیں نازل ہوں +
لضریحه سقیا السحاب فان لغیب	اسکی قبر کو بادل سیراب کرے۔ اگر وہ غائب ہوجائے
تخفر لرحمة ربه سقیاته	تو اللہ کی رحمت کیلئے اس کے پلانے والے حاضر ہوں +
وکعادة البیت المقدس یحزن ال	بیت المقدس کی طرح بیت الحرام بلکہ اس کا عرفات
بیتُ الحرام علیه بل عرفاته	غم کرتا ہے اور اس کے لئے زار زار روتا ہے +
من للثغور وقد عدا حفاظه	اسلامی سرحدوں کے بچانے کے لئے اور جہاد کے لئے
من للجهاد ولم تعد عاداته	اس کے سوا کون دوڑا۔ اسکی نیک عادات شمار نہیں ہوسکتیں +
بکت الصوارم والصواهل اذ خلت	تلواریں اور گھوڑے جب بیکار ہوگئے۔ تو رونے لگے
من سلھا ورکوبھا غزواته	ان کے رستوں اور سواروں سے لڑائیاں خالی ہوگئیں +
وبسیفه صداء الحزن مصابه	اسکی تلوار کو ساتھ اندوہناکی کا زنگ ہے۔ کیونکہ اس کے بعد
اذ لیس یجلی بعده صدیاته	اس کے زنگ کو کوئی دور نہ کرے گا +
یا وحشة للبیض فی اغمادها	لئے وحشت۔ تلواروں کے لئے اب ان کے میانوں میں۔
لا تنتضیها للوغی عزماته	اب اس کے ارادے ان کو لڑائی کے لئے نہیں سونتے ::

یا وحشة الاسلام یوم تمکنت	لے وحشت اسلام کی جب کہ اس کے غموں نے ۔
فی کل قلب مؤمن دعاته	ہر مومن کے دل میں جگہ کرلی +
یا حسرتا من بأس راحته الذی	یہ اُس شخص کا غم ہے ۔
یقضی الزمان وما انقضت حسراته	کہ زمانہ گذر جائیگا لیکن اسکی حسرتیں کم نہ ہونگی +
ملأت مهابته البلاد فانه	اس کی ہیبت نے شہروں کو بھرپور کردیا ۔
اسد وان بلاده غاباته	وہ تو ایک شیر تھا ۔ اور شہر اس کا نیستاں تھے +
ما کان اسرع عصره لما انقضی	اس کا زمانہ کیا ہی جلد گذرا ۔
فکانما سنواته ساعاته	گویا اس کے سال ساعتیں تھیں +
لم انس یوم السبت وهو لما به	ہفتہ کے دن کو میں نہیں بھولا ۔
یبدی الصبات وقد بدت غشیاته	جبکہ اُس کو سبات اور غشی ہوگئی +
والبشر منه تبلجت انواره	اس کے چہرے سے انوار چمکتے تھے ۔
والوجه منه تلالات سبحاته	اور منہ سے تسبیح کے انوار ظاہر تھے +
ویقول لله المهیمن حکمة	وہ کہتا ہے اللہ مہربان کی حکمت
فی مرضة حصلت بها مرضاته	اس مرض میں تھی جس سے اُس نے خدا کی خوشنودی حاصل کی +
وقف الملوک علی انتظار رکوبه	بادشاہ اس کی سواری کے انتظار میں ہیں ۔
لهم فعیم تاخرت رکباته	اور کتنے ہیں سلطان کی سواریوں نے کیوں دیر لگائی ہے +
کانوا فوفا امس تحت رکابه	کل اُسکی سواری کے نیچے کھڑے ہوئے تھے ۔
والیوم هم حول السریر مشاته	اور آج اس کے جنازے کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں +
وممالک الافاق ساعیة له	جہاں کے ممالک اسکی فرمانبرداری کے لئے دوڑتے ہوئے
فمتی تجیٔ بفتحهن سعاته	چلے آتے ہیں (اور منتظر ہیں) کہ کب سلطان کے فاتح اسکو فتح کرنے کیلئے آوینگے +
هذی مناشیر الممالک تقتضی	یہ ملکوں کی فتوحات کے منشور ہیں اب اس کے شاہی پروانہ
توقیعه فیها فاین دواته	کی ضرورت ہے ۔ پس کہاں ہے اُس کی دوات +
قد کان وعدک فی الربیع بجمعها	تیرا وعدہ ان کے جمع کرنے کے لئے ربیع میں تھا ۔
هذا الربیع وقد دنا میقاته	یہ ربیع تو آگیا ہے اور اس کا وعدہ قریب ہوگیا +
والجند فی الدیوان جدد عرضه	اور فوج شاہی کا دفتر میں نیا جائزہ لیا گیا +

واذا امرت تجدّدت نفقاتنه	توجب حکم کریگا۔ تو اسکی جدید تنخواہیں دیجائینگی ✦
والقدس طامحة الیك عیونه عجل فقد طمحت الیه عداتنه	بیت المقدس کی آنکھیں تیری طرف بڑی انتظار سے دیکھ رہی ہیں جلدی کر۔ پس اس کے دشمن سرکش آرہے ہیں ✦
والغرب منتظر طلوعك نحوه حتی تفی الی هداك بغاته	مغربی ملک تیری تشریف آوری کا منتظر ہے۔ یہاں تک کہ اسکے تمام باغی لوگ تیرے فرمانبردار ہوجائیں ✦
والشرق یرجوا غرب عزمك ماضیا فی ملکه حتی تطیع عصاته	اور مشرق کا ملک تیرے ارادے کی تیز شدیز کے لیئے ملک میں۔ آنے کا امیدوار ہے۔ یہاں تک کہ اسکے نافرمان سب مطیع ہوجائیں ✦

سلطان کے خصائص اوصاف شمائل وغیرہ

سُلطان کا خاص کریکٹر

سلطان صلاح الدین کا ایک خاص کیریکٹر جسکو اس نے اسلامی دنیا میں عزیزالوجود او مسلمانوں کا ایک محبوب ھیرو بنایا۔ تمام دنیا سے اس کی عظمت اور ناموری کو تسلیم کروایا صلاح الدین اعظم کا اسکو خطاب دلوایا۔ اور اس کے بزرگ نام کو صفحۂ ہستی پر لا فانی بنا دیا۔ وہ اس کی بے نظیر ہمت۔ شجاعت۔ استقلال اور اسلام کی حمایت کا ان تھک جوش تھا۔ جو کسی وقت اور کسی حالت میں کم نہیں ہوتا تھا۔ یہ اسی عدیم المثال ہمت اور جوش کا نتیجہ تھا۔ کہ ہم ایک سلطان کو بلکہ زیادہ صحیح طور پر کہا جاوے کہ ایک شاہنشاہ کو جو مصر۔ شام۔ عراق۔ بحرین۔ یمن اور افریقہ کے بعض صوبوں کا مالک فرمانروا تھا۔ اور جس کے سامنے اسلامی سلاطین کے ہر ایک درجہ کی معاشرت اور عیش وعشرت کی زندگی کے نمونے اور سامان موجود تھے۔ تمام حظوظ انسانی سے کنارہ کش ہو کر ایک خیمہ کی مملکت کی زندگی بسر کرنے پر قانع اور مسرور دیکھتے ہیں۔ کسی انسان کا جوش یا ایک وصف اس سے بڑھ کر اور کیا قربانی اس سے کرا سکتا ہے۔ سلطانی عظیم الشان قصروں اور محلوں کی پُرعیش وعشرت۔ پُرامن اور محفوظ زندگی کو ترک کر کے جو شخص اپنی خوشی سے عناصر کی شدتوں برف۔ بارش۔ اور طوفان اور کثیرالتعداد دشمنوں کے مقابلہ میں ایک خیمہ کو اپنے واسطے اختیار کرتا ہے۔ وہ دنیا سے اس خراج کے حاصل کرنے کا مستحق ہو جاتا ہے جو صلاح الدین نے حاصل کیا خیمہ اس کی محلسرائے تھا۔ گھوڑے کی پیٹھ اس کا تخت تھا۔ اہل فوج اس کے درباری اور وہی اس کی پیاری اولاد تھے۔ تلواروں کی چمک اس کی شان وشوکت کے سامان تھے۔ اور یہی سِرولوہا اس کی دلچسپی کے اسباب۔ اس کے اس جوش استقلال۔ ہمت اور شجاعت کی تشریح کے

واسطے واقعات تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس کی تمام زندگی کے حالات جو بیان ہو چکے ہیں۔ اس کو ایک بہادر سپاہی۔ ایک لائق جرنیل۔ اور ایک ان تھک اور پُرجوش مسلمان فرمانروا کے سوائے اور کچھ ثابت نہیں کرتے ہیں۔ وہاں نہ شاہانہ درباروں کی شان و شوکتیں ہیں۔ نہ مصنوعی عظمتوں اور ہیبتوں کے تماشے ہیں۔ نہ آراستہ و پیراستہ محلوں میں راگ و رنگ کی محفلیں ہیں بلکہ یہاں تو صرف ننگی تلواروں کے ہیبتناک منظر ہیں۔ جو نیاموں میں جانے کے واسطے اپنے مُنہ پر سے خون کو بھی خشک نہیں ہونے دیتیں۔

سلطان کے جوش اور شجاعت کا اثر اگر اس کی ذات یا ذاتی افعال تک محدود رہتا۔ تو کوئی معتدبہ نتیجہ نہیں پیدا کر سکتا تھا۔ یہ اسی کا جوش تھا۔ جو اس کے چاروں طرف پھیل گیا تھا یہ اس کا جوش تھا۔ جس نے بکھرے ہوئے مسلمانوں کو جمع کر لیا تھا۔ یہ اس کا جوش تھا۔ جس کا عکس مسلمانوں کے دلوں پر پڑ رہا تھا۔ یہ اس کا جوش اور اس کی ہمت تھی۔ جس نے قوم کے لڑکھڑاتے ہوئے پاؤں کو مضبوط کر کے اسے کھڑا کر دیا تھا۔ یہ اُس کی ہمت اور شجاعت تھی۔ جس نے مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ کا بھولتا ہوا سبق پھر یاد دلا دیا تھا۔ یہ اس کا دل تھا جس نے پژمردہ دلوں کو تازگی دی تھی اور مسخر کر لیا تھا۔ یہ اس کا دل تھا جس نے مسلمانوں کے متفرق دلوں کو ایک مشترک غرض کے واسطے جمع کر لیا تھا۔ اسلامی دنیا اس وقت سو چکی تھی۔ ایوان اسلام بوسیدہ ہونے لگا تھا۔ جس دردناک صدا اور دلکش نغمہ نے سوتوں کو جگا لیا وہ صلاح الدین ہی کا تھا۔ جن ہاتھوں نے اس عمارت کو گرنے سے بچا لیا۔ وہ صلاح الدین کے تھے۔ عیسائی دنیا اور فرنگستانی عالم کے مقابلہ میں جو وجود ایک آہنی دیوار اور مضبوط پہاڑ کی طرح کھڑے ہو گئے۔ اور جنہوں نے اسلامی عزت اور ننگ و ناموس کو ازلی دشمنوں کے ہاتھوں سے بچا لیا۔ ان میں صلاح الدین کا دل تھا۔

سلطان کی ہمت اور شجاعت کے ذکر میں اس کا مورخ قاضی ابن شداد لکھتا ہے کہ وہ بڑا قوی دل بارعب بہادر۔ بے مثل شجاع اور حد درجہ کا ثابت قدم تھا۔ کوئی مہم اور کوئی مصیبت اس کو نہیں ڈرا سکتی تھی۔ عیسائیوں کے ساتھ سخت سے سخت مقابلوں کی وہ کچھ پروا نہیں کرتا تھا موسم سرما کی شدید سردیوں میں وہ جنگ اور حملوں میں مصروف رہتا تھا۔ اور بسا دفعہ تھوڑی فوج کے ساتھ کثیر التعداد دشمنوں کا مقابلہ کرنے میں تامل نہیں کرتا تھا۔ وہی مورخ لکھتا ہے کہ ایک دفعہ جب بالیان بن بارزان سُلطان سے شکست کھا کر اس کے ساتھ صلح کرنے کی غرض سے حاضر ہوا تھا۔ اور سلطان کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اس سے اس کی فوج کی تعداد پوچھی۔ اس نے جواب دیا کہ میری

اور والی صیدا کی فوج اکٹھی تھی۔ اور ہم میں سے ایک کی فوج کی تعداد پانچ لاکھ اور ایک کی چھ لاکھ تھی میں نے پھر پوچھا کہ تمہاری کس قدر فوج ماری گئی۔ تو اس نے جواب دیا کہ ایک لاکھ جنگ میں قتل ہوئی۔ اور اتفاقی موت سے اور دریا میں غرق ہونے سے بہت سی ضائع ہوئی۔ کیونکہ اس عظیم فوج میں سے بہت تھوڑی باقی بچی۔ ان اعداد میں بظاہر بہت مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر مبالغہ کو نکال کر بھی اس کی اصلیت بہت کچھ رہجاوے گی +

جب اسلامی فوج دشمن کے قریب ہوتی تھی تو سلطان اثنائے جنگ میں ایک یا دو دفعہ مخالف فوج کے گرد گھوم جاتا تھا۔ اور اُن کی کثرت اس کی ہمت کو اور بھی بڑھا دیتی تھی۔ عکہ کے ساحل پر ایک شب کو عیسائیوں کے ستر جہاز آ پہنچے۔ بہاؤالدین کہتا ہے میں عصر سے ان کو گنتا رہا۔ اور اُن کثرت سے سلطان کے چہرہ پر بجائے ملال کے خوشی اور فرحت نظر آتی تھی۔ اور اس کا دل قوی ہوتا جاتا تھا۔ تو یہ سلطان کا عام معمول تھا۔ کہ شدت جنگ کے وقت میں صفوں کو چیرتا ہوا فوج کے دائیں بائیں گذرتا رہتا تھا۔ دشمن کی صفوں کے سامنے سے اکثر گذرتا تھا۔ اور بعض دفعہ ان کی صفیں چیر کر نکلجاتا تھا۔ اپنی فوج میں تبدیلی اور تاخر و تقدم کی ضرورت کے علاوہ دشمن کی فوج کی تعداد اور حالت کو ہر وقت دیکھتا رہتا تھا۔ اس کی شجاعت اور ہمت کا امتحان کرنے والے مواقع میں سے عکا کی شکست کا خصوصاً ذکر کیا جاتا ہے۔ جب مسلمان بھاگ نکلے تھے اور سلطان چند سپاہیوں کے درمیان ثابت قدم کھڑا رہا اور فوج کو پھر جمع کر کے عیسائیوں کو ایسی شکست دی کہ وہ سات ہزار لاشیں میدان جنگ میں چھوڑ گئے +

اس کی ہمت اور ثابت قدمی بیماری اور شدت مرض اور سخت سے سخت صدموں کی حالت میں بھی اس کو نہیں چھوڑتی تھی۔ مرج عکا میں وہ سخت بیمار تھا۔ اور یہ زمانہ اس کے سخت جنگ کا تھا۔ جب وہ تمام یورپ سے لڑ رہا تھا۔ اس کی کمر سے لے کر گھٹنوں تک دنبل اور پھوڑے نکلے ہوئے تھے۔ جو بہت درد اور تکلیف دینے والے تھے۔ نہ وہ سیدھا بیٹھ سکتا تھا۔ نہ لیٹ سکتا تھا۔ ایک پہلو پر تکیہ کے سہارے بیٹھتا یا سوتا۔ مگر اس حالت میں بھی دشمن کے لشکر کے قریب خیمہ لگائے ہوئے تھا۔ اور خود بذاتہ سامان جنگ کی تیاریاں اور ترتیب افواج کرتا تھا صبح سے لے کر مغرب تک گھوڑے پر سوار رہتا۔ اور فوج کی تقسیم اور ترتیب کرتا۔ اور صفوں کے درمیان گشت کرتا رہتا تھا۔ تمام لوگ متعجب ہوتے تھے۔ کہ ایسے شدید درد دینے والے دنبلوں اور پھوڑوں کے ساتھ وہ کیونکر سوار رہنا اور پھرنا برداشت کر سکتا ہے۔ مگر اس کے چہرہ سے کوئی علامت درد اور تکلیف کی شکایت کی نظر نہیں آتی

تھی۔ جو کچھ اس پر گذرتی تھی اس کو صبر سے برداشت کرتا۔ بلکہ یہ کہا کرتا کہ سوار ہونے سے میرا درد کم ہو جاتا ہے اور سواری سے اترنے پر پھر درد عود کر آتا ہے۔

مقام خرنوبہ پر بھی وہ ایک دفعہ سخت بیمار پڑا ہُوا تھا جب عیسایوں نے خروج کیا۔ اسی بیماری کی حالت میں اس نے خود اپنی فوج کو درست کر کے عیسایوں کا مقابلہ کیا۔ اور اُن کو شکست دے کر بھگا دیا۔ تل عجل پر وہ ایک دفعہ بیماری کے باعث اپنی فوج کے ساتھ سوار نہ ہو سکا۔ تو عیسایوں کا حوصلہ بڑھ گیا۔ اور بہت جوش سے مسلمانوں کی طرف بڑھے۔ سلطان کو جب یہ حال معلوم ہُوا تو شدت ضعف اور سخت بیماری کے باوجود سوار ہوا۔ اور فوج کو خاص قاعدہ پر آراستہ کیا۔ تمام دن دھوپ میں گھوڑے پر سوار رہا۔ اور اپنے رومال سے مُنہ پر سایہ کئے رہا۔ اور خیمہ صرف اس واسطے نصب کرایا کہ عیسایوں کو اس کی بیماری کا حال معلوم نہ ہو۔ غرض کوئی تکلیف سلطان کے نزدیک تکلیف نہیں تھی۔ جس قدر تکالیف اور مشکلات زیادہ ہوتی تھیں۔ اسی قدر اس کی ہمت اور مسرت کو ترقی ہوتی تھی جنگ کی مصروفیت میں جس کرب و محن سے دن گذرتا تھا۔ اس کے بعد رات کو نیند بھی اس کو اپنے کام اور فکر سے غافل نہیں کر سکتی تھی۔ ابن شداد بانیاس پر عیسایوں سے جنگ کر کے ان کو قید کر لینے کے ذکر میں لکھتا ہے کہ تمام رات سلطان کام میں مصروف بیٹھا رہا۔ صبح ہو گئی۔ شمع اُٹھائی گئی۔ اور عشا ہی کے وضو سے ہم نے فجر کی نماز گذاری۔ قلعہ صفد پر چڑھائی کی تو بارش اور سردی کے دن تھے۔ مینہ زور سے برس رہا تھا۔ اور خیموں کے چاروں طرف پانی سیلاب کی طرح چل رہا تھا کیچڑ میں حرکت کرنا بھی دشوار تھا سلطان خود مناجیق کے نصب کرانے میں رات کے وقت مصروف تھا۔ تمام رات وہ نہیں سویا۔ اور سرد لمبی رات اسی طرح مناجیق کے نصب کرانے میں گذار دی۔ قلعہ کوکب کی فتح کے ذکر میں بیان کیا گیا ہے کہ لڑائی کے وقت نہایت زور سے بارش پڑ رہی تھی پانی طوفان کی طرح بہ رہا تھا۔ سلطانی لشکر کے خیمے کیچڑ اور پانی میں غرق ہو گئے تھے۔ تمبوؤں کی میخیں اور ستون اکھڑتے جاتے تھے۔ سردی سے لشکریوں کے دانت بج رہے تھے۔ خیموں کے کھڑا کرنے میں بہت کوشش کرتے تھے۔ مگر کسی طرح کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ کیچڑ سے خیموں کے مُنہ اور آمد و رفت کا راستہ بند ہو گیا۔ وہاں سے خیمے اُٹھا کر دوسری جگہ لے گئے سلطان کو ان دقتوں کی کچھ پروا نہیں تھی۔ رملہ پر شدید جنگ کے زمانہ میں رات کو لڑائیاں ہوتی تھیں سلطانی فوج کے خیمے ہولے سے اُکھڑ جاتے تھے۔ اور تمام رات وہ گھوڑوں کی پشت پر سوار کھڑے رہتے تھے۔ عکا کے جنگ کے زمانہ میں جو تکالیف سلطان نے اُٹھائی ہیں۔ ان کا بیان کرنا مشکل ہے

یورپ کی بیشمار فوجوں کا مقابلہ کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ برج عکا میں ایک بارش اور سردی کی رات میں ہوا کی تیزی سے اس کا خیمہ اکھڑ کر اس کے سر پر آ پڑا۔ تمام رات کیچڑ اور سردی میں تکلیف میں پڑا رہا۔ لیکن رات کی تکلیف نے صبح کے وقت اس کے جوش کو اور بڑھا ہوا دیکھا +

ابن شداد ایک موقع پر لکھتا ہے کہ اندرون قلعہ اور باہر کی فوجوں کے تبدیل کرنے میں سلطان بہ نفس نفیس مصروف تھا۔ اور اس قدر دوڑ دھوپ کرتا تھا۔ کہ حیرت ہوتی تھی۔ ایک لمحہ اس کا آرام سے نہیں گذرتا تھا۔ اس کی بے قراری اس مہربان ماں کی طرح تھی جو اپنے بچہ کو مبتلائے تکلیف پاتی ہے۔ سلطان کے طبیبوں نے بیان کیا ہے کہ جمعہ سے اتوار تک سلطان نے کچھ طعام نہیں کھایا۔ اور ہر ایک لحظہ جنگ کے انتظامات میں مصروف رہا۔ عسقلان کو گرانے کے زمانہ میں جو تکالیف اس نے اٹھائی تھیں۔ اور بیت المقدس کو مضبوط کرنے کی کوششوں میں جو زحمتیں برداشت کی تھیں وہ بیان کی گئی ہیں صرف یہی نہیں کہ وہ راتوں نہیں سویا۔ بلکہ اپنے ہاتھ سے پتھر اٹھائے اور سپاہیوں اور مزدوروں کے ساتھ بلکہ سب سے زیادہ جوش سے اس کام کو کیا۔ اپنے ذاتی صدمات کو وہ جس طرح ضبط اور برداشت کرتا تھا۔ اس کی مثالیں کچھ کم نہیں ہیں۔ ایک روز اثنائے جنگ میں اس کے پاس ایک خط پہنچا۔ جس میں اس کے نوجوان بیٹے شاہزادہ اسمٰعیل کی وفات کی خبر تھی۔ جس پر اس نے مسلمانوں کو وحشت سے بچانے کے واسطے صبر کیا۔ اسی طرح رملہ پر وہ عیسائیوں سے جنگ کر رہا تھا۔ اور عیسائی لشکر بہت قریب تھا جب اس کے پاس تقی الدین کے انتقال کی خبر پہنچی۔ اس نے ملک عادل اور علم الدین سلیمان اور سابق الدین اور عز الدین کو اپنے پاس بلایا۔ اور سب لوگوں کو دور ہٹا دینے کا حکم دیا۔ جب لوگ دور چلے گئے تو خط نکالا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ہم (ابن شداد) بھی رونے لگے۔ مگر اس گریہ کا سبب ہم کو معلوم نہیں تھا۔ سلطان نے آخر بڑی کوشش سے بتایا کہ تقی الدین فوت ہو گیا ہے تھوڑی دیر تک سب روئے اور پھر استغفار پڑھ کر خاموش ہو گئے۔ سلطان نے گلاب منگوا کر آنکھیں دھوئیں اور کھانا کھایا۔ لشکر میں کسی کو تقی الدین کی وفات کی خبر تک نہ ہوئی۔ اور دشمن ناکامیاب شاہ کی طرف چلا گیا۔ سلطان کو اپنے بچوں سے نہایت محبت تھی۔ مگر یہ محبت اس کو اپنے کام میں کبھی سست نہیں کر سکتی تھی۔ برسوں وہ دمشق سے غیر حاضر رہتا تھا +

ابن شداد سلطان کے اہتمام جہاد کے بیان میں لکھتا ہے۔ کہ اہتمام جنگ اور جہاد کی نازک اور

پیچیدہ مشکلات کے سمجھنے میں سلطان ایک بے نظیر قابلیت رکھتا تھا۔ اگر کوئی شخص اس بات کی قسم کھائے کہ سلطان نے جنگی تیاریوں اور اہتمام جہاد کی ضروریات کے سوائے ایک درہم بھی نہیں خرچ کیا۔ تو اس کی قسم درست ہوگی۔ جہاد کا عشق اور جنگ کی محبت اس کے دل میں ایسی جاگزین تھی۔ کہ سوائے جنگ اور جہاد فی سبیل اللہ کے ذکر کے اور کوئی دنیا کا کام اس کو نہیں سوجھتا تھا جنگجو بہادروں اور سپاہیوں کی تلاش اور دلجوئی کے بغیر رات دن اس کو کوئی مشغلہ نہیں تھا۔ جو شخص جنگ کی باتیں کرتا وہی اس کو اچھا معلوم ہوتا تھا۔ اور وہی اس کا مقرب ہوتا تھا۔ جہاد فی سبیل اللہ کے شوق میں اس نے اپنے اہل و اولاد۔ وطن اور مسکن کو چھوڑ دیا۔ سلطنت اور حکمرانی ترک کرکے دنیا سے ایک خیمہ کے سایہ پر قانع ہوا۔ اور آرام آسائش کو خیرباد کہدی۔ مرج عکا کے موقع پر ایک رات کو تیز اور تند ہوا کے حملوں نے اس کا خیمہ اُکھاڑ دیا۔ اور وہ سلطان کے سر پر آن گرا۔ تمام رات سخت تکلیف میں کاٹی۔ بارش پڑ رہی تھی۔ سرد ہوا چل رہی تھی۔ خیمہ کیچڑ میں لت پت ہو رہا تھا۔ یہ تکلیفیں سلطان کے عشق اور شوق جنگ کو بڑھا دیتی تھیں۔ جو شخص اس کے پاس جنگ اور جہاد کی باتیں کرتا۔ وہ اس کا تقرب حاصل کر لیتا۔ اور سلطان اس کو مردم چشم سے بھی زیادہ عزیز سمجھتا۔ جو شخص جنگ کی تکالیف کا ذکر کرتا۔ اس سے وہ سخت ناراض ہوتا۔ ابن شداد کہتا ہے کہ میں نے اس کے واسطے جہاد کے متعلق ایک کتاب جمع کی تھی۔ تمام آیات و احادیث جو جہاد کی نسبت ہیں۔ اس میں یکجا کر دی تھیں۔ اور ان کے معانی کی تشریح لکھی تھی۔ سلطان اس کا ہر وقت مطالعہ کرتا رہتا تھا۔ اور نہایت عزیز سمجھتا تھا۔ اس کام کے سوائے جو اس نے اختیار کیا تھا۔ کوئی اور چیز بمشکل سے اس کے دماغ میں جگہ پا سکتی تھی۔ ایک دفعہ جب سخت مریض ہو گیا۔ اور اس کو زندگی سے مایوسی ہو گئی تو اس نے منت بھی یہی مانی کہ اگر تندرست ہو گیا۔ تو عیسایوں کو ممالک اسلامی سے نکالنے اور بیت المقدس کے واپس فتح کرنے میں اپنی عمر صرف کر دونگا +

ابن شداد اسی باب میں ایک اور واقع بیان کرتا ہے کہ ماہ ذلیقعد ۵۸۴ھ ہجری میں سلطانی لشکر کو رخصت ملی۔ اور مصر کی فوجیں مصر کو اور دوسری فوجیں اپنے اپنے مقامات کو چلی گئیں۔ سلطان عید الضحیٰ بیت المقدس میں پڑھنے کی نیت سے روانہ ہوا۔ اور پھر وہاں سے عسقلان کی طرف روانگی کا ارادہ کیا۔ کہ عسقلان سے ہو کر ساحل کے راستے واپس آئیگا۔ اور بلاد ساحل کو ملاحظہ کریگا۔ سلطان کے ہمراہیوں نے کہا کہ ہمارے پاس فوج نہیں ہے۔ اور اس قلیل جماعت کے ساتھ ہمارا دشمنوں کے ممالک کو جانا خطرناک ہے۔ سلطان نے اس پر کچھ التفات نہ کیا۔ اور عکا کی طرف روانہ ہوا

سخت سردی کا موسم تھا۔ اور سمندر لہریں مار رہا تھا۔ میں (ابن شداد) نے اس سے پہلے سمندر کی موجیں نہیں دیکھی تھیں۔ پہاڑ کی طرح بلند موجوں کو دیکھ کر میرا دل کانپ گیا۔ اور میں خیال کرتا رہا تھا۔ کہ کوئی مجھے تمام دنیا بھی دے تو سمندر کا سفر نہ کروں۔ اسی حالت میں سلطان نے میری طرف دیکھا اور کہا کہ اس وقت میرے دل میں یہ خیال آیا ہے۔ کہ جب خدا کے فضل سے میں بقیہ ساحل کو فتح کر لوں گا۔ تو میں ان کو مسلمانوں پر تقسیم کر دونگا۔ اور فارغ البال ہو کر تمام جزائر بحری کا سفر کرونگا۔ اور دشمنوں کے ممالک پر چڑھائی کرونگا۔ یہاں تک کہ روئے زمین پر کوئی کافر اور خدا کا منکر باقی نہ رہے۔ اور یا میں ہی اس کوشش میں مارا جاؤں۔ میرے دل پر سلطان کی اس تقریر کا نہایت ہی اثر ہوا۔ اور سلطان کی بہادری کی تعریف کر کے۔ میں نے کہا کہ مسلمانوں کی فوجوں کو سمندر میں لے جانا مناسب نہیں ہے اور ایسے خوفناک سفر سے اندیشہ کرنا چاہیے۔ سلطان نے جواب دیا کہ تم ہی بتاؤ کہ انسان کے واسطے سب سے بہتر موت کونسی ہے۔ میں نے کہا۔ موت فی سبیل اللہ۔ سلطان نے جواب دیا۔ میں یہی چاہتا ہوں۔ غرض ان واقعات سے سلطان کی ہمت۔ عزم۔ استقلال۔ جوش اور سرگرمی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے +

مجاؤ فرانسیسی مورخ تیسرے کروسیڈ کے خاتمہ پر رچرڈ اور صلاح الدین کا مقابلہ کرتا ہے۔ رچرڈ کی سخت تند مزاجی۔ نادانی اور بے استقلالی کا وہ شاکی ہے۔ کہ اس سے عیسائیوں کی محنتوں کا پھل برباد ہو گیا۔ اس کی شجاعت اور بہادری کا وہ قائل ہے۔ لیکن اس کی تند مزاجی اور زبری طبع پر متاسف ہو کر کہتا ہے کہ وہ تاریخ میں جگہ حاصل کرنے کے لائق نہیں ہے بلکہ بہادری کے افسانوں اور قصہ کہانیوں میں +

صلاح الدین کی نسبت وہ لکھتا ہے کہ "رچرڈ کے مقابلہ میں کم تندی اور شجاعت کے ساتھ صلاح الدین ایک مضبوط کیریکٹر رکھتا تھا۔ جو ایک مذہبی جنگ کے واسطے بہت ہی موزوں تھا۔ وہ اپنی مہموں کے نتائج پر زیادہ غور کرتا تھا۔ اپنے نفس پر بہت قابو رکھتا تھا۔ اور اسی واسطے دوسرے پر حکومت کرنے کے زیادہ قابل تھا۔ اتابکوں کے تخت پر بیٹھتے ہوئے اس نے اپنے میلان طبیعت سے زیادہ اپنی قسمت کی طاعت کی۔ لیکن جب ایک دفعہ مضبوطی سے تخت نشین ہو گیا۔ تو صرف دو ہی پرجوش خواہشیں اس میں تھیں حکومت کرنے کی۔ اور قرآن کی فتح حاصل کرنے کی۔ اور تمام امور کی نسبت وہ نہایت اعتدال سے کارروائی کرتا تھا۔ اور جب سلطنت یا پیغمبر کی عظمت کا کوئی سوال نہ ہوتا۔ تو ایوب کا بیٹا ایک منصف اور با اعتدال مسلمان ہونے کی تعریف حاصل کرتا تھا۔ جنگ کے ہیبتناک نظاروں کے

درمیان وہ امن کے علامات ظاہر کرتا تھا۔ ایک ایشیائی شاعر کہتا ہے کہ میدان جنگ کے درمیان سے وہ قوموں کو انصاف سے مالامال اور شہروں کو فیاضی سے خوشحال کرتا تھا۔ مسلمان جو ہمیشہ خوف سے حکومت کئے جاتے تھے۔ اس امر سے متحیر ہوتے تھے۔ کہ ایک بادشاہ ان کے دلوں میں اس قدر محبت پیدا کرسکتا ہے۔ اور بڑی خوشی سے اس کے ساتھ جنگ میں جاتے تھے۔ اس کی فیاضی۔ اس کی رحمدلی۔ اور خصوصاً اس کی اپنی قسموں اور عہدوں کی عزت کرنے اور ان پر قائم رہنے کی اکثر عیسائی لوگ تعریف کرتے تھے۔ جن کو اس کی فتوحات نے درماندہ اور مصیبت زدہ کر دیا تھا۔ اور جن کی طاقت کو اس نے ایشیا سے کامل طور پر اکھیڑ ڈالا تھا۔ اور تباہ کر دیا تھا۔" اعلاء کلمۃ الحق کے جوش کے سوا ئے سلطان کی زندگی کا اور کوئی مقصد نہ تھا۔ اور اس کی تمام کامیابیوں میں جو عیسائیوں کے خلاف اس کو حاصل ہوئیں یہ کامیابی بھی قابل ذکر ہے کہ اس نے قسطنطنیہ کے رومی شاہنشاہ کو عیسائیوں کے اس دارالخلافہ میں مسجدوں کی تعمیر اور اماموں اور موذنوں کے تقرر پر راضی کر لیا تھا۔ اور مسجدوں میں خداوند بزرگ کا نام پکارا جاتا تھا ؛

فیاضی۔ احسان۔ عفو۔ مروت اور حلم

سلطان کی ہمت۔ شجاعت۔ اور جوش حمایت اسلام۔ عزم و استقلال ہی وہ اوصاف نہیں تھے۔ جنہوں نے اس کو مسلمانوں کا محبوب ھیرو بنایا ہے۔ یا دُنیا سے اسکی بزرگی اور عظمت کو تسلیم کرایا ہے وہ تمام اوصاف انسانی کے ساتھ ایک انسان کامل نظر آتا ہے۔ اور ایک نامور وجو دیا سچا ھیرو ہونے کا مستحق دکھائی دیتا ہے ؛

سلطان کی فیاضی کی کوئی حد و پایاں نہیں نظر آتی ہے اور وہ تمام جائز اور حقیقی فیاضی تھی اہتمام جنگ و جہاد۔ علماء و فضلاء۔ فقہاء و شعراء۔ مفلسین اور مساکین۔ تمام جائز مستحقین۔ مساجد و مدارس و شفاخانے اور تمام اس قسم کی چیزیں تھیں۔ جو اس کی فیاضی کا مصرف تھیں یہ فیاضی اس کی فطرت میں رکھی گئی تھی۔ اور اس بے نظیر ودیعت ایزدی میں اس کے ساتھ مقابلہ کرنے کے واسطے کسی نام کا پیدا کرنا سلاطین میں سے ایک نہایت مشکل امر ہوگا۔ پہلے ہی پہل جب اس کو مصر میں دسترس حاصل ہوئی۔ تو اس نے فیاضی کے ہاتھ کھول دئے تھے۔ اور

اس کی یہ فیاضی بھی نورالدین مرحوم کی ناراضی کا ایک باعث تھی۔ مگر اس کے حاصل کرنے والوں کے استحقاق کی نسبت کوئی کلام نہیں کیا جا سکتا تھا۔ سلطان کی وسعت اقتدار کے ساتھ اس کی فیاضی اور سخاوت بھی ترقی کرتی گئی۔ یہاں تک کہ اس کی کوئی حد باقی نہیں رہی تھی۔ سلطان کی وفات کے وقت اس کے خزانہ میں سے سینتالیس درہم ناصری اور ایک دینار نکلا۔ اور کوئی باغ۔ زمین۔ حویلی۔ مکان۔ کسی قسم کی جائداد وہ اپنے ملک میں باقی نہیں چھوڑ گیا تھا۔ اتنی وسیع سلطنتوں کا مالک اور یہ اس کی بخشش اور سخاوت ہی کا نتیجہ تھا کہ دم مرگ تک کبھی زکوٰۃ کا نصاب جمع نہیں ہوا تھا۔ سلطان کی یہ فیاضی مال و زر کی تقسیم تک محدود نہیں تھی۔ وہ ملک اور صوبے اور جاگیریں بھی اسی فیاضی میں آسانی سے بخشتا اور تقسیم کرتا رہتا تھا۔ سلطان کی یہ فیاضی اور بخشش اس پاک وصف کے صحیح اصولوں پر مبنی تھی۔ جو کچھ وہ کرتا تھا وہ جانتا تھا۔ کہ کیا کرتا ہے۔ سلطان کا ایک وقت میں (۵۸۸ ہجری) ہاتھ تنگ تھا۔ اور روپیہ کی ضرورت تھی۔ اس نے ملک عادل سے ایک لاکھ پچاس ہزار دینار بطور قرضہ مانگے۔ ملک عادل نے اس رقم کے معاوضہ میں حلب طلب کیا۔ جو چند ماہ پیشتر فتح ہو چکا تھا۔ سلطان نے جواب دیا کہ میں پہلے سے حلب تم کو دینا چاہتا تھا۔ اور تم نے میرے دل کی بات کہی ہے۔ دوسری صبح کو ملک عادل نے سلطان سے حلب کا بیعنامہ تحریر کر دینے کی درخواست کی۔ سلطان اس درخواست سے ناخوش ہوا۔ اور کہا کہ "کیا تم نے یہ خیال کر لیا ہے کہ مملکتیں بھی فروخت ہوتی ہیں۔ تجھے معلوم نہیں ہے کہ ولائتیں اُن کے ساکنین کا حق ہیں۔ ہم تو مسلمانوں کے خزانچی اور اہل دین کے نگہبان اور ان کے مالوں کے محافظ ہیں" +

فتح بیت المقدس کے بعد جب وہ بیدریغ اور بے حساب فیاضی اور سخاوت کر رہا تھا۔ تو کسی نے اس کو کہا کہ اگر یہ مال آپ محفوظ رکھتے تو بیت المال کے واسطے ایک بڑا خزانہ جمع ہو جاتا۔ اور مدتوں تک کام آتا۔ سلطان نے جواب دیا کہ مجھے فیاضی سے راحت ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ روپیہ اور زر اور میرا مال نہیں ہے۔ یہ اہل استحقاق کا حق ہوتا ہے۔ جو شخص میرے پاس آکر اپنا حق ظاہر کرتا ہے۔ وہ مجھ پر احسان کرتا ہے۔ کہ اپنا مال مجھ سے لے کر مجھے سبکدوش کرتا ہے اور اپنی امانت مجھ سے واپس لیتا ہے" +

پس جو شخص اپنی فیاضی اور کرم و بخشش کے واسطے یہ شائستہ اور معین اصول رکھتا ہو اُس کی فیاضی کی تمثیلیں شمار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ وہ شمار ہو سکتی ہیں +

ملک صالح کے مفتوحہ ممالک اسنے بارہا اس کو واپس دیئے اور جب اس نے اپنی چھوٹی ہمشیرہ کو سلطان سے عزاز مانگنے کے واسطے بھیجا۔ تو بلا تامل عزاز اس کو دیدیا۔ آمد کے فتح ہو جانے پر ابن قرا ارسلان نے مانگا۔ تو فوراً اس کو دیدیا +

نائب دمشق نے ایک دفعہ سلطان کو لکھا کہ ارباب صدقات بہت غنی ہیں اور مستحق صدقہ نہیں ہیں مصلحت یہ ہے کہ وظائف موقوف کر دیئے جائیں۔ یہ صدقات گیارہ ہزار کے قریب تھے۔ سلطان نے حکم دیا کہ بدستور جاری رہیں۔ عماد لکھتا ہے کہ میں نے اس وقت کہا کہ بس ان کے نام عرض کروں۔ فرمایا کہ نہیں مجھے ایسی باتوں سے معاف رکھ۔ صلح موصل کے بعد جب سلطان سخت بیمار ہو گیا۔ تو ایک روز جنگل سے شور و غل کی آواز آئی۔ پوچھا یہ کیسی آواز ہے تو معلوم ہوا۔ باہر سے لوگ سلطان کی صحت کے واسطے دعا کرنے اور عنایت کے آرزومند آئے ہوئے ہیں۔ حکم دیا۔ کہ خزانہ میں جس قدر روپیہ ہے۔ سب کا سب ان میں تقسیم کر دیا جائے اس بے حساب بخشش سے فقرا اور مساکین مالا مال ہو گئے۔ اسی بیماری کے دنوں میں جب وہ زندگی سے مایوس ہو چکا تھا۔ اور وصیت تک لکھوا دی تھی۔ تو دیار مصر اور بلاد شامی کے نائبوں اور والیوں کو حکم لکھوائے کہ فقرا اور مساکین میں صدقہ تقسیم کریں۔ اور اس قدر زر تقسیم ہؤا۔ کہ کوئی سائل اس سے خالی نہ رہا۔ عماد بیان کرتا ہے۔ کہ نائب دمشق کے نام حکم لکھایا کہ پانچ ہزار دینار صوری صدقہ تقسیم کرے۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے پاس تو مصری دینار ہونگے (جو دو چند قیمت کے ہوتے ہیں) تو سلطان نے کہا کہ بہتر مصری پانچ ہزار دینار ہی صدقہ کر دے۔ اللہ اس کا دو چند ثواب عطا کریگا۔ بیماری کے بعد حران سے روانگی کے وقت حکم دیا کہ دروازہ کے فقرا پر تین سو دینار ان کے وظائف کے مطابق تقسیم کر دئے جائیں۔ یہ فقیر تعداد میں دس سے کم تھے۔ مگر ان کے وظائف کے لحاظ سے چار سو دینار ہوتے تھے۔ عرض کیا گیا کہ ایک چہارم وضع کر کے تین سو کم تقسیم کر دئے جائیں۔ فرمایا نہیں۔ پورے دیدو +

فتح بیت المقدس کے وقت عیسائیوں سے زر مخلصی کی صورت میں جو جزیہ فی کس مرد دس دینار اور فی کس عورت پانچ دینار اور لڑکوں اور لڑکیوں کے واسطے فی کس ایک یا دو دینار لیا گیا تھا اس سے دو لاکھ بیس ہزار جمع ہوئے تھے۔ مگر جس طرح آتے گئے۔ اسی طرح سلطان ان کو تقسیم کرتا گیا۔ یہاں تک کہ بیت المقدس سے روانگی کے وقت اس کے پاس ایک دینار بھی باقی

نہیں تھا۔ ملک عادل نے ایک روز سلطان کی سخاوت اور افراط جود و کرم کا بیان کرتے ہوئے یہ نظیر بیان کی کہ فتح بیت المقدس پر عیسائیوں سے جزیہ کی مقررہ رقم وصول کرنے پر میں مقرر تھا ایک شب میں نے ستر ہزار دینار سلطان کے پاس بھیجے۔ صبح کو سلطان کے خزانچی نے مجھے بتادیا۔ کہ وہ تمام دینار سلطان نے خرچ کر ڈالے ہیں۔ آج خزانہ میں ایک کوڑی نہیں ہے۔ عادل کہتا ہے کہ میں نے تیس ہزار دینار اور بھیجے ان کو بھی سائلوں اور حاجتمندوں پر اسی روز خرچ کر دیا۔

بیت المقدس میں ایک دفعہ سلطان کے پاس مختلف طاقتوں کے سفیر حاضر ہوئے سلطان دمشق کی طرف روانہ ہونے والا تھا۔ اور سفیروں کو انعام دینے کے واسطے خزانہ میں کچھ بھی تھا میں (ابن شداد) نے بار بار سلطان کی خدمت میں یہ عرض کیا۔ آخر بیت المال کا قیمتی مال و اسباب فروخت کرنے کا حکم دیا۔ اور تمام روپیہ ان میں تقسیم کر دیا۔ کہ ایک درہم بھی باقی نہ بچا۔

ابن شداد لکھتا ہے کہ "سلطان تنگی کی حالت میں بھی ایسی ہی سخاوت کرتا تھا جیسی کہ فیاضی کی حالت میں۔ اور خزانچی کچھ رقوم زاید ناگہانی اور نامعلوم ضرورتوں کے واسطے مخفی رکھا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ یقیناً جانتے تھے۔ کہ جب سلطان کو معلوم ہو کہ کچھ رقم خزانہ میں ہے تو وہ خرچ کئے بغیر نہیں رہتا تھا۔ ایک دفعہ اثنائے گفتگو میں سلطان نے کہا کہ لوگوں میں ایسے شخص بھی ہونے چاہئے۔ جو مال اور دولت کو خاک برابر سمجھیں۔ اس سے گویا اس کی مراد اپنے نفس سے تھی۔ سلطان سائلوں کے سوال سے بڑھ کر ان کو عطا کرتا تھا۔ اور ان کی امیدوں سے زیادہ سخاوت کرتا تھا۔ میں نے کبھی اس کی زبان سے نہیں سنا۔ کہ ہم نے فلاں شخص کو یہ دیا ہے۔ تھوڑا دینے سے وہ خوش نہیں ہوتا تھا۔ اور دینے کے وقت خوشی سے اُس کا چہرہ چمکنے لگتا تھا۔ اگر کسی وقت کچھ دینے کو پاس نہیں ہوتا تھا۔ تو ملول اور غمگین ہو جاتا تھا۔ سائلوں کے ساتھ عزت اور اکرام سے پیش آتا۔ اور اُن کی تواضع کرتا تھا۔ سائلوں کو معلوم تھا۔ کہ سلطان بار بار مانگنے اور زیادہ مانگنے سے خوش ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اس سے فائدہ اُٹھاتے۔ اور سلطان کبھی اس امر کی شکایت نہیں کرتا تھا۔ سلطان کے پاس اکثر ایسے خط آیا کرتے تھے جن میں کسی چیز کا سوال ہوتا تھا۔ میں ان خطوں کو پڑھ کر سناتا۔ اور ان کے جواب لکھتا تھا۔ ان سائلوں کی کثرت سوال سے مجھے شرم آتی تھی۔ مگر آخر

سلطان کی اس عادت کے معلوم ہو جانے سے کہ وہ کثرت سوال سے ناراض نہیں ہوتا۔ بلکہ خوش ہوتا ہے۔ میں بھی عادی ہو گیا۔ اور وہ جھجک جاتی رہی۔ حق یہ ہے کہ سلطان کے عطیات اور فیاضیوں کی تعداد اور اس کی حقیقت اور اندازہ کے علم سے ہم عاجز ہیں۔ اس کے دفتر کے منشی سے میں نے سنا۔ کہ ہم نے کبھی سلطان کی عطیات بے شمار کا شمار نہیں کیا لیکن ایک دن مرج عکا میں یونہی خیال آگیا۔ اور ہم گنتے رہے کہ وہاں سلطان نے دس ہزار گھوڑے سائلوں کو بخشے تھے پس اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ایک مقام پر جب اُس نے اس قدر بخشش کی۔ تو عمر بھر میں کس قدر کی ہو گی" +

عماد کہتا ہے کہ سلطان مال کے خرچ کرنے پر بڑا حریص تھا کسی سائل کو رد نہیں کیا کرتا تھا اگر روپیہ موجود نہ ہوتا۔ تو وعدہ کیا کرتا تھا۔ اس کی ہمت خدا کی راہ میں خرچ کرنے میں مصروف تھی مسلمانوں کے مشائخ کی تنخواہیں مقرر کر رکھی تھیں جس سوار کا گھوڑا جہاد میں زخمی ہوتا یا مارا جاتا تھا۔ اس کو ویسا ہی گھوڑا دیدیتا۔ اور انعام علاوہ دیتا تھا۔ عکا کی لڑائی میں تین سال اور ایک مہینہ کے عرصہ میں نقد روپیہ اور تلف شدہ گھوڑوں کی قیمت کے بغیر بارہ ہزار گھوڑے اس نے سپاہیوں کو بخشے تھے۔ یہاں تک کہ اس کے پاس اپنی سواری کے واسطے کوئی گھوڑا باقی نہیں رہا تھا۔ وہی ہبہ کئے ہوئے گھوڑے مانگ کر ان پر سواری کرتا تھا۔ حملے کے وقت سپاہی اس کے بخشے ہوئے گھوڑوں پر سوار ہوتے تھے۔ اور اپنی سواری کے واسطے وہ مانگتا پھرا کرتا تھا +

ایک سفر میں امیر ایوب بن کنان چند دن دربار میں حاضر نہ ہوا۔ اُسے بُلا کر وجہ دریافت کی تو معلوم ہُوا کہ وہ بارہ ہزار دینار مصری کا مقروض ہے۔ فوراً اس کے قرض خواہوں کو بلا کر قرض ادا کر دیا۔ یہ چند مثالیں اور واقعات اس کی فیاضانہ عادت کے اظہار کے واسطے کافی ہیں +

مسلمانوں کے ساتھ فیاضی کرنے میں جہاں وہ ایسا دلیر تھا۔ وہاں عیسائیوں کے ساتھ بھی احسان۔ بھلائی اور مروّت کرنے کے واسطے ہمیشہ ویسا ہی تیار تھا۔ ایک واقع بھی اس نشدد کا جو عیسائیوں پر کیا ہو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ در انحالیکہ وہ اس کے دشمن اور ہر وقت اس کے برخلاف ہتھیار اُٹھائے رہتے تھے۔ خونشدد نہ کرنے کے علاوہ اس نے کسی موقع پر جب اس سے طلب کیا گیا ہے۔ رحم۔ مروّت اور احسان کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا +

عیسائی مسلمانوں پر طرح طرح کے الزامات لگاتے ہیں۔ ان کو وحشی اور خونخوار اور ظالم کہا جاتا ہے۔ اور پھر یہ تمام برائیاں مذہب اسلام کے سر تھوپی جاتی ہیں۔ لیکن اس امر کا فیصلہ کرنے کے واسطے کہ آیا یہ درندگی۔ خونخواری۔ بے رحمی ظلم اور جفا کاری عیسائیت کا خاصہ ہے۔ یا اسلام۔ اور عیسائیوں نے اس کو ظاہر کیا ہے یا مسلمانوں نے۔ جنگ ہائے صلیبی کی تاریخ سے بہتر کوئی موقع نہیں مل سکتا جب کہ عیسائی اور مسلمان ایک دوسرے کے مقابل میں اور پہلو بہ پہلو اپنی عادات اور خصوصیات کو ایک ہی جگہ لکھے جانے کے واسطے ظاہر کر رہے تھے۔ مسلمانوں کے مقابلہ میں عیسائیوں پر انسان کا لفظ اطلاق ہی نہیں کیا جا سکتا۔ حیوانات مطلق کی درندگی اور خونخواری کو بھی عیسائیوں کی سفاکی اور بے رحمی نے مات کر دیا ہے۔ پہلے کروسیڈ کے حالات میں ایسے واقعات کی کمی نہیں ہے کہ بعض عیسائی سردار (بوہمنڈ) مسلمان قیدیوں کو ذبح کر کے اور ان کے گوشت کی ٹکڑیوں کو سیخوں پر چڑھا کر کباب کی طرح بھون کر کھا گئے۔ اور لشکر کا لشکر شوق سے اس ضیافت میں شریک ہوا (دیکھو تاریخ مچاڈ جلد ۱۔ صفحہ ۱۳۷) +

ان درندوں کے اس قسم کے حالات کی کوئی انتہا نہیں ہے اور ایسے سب حالات کو یکجا جمع کرنا مشکل ہے عیسائیوں نے جب بیت المقدس کو مسلمانوں سے فتح کیا۔ تو جو سلوک مفتوح مسلمانوں اور اُن کی عورتوں اور بوڑھوں اور بچوں سے کیا ہم اس کو بیان کر چکے ہیں۔ ستر ہزار سے زیادہ بے پناہ اور مفتوح مسلمانوں کو قتل کر ڈالا۔ اور جن عذابوں سے ان کی جانیں لیں۔ اس کے ذکر سے انسانیت شرمندہ ہوتی ہے عیسائی سرداروں نے بڑے جوش اور مسرت سے پوپ کو لکھا کہ مسلمانوں کا ناپاک خون گھوڑوں کے گھٹنوں اور لگاموں تک پہنچ گیا ہے +

عمر رسیدہ عیسائیت کے ان نوعمر بچوں کے واسطے ان کی نوعمری کا کوئی عذر پیش کیا جاویگا صلاح الدین کے ہمعصر عیسائی بادشاہوں کے حالات بھی بیان ہو چکے ہیں جو اس سے جنگ کرنے کے واسطے مشرق میں آئے تھے۔ رچرڈ بادشاہ انگلستان نے عکا کی فتح کے بعد تین ہزار یا پانچہزار مسلمانوں کو جن کو وہ امان دے چکا تھا۔ بیدریغ قتل کر ڈالا۔ اور کسی ایک موقع پر بھی کسی مسلمان کے ساتھ احسان اور رحم روا نہیں رکھا +

صلاح الدین نے بیت المقدس کی فتح کے وقت جو سلوک مفتوح عیسائیوں سے کیا وہ بھی بیان ہو چکا ہے۔ بعد فتح کے ایک متنفس کے قتل کئے جانے کا بھی نشان نہیں دیا جا سکتا۔ بلکہ ہزارہا بوڑھوں اور بچوں اور ایسے عیسائیوں کو جو جزیہ ادا نہیں کر سکتے تھے۔ رحم کھا کر چھوڑ دیا گیا۔ جہاں

جہاں کتاب میں یہ حالات مفصل بیان ہوئے ہیں۔ وہاں ان کو پڑھ کر باہم مقابلہ کر لینا چاہئے۔ اور معلوم ہوگا کہ اس خونخوار قوم کو مسلمانوں کے ساتھ عیسائیت کو اسلام کے ساتھ اور تمام عیسائیوں کو صلاح الدین کے ساتھ کوئی نسبت اور مقابلہ کئے جانے کی کوئی حیثیت حاصل نہیں ہے ٭

سلطان نے جن عیسائی شہروں کو امان دیکر فتح کیا۔ ان کے جان و مال کی مسلمانوں کے جان و مال سے بھی بڑھ کر حفاظت کی۔ وُہ بھی یہ کر سکتا تھا۔ کہ ان تمام عیسائیوں کے شہروں کو قتل کر دیتا۔ اور چند روز میں اس سرزمین میں ایک عیسائی کا نام و نشان باقی نہ رہ جاتا۔ مگر اس نے سوائے اس کے اور کچھ نہیں کیا۔ متفرق شہروں سے نکال کر ان کو ایک شہر میں جمع کرتا رہا۔ اور اپنے لئے تکلیف اور لڑائی کے اسباب کو اکٹھا کرتا رہا۔ عیسائیوں نے جن مسلمانوں کے شہروں کو امان دے کر فتح کیا۔ ایک دفعہ بھی ان کے ساتھ ایفائے عہد نہیں کیا۔ ان کے اموال کو دیکھ کر ان کو لوٹ لیا۔ اور بارہا ان کو اور ان کے بال بچوں کو قتل کر ڈالا۔ سلطان نے عیسائیوں کے ساتھ کسی عہد میں بیوفائی نہیں کی۔ اور اس کے مقابل عیسائیوں نے ایک عام عیسائی سے لے کر ایک بادشاہ تک کبھی اپنے عہد کو ایفا نہیں کیا۔ سلطان نے عیسائی بادشاہوں اور سرداروں کو قید کر کے چھوڑ دیا۔ اور انھوں نے ہمیشہ اپنی قسموں کو توڑ کر اس کے ساتھ غداری اور بدعہدی کی۔ غرض یہ ہے کہ ایسے حالات میں اور ایک ایسی بے اصول قوم کے مقابلہ میں اگر وہ صرف ان کے اعمال و حرکات کا ان سے بدلہ بھی لیتا۔ تو اس کو حق بجانب کہا جاتا۔ لیکن یہی نہیں کہ اس کے دامن پر ایک عیسائی پر ظلم اور بے رحمی کرنے کا بھی دھبہ نہ ہو۔ اس کے حالات عیسائیوں پر رحم اور مروت و احسان کرنے کے واقعات سے ایسے ہی بھرے ہوئے ہیں جیسے مسلمانوں پر۔ اور یہی اسلام کی تعلیم اور یہی پیروانِ اسلام کا اسلامی طریقہ ہے ٭

سلطان نے جو کلی اور جزئی احسانات اور مروتیں عیسائیوں سے کی ہیں۔ ان کا ذکر کم و بیش بعض واقعات میں ہو چکا ہے اور جس قدر مثالیں تلاش کیجائیں ملسکتی ہیں ٭

حصن برزیہ کو جب سلطان نے فتح کیا۔ تو اس کی والیہ جو برنس والی انطاکیہ کی زوجہ تھی مع اپنی ایک لڑکی اور متعلقین خادموں کے مسلمانوں کی قید میں آگئی۔ سلطان کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اس کو تمام متعلقین بمعہ انعام و اکرام دے کر آزاد کر دیا۔ اور انطاکیہ میں پہنچا دیا۔ جس سے وہ تمام عمر سلطان کی شکر گذار رہی۔ کیا کسی عیسائی نے بھی ایسا کیا ہے؟

عیسائیوں کے ان دو خونخوار فرقوں داویہ (ٹمپلرس) اور اسبتاریہ (ہاسپٹلرس) سے سلطان کو

بوجہ ان کی سفاکی اور جفاکاری اور سخت تعدی کرنے کے نہایت نفرت تھی لیکن جب ایک دفعہ دو سپاہی ان کے گرفتار ہو کر سلطان کے سامنے آئے۔ تو باتوں میں کہنے لگے۔ کہ سلطان کی زیارت سے ہماری تکلیفیں دُور ہو گئی ہیں۔ اس بات نے سلطان کے دل کو نرم کر دیا۔ اور اُن کو چھوڑ دیا گیا +

عماد کہتا ہے کہ بیت المقدس سے واپسی کے وقت ایک دفعہ دمشق جاتے ہوئے برنس نلما کی طرف سے سفیر آیا۔ اور سلطان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے سردار کی طرف سے ساحل کے فتح کئے ہوئے شہروں کو جن کو سلطان نے ۵۸۳ہجری میں فتح کر لیا تھا۔ واپس مانگا۔ سلطان نے احسان اور مروت سے ان کو واپس دیدیا +

ناصرہ میں صیدا کا والی سلطان کے پاس آیا۔ اِس نے اس کا بڑا احترام و اکرام کیا۔ اور اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔ اور یہ سلوک وہ عیسایوں سے ہمیشہ کرتا تھا +

عماد بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ میں سلطان کے ساتھ سوار جا رہا تھا کہ ایک سپاہی ایک عیسائی عورت کو لایا۔ جو سخت گریہ و زاری کر رہی تھی۔ سلطان نے اس کا سبب دریافت کیا۔ تو اُس نے کہا کہ مسلمان میری لڑکی کو اُٹھا لائے ہیں۔ اور عیسائی بادشاہ نے مجھے سلطان کے پاس جانے کو کہا ہے۔ اس کو سُن کر سلطان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور اُس کی لڑکی کو تلاش کرنے کا حکم دیا۔ وہ فروخت ہو چکی تھی۔ سلطان نے اس کی قیمت ادا کی اور اس کی ماں کو واپس کر دی اور سواری دے کر عیسائی لشکر میں پُہنچا دیا +

فرانسیسی مورخ بیان کرتا ہے کہ مسلمانوں نے جب کرک کا محاصرہ کیا۔ تو محصورین آخرکار سخت تنگ آ گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنی عورتیں اور بچے مسلمانوں کے ہاتھ فروخت کر دئیے لیکن جب آخرکار کھانے کو کچھ نہ رہا۔ تو صلاح الدین کی اطاعت کرنے کو مجبور ہو گئے۔ سلطان نے ان کو ان کی زندگیاں اور آزادی بخشدی۔ ان کی عورتیں اور بچے واپس دیئے۔ جن کو ایک وحشیانہ بہادری نے غلامی کا حکم دیدیا تھا (میاڈ صفحہ ۳۰۸) عیسایوں کی بہادری اور شجاعت کی بھی سلطان قدر کرتا تھا۔ اور ان کی تکلیف اور مصیبت سے بھی اس کا دل اسی طرح بھر آتا تھا جس طرح مسلمانوں کی تکلیف سے چنانچہ فتح بیت المقدس کے ذکر میں عیسایوں کے حال پر سلطان کے رو دینے کا ذکر ہو چکا ہے۔ مگر اس پر عیسائی جو کچھ کہتے ہیں کہے جائینگے +

سلطان کی مروّت۔ عفو۔ اور حلم ایسا وسیع تھا کہ لوگوں کو بعض اوقات جرائم پر جرأت ہوتی تھی مگر اس کے پاس سب کے واسطے معافی تھا ✣

ایک خطیب جو سلطان کا امام بھی تھا۔ اور اس کے ساتھ نماز پڑھا کرتا تھا۔ سلطان کے دستخط کی نقل کر لیتا تھا۔ اور بارہا جعلسازی کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ ایک جعلی پروانہ جس میں بہت سے مال کا سلطان کی طرف سے حکم تھا۔ پکڑا گیا۔ سلطان نے اس جرم کی سزا میں اُس کا وظیفہ دوچند کر دیا ✣

ایک دفعہ اس کے خزانہ میں مصری سونے کی مُہروں کی تھیلیاں پیسوں سے بھری ہوئی تھیلیوں سے بدلائی گئیں۔ خزانچی کو اس نے ایسا زبون جرم معاف کر دیا ✣

عماد کہتا ہے کہ ۵۸۲ھ ہجری میں مصر کے سفر میں مَیں اس کے ہمراہ تھا۔ دیوان سے حساب لیا گیا۔ تو ستر ہزار دینار اس کے ذمہ باقی نکلتے تھے اور وہ خود معترف تھا۔ مگر سلطان نے رقم کا وصول کرنا تو الگ رہا اس سے ذکر تک نہیں کیا۔ اہلکاروں کے قصوروں سے اکثر درگذر کرتا تھا۔ اور اگر کوئی دیوانی عہدے سے موقوف ہوجاتا تھا۔ تو اس کو فوج میں عہدہ دیدیتا تھا ✣

ایک سب سے عجیب واقع بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ جب سلطان بیت المقدس میں تھا۔ تو سیف الدولہ بن منقذ حاکم مصر نے رپورٹ بھیجی کہ فلاں نمبردار سرکاری مالیہ سے دو ہزار دینار وصول کر کے خود کھا گیا ہے اور ادا نہیں کرتا۔ اتفاق سے وہ نمبردار اُس روز بیت المقدس میں تھا۔ سلطان نے اس کو کہلا بھیجا۔ کہ حاکم مصر اُس کو گرفتار کرنا چاہتا ہے کہیں روپوش ہوجاوے ✣

ایک دفعہ مسلمانوں کے لشکر کے ایک حصہ نے ایسے نازک موقع پر جبکہ سلطان کو اپنی جان کا خوف تھا عذر کیا۔ اور سلطان کو سخت اور درشت الفاظ کہے۔ جس سے اس نے غصہ ہو کر خیمہ اکھاڑ لینے کا حکم دیا۔ اور سوار ہوگیا۔ تمام لوگوں کو یقین تھا کہ وہ اِن سپاہیوں کو پھانسی پر چڑھا دیگا۔ تمام امرا خوف سے کانپ رہے تھے۔ اور باغیوں کو تو اپنی موت کا یقین ہو چکا تھا اسی اثنا میں دمشق سے تازہ میوہ آگیا۔ اور سلطان نے باغی سپاہیوں میں سے ایک کو جو قریب تھا۔ کہا امرا کو بلاؤ۔ سب کانپتے ہوئے حاضر ہوئے۔ مگر سلطان کے چہرہ کی بشاشت دیکھ کر سب کا اطمینان ہوگیا۔ اور خوشی سے بیٹھ کر سب نے میوہ کھایا۔ سلطان نے سپاہیوں کی اس گستاخی کا کبھی ذکر تک نہیں کیا ✣

سلطان کے ملازم اس کے تحمل اور عفو کی وجہ سے گستاخیاں کرنے پر دلیر ہو گئے تھے۔ اور اکثر کرتے تھے۔ ابن اثیر لکھتا ہے کہ ایک مجلس میں اس کے غلام کیہے کی پھلی ایک دوسرے کی طرف پھینک رہے تھے۔ ایک دفعہ وہ سلطان کے پاس جا پڑی سلطان دوسری طرف مُنہ پھیر کر کسی سے

بات کرنے لگ گیا۔ تاکہ غلاموں کو معلوم نہ ہو۔ کہ اُس نے ان کی گستاخی دیکھ لی ہے۔ ایک دفعہ اس نے اپنے خدمتگاروں سے پانچ دفعہ پانی مانگا۔ مگر کسی نے پروا نہ کی۔ آخر کہا کہ یارو میں پیاس سے مرچلا ہوں۔ تب پانی لایا گیا۔ اور وہ پی کر خاموش ہو رہا۔ ایک دفعہ سلطان سخت بیمار رہا۔ اور نہایت ضعیف ہو گیا۔ کچھ صحت ہونے کے بعد حمام میں گیا۔ پانی زیادہ گرم تھا۔ غلام سے سرد پانی مانگا۔ اُس نے کچھ ٹھنڈا پانی سلطان کے بدن پر گرا دیا جس سے ضعیف جسم کو صدمہ پہنچا۔ دوبارہ پانی مانگا تو سرد پانی کا پیالہ سلطان کے سر پر گر گیا۔ اس پر سلطان نے غلام کو سوائے اس کے کچھ نہیں کہا کہ اگر تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو بتا دے +

قاضی ابن شداد لکھتا ہے کہ مرج عیون میں مَیں سلطان کے ہمراہ تھا۔ اور اس کی عادت تھی کہ شام کو سوار ہو کر ہوا خوری کرتا۔ اور واپس آکر سب کے ساتھ مل کر کھانا کھاتا تھا۔ اور پھر اپنے خاص خیمہ میں جا کر سو رہتا۔ تھوڑی دیر سو کر اُٹھتا اور نماز پڑھتا تھا۔ پھر مجھ سے حدیث شریف سنتا۔ اور ان دنوں میں سلیم رازی کی مختصر جو فقہ میں ہے مجھ سے پڑھی تھی۔ ایک دن حسب معمول کھانا کھا کر سونے کے واسطے خاص خیمہ کی طرف جانے لگا۔ کسی نے کہا نماز کا وقت بہت قریب ہے۔ یہ سُنکر بیٹھ گیا۔ کہ اب نماز پڑھ کر سوئینگے۔ اس وقت ایک غلام نے کسی شخص کی بابت کچھ عرض کرنے کو کہا۔ سلطان نے کہا ذرا ٹھیر جاؤ۔ میری طبیعت پریشان ہے اس نے کچھ پروا نہ کی۔ اور ایک کاغذ سلطان کے سامنے کر دیا جس پر اس شخص کا نام لکھا ہُوا تھا۔ سلطان نے کہا کہ اس کے حال پر ضرور توجہ کی جاویگی۔ غلام نے کہا پھر حکم لکھ دیجئے۔ سلطان نے کہا دوات موجود نہیں۔ سلطان خیمہ کے دروازہ میں بیٹھا ہُوا تھا۔ اور کوئی شخص گذر نہیں سکتا تھا۔ دوات خیمہ کے اندر سامنے پڑی تھی۔ غلام نے دیکھ کر کہا دوات وُہ پڑی ہے۔ اس سے مطلب یہ تھا کہ سلطان خود دوات اُٹھا لاوے اور لکھدے۔ چنانچہ سلطان خود ہی اُٹھا۔ اور دوات لا کر لکھ دیا۔ اور غلام کی اس حرکت سے ناخوش ہونے کے بجائے مسرور رہا +

ابن شداد کہتا ہے کہ ایک دن میری سواری کی خچر بھاگ نکلی۔ اور سلطان کے پاس سے گذرنے پر اس کو سخت دھکا لگا۔ مگر وہ سخت ہنستا رہا۔ ایک روز کیچڑ میں میری خچر نے سلطان کے تمام کپڑے خراب کر دئیے۔ مگر اس کو پروا تک نہ ہوئی۔ مظلوموں کی سخت کلامی برداشت کر لیتا تھا لوگ اس کے خاص فرش کو پاؤں میں روندتے۔ اور خراب کرتے تھے۔ اور اس کو کچھ ملال نہیں ہوتا تھا +

عدالت

قاضی ابن شداد کہتا ہے کہ سلطان مستغیثوں اور مظلوموں کی فریادیں سُننے اور سماعت مقدمات میں اسی قدر مشغول رہتا تھا۔ کہ اس کی برداشت انسانی طاقت سے خارج ہے۔ مگر وہ اس تکلیف کو نہایت خوشی اور طیب خاطر سے اٹھاتا تھا +

ہفتہ میں دو روز دوشنبہ اور پنجشنبہ کے دن دربار عام کیا کرتا تھا جس میں ہر شخص کو بار ملتا تھا اور داد خواہ داد خواہی کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ اور دربار میں بڑے بڑے علماء، اور فضلا، اور فقہاء اور قاضی موجود ہوتے تھے۔ اور کوئی مستغیث عدالت سے محروم نہیں رہتا تھا۔ یہ دربار سفر میں اور اقامت میں ہمیشہ ہوتا رہتا تھا۔ اور اس کے سوا ہر روز اور ہر وقت سلطان مظلومین کی فریادیں سُنتا تھا۔ اور داد رسی کرتا تھا۔ راستہ چلتے ہوئے اگر ایک بیکس اس کو پکڑ کر کھڑا کر لیتا تھا۔ تو وہ کھڑا ہو کر اس کا حال سُنتا۔ دن بھر میں جس قدر مقدمات پیش ہوتے تھے۔ رات کو سب پر مناسب حکم لکھوا دیتا تھا +

ایک شخص نے سلطان کے چچازاد اور نہایت عزیز بھائی تقی الدین پر دعوٰے کیا۔ تقی الدین کو ہر ایک مدعا علیہ کی طرح عدالت میں طلب کیا گیا۔ اور مدعی کے مقابل میں کھڑا کر کے حلفی بیانات لئے گئے۔ اور شریعت کے مطابق فیصلہ کر دیا گیا +

ایک تاجر مسمّٰی عمر خلاطی نے خود سلطان پر دعوٰے کیا۔ کہ اس کا ایک غلام سلطان کے قبضہ میں آکر مر گیا ہے اور بہت سا مال چھوڑ کر مرا ہے جو اس کا حق ہے۔ سلطان نے اس کا دعوٰے باقاعدہ سماعت کرنے کا حکم دیا۔ اور اس کے عدالت میں پیش ہونے پر تخت سے اُتر کر اس کے مقابل میں کھڑا ہُوا۔ مقدمہ میں حسب دستور کارروائی ہوئی۔ مگر مدعی کا ثابت نہ ہُوا۔ اور وہ اپنی جھوٹی کوشش پر شرمندہ ہُوا۔ اس پر سلطان نے اس کو بہت سا مال دیکر اپنی فیاضی کا ثبوت دیا +

علم اور اہل علم کی قدر دانی

مدارس۔ شفاخانے۔ اوقاف وغیرہ

علم اور اہل علم کی قدر دانی سلطان کا ایک فطرتی خاصہ تھا۔ مصر کی وزارت پاتے ہی اپنے اہل علم اور لائق فقیہوں اور صوفیوں کو بُلا کر جمع کرنا اور بسانا شروع کیا۔ اور مدارس جاری کرنے کی طرف توجہ کی۔ اور اس کے اقتدار کی ترقی کے ساتھ یہ تمام چیزیں ترقی کرتی گئیں۔ حتیٰ کہ اس کی سلطنت کے وقت میں ایک ایسا بے نظیر مجمع علما۔ فضلا۔ فقہا۔ شعرا۔ صلحا۔ مورخین۔ ادیبوں اور حکیموں اور اہل فن اور ہنر کا تھا۔ جس کی مثال بہت مشکل سے مل سکتی ہے۔ اور کاملین میں سے ایک ایک شخص کا وجود زمانہ کے فخر کا باعث تھا۔ اور ان کے حالات صدہا اور ہزارہا کتابوں کا مضمون ہونے چاہئے۔ سلطان کے عہد میں علما کی جو تنخواہیں مقرر تھیں۔ ان کی تعداد تین لاکھ دینار سالانہ تھی آجکل کے حساب سے جس کی کم از کم پندرہ لاکھ روپے ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ غیر معین طور پر مسلسل و متواتر انعامات کی شکل میں ہزاروں اور لاکھوں روپے تقسیم ہوتے تھے۔ شعرا کو ان کے بیشمار قصائد کے صلہ میں جس قدر انعامات دئے گئے ہیں انکو اگر جمع کیا جائے تو سلطنتوں کے خراج کے برابر ہو نگے۔ اس کی آمدنیوں کے مصرف فوج کے خرچ کے علاوہ اس قسم کی فیاضیاں تھیں۔ جو علم و ہنر کے واسطے جاری رہتی تھیں +

سلطان جب پہلے ہی پہل حمص میں پہنچا ہے۔ تو مہذب ابن سعد شاعر نے اس کی مدح میں ایک قصیدہ پیش کیا۔ جب وہ ختم کر چکا۔ تو قاضی فاضل نے جو سلطان کے دربار میں ایک نہایت نامور اور یگانہ ادیب تھا۔ سلطان سے کہا کہ اسی شاعر نے ایک قصیدہ میں جو صالح بن زریک کی مدح میں لکھا ہے یہ شکایت کی ہے کہ ترک شعر کی قدر نہیں کرتے۔ مگر سلطان نے اس کو انعامات کے علاوہ جاگیریں عطا کیں اور ترکوں کے دامن سے یہ دھبہ چھڑا دیا۔ جو سلطان کے ہاتھوں سے کبھی کا چھٹ چکا تھا +

سلطان شعر کا بڑا شائق اور ماہر تھا۔ خود شعر موزون کرتا تھا۔ اپنے سب سے چھوٹے بھائی تاج الملوک کی وفات پر اس نے اظہار غم چند شعروں کے موزوں کرنے سے بھی کیا۔ اچھے اچھے شعر کے شعروں میں نہایت نازک غلطیوں کی اصلاح کر دیتا تھا۔ اور شاعر کبھی ٹوک دیتے تھے تو تحمل سے سُن لیتا تھا ایک شاعر نے اس کو شطرنج کھیلنے پر ملامت کی تھی۔ مگر اس وجہ سے اس کے انعام میں کوئی کمی نہیں ہوئی ؂

امیر مویدالدولہ ابو الحارث اسامہ بن مرشد نے جو ایک مشہور شاعر تھا۔ جب سلطان کے دمشق میں آنے کی خبر سنی تو شام کو چلا آیا۔ سلطان نے اس کی نہایت تعظیم و تکریم کی اور معرہ کے اعمال میں جاگیر اور دمشق میں حویلی عطا کی۔ دمشق میں اقامت کے زمانہ میں ہمیشہ اس سے محبت رکھتا تھا۔ اور امور میں مشورہ لیتا تھا۔ اور باہر سے خط و کتابت کرتا رہتا تھا۔ موید الدولہ کے بیٹے عضدالدین نے اپنے باپ کے شعروں کا دیوان سلطان کو جمع کر دیا تھا۔ سلطان اس دیوان پر عاشق تھا۔ اور اکثر شوق سے پڑھا کرتا تھا عضدالدین اس کے معزز درباریوں میں شامل تھا اس قسم کے بیشمار واقعات ہیں۔ جن کا جمع کرنا مشکل ہے ؂

اس کی مجلسوں میں علما اور اہل کمال کا جمگھٹا رہتا تھا۔ اور علمی مضامین کے چرچے جاری رہتے تھے۔ عماد ایک مقام پر لکھتا ہے کہ سلطان کی مجلس میں اہل فضیلت اور صاحبان دانش جمع رہتے تھے جو قسم قسم کے فوائد اس کے سامنے پیش کرتے تھے۔ یہ علما اور کاملین اپنے اپنے کمال ظاہر کرتے تھے۔ کبھی احکام شرعیہ اور مسائل فقیہہ بیان ہوتے۔ کبھی علم ادب میں کلام شروع ہوتا۔ صناعات شعریہ اور تحقیقات الفاظ عربیہ میں موشگافی کرتے۔ کبھی سخاوت کی باتیں چلتیں۔ تو اکابر سلاطین کی سخاوتیں بیان ہوتیں۔ اور اخلاق حسنہ کے تذکرے ہوتے۔ کبھی فضائل جہاد اور راہ اللہ کی راہ میں تیاری اور مستعدی کے فرائض بیان ہوتے۔ ان تمام بحثوں اور تذکروں میں سلطان خود سب سے بڑا حصہ لیتا تھا ؂

قاضی فاضل کے ساتھ سلطان کو اس کے کمال کے سبب سے گویا عشق تھا۔ جو عزت اور احترام وہ اس کا کرتا تھا۔ اس کی کوئی حد نہیں ہے۔ جب ساتھ ہوتا تھا تو اس کا مشیر تھا۔ اور غائب ہوتا تھا تو سلطان اس کو متواتر اطلاعیں دیتا تھا۔ ایک دفعہ جب فاضل موصوف نے حج کو جانے کی درخواست کی تو سلطان نے جواب دیا کہ اول میرا ہاتھ پکڑ کر قسم کھائیے۔ کہ وہاں مجاورت نہیں کریگا۔ اور میری طرف سے روپیہ لے جاکر حرمین کے مجاوروں اور مستحقین میں تقسیم کریگا۔ اور پھر شام کو میرے پاس

واپس آئیگا۔ کیونکہ اس کے سوا میرا کہیں ٹھکانا نہیں ہے +

اس کو بعض بزرگ اور مقدس علما کی خدمت میں حاضر ہونے سے بھی دریغ نہیں ہوتا تھا۔ ابو الفتوح عبدالسلام ابن یوسف جب دمشق میں پہنچا۔ تو سلطان خود اس کے پاس حاضر ہوا۔ اور اس کے اکرام میں اپنی فیاضی سے کام لیا۔ تاریخ دمشقی کا مصنف ابو القاسم علی بن حسن جب فوت ہوا۔ تو سلطان بذاتِ خود اس کے جنازہ میں شریک ہوا +

ان باکمال لوگوں میں سے اگر کوئی شخص دنیا سے رحلت کر جاتا تھا تو اس کا رنج اس کو اپنے عزیزوں کے رنج سے بھی زیادہ ہوتا تھا۔ حکیم مہذب الدین ابو الحسن علی بن ہبیلے المعروف باب النقاش بغدادی جو طالبانِ علم طب کا مرجع اور علوم ریاضیہ اور معارف حکمیہ میں کامل دستگاہ رکھتا تھا جب دمشق میں فوت ہوا۔ تو سلطان نے حمص میں اس کے انتقال کی خبر سُنکر اس کا سخت ماتم کیا۔ اور کئی روز تک اسی غم میں علیحدہ بیٹھا رہا +

نورالدین مرحوم کے زمانہ میں جب سلطان دمشق کا شحنہ تھا۔ تو کمال الدین شہرزوری دمشق کا حاکم اور قاضی تھا۔ سلطان کے جو فیصلے خلاف شریعت یا غلط ہوتے تھے۔ کمال الدین ان کو مرافع یعنی اپیل میں توڑ دیتا تھا۔ اور اس سے سلطان کو بعض اوقات رنج ہوتا ہوگا۔ اور کچھ جھگڑا درمیان میں رہتا تھا۔ جب سلطان وہاں کا بادشاہ ہوا۔ تو بجائے اس کے کہ وہ ان تنازعات اور رنجشوں کو یاد کرتا۔ اس نے کمال الدین کی بزرگی کے تسلیم کرنے کا ثبوت دیا۔ اور اس کو بدستور دمشق کا حاکم اور قاضی رہنے دیا۔ قاضی مذکور کی وہ نہایت عزت کرتا تھا۔ ہمیشہ اس سے فتوے پوچھتا۔ اور اس کو تحائف بھیجتا رہتا تھا۔ قاضی کمال الدین کے بھتیجے ضیاء الدین کو اس نے مصر میں جاگیریں۔ اور مکانات اور نقد انعامات بخشے تھے۔ اور بہت سے وظائف مقرر کر دئے تھے۔ سلطان کے شام میں آنے پر وہ بھی سلطان کے ساتھ شام کو چلا آیا تھا۔ قاضی کمال الدین اپنی آخری بیماری میں ضیاء الدین کے حق میں قضا کی وصیت کی۔ سلطان نے اس کی خواہش کے مطابق اس کے انتقال پر ضیاء الدین کو قاضی دمشق مقرر کیا لیکن جب فقیہ شرف الدین مذہب شافعی کا شیخ اور اور ایک مشہور فاضل حلب سے دمشق آیا۔ تو سلطان نے اس کی نہایت تعظیم و تکریم کی۔ اور اس کو دمشق کا قاضی مقرر کرنا چاہا۔ ضیاء الدین کے دوستوں نے اس کو قضاء دمشق سے استعفا دینے کی صلاح دی۔ اور شرف الدین اس کی جگہ مقرر ہو گیا۔ تاہم ضیاء الدین کے پاس املاک کی فروخت کی وکالت شرعیہ کا کام باقی رہا۔ شیخ شرف الدین کی قضا کے ساتھ سلطان نے دو عہدے اس کی

ماتحتی میں تجویز کر کے ایک زکی الدین کے خاندان کو دیا۔ اور محی الدین ابو المعالی کو اس پر مقرر کیا۔ اور آخر کار شیخ شرف الدین کو بینائی کی شکایت ہونے پر عہدہ قضا پر مقرر رہوا۔ اور اس کا بھائی مجد الدین جامع دمشق اور دوسری مساجد اور مشہدوں کا دیوان الاوقاف مقرر ہوا +

سلطان نے مصر اور شام کے اکثر بڑے شہروں سکندریہ۔ قاہرہ۔ دمشق۔ بیت المقدس وغیرہ میں مدارس قائم کئے۔ اور بے انتہا آمدنی ان پر وقف کی۔ علامہ ابن جبیر لکھتے ہیں۔ کہ سکندریہ کے بورڈنگ میں اذن عام تھا کہ جو شخص طلب علم کہیں سے آوے۔ اس کو مکان۔ خوراک۔ حمام۔ ہسپتال۔ سب کچھ سلطنت کی طرف سے مہیا ملے گا۔ مدارس کے علاوہ جا بجا شفا خانوں اور سراؤں کی تعمیر کر کے ان پر بھی اوقاف مقرر کئے گئے تھے +

ایک مورخ لکھتا ہے کہ سلطان صلاح الدین کے مصر میں آنے سے پہلے یہاں کوئی مدرسہ نہیں تھا۔ کیونکہ اماسیہ اس امر کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔ سلطان نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کے پاس قرافہ میں ایک مدرسہ تعمیر کیا۔ اور اس میں علامہ نجم الدین جبوشانی کو ۵۷۲ھ میں بمشاہرہ پچاس دینار مدرس اعظم اور مہتمم مقرر کیا۔ دس اور مدرس ان کے ماتحت تھے۔ تقی الدین بن دقیق العید۔ سراج بلقینی حافظ بن حجر۔ بہاء الدین قاضی القضاۃ وقتاً فوقتاً اس میں مدرس مقرر ہوئے۔ نہایت کثیر آمدنی اس میں وقف تھی۔ اور اس کے سلسلہ عمارات پر ایک مستقل آبادی کا گمان ہوتا تھا۔ ایک مدرسہ شافعیہ کے نام سے مصر میں اور قائم کیا۔ مالکیہ یا قمحیہ بھی مصر میں قائم کیا۔ جس میں علامہ ابن خلدون نے بھی درس دیا۔ زین التجار یا شریفیہ بھی مصر میں قائم کیا تھا۔ جس میں عماد الدین عباسی سراج الدین بلقینی (استاد جلال الدین سیوطیؒ) تقی الدین قاضی القضاۃ وغیرہ درس دیتے تھے۔ قاہرہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے مشہد کے پاس مدرسہ قائم کیا۔ سوفیہ بھی قاہرہ میں تھا۔ اور سعید السعداخادم المصریین کے گھر کو ایک خانقاہ بنا کر اس پر کثیر آمدنی وقف کی بیت المقدس میں اور دمشق میں نوری ہسپتال کے پاس صلاحیہ نام کے مدرسے قائم ہوئے۔ ایک مورخ لکھتا ہے کہ صلاح الدین جب مصر پر قابض ہوا۔ تو ایک دار الشحنہ کو جس کا نام دار المعونہ تھا اور جہاں لوگ قید کئے جاتے تھے توڑ کر اس جگہ مدرسہ شافعیہ بنایا۔ اسی طرح دار الغزل کو مدرسہ شافعیہ بنایا۔ ایک مورخ کا بیان ہے کہ حزم نام ایک قریہ جو حوران کے متعلقات سے ہے۔ سلطان نے اُن طالبوں اور مدرسوں پر وقف کیا۔ جو جامع دمشق کے مغربی زاویہ میں (جو فقیہہ زاہد نصر مقدسی سے معروف ہے) شرعی علم پڑھے یا پڑھائے اس

وقف کا متولی قطب الدین نیشا پوری مقرر کیا گیا۔ اور جو عہد اس وقف پر لکھا گیا تھا۔ اس کو مورخ نے خود پڑھا ہے۔ سلطان کا دستخط اس پر ثبت تھا۔ اور نشان یہ تھا الحمد للّٰہ وبہ التوفیق ایک مورخ ان مدارس کے ذکر میں لکھتا ہے کہ سلطان بڑا ہی سعادتمند شخص تھا۔ کیونکہ اس نے دنیا میں فتوحات کثیرہ حاصل کئے۔ اور آخرت کے واسطے اوقاف عظیمہ مقرر کئے۔ مگر ظاہر میں کوئی وقف اس کے نام سے منسوب نہیں ہے۔ مثلاً قرافہ کے مدرسوں کو شافعی کہا جاتا ہے مشہد کے قریب جو مدرسہ ہے اس کو مشہد ہی پکارا جاتا ہے۔ اور خانقاہ کو خانقاہ سعید السعدا اور مدرسہ حنفیہ کو مدرسۃ السیوفیہ اور مصر کے دوسرے مدرسہ کو زین التجار کہا جاتا ہے۔ ایک مدرسہ جو مصر میں ہے اور ایک دوسرے کو جو دمشق میں ہے مالکیہ کہا جاتا ہے۔ البتہ نوری ہسپتال کے پاس جو مدرسہ ہے اس کو صلاحیہ کہتے ہیں۔ سلطان صلاح الدین کی ان فیاضانہ تمثیلوں سے اس کے تمام خاندان۔ امرا۔ اور اعیانِ دولت بلکہ خواتین میں بھی یہ جوش پھیل گیا تھا۔ اور اس متعلقین اور امرا نے جس قدر مدارس وغیرہ قائم کئے ہیں۔ ان کو شمار کرنا مشکل ہے۔ ہر ایک شخص کے واسطے اپنی وسعت کے موافق ایسے کاموں میں مدد کرنا ضروری سمجھا جاتا تھا۔ اور یہ بات نہایت ذلت کی خیال کیجاتی تھی۔ کہ کوئی دولتمند شخص مرے اور دنیا میں کوئی علمی یادگار نہ چھوڑ جائے۔ سلطان کی ہمشیرہ اور حرموں اور دوسری خواتین کے نام سے اس قسم کے صدہا مدارس قائم ہو گئے تھے۔ اور سلطان کی وفات کے بعد اس کے جانشینوں اور اس کے خاندان کے لوگوں اور ان کے زمانہ کے امرا نے انہیں تمثیلات کی پیروی کرنے میں ایک دوسرے سے بڑھ بڑھ کر حوصلے دکھلائے ہیں۔ تمام واقعات کو جمع کرنا مشکل اور غیر ضروری ہے۔ عماد کی زبان سے ایک مثال خواتین کی فیاضی کی بیان کرنی کافی ہوگی۔ سلطان کی بیگم عصمیہ خاتون کے ذکر میں عماد لکھتا ہے کہ وہ فیاضی میں نہایت دلیر تھی۔ فقرا کے مواجب مقرر کئے ہوئے تھے۔ فقیہوں اور زاہدوں کے لئے مہمانسرائیں اور مدرسے جاری کئے۔ معلمین کی تنخواہیں مقرر کیں طلبا کو کھانا اور پوشاک اس کے ہاں سے ملتا تھا۔ دمشق میں حمام سرکسی کے پاس محلہ حجر الذہب میں مشہور درس گاہ اور بڑی سرائے باب النصر کے باہر مہمانخانہ اسی نیک خاتون کے نام پر مشہور ہیں۔ اس کے وقف کئے ہوئے مکانات اور انعامات سے مدت دراز تک لوگوں نے فائدہ اُٹھایا۔ یہ ایک مثال ہے اور اکیلی نہیں ہے۔

سلطان نے اسی طرح مصر و شام میں جا بجا شفاخانے اور سرائیں اور مہمان خانے تعمیر کرائے تھے

اور عام طور پر بھی فیاضی کے کام کئے جاتے تھے۔ سلطان کا قاہرہ کا شفاخانہ سب سے زیادہ مشہور ہے مصر میں تسلط ہونے کے بعد سلطان نے شاہی ایوانوں میں ایک نہایت شاندار ایوان کو دیکھا۔ جس کی دیواروں پر پورا قرآن مجید لکھا ہوا تھا۔ سلطان نے اس ایوان کو شفاخانہ کے واسطے موزوں خیال کیا۔ چنانچہ ۵۶۷ھ ہجری میں اس کو تھوڑے سے تغیر اور اصلاح کے بعد شفاخانہ بنایا۔ اور بہت سے طبیب وجراح ۔علمائے طبعیات ۔مشرف ۔عامل ۔خدام مقرر کئے ۔علامہ ابن جبیر نے اس کی نسبت یہ الفاظ لکھے ہیں۔ "قاہرہ کا یہ شفاخانہ صلاح الدین کے مفاخر میں سے ہے۔ وہ ایک نہایت خوبصورت اور شاندار ایوان ہے ۔بہت سے کمرے ہیں۔ ہر کمرہ میں پلنگ بچھے ہیں۔ جن پر سلیقہ سے بچھونے اور تکیئے لگے ہیں۔ دواؤں کے لئے الگ کمرے ہیں۔ اور اس کے لئے دوا ساز اور منشی وغیرہ مقرر ہیں۔ عورتوں کے علاج کے لئے اسی سلسلہ میں ایک جداگانہ قطعہ ہے۔ اور اُن کی خدمت خبر گیری۔ اور علاج کے لئے عورتیں مامور ہیں۔ پاگلوں کے علاج کے لئے الگ مکانات ہیں۔ جن کا احاطہ نہایت وسیع ہے۔ اور دریچوں میں لوہے کی جالیاں لگی ہیں۔ شفاخانہ کا اہتمام ایک طبیب سکرٹری کے متعلق ہے۔ اس کے ماتحت بہت سے نوکر ہیں۔ جو صبح وشام دو نو وقت بیماروں کا ملاحظہ کرتے ہیں۔ اور اُن کی غذا اور دوا میں تبدیلی اور اصلاح کرتے رہتے ہیں سلطان خود ہمیشہ شفاخانہ کے ملاحظہ کے لئے آتا ہے۔ اور بیماروں کے معالجہ اور خبر گیری کی سخت تاکید کرتا ہے"۔ علامہ مذکور نے لکھا ہے کہ قاہرہ میں بعینہٖ اسی درجہ کا ایک اور شفاخانہ ہے سلطان نے سکندریہ میں جو شفاخانہ قائم کیا۔ وہ بھی نہایت اعلٰے درجہ کا تھا۔ اور ایک خاص بات میں تمام اور شفاخانوں سے ممتاز تھا۔ یعنی جو لوگ شفاخانہ کے علاج کو خلاف شان سمجھتے تھے۔ ان کے علاج کے لئے الگ طبیب اور جراح مقرر تھے۔ جو اُن کے گھروں میں جا کر علاج کرتے تھے +

اس موقع پر اس امر کا ذکر کرنا بے جا نہ ہوگا۔ کہ سلطان جہاں رفاہ عام کے کاموں اور ہر ایک قسم کی فیاضی میں نہایت دلیر تھا۔ اور رفاہ عام اور شہروں کی حفاظت کی تعمیروں میں بیشمار روپیہ خرچ کرتا تھا۔ جس کا ذکر آئندہ کیا جاویگا۔ وہاں اپنی ذاتی آسائش کے اسباب اور اس غرض سے کسی تعمیر پر روپیہ خرچ کرنے میں بخیل تھا۔ ایک دفعہ دمشق میں اپنی غیر حاضری میں بدر الدین مودود المعروف شحنہ کو دجو عز الدین فرخ شاہ کا ماموں زاد بھائی تھا) نائب مقرر کر گیا تھا۔ اور صفی بن قابض اس کا مددگار تھا جس کے اختیار میں خزانہ کا کام بھی تھا۔ صفی نے قلعہ دمشق کی ایک بلندی پر ایک عظیم الشان محل سلطان کے واسطے تعمیر کرانا شروع کیا۔ اور کثیر التعداد روپیہ اس پر خرچ کر دیا۔ سلطان سے اس کو

اُمید تھی کہ وہ اس کام سے بہت خوش ہوگا۔ مگر سلطان نے واپس آکر اس مکان کو دیکھ کر ناپسند کیا۔ اور فضول خرچی سے سخت ناراض ہوا۔ اور صفی کو اس کے عہدے سے موقوف کر دیا۔ اور کہا کہ جس شخص کو موت کا یقین ہے وہ ایسے محل اور بالاخانے تعمیر نہیں کرتا۔ ہم عبادت اور حصول سعادت کے لئے پیدا ہوئے ہیں نہ کہ ان عالیشان مکانوں میں پاؤں پھیلانے کے لئے +

کتابیں اور کتب خانے

سلطان کے مورخوں نے دو موقعوں پر کتابوں اور کتب خانوں کا جو ذکر کیا ہے وہ انہیں الفاظ میں یہاں درج کر دیا جاتا ہے +

تسلط مصر کے موقع پر بیان کیا جاتا ہے کہ قصر شاہی میں کتابوں کے کئی کمرے تھے۔ ہر ایک کمرہ میں ایک فن کی کتابیں ہوتی تھیں۔ ہر ایک کی نسبت مفصل فہرست موجود تھی۔ اور ہر ایک کتاب قیمتی چمڑہ سے مجلد تھی۔ امیر بہاؤالدین قراقوش متولی قصر کو یہ کہا گیا۔ کہ یہ کتابیں مختلط اور کہنہ ہو گئی ہیں۔ اسلئے ان کو خزانہ شاہی سے نکال کر فروخت کر دینا چاہئے۔ اس نے دلالوں کی معرفت کتابوں کو فروخت کرنا شروع کر دیا۔ دلالوں نے تمام کتابیں خلط ملط کر دیں۔ کتابوں کی جلدیں توڑ دیں۔ ایک کتب خانہ میں معتبر کتابوں اور تواریخ وغیرہ کی ایک ایک کتاب پچاس پچاس مجلد جلدوں میں موجود تھی۔ قراقوش مذکور ترکی جاہل آدمی تھا۔ اس کو کتابوں کی قدر نہیں تھی۔ ہفتہ میں دو دن کتابوں کو نہایت ارزاں قیمت پر فروخت کرتا تھا۔ دلال کتابوں کی حیثیت بگاڑ کر سستی بیچتے تھے۔ اور خریدنے والوں کے ساتھ اُنہوں نے اپنا حصہ مقرر کیا ہوا تھا۔ دس روپیہ میں جو کتاب فروخت ہوتی تھی۔ وُہی سو سو روپیہ میں آگے بکتی تھی۔ عماد کہتا ہے کہ میں نے کئی سو کتابیں اسی کتب خانہ سے خریدیں۔ جن میں سے بہت سی عجیب و غریب تھیں۔ اس کتب خانہ سے لاکھ سے زیادہ نسخے نکلے۔ جو کتابیں میں نے خریدیں انکی قیمت سلطان نے اپنی گرہ سے ادا کی۔ اس کے علاوہ بہت سی کتابیں جو میں نے پسند کیں۔ مجھے انعام و یدیں۔ ایک روز کتب خانہ سے بہت سی کتابیں منتخب ہو کر سلطان کے پاس بھیجی گئیں۔ میں نے کہا کہ میں نے بھی کچھ کتابیں مانگی تھیں۔ سلطان نے پوچھا کہ ان میں سے کون کون سی کتاب تم کو چاہئے۔ میں نے کہا یہ سب مجھ کو چاہئیں۔ سلطان نے سب کی سب مجھ کو دیدیں +

فتح آمد کے موقع پر لکھا گیا ہے کہ قلعہ میں سے ذخیرہ مختلف سامانوں۔ آلات جنگ اور اسباب آرائش

کے علاوہ ایک کتب خانہ برآمد ہوا جس میں دس لاکھ چالیس ہزار کتابیں تھیں (اس تعداد میں مبالغہ کو بہت دخل معلوم ہوتا ہے) یہ کتابیں سلطان نے قاضی فاضل کو دیدیں اس نے ان میں سے ستر اونٹوں کے بوجھ کی کتابیں منتخب کیں +

تعمیرات

تعمیرات کا کام بھی تسلط مصر کے ساتھ ہی شروع ہو گیا تھا۔ مصر اور قاہرہ کی فصیلیں پہلے الگ الگ تھیں۔ سلطان نے سوچا کہ اگر دونوں کی علیحدہ علیحدہ فصیلیں پختہ بنوائی گئیں۔ تو لشکر کی تعداد زیادہ کرنی پڑیگی۔ اس لئے اس نے دونوں شہروں کو ایک فصیل میں محدود کرنا چاہا۔ اور درمیان میں سعد ولنہ کی مسجد کے پاس جبل مقطم پر ایک قلعہ بنوانے کا حکم دیا۔ قاہرہ کے باہر دریا کے کنارہ سے فصیل شروع کرائی اور مقسم میں اسی فصیل کے شروع پر ایک برج تیار کرایا۔ اور مصر کے اعلےٰ کنارہ نیل پر بہت برجوں پر جو ایک عالیشان برج سے ملائے گئے تھے اس فصیل کا خاتمہ کیا +

پہاڑ پر جو قلعہ بنایا گیا تھا اس کا دور کل انتیس ہزار تین سو دو گز (۲۹۳۰۲) قاسمی تھا یعنی نیل کے کنارہ قلعہ مقسم سے ساحل مصر کے کوم احمر کے برج تک دس ہزار پانچ سو گز قلعہ مقسم سے سعد الدولہ کی مسجد کی پہاڑی کی دیوار تک سات ہزار دو سو گز اور مسجد مذکور کی پہاڑ کے جانب تین ہزار دو سو دس گز۔ غرض نیل کے ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک قلعہ کا احاطہ تھا۔ اس قلعہ کی تعمیر کا کام امیر شہاب الدین قراقوش سے متعلق تھا۔ پہاڑ پر ایک اور قلعہ تعمیر کرایا۔ اور خندق وغیرہ سے مکمل کیا۔ اور بڑی جوش اور سرگرمی اور نہایت وسیع اہتمام سے کام ہوتا رہا۔ کہ بہت جلد تکمیل کے قریب پہنچ گیا۔ گو سلطان کی وفات کے وقت بھی تعمیر جاری تھی +

تمام ملک مصر میں اور شام میں سلطان کی تعمیر کی ہوئی عمارتیں مسجدیں۔ کوئیں خانقاہیں سرائیں وغیرہ وغیرہ آج تک موجود ہیں۔ اور اس بزرگ شخص کے نام کو زندہ رکھنے کا باعث ہیں +

فتح عکا کے بعد سلطان نے اس کی فصیلیں اور عمارتیں بھی پختہ بنوائیں۔ اور بہاؤالدین قراقوش ہی کو اس کام پر مقرر کیا +

بیت المقدس کی فصیلوں کی تعمیر و استحکام کا بیان ہو چکا ہے جس کام میں سلطان اور شاہزادے خود ہاتھ سے کام کرتے رہے +

مصر کی مقیاس آب کی جو سمندر میں پانی کی پیمائش کے واسطے ایک ستون تھا ہمیشہ مرمت اور درستی کراتا رہا۔

ایک دفعہ محاصرہ موصل کے زمانہ میں کسی نے سلطان کو مشورہ دیا کہ دجلہ کو بند کر کے کسی اور طرف جاری کر دیا جاوے۔ اس میں ان دنوں پانی کی کمی سے بند لگا کر دوسری طرف پھیر دینا آسان معلوم ہوتا تھا۔ اس سے مقصود اہل موصل کو تنگ کرنے اور عاجز کر دینے سے تھا۔ سلطان نے یہ تجویز ایک بڑے دانا عالم فخرالدین ابی شجاع ابن الدہان بغدادی کے سامنے پیش کی۔ جو اس زمانہ کا ایک یگانہ اور بے مثل ریاضی دان تھا۔ اور موصل سے سلطان کی قدردانی اور علم پروری کا حال سُن کر سلطان کے پاس چلا آیا تھا۔ اس نے اس معاملہ پر غور کر کے بتایا۔ کہ یہ امر ممکن ہے اور بہت مشکل نہیں ہے۔ مگر موصل والوں کی اطاعت نے اس کی ضرورت کو خود ہی رفع کر دیا۔

سلطان کی ایک بے نظیر اور دائمی فیاضی

اس زمانہ میں مکہ مکرمہ میں جو مغربی حاجی حج کی غرض سے جاتے تھے ان کو امیر مکہ کے ہاتھ سے نہایت تکلیفیں پہنچتی تھیں۔ یہ ایک قاعدہ مقرر تھا۔ کہ مغربی حاجیوں سے فی نفر کچھ نقد روپیہ ٹیکس کے طور پر لیا جاتا تھا۔ امیر مکہ حاجیوں کو قید رکھتا تھا۔ اور جب ٹیکس ادا کرتے تھے تو ان کو رہائی ملتی تھی۔ اور جو لوگ مفلسی کے سبب سے ٹیکس ادا نہیں کرتے تھے وہ اسی طرح قید رکھے جاتے تھے حتّٰے کہ ان کا حج فوت ہو جاتا تھا۔ سلطان نے اس شکایت کو رفع کرنے کی غرض سے یہ تجویز کی کہ امیر مکہ کو اپنے پاس سے کچھ دینار مقرر کرے اور حاجیوں سے یہ ٹیکس اُٹھاوے۔ مگر یہ ایک سوال تھا۔ کہ کیا دیا جاوے۔ جس کو جس خوبصورتی اور دانشمندی سے سلطان نے حل کیا ہے اور کوئی مشکل سے حل کرتا۔ سلطان نے سوچا کہ اگر امیر کو روپیہ اور جاگیریں زمین وغیرہ کی شکل میں دی گئیں تو اس سے اس کی ذاتی منزلت اور منفعت کو ترقی ہوگی۔ اور اہل مکہ وغیرہ کو کچھ فائدہ نہیں پہنچیگا۔ حجاز میں غلہ کی ضرورت رہتی ہے۔ اور مصر دُنیا میں غلہ کا سب سے بڑا ذخیرہ گاہ خیال کیا جاتا ہے۔ اس واسطے سلطان نے امیر مکہ کے ساتھ یہ فیصلہ کیا کہ ہر سال آٹھ ہزار اردب گیہوں کا آٹا اس کے پاس ساحل جدہ میں پہنچا دیا جاویگا۔ امیر مکہ اس کو فروخت کر کے روپیہ جمع کریگا۔ اور اہل حرمین کو غلہ ملجاویگا۔ اور غلہ کی کمی سے تکلیف نہ ہوگی۔ اس کے علاوہ حرمین کے مجاوروں اور فقراء اور شرفاء کے واسطے

علماء اور اُن کے لئے اوقاف مقرر کئے۔ مصر میں جبتک اسلامی سلطنت اور حکومت رہیگی۔ حرمین شریفین میں سلطان کی یہ نیکی کبھی فراموش نہیں ہوگی +

پابندی شریعت اور قوانین دینی کی مواظبت

اس عنوان کے نیچے جو حالات اس کے اپنے مورخ نے لکھے ہیں اُن میں کچھ اضافہ کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی +

سلطان کا عقیدہ نہایت نیک تھا۔ ہمیشہ خداوند تعالے کے ذکر میں مشغول رہتا۔ اور مشائخ۔ اہل علم۔ اور اکابر فقہا سے مسائل فقہ اور عقاید کی دل چھان بین کرانے میں مباحثے کراتا رہتا تھا۔ اور جس مسئلہ کے واسطے مجلس منعقد ہوتی۔ سلطان بھی اپنی رائے اس میں ظاہر کرتا تھا جس کو اہل علم بہت ہی پسند کرتے تھے اس کا عقیدہ نہایت پاک اور صاف تھا +

شیخ قطب الدین نیشاپوری نے سلطان کے واسطے عقاید کی ایک کتاب تصنیف کی تھی اس کو وہ نہایت پسند کرتا تھا۔ اور اپنے چھوٹے بچوں کو یاد کرایا کرتا تھا۔ اور یہ خواہش رکھتا تھا کہ یہ عقاید کے مسائل بچوں کو بچپن ہی میں یاد کرادئے جائیں۔ میں نے خود دیکھا ہے کہ چھوٹے بچے سلطان سے سبق لیتے تھے۔ اور اس کے سامنے بیٹھ کر یاد کرتے تھے۔ نماز پنجگانہ ہمیشہ باجماعت پڑھتا تھا۔ ایک دن اس نے خود ذکر کیا۔ کہ کئی سال سے میں نے اکیلے نماز نہیں پڑھی۔ نماز سنت و نوافل کبھی قضا نہیں کرتا تھا۔ رات کو نماز تہجد بھی پڑھتا تھا۔ اور اگر کبھی سو جاتا۔ تو صبح سے پہلے ادا کر لیتا تھا۔ جب تک ہوش میں رہا کبھی نماز کو قضا نہیں کیا۔ آخری مرض موت میں تین دن اس کی نماز فوت ہوئی۔ جب کہ وہ بالکل بے ہوش ہو رہا تھا۔ اگر سواری میں ہوتا تھا۔ تو اتر کر جماعت میں نماز پڑھ لیتا تھا +

زکوٰۃ کی بابت اس سے زیادہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ جب فوت ہوا تو اس کے گھر سے اتنا مال بھی نہ نکلا۔ جس پر زکوٰۃ کا ادا کرنا فرض ہوتا۔ اور صدقہ نفلی کا یہ حال تھا۔ کہ تمام اموال واملاک کو بیچ جاتا تھا۔ اس سلطنت کے باوجود اس کی وفات پر اس کے خزانہ سے سنتالیس درہم ناصری اور ایک سونے مہر کے سوائے کچھ نہ نکلا۔ اور کوئی ملکیت کسی قسم کی باقی نہیں چھوڑ گیا تھا +

رمضان کے روزے اسکی بیماریوں کے سبب سے بعض وقت فوت ہوجاتے تھے۔قاضی فاضل کے ذمہ سلطان نے یہ بات کی ہوئی تھی۔کہ ایام فوت شدہ کو لکھتا رہے۔بیت المقدس میں سلطان نے برابر قضا فوایت کے واسطے روزے رکھے۔سال وفات میں سلطان کے ذمہ دو مہینوں کی قضائیں تھیں۔جو سخت بیماری اور اشتغال جہاد کے سبب سے ہوگئی تھیں۔اس نے روزے رکھنے شروع کئے۔اور اس کے سخت ضعف کے سبب سے طبیب اس کو منع بھی کرتے تھے کہ روزے نہ رکھو مگر وہ نہیں سنتا تھا۔اور برابر روزے رکھے جاتا تھا۔اور کہتا تھا۔کہ معلوم نہیں کل کیا واقع ہوگا اور پھر موقع نہ ملے۔گویا اس کو خداوند تعالٰے نے الہام فرما دیا تھا۔کہ اسی سال میں وہ فوت ہوجاویگا +

حج کے واسطے وہ ہمیشہ تیار رہتا رہا۔اور سال وفات میں تو اس کا ارادہ بہت ہی پختہ تھا۔مگر جہاد اور ملک کی ضرورتوں نے اس کو نہ چھوڑا +

سلطان کو قرآن کریم کے سُننے کا نہایت شوق تھا۔اس کا امام علم قرآن کا سب سے بڑا ماہر پکا حافظ۔اور خوش آواز ہوتا تھا۔اس کے بُرج میں جو محافظ رہتے تھے۔وہ بھی حافظ قرآن ہوتے تھے اور رات کے وقت اِن سے تین تین چار چار سیپارے سُنا کرتا تھا۔عام مجلس میں بھی قاریوں سے قرأت سنتا تھا۔اور انعام بخشا کرتا تھا۔ایک دن ایک چھوٹا بچہ اپنے باپ کو قرآن سُنا رہا تھا اور سلطان وہاں سے گذرا۔اس لڑکے کی خوش آوازی اس کو پسند آئی۔اس کو ہمراہ لے آیا۔اور اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔اور اس کے باپ کو ایک گاؤں جاگیر میں بخشدیا +

سلطان نہایت رقیق القلب تھا۔قرآن کریم کے سننے وقت پھوٹ پھوٹ کر رو دیتا۔اور بارش کی طرح آنسو برساتا۔سماع حدیث کا بھی اس کو نہایت شوق تھا۔اگر کسی شیخ صاحب روایت کی خبر سنتا تو نہایت اکرام سے اس کو اپنے پاس بُلاتا۔اور اپنے بیٹوں اور درباریوں اور غلاموں کی مجلس میں نہایت ادب اور بکمال احترام سے خاموش بیٹھ کر سنتا۔اگر کوئی شیخ بادشاہوں کے دربار میں آنے سے انکار کرتا۔تو سلطان خود اس کے پاس حاضر ہوتا۔اور بکمال ادب سے دوزانو بیٹھ کر اس سے حدیث کا سماع کرتا۔سکندریہ میں حافظ اصفہانی کے پاس اسی غرض سے حاضر ہوا۔قرأت حدیث کی خود بنفسہ پسند کرتا۔اور ابن شداد کہتا ہے کہ مجھے ساتھ لیجایا کرتا تھا۔اور حدیث کی چند کتابیں ساتھ ہوتی تھیں۔وہ خود پڑھتا تھا۔اور عالمان حدیث سے معانی دریافت کرتا تھا۔جس وقت کوئی ایسی حدیث آجاتی جس کا مضمون عبرت ناک ہوتا۔تو سلطان زار زار رودیتا؎

میں جب قاہرہ میں مقیم تھا۔ تو امام تاج الدین بندھی سے حدیث نبوی کے سننے کے اوقات مقرر کئے ہوئے تھے۔ اور ان کے علاوہ اور بہت سے علما اور فضلا پاس ہوتے تھے۔ ایک دفعہ قیام سکندریہ کے زمانہ کی نسبت سلطان خود کہتا ہے کہ شیخ امام ابی طاہر بن عوف کا دم بھی غنیمت ہے۔ ہم اس کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اس سے موطا امام مالک رضی اللہ عنہ جو طرطوشی سے اُس نے روایت کیا ہے سُنا قاضی فاضل نے موطا امام مالکؒ سننے پر سلطان کو مبارکباد کا خط لکھا۔ سلطان شعائر دینی کی نہایت تعظیم اور ادب کرتا تھا ✦

سلطان خداوند تعالےٰ کے ساتھ نہایت حسن ظن رکھتا تھا۔ اور اُس کی جناب میں نہایت راجح اور کثیر الاعتماد تھا۔ میں نے اس کی انابت اور کمال اعتماد کا حال کئی دفعہ دیکھا ہے۔ ایک دفعہ بیت المقدس میں جب سلطان سخت بیمار تھا۔ اور عیسائی قریب آپڑے تھے۔ تو امیروں نے بیدلی ظاہر کی۔ اور سلطان کو سخت رنج ہوا۔ جمعہ کی رات تھی اور جاڑے کا موسم۔ سلطان رات بھر اسی رنج میں جاگتا رہا۔ میں نے جب دیکھا کہ جاگنے سے آپ کو اس ضعف میں صدمہ نہ پہنچے۔ تو مجھے کہا کہ تم کو نیند آگئی ہوگی جاکر سو رہو۔ صبح کے وقت اس نے اذان اور اقامت کے درمیان دو نفل ادا کئے اور سجدہ میں دعا مانگنے کو گر گیا۔ میں اس کو دیکھ رہا تھا۔ کہ اس کے آنسوؤں سے اس کی ریش اور مصلےٰ تر ہو گیا تھا خدا نے اس کی اس دعا کو سن لیا۔ کیونکہ صبح ہی خبر پہنچی۔ کہ عیسائی بیدل ہو کر واپس چلے گئے ہیں۔ اکثر خدا رسیدہ لوگوں کی خدمت میں دعا خیر کے واسطے حاضر ہوتا تھا۔ اور جہاد میں عیسائیوں پر حملہ کرنے کو عموماً نماز جمعہ کے بعد شروع کرتا تھا۔ چونکہ وہ خود پابند شریعت تھا۔ اس کے تمام درباری اور متعلقین اسی طرح شریعت کی پابندی کرتے تھے۔ عماد کہتا ہے مجھے ایک روز چاندی کی دوات سے لکھنے پر ٹوک دیا تھا۔ لباس اس کا ہمیشہ سادہ ہوتا تھا۔ جس میں کوئی بھڑک اور شان و شوکت نہیں پائی جاتی تھی ✦

سلطان لطیف الاخلاق پسندیدہ معاشرت والا۔ پاک طینت اور صاف معاملہ تھا۔ انساب عرب کا حافظ۔ اِن کے وقائع کا عارف۔ اُن کی تاریخ اور احوال کا ماہر تھا۔ بلکہ ان کے گھوڑوں کے انساب کا بھی حافظ تھا۔ دنیا کے عجائبات اور نوادر کا ایسا واقف تھا کہ جتنا آدمی اس کی مجلس سے مستفید ہوتا تھا۔ اتنا کسی اور سے فائدہ حاصل ہونا ممکن نہیں تھا۔ اس کی زبان سے ایسی مفید باتیں سُنی جاتی تھیں جو تمام دنیا کے عالموں اور فاضلوں سے نہیں سُنی جا سکتیں۔ اس کی مجلس ایسی پاک تھی کہ اس میں سوائے نیک کلام اور نیک باتوں کے اور کچھ سُنا نہیں جاتا تھا۔ میں نے کبھی دیکھا۔ کہ اس نے اپنی زبان دشنام

سے آلودہ کی ہو۔ وعدہ کے وفا کرنے میں بڑا ہی پکا تھا۔ جب کوئی یتیم اس کے سامنے پیش کیا جاتا۔ تو اس کے حال پر نہایت رحم کرتا۔ اور دولت سے مالامال اور آسودہ کر دیتا۔ اور اس کے کسی متعلق یا کسی اور شخص کو اس کی تربیت کا کفیل بنا دیتا۔ کسی بوڑھے شخص کو دیکھتا۔ تو اس پر نہایت رحم کرتا۔ اور احسان کرتا۔ اور آخر وقت تک اسی نیک اخلاق پر رہا +

اقارب اور اولاد

جیسا اقارب۔ بھائی۔ رشتہ دار اور اولاد سلطان کی تھی۔ کسی بادشاہ کو دنیا میں بہت کم نصیب ہوئی ہوگی۔ اور یہ سلطان کی اپنی حسن تربیت کا نتیجہ تھا۔ بادشاہوں کے ساتھ ان کے بھائیوں اور بیٹوں کی بدسلوکی اور باہمی تنازعات کے واقعات سے تواریخ کے صفحے بھرے ہوئے ہیں۔ لیکن سلطان نے جس طریق پر اپنے بھائیوں اور بیٹوں کی تربیت کی اس کا نتیجہ سوائے ان کی کامل اطاعت اور فرمانبرداری کے ایک لمحہ کے واسطے بھی کچھ اور نہیں پیدا ہوا۔ اس کا بھائی عادل اس کی مدت العمر میں اس کا دوست و بازو اور مشیر با تدبیر تھا۔ ان کو وہ مختلف علاقوں میں حکومت پر مقرر کرتا رہتا تھا۔ یا وہ علاقے ان کو بخشتا رہتا تھا۔ بعض دفعہ ان تبدیلیوں سے ان کو رنج ہوتا تھا۔ مگر پی جاتے تھے اور زبان پر نہیں لاتے تھے۔ اپنی اولاد سے اس کو نہایت محبت تھی۔ اور گھنٹوں ان کے ساتھ دل بہلاتا۔ اور کسی ضروری کام کے واسطے بھی اپنے اس شغل کو نہ چھوڑتا +

عماد کہتا ہے میں ایک رات سلطان کے پاس بیٹھا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ اگر آپ اپنی اولاد کے سنہ تولید فرما دیں۔ تو میں ان کو ایک نقشہ کی صورت میں لکھ دوں۔ سلطان نے مجھ کو ان کی تولید کے مفصل سنہ بتائے اور میں نے ایک نقشہ میں انکی فہرست اس نمونہ کی لکھدی +

نقشہ اولاد صلاح الدین

نام	جائے ولادت	تاریخ ولادت	زائد حالات	تاریخ وفات
ملک افضل نورالدین ابوالحسن علی	مصر	عید الفطر وقت عصر ۵۶۶ھ		
عزیز ابوالفتح عثمان عمادالدین	"	۸ جمادی الاول ۵۶۷ھ ہجری		
ظافر ابوالعباس خضر مظفرالدین	مصر	۵ شعبان ۵۶۸ھ ہجری	افضل کا حقیقی بھائی	

نام	جائے ولادت	تاریخ ولادت	زائد حالات	تاریخ وفات
ظاہر ابو منصور غازی غیاث الدین	مصر	۱۵-رمضان ۵۶۸ھ ہجری		
معز ابو یعقوب اسحاق فتح الدین	״	ربیع الاول ۵۷۰ھ ہجری		
مؤید ابو الفتح مسعود نجم الدین	دمشق	ربیع الاول ۱۱ ۵۷۱ھ ہجری	عزیز کا حقیقی بھائی	
عزالدین ابو یوسف یعقوب شرف الدین	مصر	ربیع الآخر ۲۳ ۵۷۲ھ ہجری	عزیز کا مادر زاد بھائی	
ناہر ابو سلیمان داؤد مجیر الدین	مصر	ذوالقعدہ ۳ ۵۷۳ھ ہجری	ظاہر کا مادری بھائی	
مفضل ابو موسیٰ قطب الدین مظفر	״	۵۷۳ھ ہجری	افضل کا مادری بھائی	
اشرف ابو عبداللہ محمد عزیز الدین	شام	۵۷۵ھ ہجری		
محسن ابو العباس احمد ظہیر الدین	مصر	ربیع الاول ۵۷۷ھ ہجری	اشرف کا مادری بھائی	
معظم منصور تورانشاہ فخر الدین	״	ربیع الاول		جس دن تاتاریوں نے حلب لوٹا[1]
جواد ابو سعید رکن الدین	مصر	ربیع الاول ۵۷۸ھ ہجری	معظم کا مادری بھائی	
غالب ابو الفتح ملک شاہ نصیر الدین	شام	رجب ۵۷۸ھ ہجری	معظم کا مادری بھائی	
منصور ابو بکر	حران	صلاح الدین کی وفات کے بعد	معظم کا حقیقی بھائی	

عماد نے یہ پندرہ بیٹے اس ترتیب پر ذکر کئے ہیں اور فتح قدسی کے اخیر میں لکھا ہے۔ کہ جب سلطان فوت ہوا تو اس کے پیچھے سترہ بیٹے اور ایک دختر رہ گئی۔ پندرہ تو مذکور ہو چکے ہیں اور باقی دو یہ ہیں۔ عماد الدین شاذی لم ولد کا بیٹا۔ اور نصیر الدین مروان ام ولد کا بیٹا۔ بیٹی کا نام مونسہ خاتون ہے۔ جو ملک کامل (سلطان کا برادر زادہ ابو بکر بن ایوب کا بیٹا تھا) کے نکاح میں آئی تھی۔ سلطان کی حیات میں بھی اس کی اولاد فوت ہوتی رہی تھی۔ جیسے ملک منصور حسن اور امیر احمد جنکی وفات پر عرقلہ نے یہ مرثیہ لکھا:۔

ای ھلال کسفا	وای غصن قصفا
کان سراجاً قد طغی	علی الوریٰ ثم انطفا
لم یرکیا الخیل ولم	یعتلد ولا مرھفا
قل للنعاۃ ویحکم	احمد لم قد صرفا
صبر صلاح الدین یا	رب الصلاح والوفا

[1] اصل کتاب میں یہ تاریخ ۵۶۶ھ ہجری میں بتائی گئی ہے۔ جو صریحاً غلط ہے۔

ترجمہ

کونسے ہلال کو گہن لگ گیا ہے ۔ کونسی ٹہنی ٹوٹ پڑی ہے ۔ کونسا چراغ لوگوں پر ظ
ہو کر گل ہو گیا ہے ۔ جو نہ گھوڑے پر سوار ہوا ہے ۔ اور نہ اُس کو تلوار حمائل کی گئی ہے ۔ نحویوں ک
افسوس ہے تم کو ۔ احمد کیوں منصرف ہو گیا ہے (دار الغضب کو واپس ہو گیا ہے) صلاح الدی
اے صلاح اور وفا کے مالک صبر کر لے +

تمت بالخیر

اشتہار سیرۃ الفاروق ولیکچرز.

سیرۃ الفاروق - جناب فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سوانح عمری جس میں اُن کے بچپن کے زمانے سے لے کر وفات پانے کے وقت تک کے تمام حالات معہ فتوحات کے جو اُن کے زمانے میں ہوئیں ہیں بڑی محنت اور تحقیق سے تلاش اور مرتب کرکے درج کئے گئے ہیں۔ دیباچہ میں بہت سے اہم اور عظیم الشان امور سے نہایت دلچسپ بحث کی گئی ہے کسی مسلمان کو اس بے نظیر اور عدیم المثال ہیرو کے حالات کو شوق سے پڑھنے کے واسطے ترغیب دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ جس قدر وہ حالات دلچسپ ہیں اُسی قدر اس زمانہ کے مسلمانوں کے واسطے ہادی اور راہ نما اور ناصح ہیں۔ غرض اسلامی سچی شان و شوکت اور اصل جاہ و جلال اور بے نظیر شجاعت اور تہور کی تصویریں ہیں جو اس کتاب میں کھینچی گئی ہیں اعلےٰ قسم کے سفید ولایتی کاغذ پر بڑے اہتمام اور صرف کثیر سے چھاپی گئی ہے قیمت عہ

آنریبل سر سید احمد خان صاحب بہادر بالقابہ کے لیکچروں کا مجموعہ کوئی شخص اس امر کا اقرار کرنے میں تامل نہ کریگا کہ آنریبل سر سید احمد خان بہادر بالقابہ کو جو کامیابی مسلمانوں کی اصلاح اور ترقی تہذیب اور تعلیم میں حاصل ہوئی ہے اس کا بڑا ذریعہ اُن کی پر زور تحریروں کے ساتھ ساتھ ان کی جادو اثر تقریریں اور لیکچر ہیں جو انہوں نے ہندوستان کے مختلف مقامات میں مختلف موقعوں پر دئیے ہیں اردو زبان اگر کسی شخص کی فصاحت اور فن تقریر کے جاننے پر فخر کر سکتی ہے تو وہ صرف اسی یگانہ روزگار شخص کی ذات ہے یہ لیکچر تمام قسم کے علمی اور اخلاقی اور مذہبی اور تعلیمی اور فلسفیانہ مسائل اور پولیٹیکل قانونی مضامین پر مبنی ہیں اور ہر ایک مضمون کو ایسے جامع اور نافع طور پر بیان کیا ہے کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں ہے ۱۸۵۹ء سے لیکر ۱۸۹۲ء تک چونتیس برس کے زمانہ کے سب لیکچر جمع کئے ہوئے ہیں۔ شروع میں ایک دیباچہ ہے جس میں جناب ممدوح کے بعض ضروری حالات معہ ایک دلچسپ مباحثہ کے ان کی فصاحت اور فن تقریر اور مواقع لیکچر دینے کے مندرج ہیں نہایت عمدہ چکنے موٹے ولایتی سفید کاغذ پر دوسری دفعہ بڑی محنت اور صرف کثیر سے چھپوائے گئے ہیں اور قیمت دو روپے ہے +

المشتہران

محمد بلال کرم بخش مالکان مطبع